روحانی خزائن

تصنیفات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

روحانی خزائن

مجموعہ کتب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

Rūḥānī Khazā'in

Collection of the books of Ḥaḍrat Mirza Ghulam Ahmad Qādiānī, (1835-1908), The Promised Messiah and Mahdi, peace be on him

Volumes. 1-23

First published in Rabwah, Pakistan in 1960's
Reprinted in UK in 1984
Current Computerised edition published in Rabwah, Pakistan in 2008
(ISBN: 81 7912 175 5)
Reprinted in India in 2008
Reprinted in UK in 2009

Published by:
Islam International Publications Limited
Islamabad
Sheephatch Lane
Tilford, Surrey GU10 2AQ
United Kingdom

Printed in UK at:
William Clowes

ISBN: 978-1-84880-102-8 (Set Vol. 1-23)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وعلٰی عبدہٖ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصــــر

لندن

10-8-2008

پیغام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے　　اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

اللہ تعالیٰ نے وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے کے امام اور مہدی کے طور پر مبعوث فرمایا کہ تا اس کی توحید کا دنیا میں بول بالا ہو اور ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور قرآن کریم کی صداقت دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب اسلام کی اشاعت اور تبلیغ ساری دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے سامان اس خدائے قادر مطلق نے پہلے سے مقرر کر رکھے تھے۔ اسی لئے اس زمانے میں سائنسی ایجادات اتنی تیزی اور کثرت سے ہوئی ہیں کہ انسانی عقل وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَالَھَا کے مصداق حیران ہو جاتی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس کے بارے میں وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ کی پیشگوئی فرما کر یہ بتلا دیا کہ اس زمانے میں ایسی ایسی ایجادات ہوں گی کہ کتابوں اور رسالوں کی نشر و اشاعت عام ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور نشر صحف سے اس کے وسائل یعنی پریس وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے ایسی قوم کو پیدا کیا جس نے آلات طبع ایجاد کئے۔ دیکھو کس قدر

پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں''۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۴۷۳)

ایک اور کتاب میں آپؑ فرماتے ہیں:

''کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادیٔ دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتا بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے...... ایسا ہی آیت وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو مِنۡھُمۡ کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ **ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہو گا** جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہو گا...... اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ اور حسب منطوق آیت قُلۡ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور

مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لایئے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجّت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤں گا۔ کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے‘‘۔

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۰-۲۶۳)

سو اس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانے اور اسلام کی سچائی کو ساری دنیا پر ثابت کرنے اور خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا پرچار کرنے کے لئے اسلام کا یہ بطل جلیل، جری اللہ، سیف کا کام قلم سے لیتے ہوئے قلمی اسلحہ پہن کر سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اترا اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا ایسا کرشمہ دکھایا کہ ہر مخالف کے پرخچے اڑا دیے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا پرچم پھر سے ایسا بلند کیا کہ آج بھی اس کے پھریرے آسمان کی رفعتوں پر بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں اور ساری دنیا پر اسلام کا یہ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے ذریعہ پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ مسیح محمدی کی زندگی بخش تحریرات کی ہی یہ برکت ہے کہ ایک جہان روحانی اور جسمانی احیاء کی نوید سے مستفیض ہو رہا ہے اور صدیوں کے مردے ایک دفعہ پھر زندہ ہو رہے ہیں اور ایسا کیوں

نہ ہوتا کہ اسلام کی گزشتہ تیرہ صدیوں میں صرف آپ کا ہی کلام ایسا تھا جسے کبھی خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ''مضمون بالا رہا'' کی سند نصیب ہوئی تو کبھی الہاماً یہ نوید عطا ہوئی کہ:

''درکلامِ تو چیزے است کہ شعراء را دراں دخلے نیست۔ کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ''۔ (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲۔ تذکرہ صفحہ ۵۰۸)

ترجمہ: ''تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۶)

چنانچہ ایسی ہی عظیم الٰہی تائیدات سے طاقت پا کر آپ فرماتے ہیں:

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

''میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے''۔ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۴)

پس یہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ آب حیات جو آپ کے مبارک قلم سے آپ کی کتابوں کی شکل میں دنیا کی روحانی اور علمی پیاس بجھانے کے لئے نکلا ہے اس سے سارا عالم فیضیاب ہو۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہر گز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا''۔ (ازالہ اوہام ، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۰۴)

عزیزو! یہی وہ چشمۂ رواں ہے کہ جو اس سے پیئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا اور ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی **یفیض المال حتی لا یقبله احد** (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفا اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں۔ اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم اٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے''۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۶۵)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا کہ:

''وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے

نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ''۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے''۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اس کے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی ہدایات اور راہنمائی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف کا سیٹ ’’روحانی خزائن‘‘ پہلی بار کمپیوٹرائزڈ شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔اس سیٹ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل میں ہر کتاب فسٹ ایڈیشن کے عین مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک سے زائد ایڈیشن چھپے ہیں تو آخری ایڈیشن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔پورے سیٹ میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ صفحہ کی سائیڈ پر ایڈیشن اوّل کا صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

۳۔ایڈیشن اوّل میں اگر سہو کتابت واقع ہوا ہے تو متن میں اس لفظ کو اسی طرح کمپوز کیا گیا ہے۔البتہ حاشیہ میں یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ متن میں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے اور غالباً صحیح لفظ یوں ہے۔

۴۔یہ ایڈیشن روحانی خزائن کے سابقہ ایڈیشن کے صفحات کے عین مطابق ہے تاکہ جماعتی لٹریچر میں گزشتہ نصف صدی سے آنے والے حوالہ جات کی تلاش میں سہولت رہے۔

۵۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اس سیٹ میں مندرجہ ذیل اضافے کئے گئے ہیں۔

(ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مضمون جو آپ نے منشی گردیال صاحب مدرس مڈل اسکول چنیوٹ کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور روحانی خزائن میں شامل نہیں ہوسکا تھا۔ اسے روحانی خزائن کے نئے ایڈیشن میں جلد نمبر۲ میں شامل اشاعت کردیا گیا ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اہم مضمون **’’ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات‘‘** جو پہلے ’’تصدیق النبی‘‘ کے نام سے سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے اسے روحانی خزائن جلد نمبر۴ کے آخر میں شامل اشاعت کرلیا گیا ہے۔

(ج) روحانی خزائن جلد۴ میں الحق مباحثہ دہلی کے عنوان سے ایک کتاب شامل ہے۔اس کے صفحہ ۲۲۱ پر مراسلت نمبر ا مابین مولوی محمد بشیر صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب ہے۔اس کے بعد مراسلت نمبر۲ مابین منشی بوبہ صاحب و منشی محمد اسحاق و مولوی سید محمد احسن صاحب کسی وجہ سے روحانی خزائن میں شامل

ہونے سے رہ گئی ہے۔ اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے نئے ایڈیشن میں شامل کر لیا گیا ہے۔

(د) روحانی خزائن جلد نمبر ۵ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں "التبلیغ" کے نام سے جو عربی خط شامل ہے اس کے آخر میں عربی قصیدہ درج ہے۔ ایڈیشن اوّل میں اس قصیدہ کے بعد ایک عربی نظم شائع شدہ ہے جو کسی وجہ سے روحانی خزائن جلد ۵ میں شامل نہیں ہو سکی تھی۔ نئے ایڈیشن میں یہ نظم شامل کر دی گئی ہے۔

(ہ) جلسہ اعظم مذاہب ۱۸۹۶ء کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر فرمودہ بے مثال مضمون جو "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے اردو اور دوسری زبانوں میں چھپ چکا ہے اس کے اصل مسودہ کے کچھ صفحات کسی وجہ سے شامل اشاعت نہیں ہو سکے تھے انہیں اصل مسودہ سے جو خلافت لائبریری میں موجود ہے نقل کر کے جلد نمبر ۱۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

(و) ریویو آف ریلیجنز اردو کا پہلا شمارہ ۹؍جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ اس میں صفحہ ۹ تا ۳۴ پر مشتمل "گناہ کی غلامی سے رہائی پانے کی تدابیر کیا ہیں؟" کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بصیرت افروز مضمون شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کو روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ کے آخر میں کتاب نزول المسیح کے بعد شامل کیا جا رہا ہے۔

(ز) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھا ہوا "عصمت انبیاء" کے عنوان سے ایک اور مضمون بھی ریویو آف ریلیجنز اردو مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۷۵ تا ۲۰۹ میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون اب تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا۔ اسے بھی روحانی خزائن جلد ۱۸ کے آخر میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

اس جلد کی تیاری میں عزیزم محترم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی نائب ناظر اشاعت کے ساتھ مکرم محمد یوسف صاحب شاہد، مکرم عمر علی صاحب طاہر، مکرم رشید احمد صاحب طیب، مکرم ظہور احمد صاحب مقبول، مکرم ظفر علی صاحب، مکرم عطاء البصیر محمود صاحب، مکرم سلطان احمد شاہد صاحب، مکرم کلیم احمد طاہر صاحب اور مکرم طاہر احمد مختار صاحب مربیان سلسلہ نے کام کیا۔ احباب ان سب واقفین زندگی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

سید عبدالحی

ناظر اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

ترتیب

روحانی خزائن جلد ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

تعارف

(از حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس)

روحانی خزائن کی یہ جلد نہم ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب انوار الاسلام۔ منن الرحمٰن۔ ضیاء الحق۔ رسالہ نور القرآن نمبر ا و نور القرآن نمبر ۲ اور رسالہ معیار المذاہب پر مشتمل ہے۔ ان کتب اور رسائل کی تاریخ تالیف و اشاعت ۱۸۹۵ء ہے۔

انوار الاسلام و ضیاء الحق

مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی مناظر سے متعلق مباحثہ ’’جنگ مقدس‘‘ کے اختتام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ جب پیشگوئی کی میعاد پندرہ ماہ گذر گئی اور آتھم نہ مرا اور اللہ تعالیٰ نے حسب پیشگوئی رجوع الی الحق کی وجہ سے اُسے مہلت عطا فرمائی تو عیسائیوں نے اِس پر بڑی خوشیاں منائیں اور اُسے عیسائیت کی فتح سمجھ کر ۶ ؍دسمبر ۱۸۹۴ء کو امرتسر میں آتھم کا جلوس بھی نکالا۔ یہ مقابلہ درحقیقت اسلام اور عیسائیت کا تھا جیسا کہ خود مسیحی اخبار نور افشاں نے بھی لکھا:۔

> ’’مرزا صاحب نے مسیحیوں کے ساتھ مباحثہ اپنے ملہم اور مثیلِ مسیح ہونے کے بارے میں نہیں کیا بلکہ محمدیّت کو مذہبِ حق اور قرآن کو کتاب اللہ ثابت کرنے اور مسیحیت کو ردّ کرنے کے لئے کیا تھا اور وہ پیشگوئی اختتامِ مباحثہ پر انہوں نے محمدیّت ہی کے مذہب حق اور منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں کی تھی۔‘‘
>
> (نور افشاں ۲۰ ؍دسمبر ۱۸۹۴ء)

لیکن باوجود اِس کے بعض بے غیرت ملّاؤں اور اُن کے متبعین نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر شور و غل

اور استہزاء میں برابر کا حصّہ لیا اور پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کا شور مچایا اور اس پر اعتراضات کئے۔ گندے اور گالیوں سے پُر دل آزار اشتہارات نکالے اور حد درجہ بدزبانی سے کام لیا۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان مکفّر ملاؤں کو ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اُن کی اسلام دشمنی کا اِن الفاظ میں تذکرہ فرمایا:۔

''بعض نام کے مسلمان جن کو نیم عیسائی کہنا چاہئے اِس بات پر بہت خوش ہوئے کہ عبداللہ آتھم پندرہ ماہ تک نہیں مر سکا اور مارے خوشی کے صبر نہ کر سکے آخر اشتہار نکالے اور اپنی عادت کے موافق بہت کچھ اُن میں گند بکا اور اس ذاتی بخل کی وجہ سے جو میرے ساتھ تھا اسلام پر بھی حملہ کیا کیونکہ میرے مباحثات اسلام کی تائید میں تھے نہ میرے مسیح موعود ہونے کی بحث میں غایت درجہ میں اُن کے خیال میں کافر تھا یا شیطان تھا یا دجّال تھا لیکن بحث تو جناب رسول اللہ صلعم کی صداقت اور قرآن کریم کی فضیلت کے بارہ میں تھی۔'' (انوارالاسلام۔ رُوحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۴)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پندرہ ماہ کی میعاد گذرتے ہی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو رسالہ انوارالاسلام تحریر فرمایا اور مئی ۱۸۹۵ء میں اِسی موضوع پر رسالہ ضیاء الحق تالیف فرمایا جن میں اِس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تفصیل سے ذکر فرمایا اور لکھا:۔

''خدا تعالیٰ کے الہام نے مجھے جتلا دیا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اُس کے رعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا جس حصّہ نے اُس کے وعدۂ موت اور کامل طور کے ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن اِس بڑے ہاویہ سے تھوڑے دنوں کے لئے بچ گیا جس کا نام موت ہے''

(انوارالاسلام۔ رُوحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲)

اور آتھم کے رجوع سے متعلق جو الہامات ہوئے تھے وہ اس رسالہ میں تحریر فرمائے اور قرائن قویّہ سے آتھم کے رجوع بحق ہونے کو ثابت کیا۔ پھر آپ نے چار اشتہار پے در پے شائع کئے جن میں آپ نے اِس شرط پر کہ اگر آتھم مندرجہ ذیل الفاظ میں قسم کھا جائے تو اُس کو ایک ہزار روپیہ دیا جائے گا۔ پھر دوسرے اشتہار میں اِس انعامی رقم کو دو ہزار اور تیسرے اشتہار میں تین ہزار اور چوتھے اشتہار میں چار ہزار روپیہ کر دیا۔ اور قسم کے الفاظ یہ تھے کہ:۔

''پیشگوئی کے دنوں میں ہرگز میں نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور ہرگز

اسلام کی عظمت میرے دل پر مؤثر نہیں ہوئی اور اگر مَیں جھوٹ کہتا ہوں تو اے قادر خدا ایک سال تک مجھ کو موت دے کر میرا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر۔''

(ضیاء الحق۔رُوحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲)

نیز فرمایا:۔

''اب اگر آتھم صاحب **قسم کھا لیویں** تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفا کر کے دنیا کو دھوکا دینا چاہا۔''

(انوار الاسلام۔روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۱۱۴)

مزید براں آپؑ نے یہ بھی تحریر فرمایا:۔

''اگر تاریخ قسم سے ایک سال تک زندہ سالم رہا تو وہ **اُس کا روپیہ ہوگا** اور پھر اس کے بعد یہ تمام قومیں مجھ کو جو سزا چاہیں دیں۔اگر مجھ کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تو مَیں عذر نہیں کروں گا۔**اور اگر دنیا کی سزاؤں میں سے مجھ کو وہ سزا دیں** جو سخت تر سزا ہے تو مَیں انکار نہیں کروں گا اور خود میرے لئے اِس سے زیادہ کوئی رسوائی نہیں ہوگی کہ میں اُن کی قسم کے بعد جس کی میرے ہی الہام پر بنا ہے جھوٹا نکلوں۔''

(ضیاء الحق۔رُوحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷)

مگر آتھم نے قسم کھانے سے گریز کی راہ اختیار کی اور قسم نہ اُٹھائی جس سے اُس کا جھوٹا ہونا اور اللہ تعالیٰ کے الہام کی صداقت کہ آتھم نے رجوع بحق کیا اور اسی وجہ سے وہ موت کے ہاویہ سے بچ گیا دُنیا پر ظاہر ہوگئی۔اِس طرح آتھم سے متعلق پیشگوئی بڑی آب وتاب سے پوری ہوئی۔اِس پیشگوئی کو تفصیل سے ہم رُوحانی خزائن جلد گیارہ کے پیش لفظ میں ذکر کریں گے۔ **ان شاء اللہ تعالیٰ**

منن الرحمٰن

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''علماء اسلام کو غفلت میں سوئے ہوئے اور اُن کی ہمدردیٔ دین اور اس کی خدمت سے عدم توجہی اور دنیا طلبی اور مخالفین کی دین اسلام کے مٹانے کے لئے

مساعی اوران کے حملوں کو دیکھ کر میرا دل بے قرار ہوا اور قریب تھا کہ جان نکل جاتی۔ تب مَیں نے اللہ تعالیٰ سے نہایت عاجزی اور تضرع سے دُعا کی کہ وہ میری نصرت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا کو قبول فرمایا۔ سو ایک دن جبکہ میں نہایت بے قراری کی حالت میں قرآن مجید کی آیات نہایت تدبّر اور فکر اور غور سے پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا تھا کہ مجھے معرفت کی راہ دکھاوے اور ظالموں پر میری حجت پوری کرے تو قرآن شریف کی ایک آیت میری آنکھوں کے سامنے چمکی اور غور کے بعد میں نے اُسے علوم کا خزانہ اور اسرار کا دفینہ پایا۔ میں خوش ہوا اور الحمد للہ کہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور وہ آیت یہ تھی۔

وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا[1] ...... الخ

اِس آیت کے متعلق مجھ پر کھولا گیا کہ یہ آیت عربی زبان کے فضائل پر دلالت کرتی ہے اور اشارہ کرتی ہے کہ عربی زبان تمام زبانوں کی اور قرآن مجید تمام پہلی کتابوں کی ماں ہے اور یہ کہ مکہ مکرمہ اُمّ الارضین ہے۔''

(منن الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۳ ملخصًا)

اللہ تعالیٰ کی اِس راہنمائی کے بعد آپؑ نے کتاب منن الرحمٰن لکھی اور اس کے متعلق آپؑ نے ایک اشتہار دیا جس میں آپؑ نے اِس کتاب کے متعلق لکھا:۔

''یہ ایک نہایت عجیب و غریب کتاب ہے جس کی طرف قرآن شریف کی بعض پُر حکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی سو قرآنِ عظیم نے یہ بھی دنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلافِ لُغات کا اصل فلسفہ بیان کر دیا اور ہمیں اِس دقیق حکمت پر مطلع فرمایا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں اور کیسے وہ لوگ دھوکے میں رہے جنہوں نے اِس بات کو قبول نہ کیا جو انسانی بولی کی جڑھ **خدا تعالیٰ کی تعلیم** ہے اور واضح ہو کہ اِس کتاب میں تحقیق الالسنہ کی رُو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دُنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اس زبان میں نازل ہوا ہے جو **اُمّ الالسنہ** اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سر چشمہ ہے۔''

(ضیاء الحق۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۵۰)

دوسرے لوگوں کی کوششوں کی ناکامی کا جو انہوں نے اپنی زبانوں کو اُمّ الالسنہ ثابت کرنے کے

[1] الشوریٰ:۸

لئے کیں ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

''اب ہمیں خدا تعالیٰ کے مقدس اور پاک کلام قرآن شریف سے اِس بات کی ہدایت ہوئی کہ وہ الہامی زبان اور اُمّ الالسنہ جس کے لئے پارسیوں نے اپنی جگہ اور عبرانی دانوں نے اپنی جگہ اور آریہ قوم نے اپنی جگہ دعوے کئے کہ انہیں کی وہ زبان ہے وہ **عربی مبین** ہے اور دوسرے تمام دعوے دار غلطی پر اور خطا پر ہیں۔''

(ضیاء الحق۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۲۰)

پھر اپنی تحقیق اور عربی زبان کے مقابل پر دوسری زبانوں کا ناقص ہونا بیان کر کے فرماتے ہیں:۔

''ہم نے زبان عربی کی فضیلت اور کمال اور فوق الالسنہ ہونے کے دلائل اپنی اس کتاب میں مبسوط طور پر لکھ دیئے ہیں جو بتفصیل ذیل ہیں۔

(۱) عربی کی مفردات کا نظام کامل ہے (۲) عربی اعلیٰ درجہ کی وجوہِ تسمیہ پر مشتمل ہے جو فوق العادت ہیں۔ (۳) عربی کا سلسلہ اطراد مواد اتم اور اکمل ہے (۴) عربی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔ (۵) عربی زبان انسانی ضمائر کا پورا نقشہ کھینچنے کے لئے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔

اب ہر یک کو اختیار ہے کہ ہماری کتاب کے چھپنے کے بعد اگر ممکن ہو تو یہ کمالات سنسکرت یا کسی اَور زبان میں ثابت کرے............ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچ ہزار روپے کا انعامی اشتہار شائع کر دیا ہے......فتحیابی کی حالت میں بغیر حرج کے وہ روپیہ ان کو وصول ہو جائے گا۔'' (ضیاء الحق۔ رُوحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۲۱، ۳۲۲)

اِس تحقیق سے کہ عربی زبان اُمّ الالسنہ ہے آپؑ نے اسلام کی عالمگیر فتح کی بنیاد رکھ دی۔ کیونکہ عربی زبان کے اُمّ الالسنہ اور الہامی زبان ثابت ہونے سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام کتابوں میں سے جو مختلف زبانوں میں مخصوص قوموں کی اصلاح کے لئے انبیاء پر نازل ہوئیں۔ اعلیٰ اور ارفع، اتم اور اکمل اور خاتم الکتب اور اُمّ الکتب قرآن مجید ہے اور رسولوں میں سے خاتم النّبیین اور خاتم الرسل حضرت سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ خیال تھا کہ یہ کتاب دسمبر ۱۸۹۵ء میں شائع ہو جائے گی

اور رسالہ ضیاء الحق کو جو مئی ۱۸۹۵ء میں لکھا جا چکا تھا اس کا ایک حصّہ بنایا جائے گا لیکن اخبار ''نور افشاں'' میں عبداللہ آتھم کی پیشگوئی سے متعلق بعض مضامین کی اشاعت کی وجہ سے ضیاء الحق کے چند نسخوں کا شائع کرنا آپؑ نے مناسب سمجھا۔ لیکن افسوس ہے کہ کتاب مِنن الرحمٰن ناتمام حالت میں رہ گئی اور اُس کی اشاعت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے عہد میں جون ۱۹۱۵ء میں ہوئی اور جس حالت میں یہ کتاب آپؑ کی موجودگی میں تھی اُسی صورت میں شائع کر دی گئی۔ مگر اس تحقیق کے متعلق آپ کے بعض خدّام نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے ایک مختصر کتاب ''ام الالسنہ'' لکھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کردہ اصولوں پر مفصّل ریسرچ کی سعادت مکرّم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائلپور خلف الرشید حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ کے حصّہ میں آئی جنہوں نے برسوں کی محنت و کاوش سے دُنیا کی مشہور زبانوں سنسکرت، انگریزی، لاطینی، جرمنی، فرانسیسی، چینی، فارسی اور ہندی کے گہرے اشتراک اور عربی کے اُمّ الالسنہ ہونے کا نظریّہ پوری شرح و بسط سے نمایاں کیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ اصول کی روشنی میں ان زبانوں کے بیس ہزار الفاظ کے حل کرنے میں بھاری کامیابی حاصل کر لی ہے۔

نور القرآن نمبر ۱ و نور القرآن نمبر ۲

قرآن کریم کے رُوحانی کمالات کے اظہار اور اِن باتوں کے شائع کرنے کے لئے جو راہِ راست کے جاننے اور سمجھنے اور شناخت کرنے کا ذریعہ ہوں اور جن سے وہ سچّا فلسفہ معلوم ہو جو دلوں کو تسلّی دیتا اور رُوح کو سکینت اور آرام بخشتا اور ایمان کو عرفان کے رنگ میں لے آتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ماہوار رسالہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا اور بالفعل ایک رسالہ بنام نور القرآن جاری فرمایا۔ مگر افسوس کہ کثرتِ مشاغل و مصروفیات کے باعث اس کے صرف دو نمبر ہی نکل سکے۔ پہلا نمبر تین ماہ یعنی بابت ماہ جون، جولائی، و اگست ۱۸۹۵ء شائع ہوا۔ اور دوسرا نمبر بابت ماہ ستمبر و اکتوبر و نومبر و دسمبر ۱۸۹۵ء اور جنوری و فروری و مارچ و اپریل ۱۸۹۶ء شائع ہوا۔

نور القرآن نمبر ۱ میں آپؑ نے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل قاطعہ و

براہین ساطعہ تحریر فرمائے اور نور القرآن نمبر۲ میں پادری فتح مسیح سکنہ فتح گڑھ ضلع گورداسپور کے دو خطوط کا جواب تحریر فرمایا۔ جن میں اِس کور باطن پادری نے سرورِ کائنات فخر موجودات خاتم النّبیّین امام الطیبین و سیّد المعصومین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے اور بے جا اعتراضات کرتے ہوئے نعوذ باللہ آپؐ پر زنا کی تہمت لگائی تھی۔

معیار المذاہب

اِس چھوٹے سے رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فطرتی معیار کے لحاظ سے مختلف مذاہب کا مقابلہ کیا ہے۔ خصوصاً آریہ مذہب اور عیسائی مذہب اور اسلام کی خدا تعالیٰ کے متعلق تعلیم کا موازنہ کر کے بتایا ہے کہ صحیح اور فطرت کے مطابق عقیدہ وہی ہے جو اسلام نے پیش کیا۔ اور اس رنگ میں دوسرے مذاہب پر آپؑ نے اسلام کی تعلیم کی برتری اور فوقیت ثابت کی ہے۔

خاکسار

جلال الدین شمس

ربوہ نومبر ۱۹۶۱ء

ٹائیٹل بار اوّل
جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا
انوار الاسلام
پنجاب پریس سیالکوٹ میں خاکسار غلام قادر فصیح کے اہتمام سے چھپا
تعداد اشاعت (۳۰۰۰)

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد عربی کابروئے ہر دوسراست
کسی کہ خاک درش نیست خاک بر سرِ او

فتح اسلام

لَنۡ یَّجۡعَلَ اللّٰہُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ سَبِیۡلًا

واضح ہو کہ وہ پیشگوئی جو امرت سر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی جس کی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور سے اور ایسی صفائی سے **معیاد کے اندر پوری** ہوگئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اس کے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جو ان واقعات اور حوادث کو یکجائی نظر سے دیکھنا نہیں چاہتا جو پیشگوئی کے بعد فریق مخالف میں ظہور میں آئی اور الہامی الفاظ کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آرزوؤں کی پیروی کرتا ہے اس کی مرض نادانی لاعلاج ہے اور اگر وہ ٹھوکر کھائے تو اس کی پست فطرتی اور حمق اور سادہ لوحی اس کا موجب ہوگی ورنہ کچھ شک نہیں کہ **فتح اسلام** ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت اور ہاویہ نصیب ہوگیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آئے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

﴿۲﴾ اب یاد رہے کہ ’’پیشگوئی میں فریق مخالف کے لفظ سے جس کے لئے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا ایک گروہ مراد ہے۔ جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔ ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم تھا کیونکہ وہی دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہوکر پندرہ دن جھگڑتا رہا مگر درحقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرک اور ان کے سرگروہ بھی تھے کیونکہ عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو اور پیشگوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے‘‘۔ ہاں میں نے جہاں تک الہام کے معنے سمجھے وہ یہ تھے کہ جو شخص اس فریق میں سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والا ہے اس کے لئے ہاویہ سے مراد سزائے موت ہے لیکن الہامی لفظ صرف ہاویہ ہے اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ حق کی طرف رجوع کرنے والا نہ ہو۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرنے کی قید ایک الہامی شرط ہے جیسا کہ میں نے الہامی عبارت میں صاف لفظوں میں اس شرط کو لکھا تھا اور یہ بات بالکل سچ اور یقینی اور الہام کے مطابق ہے کہ اگر مسٹر عبداللہ کا دل جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی توہین اور تحقیر اسلام پر قائم رہتا اور اسلامی عظمت کو قبول کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حصہ نہ لیتا تو اسی میعاد کے اندر اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا لیکن خدا تعالیٰ کے الہام نے مجھے جتلا دیا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا جس حصہ نے اس کے وعدہ موت اور کامل طور کے ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن اُس بڑے ہاویہ سے تھوڑے دنوں کے لئے بچ گیا جس کا نام موت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ الہامی لفظوں اور شرطوں میں سے کوئی ایسا لفظ یا شرط نہیں ہے جو بے تاثیر ہو یا جس کا کسی قدر موجود ہو جانا اپنی تاثیر پیدا نہ کرے۔ لہٰذا ضرور تھا کہ جس قدر مسٹر عبداللہ آتھم کے دل نے حق کی عظمت کو قبول کیا اس کا فائدہ اس کو پہنچ جائے سو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور مجھے فرمایا اطلع اللّٰہ علی ھمہ وغمہ. ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا و لا تعجبوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین و بعزتی و جلالی انک انت الاعلٰی. و نمزق الاعداء کل ممزق و مکر اولئک ھو یبور. انا نکشف السر عن ساقہ یومئذ یفرح المؤمنون. ثلّۃ من الاولین و ثلّۃ من الآخرین و ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الٰی ربہ سبیلا۔ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کے ہم و غم پر اطلاع پائی اور اس کو مہلت دی جب تک کہ وہ بیبا کی اور سخت گوئی اور

تکذیب کی طرف میل کرے اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بھلا دے (یہ معنے فقرہ مذکورہ کے تفہیم الٰہی سے ہیں) اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی یہی سنت ہے اور تو ربانی سنتوں میں تغیر اور تبدل نہیں پائے گا۔ اس فقرہ کے متعلق یہ تفہیم ہوئی کہ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ایسے کامل اسباب پیدا نہ ہو جائیں جو غضب الٰہی کو مشتعل کریں اور اگر دل کے کسی گوشہ میں بھی کچھ خوف الٰہی مخفی ہو اور کچھ دھڑ کہ شروع ہو جائے تو عذاب نازل نہیں ہوتا اور دوسرے وقت پر جا پڑتا ہے اور پھر فرمایا کہ کچھ تعجب مت کرو اور غمناک مت ہو اور غلبہ تمہیں کو ہے اگر تم ایمان پر قائم رہو۔ یہ اس عاجز کی جماعت کو خطاب ہے اور پھر فرمایا کہ مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ تو ہی غالب ہے (یہ اس عاجز کو خطاب ہے) اور پھر فرمایا کہ ہم دشمنوں کو پارہ پارہ کر دیں گے یعنی ان کو ذلت پہنچے گی اور ان کا مکر ہلاک ہو جائے گا۔ اس میں یہ تفہیم ہوئی کہ تم ہی فتحیاب ہو نہ دشمن اور خدا تعالیٰ بس نہیں کرے گا اور نہ باز آئے گا جب تک دشمنوں کے تمام مکروں کی پردہ دری نہ کرے اور ان کے مکر کو ہلاک نہ کر دے یعنی جو مکر بنایا گیا اور مجسم کیا گیا اس کو توڑ ڈالے گا اور اس کو مردہ کر کے پھینک دے گا اور اس کی لاش لوگوں کو دکھا دے گا اور پھر فرمایا کہ ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں میں سے ننگا کر کے دکھا دیں گے یعنی حقیقت کو کھول دیں گے اور فتح کے دلائل بینہ ظاہر کریں گے اور اس دن مومن خوش ہوں گے پہلے مومن بھی اور پچھلے مومن بھی۔ اور پھر فرمایا کہ وجہ مذکورہ سے عذاب موت کی تاخیر ہماری سنت ہے جس کو ہم نے ذکر کر دیا اب جو چاہے وہ راہ اختیار کر لے جو اس کے رب کی طرف جاتی ہے۔ اس میں بدظنی کرنے والوں پر زجر اور ملامت ہے اور نیز اس میں یہ بھی تفہیم ہوئی ہے کہ جو سعادت مند لوگ ہیں اور جو خدا ہی کو چاہتے ہیں اور کسی بخل اور تعصب یا جلد بازی یا سوء فہم کے اندھیرے میں مبتلا نہیں وہ اس بیان کو قبول کریں گے اور تعلیم الٰہی کے موافق اس کو پائیں گے لیکن جو اپنے نفس اور اپنی نفسانی ضد کے پیرو یا حقیقت شناس نہیں وہ بیبا کی اور نفسانی ظلمت کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کریں گے۔

الہام الٰہی کا ترجمہ معہ تفہیمات الٰہیہ کے کیا گیا جس کا ماحصل یہی ہے کہ قدیم سے الٰہی سنت اسی طرح پر ہے کہ جب تک کوئی کافر اور منکر نہایت درجہ کا بے باک اور شوخ ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے لئے اسباب ہلاکت پیدا نہ کرے۔ تب تک خدا تعالیٰ تعذیب کے طور پر اس کو ہلاک نہیں کرتا اور جب کسی منکر پر عذاب نازل ہونے کا وقت آتا ہے تو اس میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے اس پر حکم ہلاکت لکھا جاتا ہے عذاب الٰہی کے لئے یہی قانون قدیم ہے اور یہی سنت مستمرہ اور یہی غیر متبدل قاعدہ کتاب الٰہی نے بیان کیا ہے اور غور کرنے سے ظاہر ہو گا

﴿۳﴾

کہ جو مسٹر عبداللہ آتھم کے بارہ میں یعنی سزائے ہاویہ کے بارہ میں الہامی شرط تھی وہ درحقیقت اسی سنت اللہ کے مطابق ہے۔ کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ **بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے** لیکن مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنی مضطربانہ حرکات سے ثابت کر دیا کہ اس نے اس پیشگوئی کو تعظیم کی نظر سے دیکھا جو الہامی طور پر اسلامی صداقت کی بنیاد پر کی گئی تھی۔ اور خدا تعالیٰ کے الہام نے بھی مجھ کو یہی خبر دی کہ ہم نے اس کے ہم اور غم پر اطلاع پائی۔ یعنی وہ اسلامی پیشگوئی سے خوفناک حالت میں پڑا اور اس پر رعب غالب ہوا۔ اس نے اپنے افعال سے دکھا دیا کہ اسلامی پیشگوئی کا کیسا ہولناک اثر اس کے دل پر ہوا اور کیسی اس پر گھبراہٹ اور دیوانہ پن اور دل کی حیرت غالب آ گئی اور کیسے الہامی پیشگوئی کے رعب نے اس کے دل کو ایک کچلا ہوا دل بنا دیا یہاں تک کہ وہ سخت بے تاب ہوا اور شہر بشہر اور ہر یک جگہ ہراساں اور ترساں پھرتا رہا اور اس مصنوعی خدا پر اس کا توکل نہ رہا جس کو خیالات کی کجی اور ضلالت کی تاریکی نے الوہیت کی جگہ دے رکھی ہے وہ کتوں سے ڈرا اور سانپوں کا اس کو اندیشہ ہوا اور اندر کے مکانوں سے بھی اس کو خوف آیا۔ اس پر خوف اور وہم اور دلی سوزش کا غلبہ ہوا اور پیشگوئی کی پوری ہیبت اس پر طاری ہوئی اور وقوع سے پہلے ہی اس کا اثر اس کو محسوس ہوا اور بغیر اس کے کہ کوئی امرتسر سے اس کو نکالے آپ ہی ہراساں اور ترسان اور پریشان اور بیتاب ہو کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور خدا نے اس کے دل کا آرام چھین لیا اور پیشگوئی سے سخت متاثر ہو کر سراسیموں اور خوف زدوں کی طرح جا بجا بھٹکتا پھرا اور الہام الٰہی کا رعب اور اثر اس کے دل پر ایسا مستولی ہوا کہ اس کی راتیں ہولناک اور دن بے قراری سے بھر گئے اور حق کی مخالفت کی حالت میں جو جو دہشتیں اور قلق اس شخص پر وارد ہوتا ہے جو یقین رکھتا ہے یا ظن رکھتا ہے کہ شاید عذاب الٰہی نازل ہو جائے۔ یہ سب علامتیں اس میں پائی گئیں اور وہ عجیب طور پر اپنی بے چینی اور بے آرامی جا بجا ظاہر کرتا رہا اور خدا تعالیٰ نے ایک حیرت ناک خوف اور اندیشہ اس کے دل میں ڈال دیا کہ ایک پات کا کھڑکا بھی اس کے دل کو صدمہ پہنچاتا رہا اور ایک کتے کے سامنے آنے سے بھی اس کو ملک الموت یاد آیا اور کسی جگہ اس کو چین نہ پڑا اور ایک سخت ویرانے میں اس کے دن گذرے اور سراسیمگی اور پریشانی اور بیتابی اور بے قراری نے اس کے دل کو گھیر لیا۔ اور ڈرانے والے خیال رات دن اس پر غالب رہے اور اس کے دل کے تصوروں نے عظمت اسلامی کو رد نہ کیا بلکہ قبول کیا اس لئے وہ خدا جو رحیم و کریم اور سزا دینے میں دھیما ہے اور انسان کے دل کے خیالات کو جانچتا اور اس کے تصورات کے موافق اس سے عمل کرتا ہے اس نے اس کو اس صورت پر بنایا جس صورت میں فی الفور کامل ہاویہ کی سزا یعنی موت بلا توقف اس پر نازل ہوتی

﴿۴﴾

اور ضرور تھا کہ وہ کامل عذاب اس وقت تک تھما رہے جب تک کہ وہ بے باکی اور شوخی سے اپنے ہاتھ سے اپنے لئے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے اور الہام الٰہی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا کیونکہ الہامی عبارت میں شرطی طور پر عذاب موت کے آنے کا وعدہ تھا نہ مطلق بلا شرط وعدہ لیکن خدا تعالیٰ نے دیکھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنے دل کے تصورات سے اور اپنے افعال سے اور اپنی حرکات سے اور اپنے خوف شدید سے اور اپنے ہولناک اور ہراساں دل سے عظمت اسلامی کو قبول کیا اور یہ حالت ایک رجوع کرنے کی قسم ہے جو الہام کے استثنائی فقرہ سے کسی قدر تعلق رکھتی ہے کیونکہ جو شخص عظمت اسلامی کو رد نہیں کرتا بلکہ اس کا خوف اس پر غالب ہوتا ہے وہ ایک طور سے اسلام کی طرف رجوع کرتا ہے اور اگر چہ ایسا رجوع عذاب آخرت سے بچا نہیں سکتا مگر عذاب دنیوی میں بے باکی کے دنوں تک ضرور تاخیر ڈال دیتا ہے یہی وعدہ قرآن کریم اور بائبل میں موجود ہے اور جو کچھ ہم نے مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت اور اس کے دل کی حالت کے بارہ میں بیان کیا یہ باتیں بے ثبوت نہیں بلکہ مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنے تئیں سخت مصیبت زدہ بنا کر اور اپنے تئیں شداید غربت میں ڈال کر اور اپنی زندگی کو ایک ماتمی پیرایہ پہنا کر اور ہر روز خوف اور ہراس کی حرکات صادر کر کے اور ایک دنیا کو اپنی پریشانی اور دیوانہ پن دکھلا کر نہایت صفائی سے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اس کے دل نے اسلامی عظمت اور صداقت کو قبول کر لیا۔ کیا یہ بات جھوٹ ہے کہ اس نے پیشگوئی کے **رعب ناک مضمون** کو پورے طور پر اپنے پر ڈال لیا اور جس قدر ایک انسان ایک سچی اور واقعی بلا سے ڈر سکتا ہے اسی قدر وہ اس پیشگوئی سے ڈرا اور اس کا دل ظاہری حفاظتوں سے مطمئن نہ ہو سکا اور حق کے رعب نے اس کو دیوانہ سا بنا دیا سو خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اس کو ایسی حالت میں ہلاک کرے کیونکہ یہ اس کے قانون قدیم اور سنت قدیمہ کے مخالف ہے۔ اور نیز یہ الہامی شرط سے مغائر اور برعکس ہے اور اگر الہام اپنی شرائط کو چھوڑ کر اور طور پر ظہور کرے تو گو جاہل لوگ اس سے خوش ہوں مگر ایسا الہام الہام الٰہی نہیں ہو سکتا اور یہ غیر ممکن ہے کہ خدا اپنی قرار دادہ شرطوں کو بھول جائے کیونکہ شرائط کا لحاظ رکھنا صادق کے لئے ضروری ہے اور خدا اصدق الصادقین ہے۔ ہاں جس وقت مسٹر عبداللہ آتھم اس شرط کے نیچے سے اپنے تئیں باہر کرے اور اپنے لئے اپنی شوخی اور بے باکی سے ہلاکت کے سامان پیدا کرے تو وہ دن نزدیک آجائیں گے اور سزائے ہاویہ کامل طور پر نمودار ہوگی اور پیشگوئی عجیب طور پر اپنا اثر دکھائے گی۔

اور توجہ سے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا یہی

﴿۵﴾

﴿۶﴾

اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود بھی نہیں بے شک یہ مصیبت ایک ہاویہ تھا جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا لیکن وہ بڑا ہاویہ جو موت سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں کسی قدر مہلت دی گئی کیونکہ حق کا رعب اس نے اپنے سر پر لے لیا۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اس شرط سے کسی قدر فائدہ اٹھانے کا مستحق ہو گیا جو الہامی عبارت میں درج ہے اور ضرور ہے کہ ہر ایک امر کا ظہور اسی طور سے ہو جس طور سے خدا تعالیٰ کے الہام میں وعدہ ہوا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس ہمارے بیان میں وہی شخص مخالفت کرے گا جس کو مسٹر عبداللہ آتھم کے ان تمام واقعات پر پوری اطلاع نہ ہوگی اور یا جو تعصب اور بخل اور سیہ دلی سے حق پوشی کرنا چاہتا ہے۔

اور اگر عیسائی صاحبان اب بھی جھگڑیں اور اپنی مکارانہ کارروائیوں کو کچھ چیز سمجھیں یا کوئی اور شخص اس میں شک کرے تو اس بات کے تصفیہ کے لئے کہ **فتح کس کو** ہوئی آیا اہل اسلام کو جیسا کہ درحقیقت ہے یا عیسائیوں کو جیسا کہ وہ ظلم کی راہ سے خیال کرتے ہیں تو میں ان کی پردہ دری کے لئے مباہلہ کے لئے تیار ہوں اگر وہ دروغ گوئی اور چالاکی سے باز نہ آئیں تو مباہلہ اس طور پر ہوگا کہ ایک تاریخ مقرر ہو کر ہم فریقین ایک میدان میں حاضر ہوں اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کھڑے ہو کر تین مرتبہ ان الفاظ کا اقرار کریں کہ اس پیشگوئی کے عرصہ میں اسلامی رعب ایک طرفۃ العین کے لئے بھی میرے دل پر نہیں آیا اور میں اسلام اور نبی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ناحق پر سمجھتا رہا اور سمجھتا ہوں اور صداقت کا خیال تک نہیں آیا اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت اور الوہیت پر یقین رکھتا رہا اور رکھتا ہوں اور ایسا ہی یقین جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے عیسائی رکھتے ہیں اور اگر میں نے خلاف واقعہ کہا ہے اور حقیقت کو چھپایا ہے تو اے خدائے قادر مجھ پر ایک برس میں عذاب موت نازل کر۔ اس دعا پر ہم آمین کہیں گے اور اگر دعا کا ایک سال تک اثر نہ ہوا اور وہ عذاب نازل نہ ہوا جو جھوٹوں پر نازل ہوتا ہے **تو ہم ہزار روپیہ**☆ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو بطور تاوان کے دیں گے چاہیں تو پہلے کسی جگہ جمع کرا لیں اور اگر وہ ایسی درخواست☆☆ نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ وہ کاذب ہیں اور غلو کے وقت اپنی سزا پائیں گے۔ ہمیں صاف طور پر الہاماً معلوم ہو گیا ہے کہ اس وقت تک

☆نوٹ۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ یہ ہزار روپیہ باضابطہ تحریر لینے کے بعد پہلے دے دیں گے۔ یہ قطعی اقرار ہے۔ منہ

☆☆نوٹ۔ درخواست کے لئے روز اشاعت سے یعنی بذریعہ اشتہار پہنچنے کے بعد ایک ہفتہ کی میعاد ہے۔

عذاب موت ٹلنے کا یہی باعث ہے کہ عبداللہ آتھم نے حق کی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کی وجہ سے قبول کر کے ان لوگوں سے کسی درجہ پر مشابہت پیدا کر لی ہے جو حق کی طرف رجوع کرتے ہیں اس لئے ضرور تھا کہ ان کو کسی قدر اس شرط کا فائدہ ملتا اور اس امر کو وہ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جو ان کے حالات پر غور کریں اور ان کی تمام بے قراریوں کو ایک جگہ میزان دے کر دیکھیں کہ کہاں تک پہنچ گئی تھیں کیا وہ ﴿۷﴾ ہاویہ تھا یا کچھ اور تھا اور اگر کوئی ناحق انکار کرے تو اس کے سمجھانے کے لئے وہ **قطعی** فیصلہ ہے جو میں نے لکھ دیا ہے تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ ہم اپنے مخالفین کو یقین دلاتے ہیں کہ یہی سچ ہے ہاں یہی سچ ہے۔ اور ہم پھر مکرر لکھتے ہیں کہ ضرور مسٹر عبداللہ آتھم نے کسی قدر ہاویہ کی سزا بھگت لی ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ قطرب اور مانیا کے مقدمات بھی ان کے دماغ کو نصیب ہو گئے ہیں جن کی طرف الہام الٰہی کا ہم اشارہ پاتے ہیں اور جس کے نتائج عنقریب کھلیں گے کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتے پس اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی **پیشگوئی** پوری ہوگئی اور اسلام کی **فتح ہوئی** اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی۔ ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ بجگہ بھٹکتا نہ پھرتا اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا تو بے شک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دور رہا مگر اب تو اس کی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا اگر تم ایک طرف ہماری پیشگوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے ان مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ **بے شک ہاویہ میں گرا** ضرور گرا اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اعلیٰ نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور جو ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا کیونکہ اس نے عظمت اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں دھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط سے فائدہ اٹھا لیا مگر موت کے قریب قریب اس کی حالت پہنچ گئی اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا پس **یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی** اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ بالا ہوا اور کلمہ اسلام اونچا ہوا اور

عیسائیت نیچے گری۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک**

یہ تو مسٹر عبداللہ آتھم کا حال ہوا مگر اس کے باقی رفیق بھی جو فریق بحث کے لفظ میں داخل تھے اور جنگ مقدس کے مباحثہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ تعلق اعانت کا تھا یا بانی کار ہونے کا یا مجوز بحث یا حامی ہونے کا یا سرگروہ ہونے کا ان میں سے کوئی بھی اثر ہاویہ سے خالی نہ رہا اور ان سب نے میعاد کے اندر اپنی اپنی حالت کے موافق ہاویہ کا مزہ دیکھ لیا۔ چنانچہ اول خدا تعالیٰ نے پادری رائٹ کو لیا جو دراصل اپنے رتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور وہ عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان سے گذر گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر مارٹین کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ ☆ پہنچایا اور ماتمی کپڑے پہنا دیئے اور اس کی بے وقت موت نے ان کو ایسے دکھ اور درد میں ڈالا جو ہاویہ سے کم نہ تھا اور ایسا ہی پادری ہاول بھی ایسی سخت بیماری میں پڑا کہ ایک مدت کے بعد مر مر کے بچا اور پادری عبداللہ بھی سخت بیماریوں کے ہاویہ میں گرا اور معلوم نہیں کہ بچا یا گذر گیا اور جہاں تک ہمیں علم ہے ان میں سے کوئی بھی ماتم اور مصیبت یا ذلت اور رسوائی سے خالی نہ رہا اور نہ صرف یہی بلکہ انہیں دنوں میں خدا تعالیٰ نے ایک خاص طور پر سخت ذلت اور رسوائی ان کو پہنچائی جس سے تمام ناک کٹ گئی اور وہ لوگ مسلمانوں کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے کیونکہ میں نے خدا تعالیٰ سے توفیق پا کر عیسائی پادریوں کی علمی قلعی کھولنے کے لئے اور اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کہ قرآن اور اسلام پر حملہ کرنے کے لئے زبان دانی کی ضرورت ہے اور یہ لوگ زبان عربی سے بے بہرہ ہیں۔ ایک کتاب جس کا نام **نور الحق** ہے عربی فصیح میں تالیف کی اور عماد الدین اور دوسرے تمام باقی پادریوں کو رجسٹری کرا کر خط بھیجے گئے کہ اگر عربی دانی کا دعویٰ ہے۔ جو اسلامی مسائل میں خوض کرنے اور قرآنی فصاحت پر حملہ کرنے کے لئے ضروری ہے تو اس کتاب کے مقابل پر ایسا ہی عربی میں کتاب بناویں اور پانچ ہزار روپیہ انعام پاویں اور اگر انعام کے بارہ میں شک ہو تو پانچ ہزار روپیہ پہلے جمع کرا دیں اور یہ بھی لکھا گیا کہ اسلامی صداقت کا یہ خدا تعالیٰ

﴿۸﴾

☆ **فٹ نوٹ**۔ پادری رائٹ صاحب کی وفات پر جو افسوس گرجا میں ظاہر کیا گیا۔ اس میں عیسائیوں کی مضطربانہ اور خوف زدہ حالت کا نظارہ مفصلہ ذیل الفاظ سے آئینہ دل میں منقش ہوسکتا ہے جو اس وقت پر یچر کے مرعوب اور مغضوب دل سے نکلے اور وہ یہ ہیں۔ آج رات خدا کے غضب کی لاٹھی بے وقت ہم پر چلی اور اس کی خفیہ تلوار نے بے خبری میں ہم کو قتل کیا وبس۔ رائٹ صاحب امرتسر کے آنریری مشنری تھے اور علاوہ ازیں پادری فورمین لاہور میں مرے۔

کی طرف سے ایک نشان ہے اگر اس کو توڑ دیں اور عربی میں ایسی کتاب بلیغ فصیح بنا دیں تو انعام مذکور بلا تامل ان کو ملے گا جس جگہ چاہیں اپنی تسلی کے لئے روپیہ جمع کرا لیں اور بالمقابل کتاب بنانے کی حالت میں نہ صرف انعام بلکہ آئندہ تسلیم کیا جائے گا کہ درحقیقت وہ اپنے دعوے کے موافق مولوی ہیں اور ان کو حق پہنچتا ہے کہ قرآن شریف کی فصاحت بلاغت پر اعتراض کریں اور نیز وہ بالمقابل کتاب بنانے سے ہمارے الہام کا کذب بھی بڑے سہل طریق سے ثابت کر دیں گے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو پھر ثابت ہوگا کہ وہ جھوٹ اور افتراء سے اپنے تئیں مولوی نام رکھتے ہیں اور درحقیقت جاہل اور نادان ہیں اور نیز اس صورت میں دہ ہزار لعنت بھی ان پر پڑے گی جو رسالہ نور الحق کے چار صفحوں میں بلکہ کچھ زیادہ میں صرف اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ اگر یہ پادری لوگ بالمقابل رسالہ نہ بنا سکیں اور نہ اپنے تئیں مولوی اور عربی دان کہلانے سے باز آویں اور نہ قرآن کی اعجازی فصاحت پر حملہ کرنے سے رکیں تو یہ ہزار لعنت ان پر قیامت تک ہے لیکن باوجود ان سخت لعنتوں کے جو مرنے سے کروڑہا درجہ بدتر ہیں پادری عماد الدین اور دوسرے تمام پنجاب اور ہندوستان کے عیسائی جو مولوی کہلاتے اور عربی دان ہونے کا دم مارتے تھے جواب لکھنے سے عاجز رہ گئے اور باوجود اس کے اپنے ناجائز حملوں سے باز نہ آئے بلکہ انہیں دنوں میں پادری عماد الدین نے شرم اور حیا کو علیحدہ رکھ کر قرآن شریف کا ترجمہ چھاپا اور اپنی طرف سے اس پر نوٹ لکھے اور اس ہزار لعنت کا پہلا وارث اپنے تئیں بنایا اور جیسا کہ مباحثہ کی پیشگوئی میں درج تھا کہ اس فریق کو سخت ذلت پہنچے گی جو عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے ویسا ہی وہ تمام ذلت اور رسوائی ان نادان پادریوں کے حصہ میں آئی اور آئندہ کسی کے آگے منہ دکھانے کے قابل نہ رہے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ سب لوگ فریق بحث میں داخل اور مسٹر عبد اللہ آتھم کے معین اور حامی تھے بلکہ بحث کے بعد بھی یہ لوگ خیانت کے طور پر اخباروں کے کالم سیاہ کرتے رہے۔ اب دانا سوچ لے کہ ہریک کو ہاویہ ان میں سے نصیب ہوا یا کچھ کسر رہ گئی اور ہم اس جگہ ہریک دانا اور روشن دل کو انصاف کے لئے منصف بناتے ہیں کہ کیا اس قدر ذلت اور رسوائی ہاویہ کا نمونہ ہے یا نہیں اور کیا وہ ذلت جس کا الہامی عبارت میں وعدہ تھا اس سے یہ لوگ بچ سکے یا پورا پورا حصہ لیا۔ یہ خدا کا فعل ہے کہ اس نے بعد پیشگوئی کے ہریک پہلو سے ان لوگوں کو ملزم کیا اور سب پر پیشگوئی کو جال کی طرح ڈال دیا بعض کو اسرائیلی قوم کے نافرمانوں کی طرح دن رات کے دھڑکہ اور خوف اور ہول کے گڑھے میں دھکیل دیا جیسے مسٹر عبد اللہ آتھم

﴿۹﴾

کہ خدا تعالیٰ نے اس کے دل پر وہم کو مستولی کر دیا اور وہ قوم یہود کی طرح جان کے ڈر سے جا بجا بھٹکتا پھرا اور دیوانہ پن کے حالات ان میں پیدا ہو گئے اور اس کے حواس اڑ گئے اور قطرب اور مانیا کی بیماری کا بہت سا حصہ اس کو دیا گیا اور اس کے دماغ کی صحت جاتی رہی اور ہوش میں فرق آیا اور ہر وقت موت سامنے دکھائی دی اور اس نے اس قدر خوف اور ڈر اور ہول کو اپنے دل میں جگہ دی کہ عظمت اسلام پر مہر لگا دی اور اپنے اس خوف اور دھڑکہ کو شہر بشہر لئے پھرا اور ہزاروں کو اس بات پر گواہ بنا دیا کہ اس کے دل نے اسلام کی بزرگی اور صداقت کو قبول کر لیا ہے۔ یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ وہ اس لئے شہر بشہر بھاگتا پھرا کہ مسلمانوں کے قتل کرنے سے ڈرتا تھا کیونکہ امرتسر کی پولیس کا کچھ ناقص اور ادھورا انتظام نہ تھا تا وہ لدھانہ کی پولیس کی پنہ لیتا اور پھر لدھانہ میں کسی نے اس پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا تا وہ فیروز پور کی طرف بھاگتا۔ ﴿۱۰﴾

پس اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ **اسلامی ہیبت** کی وجہ سے اس شخص کی طرح ہو گیا جو قطرب کی بیماری میں مبتلا ہوا اور حقانی عظمت نے اس کے دماغ پر بہت کچھ کام کیا جس کی وہ برداشت نہ کر سکا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس غم میں ایک سودائی کی طرح پایا پس اُس نے اپنے الہامی وعدوں کے موافق اس وقت تک اس کو تاخیر دی جب تک وہ اپنی بے باکی کی طرف رجوع کر کے بدزبانی اور توہین اور گستاخی کی طرف میل کرے اور شوخی اور بے باکی کے کاموں کی طرف قدم آگے رکھ کر اپنے لئے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے اور خدا تعالیٰ کی غیرت کا محرک ہو اور اگر کوئی انکار کرے کہ ایسا نہیں اور وہ اسلامی عظمت سے نہیں ڈرا تو اس پر واجب ہو گا کہ اس ثبوت کے لئے مسٹر عبداللہ آتھم کو اس اقرار اور حلف کے لئے آمادہ کرے جس سے ایک ہزار روپیہ بھی اس کو ملے گا ورنہ ایسے شخص کا نام بجز نادان متعصب کے اور کیا رکھ سکتے ہیں۔ کیا یہ بات سچائی کے کھولنے کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے صرف عبداللہ آتھم کے حالات پیش نہیں کئے مگر ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دے دیا اور یاد رکھو کہ وہ اس اشتہار کی طرف رخ نہیں کرے گا کیونکہ کاذب ہے اور اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ وہ اس خوف سے مرنے تک پہنچ چکا تھا اور یاد رہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم میں کامل عذاب کی بنیادی اینٹ رکھ دی گئی ہے اور

نوٹ۔ یہ ثابت ہے کہ یہ عاجز کسی جگہ کا بادشاہ نہ تھا بلکہ قوم کا متروک اور مسلمانوں کی نظر میں کافر اور اپنے چال چلن کے رو سے کوئی خونریز اور ڈاکو نہیں تھا۔ پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑ گئی۔ اگر یہ خوف حق نہیں تھا تو اور کیا تھا۔

وہ عنقریب بعض تحریکات سے ظہور میں آجائے گی۔ خدا تعالیٰ کے تمام کام اعتدال اور رحم سے ہیں اور کینہ ور انسان کی طرح خواہ نخواہ جلد باز نہیں اور اس کی تلوار ڈرنے والے دل پر نہیں چلتی بلکہ سخت اور بے باک پر اور وہ اپنے لفظ لفظ کا پاس کرتا ہے۔ پس جس حالت میں الہامی عبارت میں مدعا یہ تھا کہ حق کی طرف کسی قدر جھکنے کی حالت میں موت وارد نہیں ہو سکتی بلکہ موت اسی حالت میں ہوگی کہ جب کہ بے باکی اور شوخی میں زیادتی کرے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم پر ایسے دنوں میں موت آجاتی جبکہ اس نے اپنے مضطربانہ افعال سے ایک جہان کو دکھا دیا کہ عظمت اسلام اس کے دل پر سخت اثر کر رہی ہے اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ جس دل پر اسلامی پیشگوئی کی عظمت بہت ہی غالب ہوگئی گو اس دل نے اپنی نفسانی تعلقات کی وجہ سے اپنے مذہب کو چھوڑنا نہ چاہا۔ مگر بے شک اس کے دل نے حق کی تعظیم کر کے رجوع کرنے والوں میں اپنے تئیں شامل کر لیا۔ بلکہ ایسا ڈرا کہ بہت سے عام مسلمان بھی ایسا نہیں ڈرتے غلبۂ خوف نے اس کو سودائی سا بنا دیا سو خدا تعالیٰ کے کمال رحم نے یہ ادنیٰ فائدہ اس سے دریغ نہ کیا کہ ہاویہ کی کامل سزا میں الہامی شرط کے موافق تاخیر ڈال دی گو ہاویہ کی سزا سے بچ نہ سکا مگر **کامل سزا** سے بچ گیا۔ جس قدر خدا تعالیٰ نے اس پر رعب ڈال دیا یہ وہ امر ہے جو اس زمانہ کے صفحہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ ﴿۱۱﴾

اور ہم مکرر لکھتے ہیں کہ اس کا ثبوت اس نے اپنی خوف زدہ حالت سے آپ دے دیا اور اگر کوئی متعصب اب بھی شک کرے تو پھر دوسرا معیار وہی ہے جو کہ ہم لکھ چکے ہیں اور ہم زور سے کہتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم اس مقابلہ کی طرف رجوع نہیں کرے گا کیونکہ وہ اپنے دل کے حالات سے بے خبر نہیں اور اس کا دل گواہی دے گا کہ ہمارا الہام سچا ہے گو وہ اس بات کو ظاہر نہ کرے مگر اس کا دل اس بیان کا مصدق ہوگا لیکن اگر دنیا کی ریاکاری سے اس مقابلہ پر آئے گا تو پھر الٰہی عذاب کامل طور سے رجوع کرے گا اور ہم حق پر ہیں اور دنیا دیکھے گی کہ ہماری یہ باتیں صحیح ہیں یا نہیں اور ہم لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہ بھی دکھا دیا کہ فریق مخالف جو بحث کرنے والے یا ان کے حامی یا بانی کار یا مجوز تھے کوئی بھی ان میں سے مسّ عذاب سے نہیں بچا جیسا کہ ہم ابھی تفصیل کر چکے ہیں یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے مبارک وہ جو اس کے تمام پہلوؤں کو سوچیں اور اپنے نفسوں پر ظلم نہ کریں۔ ہم بے ثبوت کسی پر جبر کرنا نہیں چاہتے بلکہ یہ واقعات آفتاب کی طرح روشن ہیں اور ہم غور کرنے کے لئے سب کے آگے رکھتے ہیں اور اگر کوئی ایسا ہی اندھا ہو جو کچھ سمجھ نہ سکے تو ہم نے اس اشتہار میں اس کے لئے ایک ایسا معیار جدید مقرر کر دیا ہے جو بڑی صفائی سے اس کو مطمئن کر سکتا ہے

بشرطیکہ فطرتی فہم اور انصاف سے حصہ رکھتا ہو اور تعصب کی تاریکی کے نیچے دبا ہوا نہ ہو اور نہ عقل سے بے بہرہ ہو۔

اور مسلمان مخالفوں کو چاہیئے جو خدا تعالیٰ سے ڈریں اور تعصب اور انکار میں دوسری قوموں کے شریک نہ بن جائیں کیونکہ دوسری قومیں خدا تعالیٰ کی سنتوں اور عادتوں سے ناواقف ہیں اور اس کے ابتلاؤں اور آزمائشوں سے بے خبر مگر اسلامی تعلیم پانے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ کیونکر خدا تعالیٰ پیشگوئیوں میں اپنی شرائط کی رعایت رکھتا ہے بلکہ بعض وقت خدا تعالیٰ ایسی شرائط کا بھی پابند ہوتا ہے جو پیشگوئیوں میں بتصریح بیان نہیں کی گئی تا کہ اپنے بندوں کی آزمائش کرے اور بعض وقت یہ آزمائش بہت ہی دقیق ہوتی ہے جو بظاہر عدم ایفاء وعدہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ جیسا کہ اس بحث کو سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب کے انیسویں مقالہ صفحہ ۱۱۵ اور نیز دوسرے مقامات میں بیان کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب فیوض الحرمین کے صفحہ ۷۴ میں اسی بحث کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ تحقیق کرنے والے ان مقامات کو دیکھیں اور غور کریں لیکن یہ پیشگوئی تو صریح فتح کے آثار اپنے ساتھ رکھتی ہے چاہیئے کہ لوگ تعصب کو الگ کر کے سوچیں کہ کیا کیا آثار نمایاں اس پیشگوئی کے ظاہر ہو گئے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فریق مخالف پر یعنی اس سارے گروہ پر جو جو حادثے پڑے وہ اتفاقی ہیں اور خدا تعالیٰ کے ارادے کے بغیر ظاہر ہو گئے ہیں۔ ﴿۱۲﴾

اے مسلمانو! برائے خدا اس میں غور کرو اور ان میں حصہ نہ لو جن کی آنکھیں تعصب سے جاتی رہیں جن کے دل مارے بخل کے موٹے ہو گئے۔ ہماری پیشگوئی خدا تعالیٰ نے جہاں تک الہامی الفاظ اور شرائط اس کے ذمہ دار تھے بہت صفائی سے پوری کر دی۔ اب وہ رسہ جو ہم نے دروغ گو نکلنے کی حالت میں اپنے لئے تجویز کیا تھا ان عیسائیوں کے گلے میں پڑ گیا جن پر یہ قضا وقدر نازل ہوئی اور اس رسہ کے وہ نادان بھی شریک ہیں جو سمجھنے والا دل نہیں رکھتے اور تعصب نے ان کو اندھا کر دیا۔ بے شک فتح اسلام ہوئی اور نصاریٰ کو ہر طرف سے ذلت اور رسوائی پہنچی۔ خدا تعالیٰ کی آواز نے اس فتح کو روشن کر کے دکھا دیا اور آئندہ اور بھی اپنے فضل وکرم سے دکھائے گا۔ مگر عیسائی لوگ شیطانی منصوبہ اور شیطانی آواز سے چاہتے ہیں کہ فتح کا دعویٰ کریں لیکن خدا ان کے مکر کو پاش پاش کر دے گا ضرور تھا کہ وہ ایسا دعویٰ کرتے کیونکہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جس کا ماحصل اور مدعا یہ ہے کہ اس مہدی موعود

کے وقت جو آخری زمانہ میں آنے والا ہے مہدی کے گروہ اور عیسائیوں کا ایک مباحثہ واقعہ ہوگا اور آسمانی آواز یعنی آسمانی نشانوں اور علامتوں اور قرائن سے یہ ثابت ہوگا کہ **الحق مع آل محمّد** یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ جو آل کی طرح اور اس کے وارث ہیں حق پر ہیں اور شیطانی مکائد سے جابجا یہ آواز آئے گی کہ **الحق مع آل عیسٰی** یعنی جو عیسیٰ کے لوگ کہلاتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ مگر آخر خدا تعالیٰ کھول کر دکھلا دے گا کہ آل محمد ہی حق پر ہے اور دین اسلام ہی کی فتح ہے۔ سواے مخالف لوگو دانستہ اپنے تئیں ہلاک مت کرو حق اسلام کے ساتھ ہے اور ہوگا مبارک وہ دل جو باریک سمجھ رکھتے ہیں اور تعصب اور بخل کے گڑھے میں نہیں گرتے۔

والسلام علٰی من اتّبع الھدٰی

المشتھر

خاکسار غلام احمد از قادیان۔ گورداسپور۔ مورخہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء

﴿۱۳﴾

حاشیہ نمبر ۱

جولوگ خدا تعالیٰ کی قدیم عادات اور سنتوں پر اطلاع رکھتے ہیں اور ربانی کتابوں کے منشا اور مغز سے واقف ہیں وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ خدا تعالیٰ اپنی پیشگوئیوں میں ان تمام امور کی پابندی رکھتا ہے جو اس کی غیر متبدل عادتوں اور سنتوں میں داخل ہیں خواہ وہ کسی پیشگوئی میں بتصریح ذکر کی جائیں یا صرف بطور اجمال یا محض اشارہ کے طور پر پائی جائیں یا بالکل ذکر نہ کی جائیں کیونکہ جو امور سنن غیر متبدلہ میں داخل ہو چکے ہیں وہ کسی طرح بدل نہیں سکتے اور اگر فرض کریں کہ کسی پیشگوئی میں ان امور کا ذکر نہیں تاہم یہ غیر ممکن ہوگا کہ کوئی پیشگوئی بغیر ان کے ظاہر ہو سکے کیونکہ سنت اللہ میں فرق نہیں آ سکتا مثلاً قرآن کریم اور دوسری الٰہی کتابوں میں معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر لوگوں پر اسی دنیا میں عذاب کے طور پر موت اور ہلاکت وارد ہوئی وہ صرف اس لئے نہیں وارد ہوئی کہ وہ لوگ حیثیت مذہبی کی وجہ سے ناحق پر تھے مثلاً بت پرست تھے یا ستارہ پرست یا آتش پرست یا کسی اور مخلوق کی پرستش کرتے تھے کیونکہ مذہبی ضلالت کا محاسبہ قیامت پر ڈالا گیا ہے اور صرف ناحق پر ہونے کا اور کافر ٹھہرانے سے اس دنیا میں کسی پر عذاب وارد نہیں ہو سکتا اس عذاب کے لئے جہنم اور **دار آخرت** بنایا گیا ہے بلکہ کافروں کے لئے یہ دنیا بطور بہشت کے ہے اور **مومن** ہی اکثر اس میں دکھ اور درد اٹھاتے ہیں **الدنیا جنة الکافر و سجن المؤمن** پس اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس حالت میں دنیا جنت الکافر ہے اور مشاہدہ بھی اسی پر شہادت دے رہا ہے کہ کفار ہر یک دنیوی نعمت اور دولت میں سبقت لے گئے ہیں اور قرآن کریم میں جابجا اسی بات کا اظہار ہے کہ کافروں پر ہر یک دنیوی نعمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو پھر بعض کافر قوموں پر عذاب کیوں نازل ہوئے اور خدا تعالیٰ نے ان کو پتھر اور آندھی اور طوفان اور وبا سے کیوں ہلاک کیا۔

اس **سوال** کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام عذاب محض کفر کی وجہ سے نہیں ہوئے بلکہ جن پر یہ عذاب نازل ہوئے وہ تکذیب مرسل اور استہزاء اور ٹھٹھے اور ایذاء میں حد سے بڑھ گئے تھے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں ان کا فساد اور فسق اور ظلم اور آزار نہایت کو پہنچ گیا تھا اور انہوں نے اپنی ہلاکت کے لئے

﴿۱۴﴾

آپ سامان پیدا کئے تب غضب الٰہی جوش میں آیا اور طرح طرح کے عذابوں سے ان کو ہلاک کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیوی عذاب کا موجب کفر نہیں ہے بلکہ شرارت ہے اور تکبر میں حد سے زیادہ بڑھ جانا موجب ہے اور ایسا آدمی خواہ مومن ہی کیوں نہ ہو جب ظلم اور ایذاء اور تکبر میں حد سے بڑھے گا اور عظمت الٰہی کو بھلا دے گا تو عذاب الٰہی ضرور اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور جب ایک کافر مسکین صورت رہے گا اور اس کو خوف دامن گیر ہوگا تو گو وہ اپنی مذہبی ضلالت کی وجہ سے جہنم کے لائق ہے مگر عذاب دنیوی اس پر نازل نہیں ہوگا۔ پس دنیوی عذاب کے لئے یہی ایک قدیم اور مستحکم فلاسفی ہے اور یہی وہ سنت اللہ ہے جس کا ثبوت خدا کی تمام کتابوں سے ملتا ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۔[1] یعنی جب ہمارا ارادہ اس بات کی طرف متعلق ہوتا ہے کہ کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کریں تو ہم بستی کے منعم اور عیاش لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی بدکاریوں میں حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں۔ پس ان پر سنت اللہ کا قول ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ظلموں میں انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ تب ہم ان کو ایک سخت ہلاکت کے ساتھ ہلاک کر دیتے ہیں اور پھر ایک **دوسری آیت** میں فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ۔[2] یعنی ہم نے کبھی کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر صرف ایسی حالت میں کہ جب اس کے رہنے والے ظلم پر کمر بستہ ہوں۔

یاد رہے کہ اگرچہ شرک بھی ایک ظلم بلکہ ظلم عظیم ہے مگر اس جگہ ظلم سے مراد وہ سرکشی ہے جو حد سے گذر جائے اور مفسدانہ حرکات انتہا تک پہنچ جائیں ورنہ اگر مجرد شرک ہو جس کے ساتھ ایذا اور تکبر اور فساد منضم نہ ہو اور ایسا تجاوز از حد نہ ہو جو واعظوں پر حملہ کریں اور ان کے قتل کرنے پر آمادہ ہوں یا معصیت پر پورے طور پر سرنگوں ہو کر بالکل خوف خدا دل سے اٹھا دیں تو ایسے شرک یا کسی اور گناہ کے لئے وعدہ عذاب آخرت ہے اور دنیوی عذاب صرف اعتداء اور سرکشی اور حد سے زیادہ بڑھنے کے وقت نازل ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرماتا ہے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ۔[3] یعنی پہلے بھی رسولوں پر ٹھٹھا کیا گیا پس ہم نے ان کافروں کو جو ٹھٹھا کرتے ہیں مہلت دی۔ پھر جب وہ اپنے ٹھٹھے میں کمال تک پہنچ گئے تب ہم نے ان کو پکڑ لیا اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ کیونکر ہمارا عقاب ان پر وارد ہوا اور پھر فرماتا ہے۔ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔[4] یعنی کافروں نے اسلام کے مٹانے کے لئے ایک مکر کیا اور ہم نے بھی ایک مکر کیا یعنی یہ کہ ان کو اپنی مکاریوں میں بڑھنے دیا تا وہ ایسے درجہ شرارت پر

[1] بنی اسرائیل:۱۷ [2] القصص:۶۰ [3] الرعد:۳۳ [4] النمل:۵۱

پہنچ جائیں کہ جو سنت اللہ کے موافق عذاب نازل ہونے کا درجہ ہے اس مقام میں **شاہ عبدالقادر صاحب** کی طرف سے موضح القرآن میں سے ایک نوٹ ہے جس کی عبارت ہم بلفظہ درج کرتے ہیں اور وہ یہ ہے یعنی ان کے ہلاک ہونے کے اسباب پورے ہوتے تھے۔ جب تک شرارت حد کو نہ پہنچی تب تک ہلاک نہیں ہوئے۔ تمّ عبارتہ دیکھو صفحہ ۵۲۸ قرآن مطبع فتح الکریم۔ ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ عذاب الٰہی جو دنیا میں نازل ہوتا ہے وہ تبھی کسی پر نازل ہوتا ہے کہ جب وہ شرارت اور ظلم اور تکبر اور علو اور غلو میں نہایت کو پہنچ جاتا ہے یہ نہیں کہ ایک کافر خوف سے مرا جاتا ہے اور پھر بھی عذاب الٰہی کے لئے اس پر صاعقہ پڑے اور ایک مشرک اندیشہ عذاب سے جان بلب ہو اور پھر بھی اس پر پتھر برسیں۔ خداوند تعالیٰ نہایت درجہ کا رحیم اور حلیم ہے عذاب کے طور پر صرف اسی کو اس دنیا میں پکڑتا ہے جو اپنے ہاتھ سے عذاب کا سامان تیار کرے اور جب کہ یہی سنت اللہ ہے اور یہی قانون الٰہی تو پھر عبداللہ آتھم کے حالات اس **میزان** میں رکھ کر خوب احتیاط سے تولنا چاہیئے اور بہت ہوشیاری سے وزن کرنا چاہیئے کہ ان پندرہ مہینوں میں اس کی حالت کیسی رہی کیا کسی نے سنا کہ اس مدت میں وہ کسی قسم کی بے باکی اور گستاخی اور بدزبانی اسلام کی نسبت ظاہر کرتا رہا۔ یا تکبر اور شرّ کی حرکات اس سے صادر ہوئیں یا اس نے بے ادبی اور توہین کی کتابیں تالیف کیں اور تحقیر اور توہین کے ساتھ زبان کھولی ہرگز نہیں۔ اس عرصہ میں اسلامی توہین کے بارہ میں ایک سطر تک اس نے شائع نہیں کی بلکہ برعکس اس کے اپنی جان کے خوف میں سخت مبتلا ہوگیا اور اسلامی عظمت کو ایسا قبول کیا کہ دوسرے عیسائیوں کی نسبت ہمارے پاس کوئی ایسی نظیر نہیں۔ اس نے خوف دکھایا اور ڈرا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنی سنت اللہ کے موافق اس سے وہ معاملہ کیا جو کہ ڈرنے والے دل سے ہونا چاہیئے **یہی شرط الہام** میں بھی درج تھی کیونکہ حق کی طرف جھکنا اور اسلامی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کے ساتھ قبول کرنا درحقیقت ایک ہی بات ہے۔ جو لوگ صداقت کا خون کرنے کو تیار ہوتے ہیں اور اپنے بخلوں کی وجہ سے حق پوشی کی طرف قدم چلاتے ہیں ان کی زبان بند نہیں ہوسکتی اور نہ کبھی بند ہوئی لیکن جو لوگ حیا اور شرم کو استعمال کر کے اس پیشگوئی کی طرف ایک غور کن دل کے ساتھ نظر ڈالیں گے اور تمام واقعات کو آگے رکھ کر پاک اور بے لگاؤ دل کے ساتھ ایک رائے ظاہر کریں گے ان کو ماننا پڑے گا کہ پیشگوئی اپنے مضمون کے لحاظ سے پوری ہوگئی اس نے بلاشبہ وہ آثار دکھائے جو **پہلے موجود** نہیں تھے۔ اور اس ہماری تحریر سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ جو ہونا تھا وہ سب ہو چکا اور آگے کچھ

﴿۱۵﴾

نہیں کیونکہ آئندہ کے لئے الہام میں یہ بشارتیں ہیں **و نمزق الاعداء کل ممزق یومئذ یفرح المؤمنون ثلة من الاولین و ثلة من الاٰخرین** یعنی مخالف فاش شکستوں سے پارہ پارہ ہو جائیں گے اور اس دن مومن خوش ہوں گے پہلا گروہ بھی اور پچھلا بھی۔ **پس** یقیناً سمجھو کہ وہ دن آنے والے ہیں کہ وہ سب باتیں پوری ہوں گی جو الٰہی الہام میں آ چکیں۔ دشمن شرمندہ ہوگا۔ اور مخالف ذلت اٹھائے گا اور ہر یک پہلو سے فتح ظاہر ہو جائے گی۔ اور یقیناً سمجھئے کہ یہ بھی **ایک فتح** ہے اور آنے والی فتح کا ایک **مقدمہ** ہے کیا عیسائی اپنی جہالت کھلنے کی وجہ سے ذلیل نہیں ہوئے۔ کیا بعض لوگ مباحثہ کے حامیوں اور سرگروہوں میں سے اسی میعاد کے اندر **موت** کے پنجہ میں گرفتار نہیں ہوئے۔ کیا بعض اسی میعاد کے اندر سخت بیماریوں سے موت تک نہیں پہنچے۔ **کیا** ان میں سے مسٹر عبداللہ آتھم ایسی بلا میں پندرہ ماہ تک گرفتار نہیں رہا جو ہر وقت اس کی جان کھاتی تھی جس کی وجہ سے وہ سخت سراسیمہ اور مسلسل غموں اور اندوہوں میں غرق رہا اور اپنی خوفناک حالت کا ایک عجیب نقشہ اس نے دنیا پر ظاہر کیا اور اب بھی رعب حق نے اس کو **میّت** کی طرح کر رکھا ہے پس کیا اتنے عجیب واقعات کے ساتھ ابھی پیشین گوئی پوری نہ ہوئی۔ کیا اس قدر خوف اور دہشت کے قبضہ میں کسی کو کر دینا یہ انسان کا کام ہے کیا کسی کو سخت بیمار کرنا اور کسی کو ہلاک کرنا انسانی افعال میں سے ہے۔ **کاش** ہمارے مخالف خاص کر ڈاکٹر **مارٹین کلارک** صاحب اس بات کو غور سے سمجھیں اور اپنی تار کو جو ہماری طرف بھیجی واپس لیں اور ذرہ ایک منٹ کیلئے عقلمندی کو کام میں لا کر سوچیں کہ پیشگوئی کے بعد کس **فریق پر** میعاد کے اندر عام مصیبتیں اور ذلتیں پڑیں۔ کیا وہ انجیل اٹھا کر **قسم** کھا سکتے ہیں کہ عیسائیوں پر وہ مصیبتیں نہیں پڑیں جن کا پہلے اس سے نام و نشان نہ تھا۔ کیا خدا نے **ہزار لعنت** کی ذلت۔ موت۔ بیماری۔ خوف۔ سراسیمگی یہ سب ان پر مسلط کر دیا یا ابھی اس میں کچھ شک ہے۔ کیا وہ لاعلاج ذلت جس نے تمام دنیا کو دکھا دیا کہ پادریوں کا قرآن کریم پر حملہ کرنا محض حماقت کی وجہ تھا نہ کسی بصیرت علمی سے۔ وہ ایسی ذلت نہیں ہے جس سے ہمیشہ کیلئے منہ کالا رہے کیا کوئی پادریوں میں سے **نور الحق** کے جواب پر قادر ہو سکا اور اگر نہیں قادر ہو سکا تو یہ ہزار لعنت کی **ذلت کا رسہ** کس کے گلے میں پڑا۔ ہمارے گلے میں یا ڈاکٹر مارٹن صاحب کے گروہ کے گلے میں۔ ہم کچھ نہیں کہتے آپ ہی فیصلہ کریں کہ یہ ذلت ہے یا نہیں کیا پادری رائٹ صاحب کی بے وقت موت نے جو پیشگوئی کے میعاد کے اندر تھی آپ نے آنسو جاری نہ کئے۔ کیا

﴿۱۶﴾

مسٹر عبد اللہ آتھم کی مصیبتوں اور خوف زدہ ہو کر شہر بشہر پھرنے پر آپ کا دل پگھلتا نہ رہا کیا اس حالت میں مسٹر آتھم صاحب جلتے ہوئے تنور میں رہے یا بہشت میں۔ کوئی کسی مخالف کو جھوٹا سمجھ کر تو اس قدر رعب اس کی بات کا دل پر غالب نہیں کر سکتا جب تک خدا وہ رعب دل میں نہ ڈالے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس خوف کو موت کا قائم مقام بنا کر اپنے قدیم قانون کے موافق جسمانی موت کو دوسرے وقت پر ڈال دیا کیونکہ مسٹر عبد اللہ آتھم نے زہرہ گداز خوف کے ساتھ اس شرط کو پورا کیا جو الہام میں درج تھی اور موت سے مانع تھی اور اس جگہ یہ بھی بخوبی یاد رہے کہ ہاویہ میں گرنے کی جو پندرہ ماہ کی میعاد تھی اسی میعاد کے اندر عیسائی فریق کے ہر یک فرد نے ہاویہ میں سے حصہ لیا ہاں مسٹر عبد اللہ آتھم نے اگرچہ ایک ہاویہ تو دیکھ لیا مگر اپنے خیالات کو حق کی عظمت کے نیچے لا کر اور حق کی طرف رجوع دے کر وہ بڑا حصہ ہاویہ کا جو موت ہے نہیں لیا اور الہامی شرط اس کے لینے سے مانع آ گئی جیسا کہ پندرہ مہینوں کی میعاد الہام میں درج تھی ویسا ہی یہ شرط بھی جو میعاد کو غیر مؤثر کرتی ہے الہام میں ہی داخل تھی۔ ﴿۱۷﴾

بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ اس وقت جو ہم اس حاشیہ کو لکھ رہے تھے۔ امرتسر کے عیسائیوں اور ڈاکٹر کلارک مارٹن کی طرف سے ایک اشتہار پہنچا جو محمد سعید مرتد کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ اس اشتہار کا دندان شکن جواب ہمارے اس اشتہار میں آ گیا ہے لیکن اس وقت ناظرین کو پادری صاحبوں کی ایک بڑی خباثت اور خیانت پر مطلع کرتے ہیں جس کے بغیر یہ لوگ اس اشتہار کو لکھ نہیں سکتے تھے اور وہ خیانت یہ ہے کہ ہاویہ اور موت سے بچنے کے لئے جو شرط ہم نے اپنی الہامی عبارت میں لکھی تھی یعنی یہ کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اس شرط کو عمداً انہوں نے خیانت اور تحریف کی راہ سے الہامی عبارت میں سے گرا دیا کیونکہ یہ دھڑکا دل میں شروع ہوا کہ یہ شرط تمام منصوبہ ان کا برباد کرتی ہے اور خوب جانتے تھے کہ مسٹر عبد اللہ آتھم نے اپنے افعال کے ساتھ اس شرط کی پناہ لے لی ہے اور افعال کی قید تو صرف ہم نے ظاہر بینوں کے لحاظ سے کی ہے ورنہ جو کچھ باطنی رجوع اور صلاحیت کی طرف قدم اٹھانا پوشیدہ طور پر ظہور میں آیا ہوگا اس حالت کو مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کا جی جانتا ہوگا۔ غرض انہوں نے جو ہماری الہامی شرط کو عمداً اپنے اشتہار سے گرایا تو اس مجرمانہ خیانت کے اختیار کرنے سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی گروہ اس بات کا قائل ہے کہ مسٹر عبد اللہ آتھم نے اپنی حالت کو ایک مصیبت زدہ حالت بنانے سے اور اسلامی عظمت کا ایک سخت خوف اپنے دل پر ڈالنے سے اس شرط

سے فائدہ اٹھایا اور گو ایک درجے تک ہاویہ دیکھ لیا اور الہامی الفاظ کو پورا کر دکھایا لیکن اسی شرط کے طفیل سے موت کے دنوں کے لئے مہلت لے لی۔ ہم اس دعویٰ میں مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے دل کو گواہ قرار دیتے ہیں نہ اور کسی کو۔ پس اگر کوئی ان کے حالات پر نظر ڈالنے سے مطمئن نہ ہو سکے اور اندھوں کی طرح ان کے واقعات سے آنکھیں بند کرے تو ہم اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتے ہیں کہ اگر وہ ایسی رائے شرارت اور خیانت کی راہ سے نہیں بلکہ نیک دلی سے رکھتا ہے تو مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو اس معاملے کے لئے مستعد کرے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں جس میں ان کا کچھ خرچ نہیں آتا بلکہ ایک ہزار روپیہ مفت ہاتھ آتا ہے جس حالت میں وہ اس عاجز کو جھوٹا یقین کر چکے ہیں تو دو حرف کا اقرار کرنے میں کون سا ان کا خرچ آتا ہے بلکہ ہم خود اطلاع یابی پر امرتسر آنے پر تیار ہیں ورنہ بغیر اس تصفیہ کے جو شخص ہماری تکذیب کرے وہ خود کاذب اور **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین** کا مستحق ہے۔ ہم اسی شخص کے ہاتھ میں روپیہ دیتے ہیں وہ باضابطہ تحریر ہم کو دے کر جہاں چاہے جمع کراوے اور ہم اگر درخواست کے بعد تین ہفتہ تک روپیہ جمع نہ کراویں تو بے شک کاذب ہیں۔ مگر درخواست اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد ایک ہفتہ تک ہمارے پاس آنی چاہیئے تا جو جھوٹا ہو وہ ہلاک ہو ہم بار بار کہتے ہیں اور بخدا ہم سچ کہتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم عظمت اسلامی کو قبول کر کے اور حق کی طرف رجوع کر کے بچا ہے۔ اب سارا جہان دیکھ رہا ہے کہ اگر مسٹر عبداللہ آتھم کے نزدیک ہمارا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو وہ اس دوسری جنگ کو بھی قبول کریں گے جبکہ سانچ کو آنچ نہیں تو ان کو مقابلہ سے کیا اندیشہ ہے اور پادری صاحبوں نے جو الہامی فقرہ اپنے اشتہار میں سے خباثت کی راہ سے حذف کر دیا ہے اس کا ہمیں اس وجہ سے افسوس نہیں کہ جب کہ ان کے باپ دادا قدیم سے تحریف کرتے آئے ہیں تو وہ بھی فطرتاً تحریف کے لئے مجبور تھے اور ضرور چاہیئے تھا کہ تحریف کریں تا ان کے نقش قدم پر چلیں۔ **والسلام علٰی من اتبع الھدٰی۔**

﴿۱۸﴾

حاشیہ نمبر ۲

نکتہ لطیفہ

یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنی پیشگوئیوں اور نشانوں کو اس طور سے ظہور میں لاتا ہے کہ وہ ایک خاص ایسے طائفہ کے لئے مفید ہوں جو اس کے کاموں میں تدبر کرنے والے اور سوچنے والے اور اس کی حکمتوں اور مصالح کی تہ تک پہنچنے والے اور عقلمند اور پاکیزہ طبع اور لطیف الفہم اور زیرک اور متقی اور اپنی فطرت سے سعید اور شریف اور نجیب ہوں اور اس طائفہ کو وہ باہر رکھتا ہے جو سفلہ مزاج اور جلد باز اور سطحی خیالات والے اور حق شناسی سے عاجز اور سوءظن کی طرف جلد جھکنے والے اور فطرتی شقاوت کا اپنے پر داغ رکھتے ہیں وہ نافہموں کے دلوں پر رجس ڈال دیتا ہے یعنی کچھ پردہ رکھ دیتا ہے۔ تب ان کو نور ایک تاریکی دکھائی دیتا ہے۔ اور اپنی آرزوؤں کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو چاہتے ہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے اور خدا تعالیٰ کے اس فعل سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا خبیث کو طیب کے ساتھ شامل نہ ہونے دے اور اپنے نشانوں پر ﴿۱۹﴾ ایسے پردے ڈال دے جو ناپاک طبع کو پاکوں کے ساتھ شامل ہونے سے روک دیں اور پاک طبع لوگوں کا ایمان زیادہ کریں اور علم زیادہ کریں اور معرفت زیادہ کریں۔ اور صدق اور ثبات میں ترقی دیں اور ان کی زیرکی اور حقائق شناسی دنیا پر ظاہر کریں اور ان کو اس کسر شان اور بےعزتی سے محفوظ رکھیں جو اس حالت میں متصور ہے کہ جب ایک کج طبع اور سفلہ خیال اور نفس پرست اور نادان اُن کی جماعت میں شامل ہو جائے اور ان کے ہم پہلو جگہ لے اور چونکہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے جو اس کی جماعت کے آب زلال کے ساتھ کوئی پلید مادہ نہ مل جائے اس لئے وہ ایسی خصوصیت کے ساتھ اپنے نشانوں کو ظاہر کرتا ہے کہ جس خصوصیت سے غبی اور ناپاک طبع لوگ حصہ نہیں لے سکتے اور صرف اس رفیع الشان نشان کو رفیع الشان لوگ دریافت کرتے ہیں اور اپنے ایمان کو اس سے زیادہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ قادر تھا کہ کوئی ایسا نشان دکھاتا کہ تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت انسان جو صدہا نفسانی زنجیروں میں مبتلا ہیں

بدیہی طور پر اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق اس کو مشاہدہ کر لیتے مگر درحقیقت نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ ہوگا۔ اور اگر کبھی ایسا ہوتا اور ہر ایک کج فطرت اپنی خواہشوں کے مطابق نشان دیکھ کر تسلی پا لیتے تو گو خدا تعالیٰ تو ایسا نشان دکھلانے پر قادر تھا اور اس بات پر قدرت رکھتا تھا کہ تمام گردنیں اس نشان کی طرف جھک جائیں اور ہر یک نوع کی فطرت اس کو دیکھ کر سجدہ کرے مگر اس دنیا میں جو ایمان بالغیب پر اپنی بناء رکھتی ہیں اور تمام مدار نجات پانے کا ایمان بالغیب پر ہے وہ نشان حامی ایمان نہیں ہوسکتا تھا بلکہ ربانی وجود کا سارا پردہ کھول کر ایمانی انتظام کو بکلی برباد کر دیتا اور کسی کو اس لائق نہ رکھتا کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر ثواب پانے کا مستحق رہے کیونکہ بدیہیات کا ماننا ثواب کا موجب نہیں ہوسکتا اور جب ایک ایسا کھوکھلا نشان دیکھ کر تمام نالائق اور پست فطرت اور سفلی خیال کے آدمی اور بدچلن انسان ایک ہا ہو کر کے جماعت میں داخل ہو جاتے تو ان کا داخل ہونا پاک جماعت کے لئے ننگ اور عار ہو جاتا اور نیز خلق اللہ کا یک دفعہ رجوع کرنا اور کئی قسم کے فتنے پیدا کرنا انسانی گورنمنٹوں میں بھی ایک تہلکہ مچاتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے ابتداء سے نہیں چاہا کہ نشان نمائی میں عوام کا شوروغوغا ہونے دے اس کی باتیں ٹل نہیں سکتیں اور سب پوری ہوتی ہیں اور ہوں گی مگر **ایسے طور سے جو قدیم سے سنت اللہ ہے۔**

﴿۲۰﴾

تنبیہ

ہم محض نصیحۃً للہ تمام مسلمانوں کو مطلع کرتے ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ کے فضل اور کرم سے عیسائیوں کے گروہ کے مقابلہ میں ہم کو فتح نمایاں حاصل ہوئی ہے چنانچہ عیسائیوں کے فریق میں سے مسٹر عبداللہ آتھم جو بحث کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ انہوں نے اپنے کئی مہینوں کی سرگردانی اور غلبہ، خوف و ہم سے ثابت کر دیا کہ حق کی عظمت کو انہوں نے قبول کر لیا اور جو کچھ ان کے حال کے آئینہ سے ظاہر ہے یہ قائم مقام اقرار کے ہے بلکہ ایک صورت میں اقرار سے بھی واضح تر اور زیادہ تر تسلی کے لائق ہے کیونکہ بعض اوقات اقرار نفاق کی وجہ سے بھی ہوا کرتا ہے کئی یورپ کے عیسائی

نوٹ۔ خاص جنڈیالہ میں بھی جہاں سے مباحثہ شروع ہوا تھا ڈاکٹر یوحنا جس کو عین مباحثہ میں اہتمام طبع مباحثہ کا سپرد ہوا تھا اور جو بلحاظ اپنی خدمات کے عیسائیوں میں ایک اعلیٰ رکن متصور ہوتا تھا اس پر ہیبت نشان کی پورا کرنے کے واسطے میعاد مقررہ کے اندر اس جہان سے رخصت ہوا۔

لوگ اسلامی ممالک میں نفاق سے اظہار اسلام کر دیتے ہیں یا جیسے بعض دنیا پرست اپنی اغراض دنیوی کے پورا کرنے کے لئے محض نفاق سے بپتسمہ پا کر ربّنا المسیح کہنے لگتے ہیں اور عیسیٰ کے بندے کہلاتے ہیں۔ لیکن مصیبت زدہ اور خوفناک حالت کے آئینہ سے جو ظاہر ہو اس میں نفاق کی گنجائش نہیں بلکہ وہ فعلی اور حالی اقرار ہے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم نے مصیبت زدہ حالت اور خوفناک صورت کا وہ نمونہ دکھلایا جس سے بڑھ کر گنجائش نہیں۔ پھر بعد اس کے **ہمارا ایک ہزار روپیہ** کا اشتہار ان کے اقرار پر ایک دوسرا گواہ ناطق ہے اور اب بھی اگر کسی کو اقرار میں شک ہو تو بجز دیوانگی اور تاریکی خیال کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ پھر ماسوا اس کے یہ بھی نہایت درجہ کی غلطی ہے کہ فریق مخالف میں سے بار بار صرف اس شخص کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو ان میں سے ان کے مشورہ اور اتفاق رائے سے بحث کیلئے منتخب کیا گیا تھا اور جو باقی اس فریق کے اشخاص ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ ہم ایسے لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہمارے الہام میں ہاویہ اور ذلّت کے وعدہ پر صرف مسٹر عبداللہ آتھم کا نام تھا۔ یا وہ الہام عام طور پر فریق کے لفظ سے ذکر کیا گیا تھا اگر الہامی الفاظ میں **فریق** کا لفظ ہے تو کیوں فریق کا لفظ صرف عبداللہ آتھم کے وجود پر محدود کیا جاتا ہے اور کیوں تمام واقعات کو یکجائی نظر سے دیکھا نہیں جاتا۔ کیا مسٹر عبداللہ آتھم نے مستقل طور پر بغیر کسی فریق قائم ہونے کے آپ ہی بحث کی تھی اور کوئی اس کا معاون اور سرگروہ نہ تھا اور اگر ایک فریق مخالف قائم ہو کر اس فریق کے انتخاب سے مسٹر عبداللہ آتھم بحث کیلئے چنے گئے تھے تو پھر اس فریق کو باوجودیکہ الہامی عبارت میں داخل ہے کیوں باہر رکھا جاتا ہے ہر یک منصف پر لازم ہے کہ الہام کے اصل الفاظ کی پیروی کرے نہ کہ اپنے خیال کے موافق کوئی نیا الہام بناوے سو ہم کو ایسے لوگوں پر بڑا تعجب ہی آتا ہے کہ جو ناحق بے وجہ صرف مسٹر عبداللہ آتھم تک الہامی پیشگوئی کو محدود رکھتے ہیں اور فریق کے لفظ کو غور سے نہیں دیکھتے اور ایک کامل فتح کو اپنی قلت تدبر اور غفلت کی وجہ سے کامل فتح خیال نہیں کرتے لیکن صداقت رد نہیں ہو سکتی بلکہ ہر ایک لڑائی اور سخت درجہ کے جھگڑے کے بعد بھی اس کو قبول کرنا ہی پڑے گا۔ اور کاغذات بحث کے مطالعہ کے بعد بہر حال ماننا پڑے گا کہ عبداللہ آتھم فریق مخالف میں سے **ایک جزو** تھا جس کو بحث کے لئے فریق مخالف کے دوسرے ممبروں نے منتخب کیا کیونکہ اس فریق نے اپنے کام بانٹ لئے تھے اور بحث کیلئے مسٹر عبداللہ آتھم اسی وجہ سے منتخب ہوا تھا کہ اس کو اکسٹرا اسسٹنٹی کے زمانہ سے عبارت نویسی اور سخن سازی کی مشق بہت ہے۔

﴿۲۱﴾

اب آنکھیں کھولو اور اندھے مت بن جاؤ اور غور سے دیکھو کہ کیا اس تمام فریق نے **ہاویہ**

نوٹ۔ اب بھی پندرہ ماہ کے بعد جو عیسائیوں کی طرف سے اشتہار نکلا اسکی عبارت یہ ہے۔ مسیحیوں اور محمدیوں کے جنگ مقدس کا نتیجہ۔ منہ

اور ذلت کا کچھ مزہ چکھایا اب تک بے لوث اور بالکل محفوظ ہے اور اگر اس فریق میں سے افراد کثیرہ نے ہاویہ کا مزہ چکھ لیا ہے تو کیوں اس پیشگوئی کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے۔ بھلا بتاؤ کہ مزہ چکھنے سے باہر کون رہا۔ جلدی مت کرو ایک عمیق فکر کے ساتھ سوچو اور زیادہ تر افسوس ان بعض لوگوں پر ہے کہ اس **فتح نمایاں** پر انہوں نے پوری بشاشت ظاہر نہیں کی۔ میں ایسے لوگوں کو مطلع کرتا ہوں کہ یہ تو فتح ہے اور کامل فتح اور اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا مگر خبیث القلب، لیکن صادق تو ابتلاؤں کے وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آخر خدا ہمارا ہی حامی ہوگا۔ اور یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر **فتح یاب ہوں گا** مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ مَیں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من آں منم کاندرمیان خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے

﴿۲۲﴾

نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب وشتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خداتعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں۔ کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔

اکنون ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوے کردہ را نبود زیب دختری

نیم عیسائیوں کا ذکر

بعض نام کے مسلمان جن کو نیم عیسائی کہنا چاہیئے اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ عبداللہ آتھم پندرہ ماہ تک نہیں مر سکا اور مارے خوشی کے صبر نہ کر سکے آخر اشتہار نکالے اور اپنی عادت کے موافق بہت کچھ ان میں گند بکا اور اس ذاتی بخل کی وجہ سے جو میرے ساتھ تھا اسلام پر بھی حملہ کیا کیونکہ میرے مباحثات اسلام کی تائید میں تھے نہ میرے مسیح موعود ہونے کی بحث میں غایت درجہ مَیں ان کے خیال میں کافر تھا یا شیطان تھا یا دجال تھا۔ لیکن بحث تو جناب رسول اللہ صلعم کی صداقت اور قرآن کریم کی فضیلت کے بارہ میں تھی اور صادق کاذب کی یہ تشریح لکھی گئی ہے کہ جو شخص سچے دل سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتا ہے وہ صادق ہے اور جو حضرت مسیح کو خدا جانتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکاری ہے وہ کاذب ہے۔ اسی فیصلہ کے لئے الہام پیش کیا گیا تھا لیکن ہمیں آہ کھینچ کر کہنا پڑا کہ مخالف مولویوں نے مجھے دروغ گو ثابت کرنے کیلئے اللہ اور رسول کی عزت کا ذرہ خیال نہ کیا اور میرا مغلوب ہونا اس بحث میں

﴿۲۳﴾

تسلیم کرلیا اور اس صریح نتیجہ سے کچھ بھی نہ ڈرے جو مغلوب ہونے کی حالت میں فریق مخالف کے ہاتھ میں آتا ہے اور جب میاں ثناء اللہ وسعد اللہ وعبد الحق وغیرہ نے عیسائیوں کا غالب ہونا مان لیا تو پھر کیوں یہ لوگ اپنے اشتہاروں میں عیسائیوں کے حال پر افسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی تکذیب کے لئے یہ حجت قرار دی جبکہ بحث اسلام اور عیسائیت کے صدق وکذب کی تھی نہ میرے کسی خاص عقیدہ کی تو نعوذ باللہ اگر میں مغلوب ہوں تو پھر دشمن کے لئے حق پیدا ہو گیا کہ اپنی عیسائیت کے صدق کا دعویٰ کرے امور بحث پر نظر چاہیئے نہ مباحث پر مثلاً اگر ہماری طرف سے ایک بھنگی یا چمار جو دین سے بالکل الگ ہے اسلامی حمایت میں عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کرے تو پھر بھی یہ ممکن نہ ہوگا کہ عیسائی فتح یاب ہوں اور خدا تعالیٰ اس کا بھنگی یا چمار ہونا نہیں دیکھے گا بلکہ اپنے دین کی عزت محفوظ رکھ لے گا اور کبھی اسلام کو سبکی نہیں دکھلائے گا۔

تمہیں معلوم ہوگا کہ بعض کافر اور بت پرست آنحضرت صلعم سے عہد صلح کر کے دوسرے کافروں کے ساتھ لڑتے تھے اور چونکہ اس حالت میں مؤیّد اسلام تھے تو دشمنوں پر فتح پاتے تھے سو فرض کرو کہ میں تمہاری نظر میں سب کافروں سے بدتر ہوں اور دوسرے کافر تو **خالدین فیھا ابدا** کے جہنم میں سزا پائیں گے اور میری سزا تمہاری نظر میں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ تم نے میرا نام نہ صرف کافر بلکہ اکفر رکھا مگر تاہم سوچنے کا مقام تھا کہ امور بحث میں ان باتوں کا کچھ بھی دخل نہ تھا۔ جن کی وجہ سے مجھ کو آپ لوگ کافر اور اکفر اور دجال کہتے ہیں بلکہ زیر بحث وہی باتیں تھیں جن کیلئے ہر یک مسلمان کو غیرت کرنی چاہیئے اور پھر طرفہ تر یہ کہ مجھ کو مغلوب اور عیسائیوں کو غالب بتلاتے ہیں **یہ ایسا سفید جھوٹ** ہے کہ کسی طرح چُھپ نہیں سکتا۔ پیشگوئی کے مسٹر عبد اللہ آتھم کی نسبت دو پہلو تھے نہ صرف ایک اور خدا تعالیٰ نے اس پہلو کو جو مشکوک کیا گیا تھا یعنی **موت** کو چھوڑ دیا کیونکہ عبد اللہ آتھم کی موت کو کچھ ایک معمولی بات اور قریب قیاس سمجھا گیا تھا اور **دوسرا** پہلو حق کی طرف رجوع کرنا تھا اس پہلو کو خدا تعالیٰ نے عبد اللہ آتھم کے **افعال** سے ثابت کر دیا۔ اگر کوئی مولویوں میں سے کہے کہ ثابت نہیں تو اگر وہ **اس بات** میں سچا اور **حلال زادہ** ہے تو عبد اللہ آتھم کو اس **حلف** پر آمادہ کرے جو ہم لکھ چکے ہیں اگر عبد اللہ آتھم قسم کھا لے تو ہم بلا توقف **ہزار روپیہ** بلکہ اب تو **دو ہزار روپیہ** باضابطہ تحریر لے کر دے دیں گے۔ پھر اگر وہ ایک سال تک فوت نہ ہوا تو جو مولوی لوگ ہمارا نام رکھیں سب سچ ہوگا ورنہ اس تصفیہ سے پہلے جو شخص اس فتح نمایاں کو قبول نہیں کرتا خواہ وہ امرت سری ہے یا غزنوی یا لدھیانوی یا دہلوی یا بٹالوی وہ سراسر ظلم کرتا ہے اور

﴿۲۴﴾

خبردار رہے کہ خدا تعالیٰ کی ظالموں اور کاذبوں پر لعنت ہے۔ جب تک عبداللہ آتھم دو ہزار روپیہ لے کر ایسا دشمن اسلام نہ ہو لے اور حضرت مسیح کو خدا سمجھنے کا اقرار نہ کر لے اور پھر اس پر ایک برس بخیر نہ گذر جائے ہم کسی طرح کاذب نہیں ٹھہر سکتے۔ ہمیں اپنے الہام سے خدا تعالیٰ نے جتلا دیا ہے کہ اس نے عظمت اسلام قبول کر کے اور اسلامی پیشگوئی کی وجہ سے اپنے پر ہم وغم لے کر شرط الہامی سے فائدہ اٹھا لیا۔ اب اگر بغیر اس امتحان کے کوئی شخص **ہمارا نام کاذب رکھے** اور ہمیں مغلوب خیال کرے تو وہ **کاذب** اور مورد **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین** ہے اور پاک فطرت سے بے نصیب اس کو چاہیئے کہ عبداللہ آتھم کے پاس جا کر **ہاتھ پیر** جوڑے اور بہت خوشامد کرے کہ وہ شرط مذکورہ کی پابندی سے ہزار روپیہ مجھ سے لے لے اور اس قطعی فیصلہ کے بالمقابل کھڑا ہو جائے ورنہ میاں عبدالحق غزنوی ہو یا میاں ثناء اللہ یا سعد اللہ یا غلام رسول یا کوئی اور ہو خوب یاد رکھیں کہ مسلمان کہلا کر بے وجہ عیسائیوں کو غالب قرار دینا اور سراسر ظلم کی راہ سے ان کا نام فتح یاب رکھنا یہ حلال زادوں کا کام نہیں چاہیئے کہ اب بھی سمجھ جائیں اور یقیناً اور غور کر کے دیکھ لیں کہ اس بحث میں عیسائی مغلوب ہوئے ہیں۔ ان کے فریق پر خدا تعالیٰ نے ہر طرح سے آفت اور ذلت ڈالی چنانچہ اس فریق میں سے ایک پادری صاحب تو فوت ہو گئے اور دو مر مر کے بچے اور بعضوں کے گلے میں ہزار لعنت کی ذلت کا رسّہ پڑ گیا جس رسّہ سے وہ اپنی گردنوں کو چھوڑا نہ سکے۔ **اب ایماناً کہو فتح کس کی ہوئی اور مباہلہ کا بد اثر کس پر پڑا خدا تعالیٰ سے ڈرو اور بڑھتے نہ جاؤ وہ** ﴿۲۵﴾ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ توبہ کرو تا توبہ کا پھل پاؤ۔ غضب کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو اس پیشگوئی کے بعد **فریق مخالف** کے ہر یک فرد پر قہر نازل کیا موت نازل کی ذلت نازل کی بیماری نازل کی خوف نازل کیا اور پھر بھی کہا جاتا ہے کہ عیسائی غالب رہے ہیں۔ لوگو! ایک دن مرنا ہے یا نہیں، بیشک عیسائیوں کی حمایت کرو اور سچ کو چھوڑ دو۔ رب العرش دیکھ رہا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو جو شخص درحقیقت عزت پا گیا تم اُس کو ذلیل کر سکتے ہو اے **غزنوی** گروہ کے لوگو! اے **امرت سر** کے مسلمانو مگر اسلام کے دشمنو اور اے لدھیانہ کے سخت دل مولویو اور منشیو!!! خوب سوچ لو کہ تم کیا کام کر رہے ہو اور اے غزنویو تم ذرا آنکھ کھول کر دیکھ لو کہ **تمہارا مباہلہ تم پر ہی پڑا** جھوٹے اشتہاروں سے شرم کرو اور یہ میرا تمام رسالہ غور سے پڑھو تا تمہیں معلوم ہو۔ **والسلام علٰی من اتبع الھدٰی.**

میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور دوسرے غزنوی صاحبوں کی جھوٹی خوشی اور ان کو للہ نصیحت اور ان کے مباہلہ کا آخری نتیجہ

ہم نے سنا ہے کہ میاں عبدالحق اور میاں عبدالجبار اور ان کے گروہ کے آدمی اس بات پر اپنے **جوش تعصب** اور قلت تدبر کی وجہ سے بہت ہی خوش ہو رہے ہیں کہ عبداللہ آتھم پندرہ مہینہ میں نہیں مرا اور وہ زندہ امرتسر میں آ گیا۔ اور ان لوگوں نے عبداللہ آتھم کی زندگی پر نہ صرف خوشی ہی کی بلکہ انہوں نے اس کو میاں عبدالحق کے مباہلہ کا ایک اثر تصور کیا گویا ان خوش فہموں کے خیال میں اس مباہلہ کا یہ ہم پر زوال پڑا ہے۔ سو اول تو ہم اس جھوٹی خوشی اور اثر مباہلہ کی نسبت ان بزرگواروں کو جواب تک خواب غفلت میں ہیں اور ہنس رہے ہیں یہ دشمن گداز خبر سناتے ہیں کہ ایسا سمجھنا کہ الہام غلط نکلا اور عیسائیوں کو فتح ہوئی۔ اس سے زیادہ کوئی بھی حمق نہیں ☆ اگر آپ لوگ پہلے تحقیق کر لیتے

﴿۲۵﴾ ﴿۲۶﴾

☆ **نوٹ:** ایک نادان ہندو زادہ نام کا نومسلم سعداللہ نام جو عیسائیوں کی فتح یابی ثابت کرنے کیلئے اس قدر اپنی فطرتی شیطنت سے ہاتھ پیر مار رہا ہے کہ گویا اسی غم میں مر رہا ہے لدھیانہ سے اپنے ایک اشتہار میں لکھتا ہے کہ اگر اس بحث کے بعد جو عیسائیت اور اسلام کے صدق و کذب کی تحقیق میں کی گئی تھی۔ عیسائی فریق پر مصیبتیں پڑیں تو کیا تمہارے بیعت کنندوں میں سے مولوی حکیم نورالدین صاحب کا ایک شیر خوار بچہ فوت☆ نہیں ہو گیا۔ لیکن اس نادان عدو الدین نے نہیں

﴿۲۶﴾

☆ حاشیہ در حاشیہ

اس تحریر کے لکھنے کے بعد مجھ پر نیند غالب ہو گئی اور میں سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب ایک جگہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے جو انہیں کا ہے اور وہ بچہ خوش رنگ خوبصورت ہے اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ خدا نے بعوض محمد احمد آپ کو وہ لڑکا دیا کہ رنگ میں شکل میں طاقت میں اس سے بدرجہا بہتر ہے اور میں دل میں کہتا ہوں کہ یہ تو اور بیوی کا لڑکا معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلا لڑکا تو ضعیف الخلقت بیمار سا اور نیم جان سا تھا اور یہ تو قوی ہیکل اور خوش رنگ ہے اور پھر میرے دل میں یہ آیت گذری جس کا زبان سے سنانا

﴿۲۶﴾ توآپ کو شرمندگی اور خجالت اب اٹھانی نہ پڑتی۔ اب اے تمام حضرات آپ پر واضح رہے کہ دراصل اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو بڑی بھاری شکست آئی اور اس بالمقابل فریق پر طرح طرح کی آفات نازل ہوئیں کوئی موت کے پنجہ میں پھنسا کوئی اس کا ماتم دار بنا۔ کسی نے بیماری کا سخت دکھ

سمجھا کہ اول تو وہ شیر خوارہ بچہ جو روز ولادت سے ہی بیمار اور ضعیف الخلقت تھا فریق کے لفظ میں داخل نہیں ہوسکتا کیا وہ بھی عیسائیوں کے ساتھ بحث کرنے گیا تھا کہ تا اس کا فوت ہونا عیسائی مذہب کی ﴿۲۷﴾ صداقت پر دلیل ہوسکے اور دوسرے یہ الہام ہماری طرف سے تھا جو عیسائیوں پر یہ یہ آفتیں پڑیں گی۔ اور ہم برابر اور متواتر شرح کر چکے ہیں کہ اس الہام کا مصداق وہ عیسائی ہیں جو بحث کے وقت مباحث یا حامی بحث تھے اور عیسائیوں کو تو کوئی الہام نہیں ہوا تھا کہ ہمارے بیعت کنندوں میں سے کسی کا کوئی شیر خوارہ بچہ فوت ہو جائے گا۔ پس جبکہ تفہیم الٰہی کی رو سے الہام صرف فریق مخالف کے نفوس سے خاص تھا اور عیسائیوں کی طرف سے کوئی الہام نہ تھا اور نہ مباہلہ کے طور پر ہماری طرف سے اپنے لئے بددعا تھی اور نہ عیسائیوں کی طرف سے کوئی بددعا تھی صرف عیسائیوں کے بارے میں ایک الہام تھا پس کسی شیر خوارہ بچہ کا فوت ہو جانا کیا اس بات کی دلیل ہوسکتی ہے کہ عیسائی مذہب کی سچائی ثابت ہوئی۔ کیا عیسائیوں نے بھی کوئی الہام بتلایا تھا یا بددعا کی تھی بلکہ وہ صرف ہمارا الہام تھا جس کے بارہ میں ہم نے بتلا دیا تھا کہ یہ عیسائیوں کی نسبت ہے اور یہ کہنا کہ بعض مسلمان اس الہام کے بعد عیسائی ہوگئے اس سے بھی عیسائیوں کی صداقت پر ایک دلیل سمجھنا صرف ایک **خباثت** ہے اس سے زیادہ نہیں۔

اے نادان عدوّ اللہ اگر اس عرصہ میں دو چار فاسق نام کے مسلمانوں میں سے جن کو ہم نے بدمعاش پا کر اپنی جماعت سے پہلے ہی خارج کر دیا تھا۔ مُردار دنیا کے لئے عیسائی ہوگئے تو ہم تجھے ثبوت دیتے ہیں کہ اس پندرہ مہینہ میں صدہا عیسائی خالصاً للہ مسلمان ہوئے پھر آخری الزام اس ہندو زادہ کا یہ ہے کہ اگر مباحثہ کے بعد دو پادری سخت بیمار ہوگئے تو یہ بھی کچھ دلیل نہیں کیونکہ تم بھی تو اکثر بیمار رہتے ہو تو اس کا **جواب یہ** ہے کہ اگر میں اس پندرہ مہینہ میں بیمار رہا تھا تو تمہارے کس بزرگ

حاشیہ: یاد نہیں اور وہ یہ ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ [1] اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عدوّ الدین کا جواب ہے کیونکہ اس نے عیسائیوں کا حامی بن کر اسلام پر حملہ کیا اور وہ بھی بے جا اور بے ایمانی سے بھرا ہوا حملہ۔

حاشیہ در حاشیہ: اور ایک جزو اس خواب کی رہ گئی میں نے دیکھا کہ اس بچہ کے بدن پر کچھ پھنسی یا ثولول کی مشابہ بخارات نکل رہے ہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اس کا علاج ہلدی اور ایک اور چیز ہے۔ **واللہ اعلم۔ منہ**

[1] البقرۃ: ۱۰۷

اٹھایا۔ کوئی ذلیل اور خوار ہوا اور کوئی ہزار لعنت کا نشانہ بنا اور کوئی خوف اور دیوانگی اور سراسیمگی میں مبتلا ہوا اور نہ مردوں میں رہا اور نہ زندوں میں اور ایک بھی ہاویہ سے بچ نہ سکا۔ پس افسوس ہے کہ جن لوگوں کو مسٹر عبداللہ آتھم کی زندگی سے خوشی ہوئی وہ کیسے بے وقوف ہیں۔ انہوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ الہامی عبارت نے صرف عبداللہ آتھم کے مرنے کی ہی خبر دی تھی اور کوئی شرط نہ تھی اور صرف موت پر ہی حصر تھا دوسری کوئی بھی بات نہیں تھی۔ یہ بخل اور تعصب اور شتاب کاری کی سزا ہے جواب ہمارے مخالفوں کو ان جھوٹی خوشیوں کی ایسی ندامت اٹھانی پڑے گی جو مرنے سے بدتر ہے۔ ﴿۲۷﴾

اے حضرات الہام میں تو موت کا ذکر بھی نہیں ہاں ہماری تشریحی عبارت میں ہاویہ کے لفظ سے* جو ہم نے عبداللہ آتھم کی نسبت سمجھا ضرور موت کا لفظ موجود ہے۔ مگر الہام میں یہ شرط بھی تو تھی کہ اس حالت میں ہاویہ میں گرے گا کہ جب حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کر دیا کہ اس نے حق کی طرف رجوع کیا۔ اور وہ ڈرا اور اسلامی عظمت اس کے دل میں سما گئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت قدیم کے موافق عذاب موت اس سے بے باکی کے دنوں تک اٹھا لیا کیا کبھی قرآن کریم آپ لوگوں نے غور سے پڑھا یا کھانے پینے پر ہی کمر باندھ رکھی ہے۔ کیا یاد نہیں کہ کئی مقام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ڈرنے والوں پر دنیوی عذاب نازل نہیں ہوتا۔ دنیوی عذاب کے لئے صرف کفر ہی کافی نہیں۔ بلکہ شوخی شرارت تکبر استعلاء اور مومنوں کو آزار دینا اور حد سے بڑھنا ضروری ہے۔ لیکن عبداللہ آتھم نے ان پندرہ مہینوں میں کوئی شوخی اور تکبر ﴿۲۸﴾

حاشیہ:* نے وہ تمام عربی کتابیں ان پندرہ مہینوں میں تالیف کیں جن کے ساتھ عیسائیوں کے لئے پانچ ہزار روپیہ** کا انعام تھا اور جن کے مقابل پر اگر تمام پادری کوشش کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کی نظیر نہیں بنا سکتے۔ اے* عدوّ اللہ جھوٹ اور افترا سے باز آ جا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ان پندرہ مہینوں میں کیا کیا عجیب عربی کتابیں میری طرف سے نکلیں اور اس تھوڑے عرصہ میں دس کے قریب تائید اسلام میں میں نے کتابیں لکھیں جو شائع بھی ہوگئیں کیا یہ بیمار کا کام ہے **کرامات الصادقین** کس زمانہ میں لکھی گئی۔ **سر الخلافہ** کب تالیف ہوئی نور الحق کی دونوں جلدیں کس نے اور کب بنائیں۔ **تحفہ بغداد** کب شائع ہوا کیا یہ کتابیں وہی کتابیں نہیں ہیں جو اس پندرہ مہینہ میعاد پیشگوئی کے اندر لکھی گئیں اگر کوئی مولوی مخالف و مکفر بٹالوی وغیرہ پندرہ برسوں میں بھی ایسی کتابیں بنا کر دکھلاوے تو ہم مان لیں گے کہ ہم اس پندرہ مہینہ میں بیمار رہے ورنہ اب تو بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ **لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ منہ** ﴿۲۸﴾

نہیں دکھلایا۔ اسلام کی کوئی توہین نہیں کی۔ اور کوئی تحقیر اور استہزا کا رسالہ نہیں نکالا بلکہ اپنی مصیبت میں پڑا رہا اور اپنے افعال سے دکھا دیا کہ وہ سخت ڈرا اور اسلامی عظمت ایک چمکتی ہوئی تلوار کی طرح اس کو نظر آئی۔ اس لئے حق کی طرف رجوع کرنے کی جو شرط تھی۔ اس نے اس سے اس قدر حصہ لیا جس نے اس کامل عذاب میں تاخیر ڈال دی اور یہ تو ظاہر کے خیال سے ہے اور جس قدر اس نے اپنی اندرونی حالت درست کی ہوگی اور تضرع کیا ہوگا وَ هُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ [1] کا مصداق بنا ہوگا۔ یہ علم اس کو ہے یا خدا تعالیٰ کو وہ خدائے رحیم و کریم کسی کا ایک ذرہ عمل بھی ضائع نہیں کرتا اور جب کہ موت سے بچنے کیلئے عبداللہ آتھم کیلئے یہ ایک راہ موجود تھی اور اس کی پُر خوف حالتیں جن حالتوں میں اس نے یہ زمانہ گذارا صاف ظاہر کر رہی ہیں کہ اس نے کسی قدر اس راہ کی طرف قدم رکھا۔ اگرچہ وہ قدم کامل ہو یا ناقص اس کا علم اس کو ہوگا۔ تو پھر کیوں وہ اس قدم کے رکھنے سے اور کسی قدر اصلاح سے فائدہ نہ اٹھاتا اور خواہ وہ **رجوع ایک ذرہ** کے موافق تھا۔ لیکن تب بھی اس کا کم سے کم یہ فائدہ ہونا چاہیئے تھا کہ موت کے عذاب میں تاخیر ڈال دے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ [2]۔ سو اس نے حسب سنت اللہ اور شرط الہام کے اس رجوع کا فائدہ دیکھ لیا اب الہام کا کیا قصور ہے کیا الہام میں یہ نہیں لکھا تھا کہ ہاویہ میں گرے گا لیکن بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے یہ بھی یاد رہے کہ رجوع ایک فعل قلب ہے خلق اللہ کی اطلاع اس میں ضروری نہیں۔ ہاں اس کی حالت شوریدہ پر نظر ڈالنے والے حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں الغرض خدا تعالیٰ نے اس کو ہم و غم میں پایا اور اس کو رجوع میں داخل سمجھ کر شرط قرار دادہ کو پورا کیا اور یہ بات تمام انبیاء کے اتفاق سے مسلم ہے کہ ڈرنے والے پر عذاب دنیا نازل نہیں ہوتا بلکہ بے باک اور حد سے بڑھنے والے پر ہوتا ہے اور ہم نے تو تمام کتابیں دیکھیں اور قرآن کریم کو اول سے آخر تک پڑھا۔ مگر یہ واقعہ کسی کتاب میں نہ دیکھا کہ کبھی کسی ڈرنے والے کافر پر پتھر برسے یا کسی ہراساں اور ترسان منکر پر اس کے انکار کی وجہ سے بجلی پڑی بلکہ کفر کی سزا کے لئے دوسرا گھر موجود ہے اس دنیا میں تو شوخوں اور منکروں اور موذیوں اور ظالموں پر جب وہ حد سے بڑھ جاتے ہیں عذاب نازل ہوتا ہے اب آنکھیں کھول کر سوچنا چاہیئے کہ باوجود اس سنت قدیمہ اور موجودگی شرط کے کیوں عبداللہ آتھم پر عذاب موت نازل ہو ہاں اگر یہ دعویٰ کرو کہ عبداللہ آتھم نے ایک ذرہ حق کی طرف رجوع نہیں کیا اور نہ ڈرا تو اس وہم کی بیخ کنی کے لئے یہ سیدھا اور صاف معیار ہے کہ ہم عبداللہ آتھم کو **دو ہزار روپیہ** نقد دیتے ہیں۔ وہ تین مرتبہ قسم کھا کر یہ اقرار کر دے کہ میں نے ایک ذرہ بھی اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی عظمت میرے دل میں سمائی

﴿۲۹﴾

[1] الانفال:۳۴ [2] الزلزال:۸

بلکہ برابر سخت دل اور دشمن اسلام رہا اور مسیح کو برابر خدا ہی کہتا رہا۔ پھر اگر ہم اسی وقت بلا توقف دو ہزار روپیہ نہ دیں تو ہم پر لعنت اور ہم جھوٹے اور ہمارا الہام جھوٹا۔ اور اگر عبداللہ آتھم قسم نہ کھائے یا قسم کی سزا میعاد کے اندر نہ دیکھ لے تو ہم سچے اور **ہمارا الہام سچا**۔ پھر بھی اگر کوئی تحکم سے ہماری تکذیب کرے اور اس **معیار** کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بے شک وہ **ولد الحلال** اور نیک ذات نہیں ہوگا کہ خواہ نخواہ **حق سے روگردان** ہوتا ہے اور اپنی شیطنت سے کوشش کرتا ہے کہ **سچے** جھوٹے ہو جائیں۔

﴿۳۰﴾ اب اس سے زیادہ صاف اور کون فیصلہ ہوگا کہ ہم دو کلموں کے مول میں خود امرت سر میں جا کر دو ہزار روپیہ دیتے ہیں۔ مسٹر عبداللہ آتھم اگر درحقیقت مجھے کاذب سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ ایک ذرہ بھی اس نے اسلامی عظمت کی طرف رجوع نہیں کی تو وہ ضرور بلا توقف عبارت **مذکورہ** بالا کے **موافق اقرار** کر دے گا کیونکہ اب تو وہ اپنے تجربہ سے جان چکا کہ میں جھوٹا ہوں اور مسیح کی حفاظت کو اس نے مشاہدہ کر لیا **پھر اس مقابلہ سے اس کو کیا خوف ہے** کیا پہلے پندرہ مہینوں میں مسیح زندہ تھا اور مسٹر عبداللہ آتھم کی حفاظت کر سکتا تھا **اور اب مر گیا ہے** اس لئے نہیں کر سکتا جبکہ عیسائیوں نے اپنے اشتہار میں یہ کہہ کے **اعلان** دیا ہے کہ خداوند مسیح نے مسٹر عبداللہ آتھم کی جان بچائی تو پھر اب بھی **خداوند مسیح** جان بچائے گا۔ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اب مسیح کے خداوند قادر ہونے کی نسبت مسٹر عبداللہ آتھم کو کچھ شک اور تردد پیدا ہو جائے اور پہلے وہ شک نہ ہو بلکہ اب تو بہت یقین چاہیئے کیونکہ اس کی خداوندی اور قدرت کا تجربہ ہو چکا اور نیز **ہمارے جھوٹ کا تجربہ**۔ لیکن یاد رکھو کہ مسٹر عبداللہ آتھم اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ یہ باتیں سب جھوٹ ہیں کہ اس کو مسیح نے بچایا جو **خود مر چکا** وہ کس کو بچا سکتا ہے اور جو مر گیا وہ قادر کیونکر اور خداوند کیسا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ سچے اور کامل خدا کے خوف نے اس کو بچایا اگر اب نادان عیسائیوں کی تحریک سے بے باک ہو جائے گا تو پھر اس کامل خدا کی طرف سے بے باکی کا مزہ چکھے گا۔ غرض اب ہم نے فیصلہ کی صاف صاف راہ بتا دی اور جھوٹے سچے کیلئے ایک معیار پیش کر دیا۔ اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا **انصاف** کی رو سے جواب دے سکے انکار اور **زبان درازی** سے باز نہیں آئے گا اور ہماری **فتح** کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو **ولد الحرام بننے کا شوق** ہے اور حلال زادہ نہیں۔ پس حلال زادہ بننے کیلئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور

عیسائیوں کو غالب اور فتح یاب قرار دیتا ہے تو میری اس **حجت** کو واقعی طور پر رفع کرے جو میں نے پیش کی ہے پس اس پر **کھانا پینا** حرام ہے اگر وہ اس اشتہار کو پڑھے اور مسٹر عبداللہ آتھم کے پاس نہ جائے اور اگر خداوند تعالیٰ کے خوف سے نہیں تو اس گندے لقب کے خوف سے بہت زور لگاوے کہ تا وہ **کلمات مذکورہ** کا اقرار کر دے اور تین ہزار روپیہ لے لے اور یہ کارروائی کر دکھاوے پھر اگر عبداللہ آتھم میعاد قرار دادہ سے بچ جائے تو بے شک تمام دنیا میں مشہور کر دے کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی ورنہ **حرام زادہ** کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے اور ظلم اور ناانصافی کی راہوں سے پیار کرتا رہے۔ اگر کسی کو ایسا ہی اسلام سے بغض اور عیسائیت کی طرف میل ہے اور بہر صورت عیسائیوں کو فتح یاب بنانا چاہتا ہے تو اب اس راہ کے سوا اور تمام راہیں بند ہیں نہ ہم کسی کو ولد الحرام کہتے نہ حرام زادہ نام رکھتے بلکہ جو شخص ایسے سیدھے اور صاف فیصلہ کو چھوڑ کر زبان درازی سے باز نہیں رہے گا وہ آپ یہ تمام نام اپنے لئے اختیار کرے گا خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ **بے شک** اسلام کی فتح ہوئی اور دین **محمدی** ہی غالب رہا اور عیسائی ذلیل ہوئے اور جو شخص اس فتح کو نہیں ماننا چاہیے کہ وہ اس طریق اور فیصلہ کی راہ سے ہم کو ملزم کرے اور اس فیصلہ کی راہ سے ہم کو جھوٹا اور مغلوب قرار دے ورنہ بجز اس کے کیا کہیں کہ **یک خطا دو خطا سویم مادر بخطا**۔ ﴿۳۱﴾

اور ان مخالفوں کی عقل پر تعجب ہے کہ عبداللہ آتھم کے ساتھ دوسرے لوگ جو فریق مخالف میں داخل تھے اور فریق کے اس لفظ میں شامل تھے جو پیشین گوئی میں تھا ان کے حالات پر کچھ بھی نظر نہیں کرتے کہ ان پر بھی کوئی ذلت آئی یا نہیں کیا پادری رائٹ نہیں مرا۔ کیا دو معاون مر مر کے نہیں بچے کیا پادری عماد الدین کے گلے میں **ہزار لعنت کا رسہ نہیں پڑا** جس کو کوئی جھوٹا منجی اتار نہیں سکتا کیا اس کا علم عربی سے بے بہرہ اور جاہل ہونا ثابت نہیں ہوا۔ کیا اس ثبوت سے اس کی مصنوعی عزت خاک میں نہ مل گئی **بیشک وہ نہایت ذلیل ہوا اور اس کا کچھ باقی نہ رہا** اور اس کی علمی آبرو **نجاست** کے بودار گڑھے میں جا پڑی۔ اگر وہ باغیرت آدمی ہوتا تو اس ذلت کی وجہ سے کچھ کھا پی کر مر جاتا **حیف ہے** تمہارے ایمان اور سمجھ اور دینداری پر کہ ایسی سچی **پیشگوئی** کی تم نے تکذیب کی کیا ایک دن مرو گے یا نہیں یا ہمیشہ کے جینے کی خبر آ گئی ہے...... یہ تو اس پیشگوئی کے متعلق بیان ہے جو عیسائیوں کے مقابل پر کی گئی تھی جس کو خدا تعالیٰ نے حسب المراد پورا کیا لیکن اکثر لوگ دریافت کیا کرتے ہیں کہ جو **عبدالحق غزنوی** کے ساتھ مباہلہ ہوا تھا اس کا کیا اثر ہوا اور کس فریق کو ذلت ہوئی تو اس کے جواب میں ہم بدیہی وجوہات کے ساتھ

ہر ایک پر ظاہر کرتے ہیں کہ عبدالحق اور اس کے گروہ کی **ذلت ہوئی** کیونکہ اس مباہلہ کے بعد ہر ایک ایسا امر پیدا ہوا کہ جو ہماری عزت کا موجب اور ان کی ذلت کا موجب تھا۔

(۱) **ایک** ان میں سے یہ کہ ہمارے لئے **کسوف خسوف** کا نشان ظاہر ہوا اور صدہا آدمی اسکو دیکھ کر ہماری جماعت میں داخل ہوئے اور اس کسوف خسوف سے ہم کو خوشی پہنچی اور **مخالفوں** کو ذلت کیا وہ قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ انکا دل چاہتا تھا کہ ایسے موقع پر جو ہم مہدی موعود کا دعویٰ کر رہے ہیں کسوف خسوف ہو جائے اور **بلاد عرب** میں اس کا نام ونشان نہ ہو اور پھر جبکہ خلاف مرضی ظاہر ہو گیا تو بے شک ان کے دل دکھے ہوں گے اور اس میں اپنی ذلت دیکھتے ہوں گے۔ ﴿۳۲﴾

(۲) **دوئم**۔ جب ہم مباہلہ کے لئے گئے تو ہمارا بڑا بیٹا سخت بیمار تھا اور ایک سخت بیماری دامن گیر تھی ہم نے کچھ بھی اس کی پروا نہ کی اور اسی حالت میں سفر کیا مگر خدا تعالیٰ نے مباہلہ کے بعد ہی اس کو شفا بخش دی کیا وہ قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ شفا ان کی مراد کے موافق ہوئی۔

(۳) **سوئم**۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہم نے اسی پندرہ مہینہ کے اندر تمام **مکفّر** مولویوں کو ان کی مولویت پرکھنے کی غرض سے بالمقابل **عربی رسائل** بنانے کیلئے مخاطب کیا تھا تا وہ ذلیل ہوں پس خدا تعالیٰ نے آپ مدد دے کر اس میں ہمیں کامیاب کیا اور پادریوں کی طرح رسالہ نور الحق اور کرامات الصادقین اور سر الخلافہ کے مقابلہ سے وہ عاجز رہ گئے اور ایسی ذلت ان کو پہنچی کہ کچھ بھی مولویت کا **نام ونشان باقی نہ رہا**۔ ہم نے صاف طور پر لکھا تھا کہ اگر ان رسائل کا مقابلہ کر دکھاویں تو **چھ ہزار ستائیس روپیہ** کا انعام پاویں اور الہام کو جھوٹا ثابت کریں اور ہزار لعنت سے بچیں۔ اب اے مولوی عبدالحق مکفر المسلمین **سچ بتا** کہ آپ نے کون سا بالمقابل رسالہ بنایا اور اگر نہیں لکھا تو سچ کہو کہ یہ ذلت کس کو پہنچی **ہم کو یا تم کو**۔

(۴) **چوتھی**۔ یہ بڑی بھاری ذلت ہے جو اب آپ کو نصیب ہوئی اور یہ پیشگوئی سچی نکلی۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ ان چار ذلتوں اور رسوائیوں اور ان باتوں کو جو اخیر میں ہم نے اپنی نسبت لکھی ہیں۔ کسی منصف کے سامنے پیش کرو۔ اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ اس سے تمہاری عزت قائم ہوئی ہے اور کوئی داغ نہیں لگا تو ہم قسمًا کہتے ہیں کہ ہم پانسو روپیہ تم کو انعام دیں گے۔ چنانچہ ہم **شیخ محمد حسین بٹالوی** کو ہی منصف قرار دیتے ہیں اور اس کے پاس ہی یہ روپیہ باضابطہ تحریر لے کر جمع کرا سکتے ہیں صرف اتنا ہوگا کہ وہ کھڑا ہو کر **تین مرتبہ** یہ تقریر کرے کہ **یہ تمام وجوہ جو ذلت کی بیان کی گئی ہیں یہ بالکل صحیح نہیں ہیں** اور ان باتوں سے جو بعد مباہلہ ظاہر ہوئیں عبدالحق اور

اس کے گروہ کی ذلت نہیں بلکہ عزت ہوئی اور اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو اے قادر خدا اس کا عذاب میرے پر میری آنکھوں پر میرے جسم پر میری عزت پر میری اولاد پر بہت جلد سال☆ کے اندر وارد کر اور **ہم لوگ** ہر یک اقرار پر آمین کہیں گے۔ تب اسی وقت پانچ سو روپیہ شیخ محمد حسین کی ضمانت پر ان کو دے دیا جائے گا اگر سال کے اندر شیخ محمد حسین بٹالوی ان بلاؤں سے بچ گئے تو وہ روپیہ ان کی ملک ہو جائے گا۔ اگر آپ لوگ اس طریق کو اختیار نہ کریں اور بدگوئی سے باز نہ آویں **تو جائے شرم** ہے اور یاد رہے کہ مباہلہ کے ایک سال کے اندر ہی خدا تعالیٰ نے برکت پر برکت ہم پر نازل کی۔ اس کی خاص توفیق اور تائید پر عمدہ عمدہ کتابیں **تالیف** ہوئیں۔ صدہا معارف و دقائق قرآن کھلے اور کتابوں کے چھپنے اور ہمارے سلسلہ کی کاروائیوں کے لئے **ہزار ہا روپیہ آیا** اور ہزار ہا نئے لوگ جان و مال فدا کرنے والے ہماری جماعت میں داخل ہوئے۔ پس لازم ہوگا کہ شیخ محمد حسین اپنی قسم کے وقت ان سب باتوں کو جمع کر کے ان کا انکار کریں۔

﴿۳۳﴾

اے غزنوی لوگو بہتر تو یہ ہے کہ باز آ جاؤ اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے لڑائی مت کرو جس چراغ کو وہ آپ ہی روشن کرے تم اس کو بجھا نہیں سکتے۔ پس **فولادی قلعہ** کے ساتھ ٹکریں مت مارو کہ تمہاری ٹکروں سے قلعہ ہرگز نہیں ٹوٹے گا۔ آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے ہی سر پاش پاش ہو جائیں گے کیا تمہیں ذرا خوف نہیں کہ مسلمانوں کو کافر بناتے اور **کلمہ گوؤں کا بے ایمان** نام رکھتے ہو۔ بتلاؤ کہ عملی حالت میں ہم اور تم میں کیا فرق ہے کیا ہم کوئی شرک کا کام کرتے ہیں۔ کیا نمازوں کو چھوڑ دیا یا روزہ اور دیگر ارکان اسلام سے منکر ہو گئے ہیں یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیا ہے اور کچھ تو بتلاؤ کہ عملی حالت اور اسلام کے ضروری عقائد ہم میں اور تم میں کیا فرق ہے۔ ہاں اگر مسیح کی وفات کے عقیدہ کی وجہ سے ہمیں کافر کہا جاتا ہے **تو امام مالک** کو بھی کافر بناؤ کہ ان کا عقیدہ بھی یہی تھا جس سے **رجوع** ثابت☆☆ نہیں۔ اور **امام بخاری** کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو کیوں وہ آیت **فلما توفیتنی** کی شرح کے وقت تائید حدیث کیلئے **ابن عباس** کا یہ قول لاتا **متوفیک ممیتک** پس اس حساب سے امام بخاری بھی کافر ہوئے اور یہی عقیدہ **ابن قیم** نے مدارج السالکین میں ظاہر کیا ہے پس بقول تمہارے ابن قیم بھی کافر ہے اور **معتزلہ** کا یہی عقیدہ ہے پس وہ تمام لوگ

☆ صلحاء کی سنت قدیمہ سے ثابت ہے کہ مباہلہ کی غایت میعاد ایک سال تک ہوتی ہے سو ہم بدیہی ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں کہ جن برکات کو ہم نے اپنی نسبت لکھا ہے وہ ایک سال کے اندر ہی ہم پر وارد ہوئیں اور میاں عبدالحق کا جب سارا سال نحوستوں اور گردشوں میں گذرا تو سال کے بعد پندرھویں مہینہ پر مرتے مرتے یہ بات بنانا چاہی کہ آتھم ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو نہیں مرا یہی مباہلہ کا اثر ہے مگر بدقسمتی سے اس میں بھی جھوٹا نکلا۔ منه

☆☆ **نوٹ**: مجمع البحار میں جو ایک معتبر اہل حدیث کی کتاب ہے لکھا ہے **وقال مالک ان عیسی مات** مالک نے کہا ہے کہ عیسیٰ مر گیا ہے اور بیان مفصل اس کا ہمارے رسالہ **اتمام الحجة** میں درج ہے۔ منه

کافر ٹھہرے لیکن اگر اس وجہ سے کافر کہا جاتا ہے کہ ہم **ملائک** کا ایسا نزول نہیں مانتے جس سے آسمان خالی ہو جائیں بلکہ قدرت قادر سے ایک وجود ان کا آسمان میں بنا رہتا ہے اور ایک وجود خلق جدید کی طرح زمین میں ظاہر ہوتا ہے انسان کی شکل پر یا کسی اور کی شکل پر سو اس بنا پر آپ کو بہت سے اکابر علماء کو کافر بنانا پڑے گا اور یہی مذہب **مدارج النبوت** میں **شیخ عبدالحق صاحب** دہلوی نے بیان کیا ہے اور آسمانوں کے خالی ہونے کا آپ لوگوں کے پاس کوئی ثبوت نہیں صرف **افغانی تحکم** ہے اور بڑے بڑے مفاسد اس سے پیش آتے ہیں اور بہت سی حدیثوں اور آیتوں سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ پس یہ کیوں نہ کہیں کہ وہ بطور خارق عادت زمین پر بھی نازل ہو جاتے ہیں اور **نزول** بھی ہوتا ہے اور **صعود** بھی اور با ایں ہمہ آسمان پر بھی موجود رہتے ہیں **واللّٰہ علٰی کلّ شیء قدیر** اور اگر یہ اعتراض ہے کہ **نبوت کا دعویٰ** کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین المفترین**۔ اور اگر یہ اعتراض ہے کہ کسی نبی کی **توہین** کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین**۔ اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیّت توہین نہیں بلکہ بتائید توحید ہیں **وانما الاعمال بالنیات**۔ اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویت الایمان کو بھی اِسی خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات ان کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے اور چوروں چماروں کو ان کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح ان کا بھی یہی جواب تھا کہ **انما الاعمال بالنیات**۔ یہی بخاری کی پہلی حدیث ہے اگر یہی آپ لوگوں کو یاد نہ رہی تو کیا یاد ہوگا اور اگر وجہ کفر یہ سمجھی گئی ہے کہ ہم نے نجوم کو عالم ارضی میں **باذنہ تعالٰی** مؤثر سمجھا ہے تو حیف ہے آپ کے ایسے خیال پر۔ ہم ہر ایک چیز کی خاصیت کے قایل ہیں یہاں تک کہ مکھی کے بھی لیکن باذن اللہ تعالٰی اور بغیر اس کے اذن کے ہم کسی چیز کو کچھ چیز نہیں سمجھتے اور تاثیر نجوم کا **شاہ ولی اللہ صاحب** کو بھی اقرار ہے۔ دیکھو **حجّة اللّٰہ البالغہ** اور فیوض الحرمین پھر تعجب کہ اب تک ان کو کیوں کافر نہیں ٹھہرایا گیا درحقیقت **افغان بڑے ہی بہادر** ہوتے ہیں خدا تعالٰی کے ساتھ بھی لڑنے سے نہیں ڈرتے۔ عجب بات ہے کہ خدا تعالٰی تو فرماتا ہے کہ جو السلام علیکم کہے اس کو کافر مت سمجھو اور پھر افغان ان لوگوں کو کافر ٹھہرا رہے ہیں جو دن رات اسلام کے لئے جان دینے کو تیار ہیں۔ خیر مرنے کے بعد یہ سب فیصلے ہو جائیں گے خدا تعالٰی ہمارے دلوں کو دیکھ رہا ہے بجز اس کے کیا کہیں کہ ہم وہ لوگ ہیں جن کا مقولہ ہے **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اٰمنا باللّٰہ و ملٰئکتہ و رسلہ و کتبہ والجنة والنار والبعث بعد الموت و آثرنا القراٰن کتابا و محمدًا صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبیًّا و لا ندعی النبوة**

﴿۳۴﴾

و لا ندعی نسخ القراٰن بعد محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و نشہد انہ خاتم النبیین وخیر المرسلین وشفیع المذنبین و نشہد ان الحق کلہ فی القراٰن و حدیث النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و کل بدعۃ فی النار و انا مسلمون واللّٰہ یعلم ما فی قلوبنا علیہ توکلنا و الیہ انیب۔ والحمد للّٰہ اوّلًا و آخرًا و ظاہرًا و باطنًا ربنا و ربّ العٰلمین.

﴿۳۵﴾

تتمہ متعلقہ اثر مباہلہ
میاں عبدالحق غزنوی
امرتسری

اس وقت مناسب معلوم ہوا کہ عبدالحق غزنوی کے **اشتہار اثر مباہلہ** کے بعض اقوال کا بطور قال واقول جواب دیا جاوے۔**قولہ** کیوں مرزا جی مباہلہ کی لعنت اچھی طرح پر پڑ گئی یا کچھ فرق ہے منہ کالا ہوا یا کچھ فرق ہے الخ **اقول**۔اے حضرت اب تو ہم نے اپنے اشتہار میں بہت صفائی ہی سے اور کھول کر لکھ دیا کہ لعنت کس پر پڑی اور منہ کس کا کالا ہوا یہ تو ظاہر ہے کہ جھوٹے پر ہی ہمیشہ لعنت ہوتی ہے اب آنکھ کھول کر دیکھیں کہ جھوٹا کون ہے؟ آپ کا اب تک خیال ہے کہ عیسائی فتح یاب ہوئے لیکن ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فتح اسلام کی رہی۔ اس قدر تو آپ نے بچشم خود دیکھ لیا کہ ہمارے مخالف عیسائیوں کا جو فریق شریک بحث تھا یعنی معاون تھا یا مشورہ میں داخل تھا یا سرگروہ تھا ان پر طرح طرح کے وبال آئے وہ سب اس جنگ مقدس میں اپنی اپنی سزا کو پہنچے بعض اس جنگ میں مارے گئے بعض زخمی ہوئے اور بعض ہزار لعنت کے رسہ میں گرفتار ہوئے اور بعض بھاگ کر اسلامی عظمت کے جھنڈے میں پناہ گزین ہو گئے یہ سب کچھ پندرہ مہینہ میں ہی ہوا یہ وہ لوگ ہیں جو عیسائیوں کے تحریری اور تقریری اقرار سے فریق مخالف میں داخل ہیں اور جو لوگ ان میں سے مر گئے یا مر مر کے بچے یا ہزار لعنت کے رسہ میں گرفتار ہوئے یہ سب وہی ہیں جنہوں نے آتھم صاحب کو اپنے گروہ میں سے بحث کیلئے منتخب کیا تھا اور اس کے معاون اور فریق کے لفظ میں داخل تھے اور اگر یہ خیال ہے کہ اگرچہ اور معاون کار اور حامی بحث موت اور دکھ اور ذلت میں مبتلا ہوئے مگر آتھم صاحب کیوں

نہ مرے۔تو اس کا یہی جواب ہے کہ الہامی شرط کی وجہ سے اس کی موت میں تاخیر ہوگئی اس کے دل نے عظمت اسلام کو اس خوف کے وقت میں قبول کرلیا۔اس لئے الہامی شرط سے فائدہ لینا ان کا حق ہوگیا کیا کسی عبارت میں یہ لکھا ہے کہ الہامی شرط منسوخ ہوگئی یا وہ قابل اعتبار نہ رہی جب ایک مرتبہ شرط قائم ہوچکی تو اس کا عام عبارتوں میں لحاظ نہ رکھنا ایک گدھے کا کام ہے نہ انسان کا ہم نے حق کی طرف رجوع دلانے کے لئے اور حق کی فتح ظاہر کرنے کی غرض سے اور پوشیدہ حقیقت کو کھولنے کے ارادہ سے ایک نہایت صاف بات کہہ دی کہ اگر آتھم صاحب نے ان خوف کے دنوں میں عظمت اسلام کو قبول نہیں کیا اور ہمارا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ قبول کرلیا ہے تو وہ ہم سے دو ہزار روپیہ بلکہ تین ہزار روپیہ لیں اور یہی اقرار کردیں کہ میں ان خوف کے دنوں میں عیسیٰ کو خدا جاننے میں پکارہا اور عظمت اسلام کو قبول نہ کیا اور نہ اسلامی پیشگوئی کو ایک دن بھی سچا سمجھا لیکن اگر اقرار نہ کریں یا اقرار کے بعد مدت مقررہ میں اس دنیا سے گذر جائیں تو ہماری کامل فتح ہے☆۔

﴿۳۶﴾

☆ حاشیہ۔ اگر اس جگہ کوئی نادان عیسائی سوال کرے کہ اب یہ مباحثہ درست نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اب کی دفعہ مسٹر عبداللہ آتھم اتفاقی طور پر مر ہی جائے تو اس کے جواب میں ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ مارنے والا کون ہوگا کیا ان کا خداوند مسیح یا کوئی اور یا خود بخود بغیر کسی کے مارنے کے مر جائے گا پس اگر درحقیقت ان کے مصنوعی خداوند مسیح کے ہاتھ میں ہی موت اور حیات ہے تو وہ ایسا کیوں کرنے لگا کہ عبداللہ آتھم کو مار کر اپنے تمام پرستاروں کا جھوٹا ہونا ثابت کرے کیا وہ جو اپنے اختیار اور اقتدار سے مردوں کو زندہ کرتا تھا اور بقول تمہارے زمین و آسمان کا خالق ہے۔وہ ایک اور برس مسٹر عبداللہ آتھم کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔بہتیرے سو سو برس زندہ رہتے ہیں مگر عبداللہ آتھم کے جیسا کہ نور افشاں میں لکھا گیا ہے صرف اب تک ۶۴ برس کی عمر ہے جو میری عمر سے صرف چھ سات برس ہی زیادہ ہے۔ ہاں اگر مسیح کی قدرت پر اب بھروسہ نہیں رہا اور پہلے بھروسہ تھا اور یا اب وہ مر گیا ہے اور پہلے زندہ تھا تو اس کا صاف اقرار کرنا چاہیئے تا ہم سال کی مدت میں کچھ تخفیف کردیں کیا اشتہار میں نہیں لکھا کہ مسٹر آتھم خداوند مسیح کے فضل اور قدرت سے بچ گیا تو اب عین موقعہ پر جو جھوٹے اور سچے کیلئے **آخری فیصلہ ہے** وہ خداوند مسیح کیوں فضل نہیں کرے گا اور اب اس کی قدرت اور فضل کو کون چھین لے جائے گا۔اور جس حالت میں ہم اپنے سچے اور کامل خدا پر توکل کر کے کہتے ہیں کہ ہم بغیر الٰہی کام پورا کرنے کے مر ہی نہیں سکتے اور اگرچہ عمر ساٹھ[۶۰] تک پہنچ گئی لیکن ہم اس

﴿۳۷﴾

اب خوب غور کر کے دیکھو کہ مباہلہ کی لعنت کس پر پڑی منہ کالا کس کا ہوا آپ کا یا کسی اور کا۔ اور اگر یہ کہو کہ اگرچہ آتھم صاحب کے باقی فریق پر موت، ذلت دکھ نازل ہو گئے مگر آتھم کی نسبت ابھی پورا فیصلہ نہیں ہوا تو خیر اسی قدر بالفعل مان لو کہ لعنت کے چار حصوں میں سے تین حصے تو آپ پر پڑ گئے اور ایک حصہ ابھی کامل طور پر ظہور میں نہیں آیا آتھم اگرچہ پندرہ مہینہ تک ہم اور غم کے ہاویہ میں تو رہا مگر ابھی چونکہ پورا ہاویہ نہیں دیکھا اس لئے اس کے حساب میں سے صرف آدھی لعنت آپ پر پڑی لیکن غور سے دیکھو تو یہ بھی ساری ہی پڑ گئی کیونکہ اس فیصلہ کے بعد جو اول ہم نے ایک ہزار روپیہ اور پھر دو ہزار بلا توقف دینا قبول کیا مگر آتھم صاحب نے اس طرف رخ نہ کیا تو صاف طور پر کھل گیا کہ آتھم صاحب اپنے بیان میں جھوٹے ہیں اور ظاہر ہو گیا کہ درحقیقت آتھم صاحب نے خوف کے دنوں میں در پردہ اسلام کی طرف رجوع کیا تھا پس اس سے بتمام تر صفائی ثابت ہے کہ ہماری **فتح ہوئی** اور دین اسلام غالب رہا پھر بھی اگر کوئی عیسائیوں کی فتح کا گیت گاتا رہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ آتھم کو قسم کھانے پر مستعد کرے اور ہم سے تین ہزار روپیہ دلاوے اور میعاد گذرنے کے بعد ہم کو بے شک **لعنتی** منہ کالا دجال کہے۔ اگر ہم نے اس میں افترا کیا ہے تو بے شک ہمارے آگے آجائے گا اور ہماری ذلت ظاہر ہو گی لیکن اے میاں عبدالحق اگر اس تقریر کو سن کر چپ ہو جاؤ تو بتلا کہ سچی لعنت کس پر پڑی اور واقعی طور پر منہ کس کا کالا ہوا اور یہ بھی یاد رکھو کہ ہمیں ان کے لئے جو عیسائیوں کو غالب قرار دیتے ہیں اور اس پیشگوئی کو جھوٹی سمجھتے ہیں دل کی آہ سے یہ کہنا پڑا کہ اگر وہ ولدالحرام نہیں ہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھتے ہی اس فیصلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوں پس اگر ان کے کہنے سے آتھم نے قسم کھالی اور میعاد مقررہ تک بچ گیا تو بے شک ہمارا ہی منہ کالا ہوا اور ہم ہی لعنتی ٹھہرے اور سارے

بقیہ حاشیہ: کے فضل سے جئیں گے جب تک دینی خدمت کا کام پورا نہ کر لیں تو پھر اگر عبداللہ آتھم موت سے ڈر کر قسم کھانے سے گریز کرے تو صاف طور پر ثابت ہوگا کہ اس کو اس مصنوعی خدا پر ایمان نہیں جس کے فضل کا ذکر **اشتہار** میں کیا ہے مرنے کا قانون قدرت ہر یک کے لئے مساوی ہے جیسا آتھم صاحب اس کے نیچے ہیں ہم بھی اس سے باہر نہیں اور جیسا کہ اس عالم کون وفساد کے اسباب ان کی زندگی پر اثر کر رہے ہیں ویسا ہی ہماری زندگی پر بھی مؤثر ہیں اور ہم حلفاً کہتے ہیں اور زور سے کہتے ہیں کہ اگر آتھم صاحب قسم کھالیں تو ہمارا سچا خدا ایک سال تک ان کو موت دے گا اور ہمیں موت سے بچائے گا اگر اس مصنوعی خدا پر بھروسہ ہے جو مریم کے پیٹ سے نکلا تو سب مل کر اس سے **دعا کرو** تا اس مباہلہ کے بعد مسٹر آتھم صاحب ایک سال تک جیتے رہیں اور اگر قسم کھانے سے انہوں نے اعراض کیا تو ہماری فتح یابی پر **مہر لگا دیں گے** زیادہ کیا لکھیں۔ **والسلام علٰی من اتّبع الھدٰی۔ منہ**

﴿۳۷﴾

الہام ہمارے جھوٹے ہوئے لیکن اگر اس نے قسم کھانے سے گریز کی تو بتلاؤ آپ کا منہ پورے طور پر کالا ہوگا یا نہیں اگرچہ باقی فریق کے لحاظ سے تین حصے آپ کے منہ کے تو ابھی کالے ہو چکے لیکن اب یہ تھوڑا سا ٹکڑہ منہ کا بھی ضرور کالا ہوگا۔ دیکھو ہم نے بلاتوقف دو ہزار تک دینا کیا اس سے زیادہ ہم کیا کریں اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں میں سے کون بلاتوقف اس فیصلہ کے لئے سعی کرتا ہے اور کون ولدالحرام بننے پر راضی ہوتا ہے۔ افسوس کہ ان لوگوں کو یہ بھی خیال نہ آیا کہ اگر خدا تعالیٰ نے ہمارا منہ کالا کرنا تھا تو کیا یہی طریق تھا کہ ایسی بحث میں منہ کالا کیا جاتا جو ہمارے ذاتی دعاوی سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتی تھی بلکہ صرف یہ بحث تھی کہ اسلام سچا ہے یا عیسائیت۔ اور قرآن کریم اور آنحضرت صلعم حق پر ہیں یا عیسائیوں کی تعلیم اور عیسیٰ کو خدا بنانا۔ افسوس کہ ان لوگوں کو یہ بھی خیال نہ آیا کہ ایسا مغلوب ہونے میں تو دین کی سبکی ہوتی ہے اور امور بحث طلب کی طرف خیال جا کر خود اسلام پر بھاری زد ہوتی ہے۔ مگر انہوں نے میرے بخل سے اسلام کی بھی پرواہ نہ رکھی۔ اب آپ لوگ سمجھ جائیں گے کہ یہ لعنت کس پر پڑی بلاشبہ آپ پر پڑی اے میاں عبدالحق۔ اس کے سوا اور لعنتیں بھی جو ہم ذکر کر چکے ہیں کچھ تھوڑی نہیں سچ تو یہ ہے کہ آپ کا منہ تو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ کالا ہو چکا۔ جب پندرہ مہینہ کے اندر سرگروہ فریق مباحث کا مراتب منہ کالا ہوا پھر طامس ہاول کی جانکاہ بیماری سے لعنت کی سیاہی آپ کے منہ پر پھر گئی۔ پھر خسوف کسوف نے منہ پر تھوکا پھر عبداللہ پادری کی جانکاہ بیماری سے تہ بتہ سیاہی جمی۔ پھر ہزار لعنت کی ذلت سے جس میں تمام پادری اور سب مکفر شریک تھے۔ یہ روسیاہی کمال کو پہنچ گئی آتھم نے بھی منہ کالا کیا اور آئندہ بھی کرے گا اور مباہلہ کے بعد میاں عبدالحق پر کیا برکات نازل ہوئے اس کا تو کوئی بھی ثبوت نہ دیا ہاں میاں عبدالحق نے نزول برکات کے ثبوت میں یہ تو خوب ہی سنائی کہ حقیقی بھائی فوت ہوا اور اس کی رانڈ عورت کو نکاح میں لایا کیا یہ برکات ہیں اور یہ مباہلہ کا اثر جائے شرم۔ سوچنے والے سوچ لیں اور اگر دینی معارف سے اس عرصہ میں کچھ حصہ ملا تھا تو کیوں کرامات الصادقین کا جواب نہ لکھا اور کیوں ہزار لعنت کو اپنے پر وارد ہونے دیا۔ دنیوی برکات بھی وہ ہوتی ہیں جن کی دنیا میں کم نظیر ملے نہ یہ کہ رانڈ اور عمر فرسودہ عورت کو فریب سے گھر میں ڈالا جائے اور پھر یہ کہہ دیں کہ برکات نازل ہوگئیں۔ بھائی کا مرنا بے حساب گیا اور بیوہ کو پیش کر دیا۔ اگر حقیقی برکات کو دیکھنا ہو تو اس جگہ آ کر دیکھ لو دیکھو کیونکر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک اُمّی کی عربی دانی میں زبان کھولی اور قرآنی نکات اس کی زبان پر جاری کئے اور وہ بلاغت اور فصاحت عنایت کی جس سے

﴿۳۸﴾

تمہارا اور تمہارے جیسے مخالفوں کا منہ کالا ہوگیا اور وہ مقابلہ سے عاجز آ گئے ۔

خدا تعالیٰ نے ہزاروں آدمیوں کو اس طرف رجوع دے دیا چنانچہ وہ لوگ ہزار ہا روپیہ کے ساتھ مدد کرتے ہیں اگر پچاس ہزار روپیہ کی بھی ضرورت ہو تو بلا توقف حاضر ہو جائیں مالوں اور جانوں کو فدا کر رہے ہیں صدہا لوگ آتے جاتے اور ایک جماعت کثیر جمع رہتی ہے چنانچہ بعض وقت سو سے زیادہ آدمی اور بعض اوقات دو دو سو جمع ہوتے ہیں ۔

﴿۳۹﴾

یہ تائیدات الٰہی ہیں ۔ یا یہ کہ حقیقی بھائی مرا اور اس کی بے چاری بیوہ عورت کو اپنی طرف گھسیٹ لیا اور باکرہ کے ملنے سے ساری عمر ہی نامراد رہے **واہ ری برکات اور واہ ری شرم** اور ابھی اس بیوہ سے اولاد ہوئی نہیں پہلے سے دعویٰ ہے کہ ضرور ہوگی ۔ پھر ابھی سے اس خیالی پلاؤ کو مباہلہ کا اثر بھی سمجھ لیا ہے **واہ رے شیخ چلی کے بڑے بھائی** ۔ ہاں یہ واجب ہے کہ اولاد کے لئے دن رات ہمت کرتے رہو پھر اگر کوئی مردہ لڑکی ہی پیدا ہو تو بے شک کہہ دینا کہ مباہلہ کا اثر ہے افغانی جرگہ میں یہ بات سنی جائے گی ۔

باقی اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ لڑکے کی پیش گوئی کی نسبت خدا تعالیٰ نے **دو لڑکے عطا** کئے جن میں سے ایک قریباً سات برس کا ہے لیکن اگر ہم نے کوئی الہام سنایا تھا کہ پہلی دفعہ ضرور لڑکا ہی پیدا ہوگا تو وہ الہام پیش کرنا چاہیئے ورنہ **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین** ۔ یہ سچ ہے کہ **۸؍ اپریل ۱۸۸۶ء** ہم نے اطلاع دی تھی کہ ایک لڑکا ہونے والا ہے سو پیدا ہوگیا ہم نے اس لڑکے کا نام **مولود موعود** نہیں رکھا تھا صرف لڑکے کے بارہ میں پیشگوئی تھی اور اگر ہم نے کسی الہام میں اس کا نام مولود موعود رکھا تھا تو تم پر کھانا حرام ہے جب تک وہ الہام پیش نہ کرو ورنہ **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین** ۔

اور یہ کہنا کہ احمد بیگ کے **داماد کی میعاد** گذر گئی ہے یہ بھی حمق اور جہالت ہے

نوٹ: اولاد کے بارے میں میاں عبدالحق نے کوئی الہام تو پیش نہ کیا صرف طول امل ہے لیکن ہم کو اس بارہ میں بھی الہام ہوا اور اللہ جلّ شانہ نے بشارت دی اور فرمایا کہ **انا نبشرک بغلام** یعنی تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں ۔ منہ

قرآن کریم کا علم تم لوگوں میں نہیں رہا اسلئے بے ہودہ اعتراض تمہارا شیوہ ہوگیا ذرا شرم کرنی چاہیئے جس حالت میں خود احمد بیگ اسی پیشگوئی کے مطابق میعاد کے اندر فوت ہوگیا اور وہ پیشگوئی کے اول نمبر پر تھا تو پھر کیوں اس پیشگوئی کے نفس مفہوم میں شک کیا جاتا ہے جس حالت میں بعض حصے پیشگوئی کے میعاد کے اندر پورے ہوگئے جس سے کسی کو انکار نہیں پھر اگر فرض بھی کرلیں کہ اس کے داماد کی موت میعاد گذرنے کے بعد ہو تو یہ سنت اللہ کی مخالفت کی وجہ سے ہوگا جو خدا تعالیٰ کی کتابوں میں پائی جاتی ہے اور سنت اللہ یہ ہے کہ عذاب کے متعلق جو پیشگوئیاں ہوں ان کی تاریخ اور میعاد تقدیر مبرم نہیں ہوتی بلکہ وہ میعاد ایسی توبہ اور استغفار سے بھی ٹل سکتی ہے جس پر انسان بعد میں قائم نہ رہ سکے اور ہم نے سلطان محمد کے بارے میں اس کی موت کی وجہ تاخیر علیحدہ اشتہار میں ایسے طور سے ثابت کر دی ہے جس کے قبول کرنے سے کسی ایماندار کو عذر نہیں ہوگا۔ اور بے ایمان جو چاہے سو کہے **یاد رکھنا چاہیئے کہ پیشگوئی اپنی تمام عظمتوں کے ساتھ پوری** ہوئی جس سے کوئی دانشمند انکار نہیں کرسکتا۔غرض یہ تمام اعتراضات بے دینی اور حماقت کی وجہ سے ہیں اعتراض وہ ہے جو ربانی کتابوں کے موافق اعتراض ہو نہ ایسا اعتراض جس کے نیچے تمام نبی اور رسول آجائیں ایسے اعتراض کرنا بے ایمانوں اور لعنتیوں کا کام ہے اب اس تمام بیان سے میاں محی الدین کے الہامات کی بھی حقیقت کھل گئی۔ فقط

﴿۴۰﴾

والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی

☆☆☆

﴿۴۱﴾

عوامّ الناس کے بعض اعتراضوں کا جواب اور میاں عبدالحق غزنوی کیلئے ایک ہدیہ

پہلا اعتراض۔ اگر آتھم نے حق کی طرف رجوع کیا تھا تو اس کے آثار کیوں اس میں ظاہر نہیں؟

جواب: درحقیقت یہ رجوع فرعونی رجوع کے موافق تھا نہ حقیقی رجوع کے موافق۔ فرعون جب رجوع کرتا تھا تو عذاب دور کیا جاتا تھا اور یہی عادت اللہ ہے اور اس عادت اللہ کی تصدیق میں یہ آیت بھی گواہ ہے رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ [۱] یعنی اے رب ہم سے عذاب کھول دے کہ ہم ایمان لائے اور پھر اس کے جواب میں فرماتا ہے اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ [۲] سورہ دخان۔ یعنی ہم تھوڑی مدت تک عذاب کھول دیتے ہیں اور پھر تم عود کرو گے اور کافر بن جاؤ گے۔ یہ آیت اس بات پر صریح نص ہے کہ خدا تعالیٰ ایک شخص کی تضرّع کو قبول کر کے عذاب ٹال دیتا ہے اور جانتا ہے کہ پھر یہ کفر اور فسق کی طرف رجوع کرے گا اور تضرّع یا استغفار سے عذاب ٹالنا قدیم عادت اللہ ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے بجز ایسے شخص کے جو کمال تعصب سے اندھا ہو گیا ہو۔ ماسوا اس کے یہ مسلم اور مشہود امر ہے کہ جب ہیبت الٰہی اپنا جلوہ دکھاتی ہے تو اس وقت فاسق انسان کی اور صورت ہوتی ہے اور جب ہیبت کا وقت نکل جاتا ہے تو پھر اپنی شقاوت فطرتی سے اصلی صورت کی طرف عود کر آتا ہے۔ ایسے لوگ بہتیرے تم نے دیکھے ہوں گے کہ جب ان پر کوئی مقدمہ دائر ہو جس سے سخت قید یا پھانسی یا سزائے موت کا خطرہ ہو گو یہ بھی گمان ہو کہ شاید رہا ہو جائیں تو وہ ایسی ہیبت کو مشاہدہ کر کے اپنی فاسقانہ چال چلن کو بدلا لیتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور توبہ کرتے اور لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں۔ اور پھر جب ان کی اس تضرع کی حالت پر خدا تعالیٰ رحم کر کے ان کو اس بلا سے خلاصی دیتا ہے تو فی الفوران کے دل میں یہ خیال گذرتا ہے کہ یہ رہائی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اتفاقی امر ہے تب وہ اپنے فسق میں پہلے سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں اور چند روز میں ہی اپنی عادات کی طرف رجوع کر آتے ہیں۔ اس کی اور بھی مثالیں ہیں مگر اس

[۱] الدخان:۱۳ [۲] الدخان:۱۶

جگہ کلام الٰہی کافی ہے۔اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [1] سورۃ یونس یعنی جب انسان کو کوئی دکھ پہنچتا ہے تو ہماری جناب میں دعائیں کرنے لگتا ہے کروٹ کی حالت میں اور بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر اور جب ہم اس دکھ کو اس سے دفع کر دیتے ہیں تو ایسا چلا جاتا ہے کہ گویا نہ کبھی اس کو دکھ پہنچا اور نہ کبھی دعا کی۔ پھر ایک دوسرے مقام میں فرماتا ہے حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ فَلَمَّاۤ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ [2] سورۃ یونس۔ یعنی جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور کشتی کے سواروں کو ایک خوش ہوا کے ساتھ لے کر کشتیاں چلتی ہیں اور وہ ان کشتیوں کے چلنے سے بہت خوش ہوتے ہیں کہ یک دفعہ ایک تند ہوا چلنی شروع ہوتی ہے اور ہر طرف سے ان پر موج آتی ہے اور ظن غالب یہ ہو جاتا ہے کہ بس اب ہم گھیرے گئے یعنی مارے گئے تب اس وقت اخلاص سے خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کہ اے خدائے قادر اگر اب ہمیں نجات دے تو ہم شکر گزار رہوں گے۔ پھر جب خدا تعالیٰ ان کو نجات دیتا ہے تو پھر اسی ظلم اور فساد کی طرف رجوع کرتے ہیں جس پر پہلے جمے ہوئے تھے۔

〈۴۲〉

اعتراض دوم۔ آتھم صاحب پندرہ مہینہ میں نہیں مرے اس سے ثابت ہوا کہ میرزا غلام احمد قادیانی نے خدا پر جھوٹ باندھا۔ **الجواب۔** کیا نعوذ باللہ یونس نبی نے بھی خدا پر جھوٹ باندھا تھا کہ اس کا وعدہ مقررہ ٹل گیا بلکہ اس وعدہ میں جو ہمارے الہام میں تھا صریح شرط تھی یعنی یہ کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ لیکن یونس کے وعدۂ عذاب میں کوئی بھی شرط نہیں تھی بلکہ بغیر کسی شرط کے صرف یہ الفاظ تھے کہ چالیس دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ نے حضرت یونس کے ابتلا کے لئے اس شرط ایمان کو مخفی رکھ لیا تھا جس کی وجہ سے حضرت یونس پر وہ ابتلا آیا جو قرآن اور احادیث میں درج ہے۔ اگر اس شرط پر حضرت یونس کو علم ہوتا تو وہ اس شرط کی تجسس کرتے۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی ان کو بذریعہ الہام مطلع نہیں کیا کیونکہ ابتلا منظور تھا۔ تب وہ اس ملک سے بھاگ گئے اور سمجھا کہ کفار تکذیب کریں گے اور ٹھٹھا کریں گے۔ اس قصہ سے علماء کبار نے بہت کچھ استنباط کیا ہے۔ چنانچہ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب

[1] یونس:۱۳
[2] یونس:۲۳،۲۴

فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ کبھی مردان خدا کو جو اس کے خاص بندے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک وعدہ ملتا ہے اور اس کا ایفا نہیں ہوتا۔ اور یہی بحث فیوض الحرمین میں شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہے اور نظیر کے طور پر انبیاء کے بعض واقعات لکھے ہیں۔ آخر تصفیہ یوں کیا ہے کہ خدا تعالیٰ پر فرض نہیں کہ تمام شرائط اپنے وحی اور الہام کے شخص ملہم پر کھول دے بلکہ جہاں کوئی ابتلا منظور ہوتا ہے بعض شرائط کو مخفی رکھ لیتا ہے جس طرح حضرت یونس کے قصہ میں رکھا۔ اس میں کیا شک ہے کہ حضرت یونس کی پیشگوئی ایک معرکہ کی پیشگوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ایمان کی شرط کو حضرت یونس پر ظاہر نہ کیا جس سے ان کو بڑا ابتلا پیش آیا۔ اور اس ابتلا سے حضرت مسیح بھی باہر نہ رہے کیونکہ جس پیشگوئی سابقہ پر ان کی صحت نبوت کا مدار تھا وہ پیشگوئی اپنی ظاہری صورت کے ساتھ پوری نہ ہوئی۔ یعنی ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا۔ اور آخر حضرت مسیح نے تاویلات سے کام لیا مگر تاویلات میں نہایت مشکل یہ امر تھا کہ وہ تاویلات علماء یہود کی اجماع سے بالکل برخلاف تھیں اور ایک بھی ان کے ساتھ متفق نہیں تھا۔ حضرت مسیح نے کہا تھا کہ ایلیا سے مراد یحیٰی ہے اور ایلیا کے صفات یحیٰی میں اتر آئے ہیں گویا ایلیا ہی نازل ہوگیا۔ مگر یہ تاویل نہایت سختی سے رد کی گئی اور حضرت مسیح کو نعوذ باللہ ملحد قرار دیا گیا کہ پہلی کتابوں اور نصوص صریحہ کے الٹے معنے کرتا ہے۔ اسلئے ایک عیسائی یا ایک مسلمان کیلئے ادب سے دور ہے کہ اگر کسی **پیشگوئی کو اپنی صورت پر پوری ہوتی نہ دیکھے تو فی الفور ملہم کو کاذب کہہ دے** حضرت مسیح کی بعض پیشگوئیاں اپنے وقت پر بھی پوری نہیں ہوئیں یعنی وقت کوئی بتلایا گیا اور ظہور ان کا کسی اور وقت میں ہوا۔ جیسے دن سے مراد سال لیا گیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ بعض وقت دن یا ہفتہ یا مہینہ سے خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک متناسب حصہ زمانہ کا مراد ہوتا ہے جس کے تمام اجزاء متشابہ اور یکساں ہوتے ہیں پھر جب دوسرا زمانہ آتا ہے۔ جو پہلے زمانہ سے امتیاز اور اختلاف رکھتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ دوسرا دن یا دوسرا ہفتہ یا دوسرا مہینہ ہے مثلاً جیسا کہ دن سے مراد وہ وقت محدود ہے جو دو تغیرات کے بیچ میں ہے یعنی آفتاب کا طلوع اور آفتاب کا غروب۔ ویسا ہی روحانی طور پر اس محدود وقت کا نام دن ہوگا جو دو روحانی تغیرات کے اندر واقع ہے جیسا کہ بدر کی فتح کے لئے ایک دن کا وعدہ دیا گیا اور لکھا گیا کہ صرف ایک دن کی میعاد ہے پھر فتح ہوگی۔ حالانکہ اس دن سے مراد برس تھا اور دن سے مناسبت یہ تھی کہ یہ فتح بھی دو تغیروں کے اندر تھی ایک یہ تغیر عظیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۳﴾

اپنے آبائی شہر سے ہجرت کے طور پر نکلے اور اس آفتاب صداقت نے مدینہ کی طرف رجوع کیا دوسرے یہ کہ اس آفتاب کا مدینہ منورہ پر طلوع کرنا مکّیوں کے لئے غروب کے حکم میں ہو گیا۔ سو طلوع بھی متحقق ہو گیا اور غروب بھی۔ جیسا کہ امریکہ میں آفتاب کا طلوع کرنا ہمارے لئے غروب کے حکم میں ہے پس جب وہ آفتاب مکہ سے چھپ گیا اور وہ عاشق الٰہی ان کوچوں سے نکل گیا تو پھر مکہ میں کیا تھا ایک اندھیری رات تھی نہ وہ انوار رہے نہ وہ برکات رہے۔ پہلے تو مکہ کو ملائک کی صفوف نے گھیرا ہوا تھا اور پھر شیاطین کی جماعتوں نے گھیر لیا نور جاتا رہا اور ظلمت آ گئی۔ اسی کی طرف اشارہ تھا کہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔[1] یعنی خدا ایسا نہیں کہ مکہ والوں پر عذاب نازل کرے اور تو ان میں ہو۔ کیونکہ وہ آفتاب تھا اور یہ غیر ممکن ہے کہ آفتاب کے ہوتے عذاب کی ظلمت نازل ہو۔ غرض جب اس آفتاب نے مدینہ میں طلوع کیا تو مدینہ والوں کے لئے دن چڑھ گیا اور مکہ میں علامات غروب پیدا ہوئے اور وہ دو تغیر عظیم ظہور میں آ گئے جن میں دن محدود ہوتا ہے۔ لیکن جب مؤکد اور مکرّر طور پر کسی دن یا تاریخ کا وعدہ ہو جائے تو اس سے انسانی دن اور تاریخیں قطعاً اور یقیناً مراد ہوتی ہیں۔ ورنہ کبھی ابتلا کے طور پر ربانی اصطلاحات درمیان میں آ جاتی ہیں۔ مگر با ایں ہمہ نفس پیشگوئی میں فرق نہیں آتا۔ پیشگوئی کے بارے میں یہ کامل تحقیق ہے جس پر تمام انبیاء اور اولیاء کا اتفاق ہے۔ پھر ان لوگوں کے ایمان کا کیا حال ہے جو جلد زبان کو کھولتے ہیں اور حق کے کھلنے تک انتظار نہیں کرتے۔

﴿۴۴﴾

لعنتوں کی قسمیں جن سے میاں عبدالحق غزنوی بے خبر ہیں اور ان پر صاف پڑ رہی ہیں

(۱) پہلی لعنت

یہ کہ عیسائیوں کے حامی بنے اور ایسی بحث میں جو اللہ اور رسول کی سچائی ثابت کرنے کے لئے تھی عیسائیوں کی مدد کی اور ان کے غالب ہونے کا اقرار کیا۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ پادری ہی دجال ہیں۔ پھر جن لوگوں نے دجال کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا دی۔ یہ وہی

[1] الانفال:۳۴

یہودی ہیں جن کی نسبت صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ وہ قریب ستر ہزار کے دجال کے ساتھ ہو جائیں گے۔ ساتھ ہونا یہی ہے کہ ان کی بات کا تصدیق کرنا اور حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ وہ یہودی دراصل مسلمان ہوں گے لیکن یہودیوں کی طرح اپنی غلطیوں پر جمیں گے اور ظاہر پرست ہوں گے۔ اس لئے یہودی کہلائیں گے اور حدیثوں کو بنظر تتبع دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہودی اس وقت دجال کے تابع ہوں گے جب ایک فتنہ ہوگا اور مسلمانوں کا عیسائیوں کے ساتھ کچھ مقابلہ آ پڑے گا۔ عیسائی اپنی شرارت سے کہیں گے کہ ہمیں فتح ہوئی اور مسلمان کہیں گے کہ ہمیں فتح ہوئی۔ ﴿۴۵﴾ مسلمانوں کے لئے آسمان گواہی دے گا اور آسمانی آواز آئے گی یعنی خدا کا الہام کہ **الحق فی اٰل محمد** اور عیسائیوں کے لئے شیطانی آواز آئے گی یعنی وہ لوگ مکر اور فریب سے جو ایک شیطانی طریق ہے لوگوں کو سخت دھوکا دیں گے گویا وہ شیطانی آواز ہوگی جس کا یہ مضمون ہوگا کہ **الحق فی اٰل عیسٰی** یعنی عیسیٰ کے لوگوں کے ساتھ حق ہے۔ تب یہودی طبع کے لوگ شیطانی آواز کی طرف جھک جائیں گے اور ہاں میں ہاں ملا کر دجال کے تابع ہو جائیں گے۔ آخر خدا تعالیٰ فیصلہ کر دے گا اور اسلام کی حقّیت کیلئے نمایاں نشان ظاہر ہوں گے۔ تب بعض دجال کے تابع ذلت کے ساتھ رجوع کریں گے۔ یہ خلاصہ اشارات و عبارات احادیث ہے چاہیئے کہ اس میں خوب غور کریں۔

(۲) دوسری لعنت

یہ لعنت خسوف کسوف ہے۔ یہ بھی ہمارے مخالفوں کے ذلیل کرنے کے لئے کچھ تھوڑی نہیں بشرطیکہ کچھ شرم ہو۔ آسمانی گواہی خدا تعالیٰ کی گواہی ہے۔ حدیث کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس سے انکار کیا یہ لعنت ہے یا نہیں۔ اگر یہ لعنت نہیں تو کوئی نظیر بتلاؤ کہ کسی مدعی کے ساتھ کبھی خسوف کسوف ماہ رمضان میں جمع ہوا جب سے دنیا کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔

(۳) تیسری لعنت

یہ لعنت ان کتابوں کے مقابلہ سے عاجز آنا ہے جن میں صاف ان لوگوں پر لعنتیں بھیجی گئی تھیں جو مکفر یا منکر دین ہو کر پھر مقابلہ نہ کر سکیں۔ درحقیقت یہ لعنت بھی کچھ تھوڑی نہیں بلکہ ایک ہزار لعنت ہے کہ اگر زنجیروں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر ان کی لمبائی دکھلائی جاوے تو ایک بڑا رسہ بنتا ہے جو تمام مکفروں کے گلے میں ڈالنے کے لئے کافی ہوگا۔ پھر عجیب شرم ہے کہ اب تک کہتے ہیں کہ ہم پر کوئی لعنت نہیں پڑی۔ کیا عیسائیوں کی اس بحث

میں حمایت کرنا جو خالصاً اللہ اور رسول کے لئے تھی لعنت نہیں۔ کیا یہ ہزار لعنت کا لمبا رسہ کچھ بھی چیز نہیں اور اس سے کچھ ذلت نہیں ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے مکفروں کی بڑی پکی عزت ہے کہ مار پر مار پڑتی گئی مگر اس عزت میں فرق نہیں آتا۔

(۴) چوتھی لعنت

عیسائی فریق پر پیشگوئی کا پورا ہونا ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ لعنت درحقیقت کئی لعنتوں سے مرکب ہے جس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔

(۵) پانچویں لعنت

عنقریب پڑنے والی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر باوجود اس فتح نمایاں کے جو ہم کو بفضلہٖ تعالیٰ عیسائیوں کے فریق مباحث پر حاصل ہوئی۔ یعنی کوئی ان میں سے مرا اور کوئی موت تک پہنچا اور کوئی ماتم دار بنا اور کسی پر ذلت کی لعنت پڑی اور کسی پر اتنا خوف پڑا کہ نہ زندوں میں رہا اور نہ مردوں میں۔ اب بھی اگر ہماری فتح کا یہ غزنوی لوگ اور دوسرے مکفر اقرار نہ کریں اور نہ آتھم کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ قسم کھاوے اور دو ہزار روپیہ لیوے۔ اور ایک برس گزرنے کے بعد اس کا مالک بن جاوے تو بے شک ان پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور یہ مسخ ہو گئے اور خنازیر سے جا ملے اور عمداً وہ پہلو اختیار کیا جس میں اللہ و رسول کی اہانت ہے۔ اب ہم اس بارے میں زیادہ نہیں لکھیں گے اور اسی پر ختم کرتے ہیں۔ میاں عبدالحق کو اس جواب سے رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ایں ہمان سنگ ست کہ برسر من زدی۔ **وافوض امری الی اللّٰہ ھو نعم المولٰی و نعم النصیر۔**

﴿۴۶﴾

ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی ایمانداری پر کھنے کے لئے جنہوں نے اس عاجز کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص کافر اور دجال اور شیطان ہے اور اس پر لعنت اور سب وشتم کرتے رہنا ثواب کی بات ہے اور اس اشتہار کے وہ سب مکفر مخاطب ہیں جو کافر اور اکفر کہنے سے باز نہیں آتے خواہ لدھیانوی ہیں یا امرتسری یا غزنوی یا بٹالوی یا گنگوہی یا پنجاب اور ہندوستان کے کسی اور مقام میں **الا لعنة اللّٰہ علی الکافرین المکفرین الذین یکفرون المسلمین**۔ اب ان سب پر واجب ہے کہ اپنے ہم جنس مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی کو قسم دلوا کر ہزار روپیہ ہم سے لے لیں ورنہ یاد رکھیں کہ وہ سب بباعث تکفیر مسلم اور انکار حق کے ابدی لعنت میں مبتلا ہو کر تمام شیاطین کے ساتھ جہنم میں پڑیں گے اور نیز یاد رہے کہ قسم اسی مضمون کی ہوگی جو اشتہار ھذا میں درج ہے۔

اے علمائے مکفرین ان آثار اور اخبار کی نسبت کیا کہتے ☆ ہو جن کو امام عبد الوہاب شعرانی اور دوسرے اکابر متقدمین نے اپنی اپنی کتابوں میں مبسوط طور پر نقل کیا ہے۔ جن میں سے کچھ حصہ مولوی صدیق حسن خان بھوپالوی نے اپنی فارسی کتابوں حجج الکرامہ وغیرہ میں بطور اختصار لکھا ہے کہ مہدی موعود کے چار نشان خاص ہیں جن میں اس کا غیر شریک نہیں۔

(۱) یہ کہ علماء اس کی تکفیر کریں گے اور اس کا نام کافر اور دجّال اور بے ایمان رکھیں گے اور تمام مل کر اس کی تکذیب کریں گے اور اس کی تحقیر اور سبّ و شتم کیلئے کمر باندھیں گے اور اس کی نسبت نہایت سخت کینہ پیدا کریں گے اور اس کو ملحد اور مرتد خیال کریں گے اور اس کی نسبت مشہور کریں گے کہ یہ تو اسلام کی بیخ کنی کر رہا ہے یہ مہدی کیسا ہے۔ اور لعنت اور کافر کافر کہنے کو موجب ثواب اور اجر سمجھیں گے اور اس کو اس زمانہ کے مولوی ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ مگر آخری دنوں میں جب اس کی حقیقت کھل جائے گی محض نفاق سے مان لیں گے دل سے نہیں اور مہدی کو قبول کرنے والے اکثر عوام یا گوشہ گزیں یا پاک دل فقرا ہوں گے جو اپنی صحیح مکاشفات سے اس کو شناخت کر لیں گے۔ مگر مولویوں کو بجز اس کے اور کوئی حصہ نہیں ملے گا کہ اس کو بے دین اور کافر اور دجال کہیں گے۔ اور اس وقت کے مولوی ان سب سے بدتر ہوں گے جو زمین پر رہتے ہیں۔ ان کی زیرکی اور فراست جاتی رہے گی وہ عمیق باتوں کو سن کر فی الفور انکار کر دیں گے کہ یہ باتیں تو ہمارے قدیم عقائد کے مخالف ہیں۔ ﴿۴۷﴾

(۲) دوسرا نشان مہدی موعود کا یہ ہے کہ اس کے وقت میں ماہ رمضان میں خسوف کسوف ہوگا اور پہلے اُس سے جیسا کہ منطوق حدیث صاف بتلا رہا ہے کبھی کسی رسول یا نبی یا محدث کے وقت میں خسوف کسوف کا اجتماع رمضان میں نہیں ہوا۔ اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ کسی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت کے وقت میں کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے نہیں ہوئے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اکٹھے ہوئے ہیں تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ مگر حدیث کا مفہوم یہ نہیں کہ مہدی کے ظہور سے پہلے چاند گرہن اور سورج گرہن ماہ رمضان میں ہوگا کیونکہ اس صورت میں تو ممکنات میں سے تھا کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کو ماہ رمضان میں دیکھ کر

﴿۴۶﴾ ☆نوٹ: یہ کہنا بے جا ہوگا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں یا بعض روایات مجروح ہیں یا حدیث منقطع اور مرسل ہے۔ ﴿۴۷﴾ کیونکہ جس حدیث کی پیشگوئی واقعی طور پر سچی نکلی اس کا درجہ فی الحقیقت صحاح سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی صداقت بدیہی طور پر ظاہر ہوگئی۔ غرض جب حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی تو پھر بھی اس میں شک کرنا صریح بے ایمانی ہے۔

ہر یک مفتری مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور امر مشتبہ ہو جائے کیونکہ بعد میں مدعی ہونا سہل ہے اور جب بعد میں کئی مدعی ظاہر ہو گئے تو صاف طور پر کوئی مصداق نہ رہا۔ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مہدی موعود کے دعویٰ کے بعد بلکہ ایک مدت گزرنے کے بعد یہ نشان تائید دعویٰ کے طور پر ظاہر ہو جیسا کہ **اِنَّ لمهدینا اٰیتین ای لتائید دعوی مهدینا اٰیتین** صاف دلالت کر رہی ہے اور اس طور سے کسی مفتری کی پیش رفت نہیں جاتی اور کوئی منصوبہ چل نہیں سکتا کیونکہ مہدی کا ظہور بہت پہلے ہو کر پھر مؤید دعوے کے طور پر سورج گرہن بھی ہو گیا۔ نہ یہ کہ ان دونوں کو دیکھ کر مہدی نے سر نکالا۔ اس قسم کے تائیدی نشان ہمارے سید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی پہلی کتابوں میں لکھے گئے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد ظہور میں آئے اور دعویٰ کے مصدق اور مؤید ہوئے۔ غرض ایسے نشان قبل از دعویٰ مہمل اور بے کار رہتے ہیں کیونکہ ان میں گنجائش افترا بہت ہے۔ اور اس پر اور بھی قرینہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خسوف[1] اور کسوف[2] اور مہدی کا رمضان کے مہینے میں موجود ہونا خارق عادت ہے اور صرف اجتماع خسوف کسوف خارق عادت نہیں۔

﴿۴۸﴾

(۳) تیسرا نشان مہدی موعود کا یہ ہے کہ اس کے وقت میں ایک فتنہ ہو گا۔ اور نصاریٰ اور مہدی کے لوگوں کا ایک جھگڑا پڑ جائے گا۔ نصاریٰ کے لئے شیطان آواز دے گا کہ **الحق فی اٰل عیسٰی** یعنی حق عیسیٰ کے لوگوں میں ہے اور فتح عیسائیوں کی ہے۔ اور مہدی کے لوگوں کیلئے آسمانی آواز آئے گی یعنی نشانوں اور تائیدوں کے ساتھ ربّانی گواہی یہ ہو گی کہ **الحق فی اٰل محمد** یعنی حق مہدی کے لوگوں میں ہے۔ آخر اس آواز کے بعد شیطانی تاریکی اٹھ جائے گی اور لوگ اپنے امام کو شناخت کر لیں گے۔

(۴) چوتھی مہدی کی یہ نشانی ہے کہ اس کے وقت میں بہت سے مسلمان یہودی طبع دجّال سے مل جائیں گے یعنی وہ لوگ بظاہر مسلمان کہلائیں گے اور دجال کی ہاں کے ساتھ ہاں ملاویں گے یعنی نصاریٰ کے دعویٰ فتح کے مُصدّق ہوں گے۔ یہ چار نشانیاں ایسی ہیں کہ مہدی کے لئے خاص ہیں اور اگرچہ اس زمانہ سے پہلے بھی بہت سے اہل اللہ اور بزرگوں کو کافر ٹھہرایا گیا مگر نشانی کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مہدی موعود کی اس زور وشور سے تکفیر کی جائے گی کہ اُس سے پہلے کبھی مولویوں نے ایسے زور وشور سے کسی کی تکفیر نہیں کی ہو گی اور نہ کسی کو ایسے زور وشور سے دجال کہا ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس عاجز کو نہ

صرف کافر بلکہ اکفر کہا گیا۔ ایسا ہی ممکن ہے کہ پہلے بھی کسی مہینہ میں چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے ہو گئے ہوں مگر یہ کبھی نہیں ہوا اور ہرگز نہیں ہوا کہ بجز ہمارے اس زمانہ کے دنیا کی ابتداء سے آج تک کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں ایسے طور سے اکٹھے ہو گئے ہوں کہ اس وقت کوئی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت بھی موجود ہو۔ ایسا ہی اگرچہ پہلے بھی نصاریٰ سے مباحثات مذہبی ہوتے رہے ہیں لیکن جو نصاریٰ نے اب شوخیاں دکھلائیں اور تمام ملک میں شیطانی آوازیں سنائیں اور گدھوں پر سوار ہوئے اور بہروپ بنائے ایسا استہزا ان کی طرف سے کبھی ظہور میں نہیں آیا اور نہ اس استہزا کا بدل جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والا ہے جو ربّانی آواز ہے کبھی ایسا ظاہر ہوا جیسا کہ بعد اس کے ظاہر ہوگا۔ سننے والے یاد رکھیں۔ ایسا ہی اگرچہ بعض مسلمان جو منافق طبع ہیں پادریوں کے ساتھ اس سے پہلے بھی مداہنہ کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں مگر جواب مولویوں اور ان کے ناقص العقل چیلوں نے ان پادری دجالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائے اور ان کو فتح یاب قرار دیا اور ان کی خوشی کے ساتھ خوشی منائی اور شوخی اور چالاکی سے صدہا اشتہار لکھے اور اہل حق پر لعنتیں بھیجیں اور ان لعنتوں سے نصاریٰ کو خوش کیا اور نصاریٰ کو غالب قرار دیا اس کی نظیر تیرہ سو برس میں کسی صدی میں نہیں پائی جاتی۔ ﴿۴۹﴾ پس یہ اسی پیشگوئی کا ظہور ہے کہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ ستر ہزار مسلمان کہلانے والے دجال کے ساتھ مل جائیں گے۔ اب علمائے مکفرین بتلادیں کہ یہ باتیں پوری ہو گئیں یا نہیں۔ بلکہ یہ دو علامتیں یعنی مہدی ہونے کے مدعی کو بڑے زور و شور سے کافر اور دجال کہنا اور نصاریٰ کی تائید کرنا اور ان کو فتحیاب قرار دینا اپنے ہاتھ سے مولویوں نے ایسے طور سے پورے کیں جن کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ نادانی سے پہلے باہم مشورہ کر کے سوچ نہ لیا کہ اس طور سے تو ہم دونشانیوں کا آپ ہی ثبوت دے دیں گے جس شدّ ومَد سے اس عاجز کی تکفیر کی گئی ہے اگر پہلے بھی کسی مہدی ہونے کے مدعی کی اس زور و شور سے تکفیر ہوئی ہے اور یہ لعن وطعن کی بارش اور کافر اور دجال کہنا اور دین کا بیخ کن قرار دینا اور تمام ملک کے علماء کا اس پر اتفاق کرنا اور تمام ممالک میں اس کو شہرت دینا پہلے بھی وقوع میں آیا ہے تو اس کی نظیر پیش کریں جو **طابق النعل بالنعل** کا مصداق ہو ورنہ مہدی موعود کی ایک خاص نشانی انہوں نے اپنے ہاتھ سے قائم کر دی اور اگر پہلے بھی ایسا اتفاق انہوں نے نصاریٰ سے کیا ہے اور ان کو غالب قرار دیا ہے تو اس کی بھی نظیر بتلاویں۔ اور اگر پہلے بھی کسی ایسے شخص کے

وقت میں جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں اکٹھے ہو گئے ہوں تو اس کی نظیر پیش کریں۔ اور اگر پہلے بھی کسی مہدی کے لوگوں اور نصاریٰ کا کچھ جھگڑا پڑا ہو اور نصاریٰ نے اپنی فتح یابی کے لئے ایسی شیطانی آوازیں نکالی ہوں تو اس کی نظیر بھی بتلا دیں۔ اور ہم ہر چہار نظیروں کے پیش کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ نقد انعام مقرر کرتے ہیں۔ ہم اس روپیہ کے دینے میں کوئی شرط مقرر نہیں کرتے صرف اس قدر ہوگا کہ بعد درخواست یہ ہزار روپیہ مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی کے پاس تین ہفتہ کے اندر جمع کرا دیا جاوے گا اور مولوی صاحب موصوف ایک تاریخ پر جو ان کی طرف سے مقرر ہو فریقین کو اپنے مکان پر بلا کر بلند آواز سے تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور کہیں گے کہ میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعات جو پیش کئے گئے بےنظیر نہیں ہیں اور جو کچھ ان کی نظیریں بتلائی گئی ہیں وہ واقعی طور پر صحیح اور درست اور یقینی اور قطعی ہیں۔ اور بخدا ان نشانیوں کے مصداق ہونے کا مدعی درحقیقت کافر ہے اور میں بصیرت کاملہ سے کہتا ہوں کہ ضرور وہ کافر ہے اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میرے پر وہ عذاب اور قہر الٰہی نازل ہو جو جھوٹوں پر ہوا کرتا ہے۔ اور ہم ہر یک مرتبہ کے ساتھ آمین کہیں گے اور واپسی روپیہ کی کوئی شرط نہیں اور نہ عذاب کے لئے کوئی میعاد مقرر ہے۔ ہمارے لئے یہ کافی ہوگا کہ یا تو مولوی صاحب خدا تعالیٰ سے ڈریں اور قسم نہ کھاویں اور یا تمام مکفروں کے سرگروہ بن کر قسم کھالیں اور اس کے ثمرات دیکھیں۔ اور ہم اس جگہ علمائے وقت کی خدمت میں بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ وہ تکفیر اور انکار میں جلدی نہ کریں۔ کیا ممکن نہیں کہ جس کو وہ جھوٹا کہتے ہیں اصل میں سچا وہی ہو۔ پس جلدی کر کے ناحق کی روسیاہی کیوں لیتے ہیں۔ کیا کسی جھوٹے کے لئے آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں یا کبھی خدا نے کسی جھوٹے کو ایسی لمبی مہلت دی کہ وہ بارہ برس سے برابر الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ کر کے دن رات خدا تعالیٰ پر افترا کرتا ہو اور خدا تعالیٰ اس کو نہ پکڑے بھلا اگر کوئی نظیر ہے تو ایک تو بیان کریں ورنہ اس قادر منتقم سے ڈریں۔ جس کا غضب انسان کے غضب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور اس بات پر خوش نہ ہوں کہ بعض مسائل میں اختلاف ہے اور ذرہ دل میں سوچ لیں کہ اگر مہدی موعود تمام مسائل رطب یابس میں علمائے وقت سے اتفاق کرنے والا ہوتا تو کیوں پہلے سے احادیث میں یہ لکھا جاتا کہ علماء اس کی تکفیر کریں گے اور سمجھیں گے کہ یہ دین کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مہدی کی تکفیر کیلئے علماء اپنے پاس اپنے فہم کے

﴾۵۰﴿

مطابق کچھ وجوہ رکھتے ہوں گے جن کی بنا پر اس کو کافر اور دجال قرار دیں گے۔ فاتقوا اللّٰہ یا اولی الابصار والسلام علٰی من خشی الرحمٰن واتقٰی واتّبع الحق واھتدٰی۔

ہمارا انجام کیا ہوگا

بجز خدا کے انجام کون بتلا سکتا ہے اور بجز اس غیب دان کے آخری دنوں کی کس کو خبر ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ بہتر ہو کہ یہ شخص ذلت کے ساتھ ہلاک ہو جائے اور حاسد کی تمنا ہے کہ اس پر کوئی ایسا عذاب پڑے کہ اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے۔ لیکن یہ سب لوگ اندھے ہیں اور عنقریب ہے کہ ان کے بدخیالات اور بد ارادے انہیں پر پڑیں۔ اس میں شک نہیں کہ مفتری بہت جلد تباہ ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص کہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہوں حالانکہ نہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہے وہ بہت بُری موت سے مرتا ہے اور اس کا انجام نہایت ہی بد اور قابل عبرت ہوتا ہے لیکن جو صادق اور اس کی طرف سے ہیں وہ مر کر بھی زندہ ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا ہاتھ ان پر ہوتا ہے اور سچائی کی روح ان کے اندر ہوتی ہے۔ اگر وہ آزمائشوں سے کچلے جائیں اور پیسے جائیں اور خاک کے ساتھ ملائے جائیں اور چاروں طرف سے ان پر لعن وطعن کی بارشیں ہوں اور ان کے تباہ کرنے کے لئے سارا زمانہ منصوبے کرے تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے۔ کیوں نہیں ہوتے؟ اس سچے پیوند کی برکت سے جو ان کو محبوب حقیقی کے ساتھ ہوتا ہے۔ خدا ان پر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں۔ ہر یک جوہر قابل کے لئے یہی قانون قدرت ہے کہ اول صدمات کا تختۂ مشق ہوتا ہے۔ مثلاً اس زمین کو دیکھو جب کسان کئی مہینہ تک اپنی قلبہ رانی کا تختہ مشق رکھتا ہے اور ہل چلانے سے اس کا جگر پھاڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین جو پتھر کی طرح سخت اور درشت معلوم ہوتی تھی سرمہ کی طرح پس جاتی ہے اور ہوا اس کو ادھر ادھر اڑاتی ہے اور پریشان کرتی رہتی ہے اور وہ بہت ہی خستہ شکستہ اور کمزور معلوم ہوتی ہے اور ایک انجان سمجھتا ہے کہ کسان نے چنگی بھلی زمین کو خراب کر دیا اور بیٹھنے اور لیٹنے کے لائق نہ رہی لیکن

﴿۵۱﴾

اس دانا کسان کا فعل عبث نہیں ہوتا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اس زمین کا اعلیٰ جوہر بجز اس درجہ کی کوفت کے نمودار نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کسان اس زمین میں بہت عمدہ قسم کے دانے تخم ریزی کے وقت بکھیر دیتا ہے اور وہ دانے خاک میں مل کر اپنی شکل اور حالت میں قریب قریب مٹی کے ہو جاتے ہیں اور ان کا وہ رنگ وروپ سب جاتا رہتا ہے۔ لیکن وہ دانا کسان اس لئے ان کو مٹی میں نہیں پھینکتا کہ وہ اس کی نظر میں ذلیل ہیں۔ نہیں بلکہ دانے اس کی نظر میں نہایت ہی بیش قیمت ہیں۔ بلکہ وہ اسلئے ان کو مٹی میں پھینکتا ہے کہ تا ایک ایک دانہ ہزار ہزار دانہ ہوکر نکلے اور وہ بڑھیں اور پھولیں اور ان میں برکت پیدا ہو اور خدا کے بندوں کو نفع پہنچے۔ پس اسی طرح وہ حقیقی کسان کبھی اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے اور لوگ ان کے اوپر چلتے ہیں اور پیروں کے نیچے کچلتے ہیں اور ہر یک طرح سے ان کی ذلت ظاہر ہوتی ہے۔ تب تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانے سبزہ کی شکل پر ہوکر نکلتے ہیں اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں جو ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے۔ یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنت اللہ ہے کہ وہ ورطۂ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ لیکن غرق کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ تا ان موتیوں کے وارث ہوں کہ جو دریائے وحدت کے نیچے ہیں۔ اور وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ لیکن اس لئے نہیں کہ جلائے جائیں بلکہ اس لئے کہ تا خدا تعالیٰ کی قدرتیں ظاہر ہوں۔ اور ان سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور لعنت کی جاتی ہے۔ اور وہ ہر طرح سے ستائے جاتے اور دکھ دیئے جاتے اور طرح طرح کی بولیاں ان کی نسبت بولی جاتی ہیں۔ اور بدظنیاں بڑھ جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ بہتوں کے خیال وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ سچے ہیں بلکہ جو شخص ان کو دکھ دیتا اور لعنتیں بھیجتا ہے وہ اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ بہت ہی ثواب کا کام کر رہا ہے۔ پس ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے۔ اور اگر اس برگزیدہ پر بشریت کے تقاضا سے کچھ قبض طاری ہو تو خدا تعالیٰ اس کو ان الفاظ سے تسلی دیتا ہے کہ صبر کر جیسا کہ پہلوں نے صبر کیا اور فرماتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ پس وہ صبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ امر مقدر اپنے مدت مقررہ تک پہنچ جاتا ہے۔ تب غیرت الٰہی اس غریب کے لئے جوش مارتی ہے اور ایک ہی تجلی میں اعداء کو پاش پاش کر دیتی ہے سو اوّل نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے اور اخیر میں اس کی نوبت آتی ہے۔ اسی طرح خداوند کریم نے بارہا مجھے سمجھایا کہ ہنسی ہوگی اور ٹھٹھا ہوگا اور لعنتیں کریں گے اور بہت ستائیں گے لیکن آخر نصرت الٰہی تیرے شامل ہوگی

﴿۵۲﴾

اور خدا دشمنوں کو مغلوب اور شرمندہ کرے گا۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں بھی بہت سا حصہ الہامات کا انہی پیشگوئیوں کو بتلا رہا ہے اور مکاشفات بھی یہی بتلا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک کشف میں میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور وہ کہتا ہے کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں۔ تب میں نے اس کو کہا کہ تم کہاں سے آئے تو اس نے عربی زبان میں جواب دیا اور کہا کہ **جئت من حضرة الوتر**۔ یعنی میں اس کی طرف سے آیا ہوں جو اکیلا ہے تب میں اس کو ایک طرف خلوت میں لے گیا۔ اور میں نے کہا کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں مگر کیا تم بھی پھر گئے تو اس نے کہا کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ تب میں اس حالت سے منتقل ہو گیا۔ لیکن یہ سب امور درمیانی ہیں اور جو خاتمہ امر پر مقدر ہو چکا ہے وہ یہی ہے کہ بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخر کار تجھے فتح دوں گا اور ہر یک الزام سے تیری بریت ظاہر کر دوں گا اور تجھے غلبہ ہوگا اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی اور فرمایا کہ میں زور آور حملوں سے

تیری سچائی ظاہر کروں گا اور یاد رہے کہ یہ الہامات اس واسطے نہیں لکھے گئے کہ ابھی کوئی
ان کو قبول کرلے بلکہ اس واسطے کہ ہر یک چیز کے لئے ایک
موسم اور وقت ہے۔ پس جب ان الہامات کے ظہور کا
وقت آئے گا۔ تو اس وقت یہ تحریر مستعد دلوں
کے لئے زیادہ تر ایمان اور تسلی اور یقین
کا موجب ہوگی۔

والسلام علٰی من اتبع الھدٰی

☆

ضمیمہ انوار الاسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر

امرتسر کے مباحثہ میں جو عیسائیوں کے ساتھ ہوا تھا۔ اس میں جو ہم نے پیشگوئی کی تھی۔ اس کے دو حصے تھے۔

۱۔ اوّل یہ کہ فریق مخالف جو حق پر نہیں۔ ہاویہ میں گرے گا۔ اور اس کو ذلت پہنچے گی۔

۲۔ دوسری یہ کہ اگر حق کی طرف رجوع کرے گا تو ذلت اور ہاویہ سے بچ جائے گا۔

اب ہم فریق مخالف کی اس جماعت کا پیچھے سے حال بیان کریں گے جنہوں نے بنفس خود بحث نہیں کی بلکہ معاون یا حامی یا سرگروہ ہونے کی حیثیت سے اس فریق میں داخل تھے۔ اور پہلے ہم مختصر الفاظ میں مسٹر عبداللہ آتھم کا حال بیان کرتے ہیں جو فریق مخالف سے خاص مباحثہ کے لئے اس فریق کی طرف سے تجویز کئے گئے تھے ان کی نسبت الہامی فقرہ

یعنی ہاویہ کے لفظ کی تشریح ہم نے یہ کی تھی کہ اس سے موت مراد ہے بشرطیکہ حق کی طرف وہ رجوع نہ کریں۔ اب ہمیں خدا تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے جتلا دیا کہ انہوں نے عظمت اسلام کا خوف اور ہم اور غم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔ جس سے وعدہ موت میں تاخیر ہوئی کیونکہ ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے دل میں لحاظ رکھتا اور وہی رحیم اور کریم خدا ہے جس نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا ہے کہ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ [۱] یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی نیک کام کرے وہ بھی ضائع نہیں ہوگا۔ اور ضرور اس کا اجر پائے گا۔ سو مسٹر عبداللہ آتھم نے الہامی شرط کے موافق کسی قدر اسلامی سچائی کی طرف جھکنے سے اپنا اجر پا لیا۔ ہاں جب پھر بے باکی اور سخت گوئی اور گستاخی کی طرف میل کرے گا۔ تو وہ وعدہ ضرور اپنا کام کرے گا۔ اس ہمارے وعدے کا ثبوت اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے اپنی خوفناک حالت اور وہم اور سراسیمگی اور شہر بشہر بھاگتے پھرنے سے آپ دکھا دیا لیکن ہم اپنی فتح یابی کا قطعی فیصلہ کرنے کے لئے اور تمام دنیا کو دکھانے کے لئے کہ کیونکر ہم کو فتح نمایاں حاصل ہوئی۔ یہ سہل اور آسان طریق تصفیہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے نزدیک ہمارا یہ بیان بالکل کذب اور دروغ اور افترا ہے تو وہ مرد میدان بن کر اس اشتہار کے شائع ہونے سے ایک☆ ہفتہ تک ہماری مفصلہ ﴿ب﴾

☆نوٹ۔ ایک ہفتہ کی میعاد تھوڑی نہیں بلکہ بہت ہے کیونکہ امرتسر سے قادیان میں دوسرے دن خط پہنچ جاتا ہے اور ہر چند اس قدر میعاد دینا مصلحت کے برخلاف ہے کیونکہ جو فریق درحقیقت شکست یافتہ ہے وہ انہیں چند روز میں سادہ لوحوں کو دھوکہ دے کر ہزاروں کو ورطہ ضلالت میں ڈال سکتا ہے۔ مگر اتماماً للحجۃ یہ وسیع میعاد دی گئی ہے۔۱۲۔

[۱] الزلزال:۸

ذیل تجویز کو قبول کر کے ہم کو اطلاع دیں۔ اور تجویز یہ ہے کہ اگر اس پندرہ مہینہ کے عرصہ میں کبھی ان کو سچائی اسلام کے خیال نے دل پر ڈرانے والا اثر نہیں کیا اور نہ عظمت اور صداقت الہام نے گرداب غم میں ڈالا اور نہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اسلامی توحید کو انہوں نے اختیار کیا اور نہ ان کو اسلامی پیشگوئی سے دل میں ذرہ بھی خوف آیا اور نہ تثلیث کے اعتقاد سے وہ ایک ذرہ متزلزل ہوئے تو وہ فریقین کی جماعت کے روبرو تین مرتبہ انہیں باتوں کا انکار کریں کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ اور عظمت اسلام نے ایک لحظہ کے لئے بھی دل کو نہیں پکڑا اور میں مسیح کے ابنیّت اور الوہیّت کا زور سے قائل رہا اور قائل ہوں اور دشمن اسلام ہوں۔ اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں۔ تو میرے پر ایک ہی برس کے اندر وہ ذلت کی موت اور تباہی آوے جس سے یہ بات خلق اللہ پر کھل جائے کہ میں نے حق کو چھپایا۔ جب مسٹر آتھم صاحب یہ اقرار کریں تو ہر ایک مرتبہ کے اقرار میں ہماری جماعت آمین کہے گی۔ تب اسی وقت ایک ہزار روپیہ کا بدرہ باضابطہ تمسک لے کر ان کو دیا جائے گا اور وہ تمسک ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عمادالدین کی طرف سے بطور ضمانت کے ہوگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ یہ ہزار روپیہ بطور امانت مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے پاس رکھا گیا۔ اور اگر وہ حسب اقرار اپنے کے ایک سال کے اندر فوت ہو گئے تو اس روپیہ کو ہم دونوں ضامن بلاتوقف واپس دے دیں گے اور واپس کرنے میں کوئی عذر اور حیلہ نہ ہوگا۔

اور اگر وہ انگریزی مہینوں کے رو سے ایک سال کے اندر فوت نہ ہوئے تو یہ روپیہ ان کا مِلک ہو جائے گا۔ اور ان کی فتح یابی کی ایک علامت ہوگی۔ اور اگر ہمارا رجسٹری شدہ اشتہار پا کر جو ان کے نام اور ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب

کے نام ہوگا۔ تاریخ وصول سے ایک ہفتہ تک انہوں نے اس مقابلہ کے لئے درخواست نہ کی تو سمجھا جائے گا کہ فتح اسلام پر انہوں نے مہر لگا دی۔ اور ہمارے الہام کی تصدیق کر لی۔ یہ فیصلہ ہے جو خدا تعالیٰ اپنے سچے بندوں کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے کرے گا۔ اور جھوٹ کے منصوبہ کو نابود کر دے گا اور دروغ کے پتلے کو پاش پاش کر دے گا۔ اور اس اقرار کے لئے ہم مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو یہ تکلیف نہیں دیتے ہیں کہ وہ امرتسر میں ہمارے مکان پر آویں۔ بلکہ ہم ان کے بلانے کے بعد معہ ہزار روپیہ کے ان کے مکان پر آویں گے اور ان کے بلانے کی تاریخ سے ہمیں اختیار ہوگا کہ تین ہفتہ تک کسی تاریخ میں روپیہ لے کر ان کے پاس معہ اپنی جماعت کے حاضر ہو جائیں اور ان پر واجب ہوگا کہ ہمارے بلانے کے لئے رجسٹری شدہ خط بھیجیں پھر ہم اطلاع پا کر تین ہفتہ کے اندر معہ ہزار روپیہ کے حاضر نہ ہوں تو بلا شبہ وعدہ خلاف کرنے والے اور کاذب ٹھہریں گے اور ہم خود ان کے مکان پر آئیں گے اور ان کو کسی قدم رنجہ کی تکلیف نہ دیں گے ہم ان کو اتنی بھی تکلیف نہیں دیں گے کہ اس اقرار کیلئے کھڑے ہو جائیں یا بیٹھ جائیں۔ بلکہ وہ بخوشی اپنے بستر پر ہی لیٹے رہیں۔ اور تین مرتبہ وہ اقرار کر دیں۔ جو لکھ دیا گیا ہے۔ اور ہم ناظرین کو مکرر یاد دلاتے ہیں۔ کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی نسبت ہماری پیشگوئی کے دو پہلو تھے یعنی یا تو ان کی موت اور یا ان کا حق کی طرف رجوع کرنا اور رجوع کرنا دل کا فعل ہے جس کو خلقت نہیں جانتی۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے اور خلقت کے جاننے کے لئے یہ فیصلہ ہے جو ہم نے کر دیا اور خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ﴿ج﴾

کو اس بات کی طرف تحریک نہ دی کہ وہ اس اثناء میں بدزبانی اور سخت گوئی کو کمال تک پہنچا کر موت کے اسباب اپنے لئے جمع کرتے بلکہ ان کے دل میں عظمت اسلام کا خوف ڈال دیا تا وہ اس شرط سے فائدہ اٹھالیں۔ جو رجوع کرنے والوں کے لئے الہامی الفاظ میں لکھے گئے تھے اور خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ عیسائیوں کو کچھ عرصہ تک جھوٹی خوشی پہنچاوے اور پھر وہ فیصلہ کرے جس سے درحقیقت اندھے آنکھیں پائیں گے اور بہروں کے کان کھلیں گے اور مردے زندے ہوں گے اور بخیل اور حاسد سمجھیں گے کہ انہوں نے کیسی غلطی کی۔ امرت سر کے عیسائی اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ خداوند مسیح نے مسٹر عبد اللہ آتھم کو بچا لیا۔ سو اب اگر وہ اپنے تئیں سچے خیال کرتے ہیں تو ان پر واجب ہے کہ مقابلہ سے ہمت نہ ہاریں کیونکہ اگر وہ مصنوعی خدا اُن کا درحقیقت بچانے والا ہی ہے تو ضرور اس آخری فیصلہ پر بچالے گا کیونکہ اگر موت وارد ہوگئی تو سب عیسائیوں کی روسیاہی ہے چاہیئے کہ اپنے اس مصنوعی خداوند پر توکل کر کے اپنی پیٹھ نہ دکھلاویں۔ لیکن یاد رکھیں کہ ہرگز ان کو فتح نہیں ہوگی جو شخص آپ فوت ہو گیا ہے وہ دوسرے کو فوت ہونے سے کب روک سکتا ہے۔ روکنے والا ایک ہے جو حیّ قیوم ہے جس کے ہم پرستار ہیں۔ یہ تو ہم نے مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کا حال بیان کیا۔ جو فریق مخالف سے بحث کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ لیکن اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس فریق مخالف میں سے جو لوگ بطور معاون یا حامی یا سرگروہ تھے ان کا کیا حال ہوا انہوں نے بھی کچھ ہاویہ کا مزہ چکھا ہے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ ضرور چکھا اور میعاد کے اندر ہر ایک نے کامل طور سے چکھا۔ چنانچہ پادری رائٹ صاحب جو بطور

سرگروہ تھے۔ میعاد کے اندر عین جوانی میں اس دنیا سے کوچ کر گئے اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب اپنی مصیبت میں رہے غالباً وہ ان کے جنازہ پر بھی حاضر نہیں ہو سکے۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے دل کو ان کی بے وقت موت کا ایسا صدمہ پہنچا۔ کہ بس مجروح کر دیا۔ اور فریق مخالف کے گروہ میں سے جو بطور معاونوں کے تھے ان میں سے ایک پادری ٹامس ہاول تھا۔ جس نے بار بار محرف کتابوں کو پڑھ کر اپنا حلق پھاڑا اور لوگوں کا مغز کھایا۔ وہ مباحثہ کے بعد ہی ایسا پکڑا گیا اور ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہوا کہ مرمر کے بچا اور ایک معاون عبداللہ پادری تھا جو چپکے چپکے قرآن شریف کی آیتیں دکھاتا اور عبرانی کے ٹوٹے پھوٹے حرف پڑھتا تھا۔ اس کو بھی میعاد کے اندر سخت بیماری نے موت تک پہنچایا۔ اور معلوم نہیں کہ بچا یا گذر گیا۔ باقی رہا پادری عمادالدین اس کے گلے میں ہزار لعنت کی ذلت کا لمبا رسہ پڑا جو **نور الحق** کے جواب سے عاجز ہونے سے اس کو اور اس کے تمام بھائیوں کو نصیب ہوا۔ اب فرمایئے اس تمام فریق میں سے ہاویہ سے کون بچا کسی ایک کا تو نشان دیں۔ ہمارے یہ ثبوت ہیں جو ہم نے لکھ دیئے۔ بالآخر ہم یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر اب بھی کوئی مولوی مخالف جو اپنی بدبختی سے عیسائی مذہب کا مددگار ہو یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا کیسوں والا سکھ ہماری فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اس کے لئے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور ہزار روپیہ نقد ان کو دلا دے جس کے دینے میں ہم ان کے حلف کے بعد ایک منٹ کے توقف کا بھی وعدہ نہیں کرتے اور اگر ایسا نہ کرے اور محض اوباشوں اور بازاری

﴿د﴾

بدمعاشوں کی طرح ٹھٹھا ہنسی کرتا پھرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں بلکہ اس کی فطرت میں خلل ہے سو اگر بجز اس تحقیق کے تکذیب کرے تو وہ کاذب ہے اور **لعنۃاللّٰہ علی الکاذبین** کا مصداق۔ اور اگر مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے پاس جانے کے لئے اس کو کچھ مسافت طے کرنی پڑتی ہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے خرچ سے اس کے لئے یکّہ یا ٹٹّو یا ڈولی جو کچھ چاہے مہیا کر دیں گے اور اگر وہ ہندو ہے یا کیسوں والا سکھ یا کوئی اور غیر مذہب والا ہے تو اس کی غذا کے لئے بھی ہم نقد دے دیں گے۔ یہ نہایت صفائی کا فیصلہ ہے اور کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا اور شکست خوردہ قرار دے یا بازاروں میں ٹھٹھا یا ہنسی کرتا پھرے اور بغلیں بجاتا پھرے ہاں جو لوگ ناجائز طور کی عداوت رکھتے ہیں۔ وہ ناجائز تہمتوں کا طومار باندھ کر ناحق اسلام کے دشمن بن جاتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ اسلام کا خدا سچا خدا ہے۔ جو نہ کسی عورت کے پیٹ سے نکلا اور نہ کبھی بھوکا اور پیاسا ہوا وہ ان سب تہمتوں سے پاک ہے جو اس کی نسبت کوئی خیال کرے کہ ایک مدت تک اس کی خدائی کا انتظام درست نہ تھا اور نجات دینے کی کوئی راہ اور سبیل اسے نہیں ملتی تھی۔ یہ تو مدت کے بعد گویا ساری عمر بسر کر کے سوجھی کہ مریم سے اپنا بیٹا پیدا کرے اور مریم کی پیدائش سے پہلے یہ کفارہ کی تدبیر اس کے خیال میں نہ گذری اور نہ کامل خدا کی نسبت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صرف نام ہی کا پرمیشر ہے ورنہ سب کچھ جیو اور پرکرتی وغیرہ آپ ہی آپ قدیم سے ہے۔ نہیں بلکہ وہ قادر مطلق اور کل کا خالق ہے۔

اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس میں کیا بھید ہے کہ پیشگوئی کے دو پہلو میں سے موت کے پہلو کی

طرف خدا تعالیٰ نے مسٹر عبد اللہ آتھم کے لئے رخ نہ کیا اور دوسرا پہلو لے لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ موت کا پہلو مجروح اور تختہ مشق اعتراضات کا ہو گیا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ مرنا کیا نئی بات ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب پہلے موت کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ چھ مہینہ تک فوت ہو جاوے گا اور کوئی کہتا تھا کہ بڈھا ہے کوئی کہتا تھا کمزور ہے موت کیا تعجب ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جادو سے مار دیں گے یہ شخص بڑا جادوگر ہے سو خدائے حکیم و علیم نے دیکھا کہ معترضوں نے اس پہلو کو بہت کمزور اور مشکوک کر دیا ہے۔ اور خیالات پر سے اس کا اثر اٹھا دیا ہے اس لئے دوسرا پہلو اختیار کیا اور اس پہلو سے جادو کا گمان کرنے والے بھی شرمندہ ہوں گے کیونکہ دلوں کو حق کی طرف پھیرنا جادوگروں کا کام نہیں بلکہ خدا اور اس کے نبیوں اور رسولوں کا کام ہے سو اس وقت تک خدا تعالیٰ نے مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کی موت کو ان وجوہات سے ٹال دیا اور مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے دل پر عظمت اسلام کا رعب ڈال کر پہلو ثانی سے اس کو حصہ دے دیا لیکن اب عیسائیوں کی راہیں بدل گئیں اور بھولا بسرا خداوند مسیح کہیں سے نکل آیا یہ ان زبانوں پر جاری ہو گیا کہ خداوند مسیح بڑا ہی قادر خدا ہے جس نے مسٹر عبد اللہ آتھم کو بچا لیا اس لئے ضرور ہوا کہ خدا تعالیٰ اس مصنوعی خدا کی حقیقت دنیا پر ظاہر کرے کہ کیا یہ عاجز انسان جس کا نام ربنا المسیح رکھا گیا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے۔ سو اب موت کے پہلو کا وقت آ گیا اب ہم دیکھیں گے کہ عیسائیوں کا خدا کہاں تک طاقت رکھتا ہے اور کہاں تک اس مصنوعی خدا پر ان لوگوں کا توکل ہے اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور جواب کے منتظر ہیں۔ **والسلام علی من اتبع الھدٰی**

المشتہر

۹ ؍ ستمبر ۱۸۹۴ء　　خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

فتح اسلام فتح اسلام فتح اسلام

﴿۱﴾

اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ مرتبہ دوم

یہ دو ہزار روپیہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب کے حلف پر بلا توقف ان کے حوالہ کیا جائے گا

(دو ہزار کا اشتہار) بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (دو ہزار کا اشتہار)

الحق مع آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہم نے ۹ ؍ستمبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں لکھا تھا کہ آتھم صاحب نے ایام پیشگوئی میں ضرور حق کی طرف رجوع کر لیا اور اسلام کی عظمت کا اثر اپنے دل پر ڈال لیا۔ اگر یہ سچ نہیں تو وہ نقد ایک ہزار روپیہ لیں اور قسم کھالیں کہ انہوں نے اس خوف کے زمانہ میں رجوع نہیں کیا۔ چنانچہ اسی حقیقت کو خلق اللہ پر ظاہر کرنے کے لئے تین رجسٹری شدہ خط آتھم صاحب☆ اور ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین

☆ **مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کی طرف خط**: مسٹر آتھم صاحب آپ کو معلوم ہے کہ کس قدر جھوٹے بے ایمانوں نام کے مسلمان یا مولوی یا عیسائیوں نے یہ خلاف واقع خبر اڑا دی ہے کہ آپ نے باوجود یہ کہ خدا تعالیٰ کے سچے اور پاک دین اسلام کی طرف کچھ بھی رجوع نہ کیا۔ پھر بھی وعید موت سے بچ گئے اور عیسائی غالب رہے اور پیشگوئی جھوٹی نکلی اور اللہ جلّ شانہ جس کی عظمت اور ہیبت سے زمین اور آسمان کانپتے ہیں۔ اس نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ نے خوف کے دنوں میں نہایت ہم و غم کی حالت میں در پردہ اسلام کی طرف رجوع کر لیا۔ یعنی اسلامی عظمت کو آپ نے دل

تعداد اشاعت دس ہزار (۱۰۰۰۰)

صاحب کی خدمت میں روانہ کئے گئے۔ کل ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب کی طرف سے وکیل کے طور پر انکاری خط آیا جس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ آتھم صاحب کسی طور سے قسم کھانا نہیں چاہتے اور باوجودیکہ دس ستمبر ۱۸۹۴ء سے ایک ہفتہ کی میعاد دی گئی تھی مگر وہ میعاد بھی گذر گئی مگر بجز ایک انکاری خط کے اور کوئی خط نہیں آیا۔ پس کیا اب بھی یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ ﴿۲﴾

بقیہ حاشیہ: میں بٹھالیا۔ جس کو آپ پوشیدہ رکھتے ہیں اس لئے اس نے جو غیبوں کا جاننے والا اور انسان کے عمیق اور چھپے ہوئے خیالوں کو دیکھنے والا ہے اپنے وعدہ اور شرط کے موافق اس عذاب سے آپ کو بچا لیا جو اس صورت میں نازل ہوتا جبکہ آپ اس شرط کے موافق کچھ بھی اپنی اصلاح نہ کرتے اور نہ اسلامی عظمت سے ہراساں ہوتے اور اگر نعوذ باللہ یہ الہام الٰہی آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہے تو میں آپ کو اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کیا اور جس کی طرف آپ کو جانا ہے کہ عام جلسہ میں تین مرتبہ قسم کھا کر میرے روبرو اس کی تکذیب کر دیں اور صاف کہہ دیں کہ یہ الہام جھوٹا ہے۔ اور اگر سچا ہے اور میں نے ہی جھوٹ بولا ہے تو اے قادر غیور خدا مجھ کو سخت عذاب میں مبتلا کر اور اسی میں مجھ کو موت دے تب میں مع اپنے چند عاجز مخلصوں کے جو لعنتوں کا نشانہ ہو رہے ہیں آمین کہوں گا اور ربّ العرش سے چاہوں گا کہ میرا اور آپ کا قطعی فیصلہ کر دے جو کچھ میں نے الہام سنایا ہے بجز خدا تعالیٰ اور میرے اور آپ کے دل کے اور کسی کو خبر نہیں۔ سو میں اسی مالک کی آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ میرے الہام کے مکذب ہیں تو میرے روبرو حلفاً اقرار مذکور کر کے آسمانی فیصلہ کا دروازہ کھول دیں ہم ستائے گئے اور دکھ دیئے گئے اور ہم پر لعنتیں ہوئیں اور ہم جھوٹے سمجھے گئے اس لئے ناچار میں تیسری مرتبہ آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ کو اس قادر توانا کی قسم ہے جس کے جلال سے ملائک پر بھی لرزہ پڑتا ہے کہ آپ حلفاً عام جلسہ میں میرے روبرو اس طور کی قسم کھا کر جو میں اشتہار میں بتلا چکا ہوں مجھ سے فیصلہ کر و تا کاذب ہلاک ہو اور جھوٹا تباہ ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہ کرو تو آپ نے میری سچائی اور میری صداقت پر مہر لگا دی اور ان شریر مسلمانوں اور عیسائیوں کا جھوٹا اور روسیاہ ہونا ثابت کر دیا کہ جو گدھے کی طرح زور زور سے چیخیں مار کر کہہ رہے ہیں عیسائیوں کی فتح ہوئی۔ اب دعا پر ختم کرتا ہوں اے حی و قیوم حق ظاہر کر اور اپنے وعدہ کے موافق جھوٹوں کو پامال کر دے (آمین)

☆**نوٹ۔** الہامی پیشگوئی نہ صرف آتھم صاحب کے متعلق تھی بلکہ اس تمام مخالف فریق کے متعلق تھی جو اس جنگ مقدس کیلئے اپنے اپنے طور پر خدمتوں کیلئے مقرر تھے آتھم صاحب کے ہاتھ میں تو وہ نابکار اور شکستہ تلوار پکڑائی گئی تھی جو سچائی کا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتی تھی اور باقی فریق میں سے کوئی بطور معاون اور کوئی مشیر جنگ اور کوئی سرگروہ تھا پس آخر اس جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ کوئی ان سے پندرہ مہینے کے اندر مارا گیا کوئی زخمی ہوا اور کوئی لعنت کی ہزار کڑی والی زنجیر میں گرفتار ہو کر ہمیشہ کی ذلت کے قید خانے میں ڈالا گیا اور آتھم صاحب خوف کھا کر بھاگ گئے اور اسلامی عظمت کے جھنڈے کے نیچے پناہ لی۔ منہ

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے ضرور پیشگوئی کے زمانے میں اسلامی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دے کر حق کی طرف رجوع کر لیا تھا مگر اب بھی بعض متعصب ناقص الفہم لوگ شک رکھتے ہیں **تو اب ہم یہ دوسرا اشتہار دو ہزار روپیہ انعام کے شرط سے نکالتے ہیں** اگر آتھم صاحب جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ میں نے پیشگوئی کی مدت کے اندر عظمت اسلامی کو اپنے دل پر جگہ ہونے نہیں دی اور برابر دشمن اسلام رہا۔ اور حضرت عیسٰی کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر مضبوط ایمان رکھا تو اسی وقت نقد دو ہزار ؔ روپیہ ان کو بہ شرائط قرار دادہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء بلا توقف دیا جائے گا اور اگر ہم بعد قسم دو ہزار ؔ روپیہ دینے میں ایک منٹ کی بھی توقف کریں تو وہ تمام لعنتیں جو نادان مخالف کر رہے ہیں ہم پر وارد ہوں گی اور ہم بلا شبہ جھوٹے ٹھہریں گے اور قطعاً اس لائق ٹھہریں گے کہ ہمیں سزائے موت دی جائے اور ہماری کتابیں جلا دی جائیں اور ملعون وغیرہ ہمارے نام رکھے جائیں اور اگر اب بھی آتھم صاحب باوجود اس قدر انعام کثیر کے قسم کھانے سے منہ پھیر لیں تو تمام دشمن و دوست یاد رکھیں کہ انہوں نے محض عیسائیوں سے خوف کھا کر حق کو چھپایا ہے اور اسلام غالب اور فتح یاب ہے پہلے تو ان کے حق کی طرف رجوع کرنے کا صرف ایک گواہ تھا یعنی ان کی وہ خوف زدہ صورت جس میں انہوں نے پندرہ مہینے بسر کئے اور **دوسرا گواہ** یہ کھڑا ہوا کہ انہوں نے باوجود ہزار روپیہ نقد ملنے کے قسم کھانے سے انکار کیا ہے اب **تیسرا گواہ** یہ دو ہزار ؔ روپیہ کا اشتہار ہے اگر اب بھی قسم کھانے سے انکار کریں تو رجوع ثابت۔ کیا کوئی سچا موت سے ڈر کر انکار کر سکتا ہے کیا ہر ایک جان خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہیں جبکہ عیسائیوں کا مقولہ ہے کہ ان کی جان مسیح نے بچائی اور ہم کہتے ہیں کہ نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اسلامی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دینے سے الہام کی شرط کے موافق جان بچ گئی تو اب اس جھگڑے کا فیصلہ بجز ان کی قسم کے اور کیونکر ہو۔ اگر یہی بات سچی ہے کہ صرف مسیح نے ان پر فضل کیا۔ تو اب اس معرکہ کی لڑائی میں جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں ضرور مسیح ان پر فضل کرے گا۔ اور اگر یہ بات سچی ہے کہ انہوں نے درحقیقت خوف کے دنوں میں

﴿۳﴾

اپنے دل میں اسلام کی طرف رجوع کرلیا تھا تو اب منکرانہ قسم کھانے کے بعد ضرور بغیر تخلف اور بغیر استثناء کسی شرط کے ان پر موت آئے گی۔ غرض یہ فیصلہ تو نہایت ضرور ہے۔ اس سے وہ کہاں اور کیونکر گریز کر سکتے ہیں☆ اور اگر اب بھی باوجود اس دو ہزار روپیہ کے جو نقد **بلا تکلیف حلوائے بے دُود کی طرح ان کو ملتا ہے قسم کھانے سے انکار کریں تو سارا جہان گواہ رہے کہ ہم کو فتح کامل ہوئی** اور عیسائی کھلے طور پر شکست پا گئے اور ہمارا تو یہ حق تھا کہ اول دفعہ کے اشتہار پر ہی کفایت کرتے۔ کیونکہ جب ہزار روپیہ نقد دینے سے وہ قسم نہ کھا سکے تو صریح ان پر حجت پوری ہو گئی مگر ہم نے نہایت موٹی عقل کے لوگوں اور حاسدوں اور متعصبوں کی حالت پر رحم کر کے مکرر یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار بطور **تیسرے گواہ** اپنی صداقت کے جاری کیا ہے ہمارے مولوی مکفر جو عیسائیوں کی فتح کو بدل و جان چاہتے ہیں سب مل کر ان کو سمجھاویں کہ ضرور قسم کھاویں اور ان کی بھی عزت رکھ لیں اور اپنی بھی۔ قطعی فیصلہ تو یہ ہے جو قسم کے کھانے یا انکار کرنے سے ہو نہ وہ یکطرفہ الہام جس کے ساتھ صریح شرط رجوع بحق کرنے کی لگی ہوئی تھی اور جس شرط پر عمل درآمد کا ثبوت آتھم صاحب نے اپنی خوفناک حالت دکھلانے سے آپ ہی دے دیا۔ بلکہ نور افشاں ۱۴؍ ستمبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۱۲ پہلے ہی کالم کی پہلی ہی سطر میں ان کا یہ بیان لکھا ہے کہ میرا خیال تھا کہ شاید میں مارا بھی جاؤں گا۔ اسی کالم میں یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے یہ باتیں کہہ کر رو دیا۔ اور رونے سے جتلایا کہ میں بڑے دکھ میں رہا پس ان کا رونا بھی ایک گواہی ہے کہ ان پر اسلامی پیشگوئی کا بہت سخت اثر رہا ورنہ اگر مجھ کو کاذب جانتے تھے تو ایسی کیا مصیبت پڑی تھی جس کو یاد کر کے اب تک رونا آتا ہے پھر اب سب سے بڑھ کر گواہ یہ ہے کہ انہوں نے ہزار روپیہ لے کر قسم کھانا منظور نہیں کیا ورنہ جس شخص کو وہ پندرہ مہینے کے متواتر تجربہ سے جھوٹا ثابت کر چکے ہیں اس کے سراسر جھوٹ بیان کے رد کرنے کے لئے خواہ نخواہ غیرت جوش مارنی چاہیئے تھی اور چاہیئے تھا کہ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ قسم کھانے کو تیار ہو جاتے کیونکہ اپنے آپ کو سچا سمجھتے تھے اور مجھے صریح کاذب۔

☆**نوٹ**: مسٹر عبداللہ آتھم نے بہ ایام انعقاد شرائط مباحثہ اپنے ایک تحریری عہد سے جو ہمارے پاس موجود ہے ہمیں اطلاع دی تھی۔ کہ وہ کسی

خیر اب ہم الزام پر الزام دینے کے لئے ایک اور ہزار روپیہ خرچ کر دیتے ہیں **اور یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار** جو ہماری صداقت کے لئے بطور گواہ ثالث ہے جاری کرتے ہیں اور ہمارے مخالف یاد رکھیں کہ اب بھی آتھم صاحب ہرگز قسم نہیں کھائیں گے کیوں نہیں کھائیں گے اپنے جھوٹا ہونے کی وجہ سے اور یہ کہنا کہ شاید ان کو یہ دھڑکا ہو کہ ایک برس میں مرنا ممکن ہے۔ پس ہم

﴿۴﴾ **بقیہ حاشیہ:** نشان کے دیکھنے سے ضرورؔ اپنے عقائد کی اصلاح کر لیں گے یعنی دین اسلام قبول کر لیں گے۔ سو یہ خط بھی ایک گواہ ان کی اندرونی حالت کا ہے کہ وہ سچائی کے قبول کرنے کیلئے پہلے ہی سے مستعد تھے۔ پھر جب یہ الہام اپنے پُر رعب مضمون میں انہیں کے بارہ میں ہوا اور انہیں پر پڑا۔ اور الہام بھی موت کا الہام جو بالطبع ہر یک پر گراں گزرتی ہے۔ اور ہر یک اپنی چند روزہ زندگی کو عزیز رکھتا ہے۔ اور یہ اپنے اسلام لانے کا وعدہ انہوں نے اس وقت کیا تھا کہ جب انہیں اس بات کا خیال بھی نہیں تھا کہ وہ نشان مطلوب انہیں کی موت کے بارے میں ہوگا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کریں۔ اور وہ الہام نہایت شدومد اور تاکید سے اور ایسے پرزور الفاظ میں سنایا گیا جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ تو کیا یہ نہایت قریب قیاس نہیں کہ ایسے مستعد اور قابل انفعال دل پر ایسی پرزور تقریر نے بہت بُرا اثر کیا ہوگا۔ اور انہوں نے ایسے منذر الہام کو سن کر ضرور متاثر ہو کر اندر ہی اندر اپنی اصلاح کی ہوگی جیسے ان کے دوسرے مضطربانہ حالات بھی اس پر شاہد ہیں اور نیز اس خط سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ ہرگز تثلیث اور مسیح کے خون اور کفارہ پر مطمئن نہیں تھے۔ کیونکہ ایک ایسا شخص جو اپنے عقائد پر سچے دل سے مطمئن ہو وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لا سکتا کہ بعض نشانوں کے دیکھنے سے ان عقائد کو ترک کر دوں گا۔ اصل خط ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہمارے پاس موجود ہے۔ جو صاحب شک رکھتے ہیں دیکھ لیں۔ منہ

﴿۲﴾ **حلّ الاشکال:** بعض مخالف مولوی صاحبوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ایک دشنام دہی کی قسم ہے کہ مخالف مولویوں اور ان کے پیرووٴں کو اس طور سے اور اس شرط سے بد اصل اور ولد الحرام قرار دیا ہے

﴿۴﴾ کہتے ہیں کہ کون مارے گا کیا ان کا خداوند مسیح یا اور کوئی پس جبکہ یہ دو خداؤں کی لڑائی ہے ایک سچا خدا جو ہمارا خدا ہے اور ایک مصنوعی خدا جو عیسائیوں نے بنالیا ہے۔ تو پھر اگر آتھم صاحب حضرت مسیح کی خدائی اور اقتدار پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ آزما بھی چکے ہیں تو پھر ان کی خدمت میں عرض کر دیں کہ اب اس قطعی فیصلہ کے وقت میں مجھ کو ضرور زندہ رکھیو۔ یوں تو

بقیہ حاشیہ : کہ نہ تو وہ اس خلاف حق کلمہ سے منہ بند کریں کہ اسلام اور عیسائیت کی بحث میں عیسائیوں کی فتح ہوئی۔ اور نہ مسٹر آتھم صاحب کو قسم کھانے پر آمادہ کریں۔ اور وجہ اعتراض یہ بیان کی گئی ہے کہ آتھم صاحب پر ہمارا کچھ زور اور حکم تو نہیں تا خواہ نخواہ قسم کھانے پر ان کو مستعد کریں۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ اے بے ایمانو اور دل کے اندھو اور اسلام کے دشمنو اگر آتھم صاحب قسم کھانے سے گریز کر رہے ہیں تو اس سے کیا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یا یہ نتیجہ کہ درحقیقت آتھم صاحب نے دل میں اسلام کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ تبھی تو وہ جھوٹی قسم کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ جبکہ تم نیم عیسائی ہو کر بدل و جان زور لگا رہے ہو کہ آتھم صاحب کسی طرح اقرار کر دیں کہ میں درحقیقت ایام میعاد پیشگوئی میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن رہا اور عاجز انسان کو خدا جانتا رہا۔ تو پھر اگر آتھم صاحب درحقیقت پکے عیسائی اور دشمن اسلام ہیں۔ تو ان کو ایسی قسم سے کون روکتا ہے جس کے کھانے کے ساتھ دو ہزار روپیہ نقد ان کو ملے گا اور جس کے نہ کھانے سے یہ ثابت ہوگا کہ ﴿۳﴾ عظمت اسلام ضرور ان کے دل میں سما گئی۔ اور عیسائیت کے باطل اصول ان کی نظر میں حقیر اور مکروہ معلوم ہوئے اے نیم عیسائیو ذرہ اور زور لگاؤ۔ اور آتھم صاحب کے پیروں پر سر رکھ دو شاید وہ مان لیں اور یہ پلید لعنت تم سے ٹل جائے۔ ہائے افسوس عیسائی گریز کریں اور تم اصرار کرو عجیب سرشت ہے۔ اے نیم عیسائیو آج تم نے وہ پیشگوئی پوری کر دی۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو ستر ہزار میری امت میں سے دجّال کے ساتھ مل جائے گا۔ سو آج تم نے دجالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا دی تا جو اس پاک زبان پر جاری ہوا تھا وہ پورا ہو جائے۔ تمہیں وہ حدیث بھی

موت کی گرفت سے کوئی بھی باہر نہیں اگر آتھم صاحب چوسٹھ[۶۴] برس کے ہیں تو عاجز قریباً ساٹھ برس کا ہے اور ہم دونوں پر قانون قدرت یکساں مؤثر ہے لیکن اگر اسی طرح کی قسم کسی راستی کی آزمائش کے لئے ہم کو دی جائے تو ہم ایک برس کیا دس برس تک اپنے زندہ رہنے کی قسم کھا سکتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ دینی بحث کے وقت میں ضرور خدا تعالیٰ ہماری مدد کرے گا اور ایسا شخص تو سخت بے ایمان اور دہریہ ہوگا کہ جس کو ایسی بحث میں یہ خیال آوے کہ شاید میں اتفاقاً مرجاؤں کیا زندہ رہنا اور مرنا اس کے خدا کے ہاتھ نہیں۔ کیا بغیر حکم حاکم کے یوں ہی اتفاقی طور پر لوگ مرجاتے ہیں۔ اور نیز اتفاق اور امکان تو دونوں پہلو رکھتا ہے مرنا اور نا مرنا بھی بلکہ نا مرنے کا پہلو قوی اور غالب ہے کیونکہ مرجانا تو ایک نیا حادثہ ہے جو ہنوز معدوم ہے اور زندہ رہنا ایک معمولی امر ہے جو موجود بالفعل ہے پھر

بقیہ حاشیہ: بھول گئی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فتنہ ہوگا جس میں عیسائی کہیں گے کہ ہماری فتح ہوئی اور مہدی کے لوگ کہیں گے کہ ہماری فتح ہوئی اور عیسائیوں کیلئے شیطان گواہی دے گا کہ **الحق فی آل عیسٰی** اور مہدی کے لوگوں کیلئے رحمان گواہی دے گا کہ **الحق فی آل محمد**۔ سو اب سوچو کہ وہی وقت آ گیا۔ عیسائیوں نے شیطانی مکائد سے پنجاب اور ہندوستان میں کیا کچھ نہ کیا۔ یہی شیطانی آواز ہے اب رحمانی آواز کے منتظر رہو۔ **والسلام علٰی من اتبع الھدٰی**۔

﴿۴۰﴾

یقیناً سمجھنا چاہیے کہ ہمارا الہام کی رو سے آتھم صاحب کی پوشیدہ حالت پر اطلاع پانا کہ انہوں نے ضرور اسلامی عظمت اور صداقت کی طرف رجوع کیا ہے آتھم صاحب کے واسطے ایک نشان ہے اور اگر چہ کوئی دوسرا سمجھے یا نہ سمجھے مگر آتھم صاحب کا دل ضرور گواہی دے گا کہ یہ وہ پوشیدہ امر ہے جو ان کے دل میں تھا اور خدا تعالیٰ نے جو علیم وحکیم ہے اپنے بندہ کو اس سے اطلاع دی اور ان کے اس غم وہم سے مطلع فرمایا جو محض اسلامی شوکت اور صداقت کے قبول کرنے کی وجہ سے تھا نہ کسی اور وجہ سے اور یہی وجہ ہے کہ اب وہ میرے سامنے ہرگز مقابل پر نہیں آئیں گے کیونکہ میں صادق ہوں اور الہام سچا ہے۔ منہ

موت سے غم کرنا صریح اس امر کا ثبوت ہے کہ اپنے خدا کے کامل اقتدار پر ایمان نہیں حضرت یہ تو دو خداؤں کی لڑائی ہے اب وہی غالب ہوگا جو سچا خدا ہے۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے خدا کی ضرور یہ قدرت ظاہر ہوگی کہ اس قسم والے برس میں ہم نہیں مریں گے لیکن اگر آتھم صاحب نے جھوٹی قسم کھا لی تو ضرور فوت ہو جائیں گے تو جائے انصاف ہے کہ آتھم صاحب کے خدا پر کیا حادثہ نازل ہوگا کہ وہ ان کو بچا نہیں سکے گا اور منجی ہونے سے استعفیٰ دے دے گا۔ غرض اب گریز کی کوئی وجہ نہیں یا تو مسیح کو قادر خدا کہنا چھوڑیں اور یا قسم کھا لیں۔ ہاں اگر عام مجلس میں یہ اقرار کر دیں کہ ان کے مسیح ابن اللہ کو برس تک زندہ رکھنے کی تو قدرت نہیں مگر برس کے تیسرے حصہ یا تین دن تک البتہ قدرت ہے اور اس مدت تک اپنے پرستار کو زندہ رکھ سکتا ہے تو ہم اس اقرار کے بعد چار مہینہ یا تین ہی دن تسلیم کر لیں گے اگر اب بھی یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار پا کر منہ پھیر لیا تو ہر یک جگہ **ہماری کامل فتح** کا نقارہ بجے گا اور عیسائی اور نیم عیسائی سب ذلیل اور پست ہو جائیں گے اور ہم اس اشتہار کے روز اشاعت سے بھی ایک ہفتہ کی میعاد آتھم صاحب کو دیتے ہیں اور باقی وہی شرائط ہیں جو اشتہار ۹؍ ستمبر ۱۸۹۴ء میں بتصریح لکھ چکے ہیں والسلام علٰی من اتبع الھدٰی۔

المشتھر

میرزا غلام احمد قادیانی **۲۰؍ستمبر ۱۸۹۴ء**

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

﴿۱﴾

بسّم اللّٰہ الرّحمٰن الرحیم. نحمدہ ونصلی ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اشتہار

انعامی تینؔ ہزار روپیہ

بمرتبہ سوئم

اس تحریر میں آتھم صاحب کے لئے تین ہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا گیا ہے اور یہ انعام بعد قسم بلا توقف دو معتبر متمول لوگوں کا تحریری ضمانت نامہ لے کر ان کے حوالہ کیا جاوے گا اور اگر چاہیں تو قسم سے پہلے ہی باضابطہ تحریر لے کر یہ روپیہ ان کے حوالہ ہوسکتا ہے یا ایسے دو شخصوں کے حوالہ ہوسکتا ہے جن کو وہ پسند کریں اور اگر ہم بشرائط مذکورہ بالا روپیہ دینے سے پہلو تہی کریں تو ہم کاذب ٹھہریں گے مگر چاہیئے کہ ایسی درخواست روز اشاعت سے **ایک ہفتہ** کے اندر آوے اور ہم مجاز ہوں گے کہ **تین ہفتہ** کے اندر کسی تاریخ پر روپیہ لے کر آتھم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جائیں لیکن اگر آتھم صاحب کی طرف سے رجسٹری شدہ خط آنے کے بعد ہم تین ہفتہ کے اندر تین ہزار روپیہ نقد لے کر امرتسر یا فیروز پور یا جس جگہ پنجاب کے شہروں میں سے آتھم صاحب فرماویں ان کے پاس حاضر نہ ہوں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ہو گئے اور بعد میں ہمیں کوئی حق باقی نہیں رہے گا جو انہیں ملزم کریں بلکہ خود ہم ہمیشہ کے لئے ملزم اور مغلوب اور جھوٹے متصور ہوں گے۔

ہماری اس تحریر کے دو حصے ہیں **پہلا حصہ** ان مولویوں اور ناواقف مسلمانوں اور عیسائیوں سے متعلق ہے جو خواہ نخواہ عیسائیوں کو فتح یاب قرار دیتے ہیں اور ہماری فتح کے دلائل قاطعہ کو کمزور خیال کرتے ہیں اور اپنی خبث باطنی اور بخل اور غباوت کی وجہ سے اس سیدھی اور صاف بات کو نہیں سمجھتے جو نہایت بدیہی اور واضح ہے اور **دوسرے حصہ** میں آتھم صاحب کی خدمت میں **ایک خط** ہے جس میں ہم نے ان پر **حجت اللہ** پوری کر دی ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ بخیل مولویوں اور ناواقف مسلمانوں اور عیسائیوں کے اعتراض یہ ہیں جو ہم ذیل میں لکھ کر دفع کرتے ہیں۔ ﴿۲﴾

(۱) اعتراض اول۔ پیشگوئی تو جھوٹی نکلی اب تاویلیں کی جاتی ہیں **الجواب** منصف بنو اور سوچو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور آنکھیں کھول کر اس الہام کو پڑھو جو مباحثہ کے اختتام پر لکھا یا گیا تھا کیا اس کے دو پہلو تھے یا ایک تھا کیا اس میں صریح اور صاف طور پر نہیں لکھا تھا کہ ہاویہ میں گرایا جاوے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اب قسمًا کہو کیا اس کو تاویل کہہ سکتے ہیں یا صریح شرط موجود ہے کیا خدا تعالیٰ کا اختیار نہ تھا کہ دو پہلو میں سے جس کو چاہتا اسی کو پورے ہونے دیتا کیا ہم نے پیچھے سے تاویل کے طور پر کوئی بات بنا لی یا پہلے سے صاف اور کھلی کھلی شرط موجود ہے۔

(۲) اعتراض دویم۔ بے شک شرط موجود تو ہے مگر یہ کہاں سے اور کیونکر ثابت ہوا کہ آتھم صاحب نے خوف کے دنوں میں رجوع اسلام کی طرف کر لیا تھا اور اسلامی عظمت کو دل میں بٹھا لیا تھا کیا کسی نے اس کو کلمہ پڑھتے سنا یا نماز پڑھتے دیکھا بلکہ وہ تو اب بھی اخباروں میں یہی چھپواتا ہے کہ میں عیسائی ہوں اور عیسائی تھا۔ **الجواب** آتھم صاحب کا بیان بحیثیت شاہد مطلوب ہے نہ بحیثیت مدعا علیہ پس آتھم صاحب بغیر اس قسم غلیظ کے جس کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں اور جس کے لئے اب ہم **تین ہزار روپیہ نقد** ان کو دیتے ہیں جو کچھ بیان فرما رہے ہیں یا اخباروں میں چھپوا رہے ہیں وہ

سب بیان ایک **مدعا علیہ** کی حیثیت میں ہے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص **مدعا علیہ** کی حیثیت سے عدالت میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنی ذاتی اغراض اور سوسائٹی اور اپنے دوسرے دنیوی مصالح کے لحاظ سے نہ ایک دفعہ بلکہ لاکھ دفعہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہوسکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس وقت حلف دروغی کا مجرم نہیں، اس قانون **قدرت** کو ہر یک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ **قسم** کے وقت دروغ گو کو ضرور پکڑتا ہے اس لئے اگر جھوٹے بے ایمان کو کوئی قسم غلیظ دی جاوے مثلاً بیٹا مر جانے کی ہی قسم ہو تو ضرور اس وقت وہ ڈرتا ہے اور حق کا رعب اس پر غالب آجاتا ہے پس یہی سبب ہے کہ آتھم صاحب **قسم نہیں کھاتے** اور صرف بحیثیت مدعا علیہ انکار کئے جاتے ہیں۔ **پس اس** عجیب تماشا کو لوگ دیکھ لیں کہ ہم تو ان کو بحیثیت گواہ کھڑا کر کے اور گواہوں کی طرح ایک قسم غلیظ دے کر اس الہام کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جس سے وہ منکر ہیں اور وہ بار بار بحیثیت ایک مدعا علیہ کے اپنا عیسائی ہونا ظاہر کرتے ہیں یہ کس قدر دھوکا ہے جو لوگوں کو دے رہے ہیں۔ اس **دجّالی فرقے** کے مکروں کو دیکھو جو کیسے باریک ہیں ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت خوف کے دنوں میں اور ان دنوں میں جو دیوانوں کی طرح وہ بھاگتے پھرتے تھے اور جبکہ ان پر بہت سا اثر دہشت پڑا ہوا تھا درحقیقت اسلامی عظمت اور صداقت سے متاثر نہیں تھے تو کیوں اب بحیثیت ایک گواہ کے کھڑے ہو کر قسم نہیں کھاتے اور کیوں اس طریق فیصلہ سے گریز کر رہے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ اس طور سے قسم کھانے ☆ سے ان کی جان نکلتی ہے جس طور کو ہم نے اپنے اشتہار ہزار روپیہ اور پھر اشتہار دو ہزار روپیہ میں بتصریح بیان کیا ہے یعنی یہ کہ وہ عام مجمع میں ہماری حاضری کے وقت ان صاف اور صریح لفظوں میں قسم کھا جاویں کہ میں نے میعاد پیشگوئی میں اسلام کی

﴿۳﴾

☆نوٹ: اس قسم کا نام قسم آمینی ہے یعنی وہ قسم مؤکد بعذاب موت کھائیں اور ہم آمین کہیں آخری فیصلہ قسم ہے اس لئے قانون انگریزی نے بھی ہر یک قوم عیسائی وغیرہ کے لئے عندالضرورت قسم پر حصر رکھا ہے۔ منہ

طرف ایک ذرہ رجوع نہیں کیا اور نہ اسلامی صداقت اور عظمت نے میرے دل پر کوئی ہولناک اثر ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی روحانی ہیبت نے ایک ذرہ بھی میرے دل کو پکڑا بلکہ میں مسیح کی الوہیت اور ابنیت اور کفارہ پر پورا اور کامل یقین رکھتا رہا اور اگر میں خلاف واقعہ کہتا ہوں اور حقیقت کو چھپاتا ہوں تو اے قادر خدا مجھے ایک سال کے اندر ایسے موت کے عذاب سے نابود کر جو جھوٹوں پر نازل ہونا چاہیئے یہ قسم ہے جس کا ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں اور جس کے لئے ہم **اشتہار شائع** کرتے کرتے آج تین ہزار روپیہ تک پہنچے ہیں۔ ہم **قسمیہ** کہتے ہیں کہ ہم باضابطہ تحریر لے کر یعنی حسب شرائط اشتہار نہم ستمبر ۱۸۹۴ء تمسک لکھوا کر یہ تین ہزار روپیہ قسم کھانے سے پہلے دے دیں گے اور بعد میں قسم لیں گے۔ پھر کیوں آتھم صاحب پر اس بات کے سننے سے غشی پر غشی طاری ہو رہی ہے کیا اب وہ مصنوعی خدا فوت ہو گیا جس نے پہلے نجات دی تھی یا اس سے اب منجی ہونے کے اختیار چھین لئے گئے ہیں۔ ہمیں بالکل سمجھ نہیں آتا کہ کیسی شوخی اور دجالیت ہے کہ یوں تو آتھم صاحب بحیثیت ایک مدعا علیہ کے بہت باتیں کریں یہاں تک کہ اسلام کو جھوٹا مذہب بھی قرار دے دیں اور شیخی کی باتیں منہ سے نکالیں مگر جب بحیثیت شاہد ٹھہرا کر بطرز مذکورہ بالا ان سے قسم لینے کا مطالبہ ہو تو ایسی خاموشی کے دریا میں غرق ہو جائیں کہ گویا وہ دنیا میں ہی نہیں رہے۔ **کیا اے ناظرین** ان کے اس طرز طریق سے ثابت نہیں ہوتا کہ ضرور دال میں کالا ہے۔ غضب کی بات ہے کہ ایک ہزار روپیہ دینا کیا اور **رجسٹری** کر کے اشتہار بھیجا مگر وہ چپ رہے پھر دو ہزار روپیہ دینا کیا اور رجسٹری کر کے اشتہار بھیجا پھر بھی ان کی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی اور دونوں **میعادیں گذر گئیں** اب یہ تین ہزار روپیہ کا اشتہار جاری کیا جاتا ہے کیا کسی کو امید ہے کہ اب وہ قسم کھانے کیلئے میدان میں آئیں گے **ہرگز نہیں ہرگز نہیں**۔ وہ تو جھوٹ کی موت سے مر گئے **اب قبر سے کیونکر نکلیں**۔ ان کو تو یہ باتیں سن کر غش آتا ہے کیونکہ وہ جھوٹے ہیں اور ایک عاجز اور خاکی انسان کو خدا بنا کر اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ میعاد کی **زندان** سے نکلے بولتے بھی نہیں تھے اور سرنگوں رہتے تھے پھر رفتہ رفتہ **شیطانی سوسائٹی**

﴿۴﴾

سے مل کر اور دجالی ہوا کے لگنے سے دل سخت ہو گیا اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بھلا دیا پس ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک سخت دل اور دنیا پرست آدمی ایک ایسے **مقدمہ** میں پھنس جائے جس سے اس کو جان کا اندیشہ یا دائم الحبس ہونے کا خوف ہو تب وہ دل میں خدا تعالیٰ کو پکارتا رہے اور اپنی بدافعالیوں سے باز رہے اور پھر جب رہائی پا جائے تو اس رہائی کو بخت اور اتفاق پر حمل کرے اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو بھلا دیوے۔ قرآن کو کھول کر دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے کہ جو فرعونی صفت کا کوئی شعبہ اپنے اندر رکھتے ہیں کس قدر مثالیں دی ہیں چنانچہ منجملہ ان کے ایک **کشتی** کی بھی مثال ہے جب غرق ہونے لگی۔ پس اب آتھم صاحب اپنی دہریت پر ناز نہ کریں ذرہ قسم کھاویں پھر عنقریب دیکھیں گے کہ **خدا ہے اور وہی خدا ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے** نہ وہ کہ کروڑہا اور بے شمار برسوں کے بعد **مریم عاجزہ** کے پیٹ سے نکلا اور پھر حباب کی طرح ناپدید ہو گیا۔

(۳) اعتراض سوم ۔ یہ ہے کہ یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کسی پنڈت یا ہندے یا رمّال یا جفری کی پیشگوئی پر بھی جب کسی کی موت کی نسبت وہ بیان کرے تو ضرور بوجہ بشریت اس پیشگوئی کا خوف اور دہشت دل میں پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر آتھم صاحب کے دل پر بھی اسلامی پیشگوئی کی دہشت طاری ہوئی ہو تو کیوں اس خوف کو بھی بشریت کی طرف منسوب نہ کیا جاوے **الجواب** بشر تو بشریت سے کبھی منفک نہیں ہوتا لیکن جب بقول آپ کے اسلامی پیشگوئی کی عظمت اور صداقت نے آتھم صاحب کے دل پر اثر کیا اور ان کو ایک شدید خوف میں ڈال دیا تو بموجب تصریح قرآن کریم کے یہ بھی ایک رجوع کی قسم ہے کیونکہ اسلامی پیشگوئی کی تصدیق درحقیقت اسلام کی تصدیق ہے مثلاً منجم کی پیشگوئی سے وہ شخص ڈرتا ہے جو نجوم کو کچھ چیز سمجھتا ہے اور رمّال کی پیشگوئی سے وہی شخص خائف ہوتا ہے جو رمل کو کچھ حقیقت خیال کرتا ہے اسی طرح اسلامی پیشگوئی سے وہی شخص ہراساں اور لرزاں ہوتا ہے جس کا دل اس وقت اسلام کا مکذب نہیں بلکہ مصدق ہے اور ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اس قدر اسلام کی عظمت اور صداقت کو مان لینا اگرچہ نجات اخروی کیلئے مفید نہیں مگر

﴿۵﴾

عذاب دنیوی سے رہائی پانے کے لئے مفید ہے جیسا کہ قرآن کریم نے اس بارہ میں بار بار مثالیں پیش کی ہیں اور بارہا فرمایا ہے کہ ہم نے خوف اور تضرع کے وقت کفار کو عذاب سے نجات دے دی حالانکہ ہم جانتے تھے کہ وہ پھر کفر کی طرف عود کریں گے پس اسی قرآنی اصول کے موافق آتھم صاحب شدید خوف میں مبتلا ہو کر کچھ دنوں کے لئے موت سے نجات پا گئے کیونکہ انہوں نے اس وقت عظمت اور صداقت اسلامی کو قبول کیا اور رد نہ کیا جیسا کہ علاوہ ہمارے الہام کے ان کا پریشان حال ان کی اس اندرونی حالت پر گواہ رہا اور اگر یہ باتیں صحیح نہیں ہیں اور اسلام کا خدا ان کے نزدیک **سچا خدا** نہیں تو قسم کھانے سے کیوں وہ بھاگتے ہیں اور کون سا پہاڑ ان پر گرے گا جو انہیں کچل ڈالے گا کیا وہ **تجربہ** نہیں کر چکے جو ہم جھوٹے ہیں پس جھوٹوں کے **مقابل** پر تو پہلے سے زیادہ دلیری کے ساتھ **میدان** میں آنا چاہیئے ☆ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہی جھوٹے اور ان کا **مذہب** جھوٹا اور ان کی ساری باتیں جھوٹی ہیں اور اس پر یہی دلیل کافی ہے کہ جیسا کہ جھوٹے بزدل اور ہراساں ہوتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ اپنے جھوٹ کی شامت سے سچ مچ مر ہی نہ جائیں یہی حال ان کا ہو رہا ہے اگر آتھم صاحب پندرہ مہینہ کے تجربہ سے مجھے **کاذب** معلوم کر لیتے تو ان سے زیادہ میرے مقابل پر اور کوئی بھی دلیر نہ ہوتا اور وہ قسم کھانے کے لئے مستعد ہو کر اس طرح میدان میں دوڑ کر آتے کہ جس طرح **چڑیا** کے شکار کی طرف **باز دوڑتا ہے۔** مطالبہ قسم پر ان کو باغ باغ ہو جانا چاہیئے تھا کہ اب **جھوٹا دشمن قابو** میں آ گیا مگر یہ کیا

☆**حاشیہ:** بعض مخالف مولوی نام کے مسلمان اور ان کے چیلے کہتے ہیں کہ جب کہ ایک مرتبہ عیسائیوں کی فتح ہو چکی تو پھر بار بار آتھم صاحب کا مقابلہ پر آنا انصافاً اُن پر واجب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بے ایمانو نیم عیسائیو دجال کے ہمراہیو اسلام کے دشمنو کیا پیشگوئی کے دو پہلو نہیں تھے پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرے پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کو اپنے افعال اور اپنے اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔ کیا وہ نہیں ڈرتے رہے کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا اقرار نہیں کیا پھر اگر وہ ڈر انسانی تلوار سے تھا نہ آسمانی تلوار سے تو اس شبہ کے مٹانے کے لئے کیوں قسم نہیں کھاتے پھر جبکہ اس طرف سے ہزار ہا روپیہ کے انعام کا وعدہ نقد کی طرح

آفت پڑی کیوں اب تجربہ کے بعد مقابل پر نہیں آتے یہی سبب ہے کہ انہیں میرے الہام کی حقیقت معلوم ہے دوسرے **احمق** عیسائی اور مسلمان نہیں جانتے مگر وہ خوب جانتے ہیں۔

ناظرین! کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ میدان میں قسم کھانے کے لئے آجائیں گے ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کبھی جھوٹے بھی ایسی **بہادری** دکھلاتے ہیں جو **ایمانی قوت** پر مبنی ہو ان کے تو ڈر ڈر کے دست نکلتے رہے غشی پر غشی طاری ہوتی رہی سو خدا نے جو سزا دینے میں دھیما اور رحم میں سب سے بڑھ کر ہے اپنی الہامی شرط کے موافق ان سے معاملہ کیا **اب چڑیا اپنے پنجرہ سے نکلی ہوئی** پھر کیونکر اسی پنجرہ میں داخل ہو جائے۔ ﴿۶﴾

پیارے ناظرین! کیا تم ہماری تحریروں کو غور سے نہیں دیکھتے کیا سچائی کی **شوکت** تمہیں ان کے اندر معلوم نہیں ہوتی کیا **نور فراست** تمہارا گواہی نہیں دیتا کہ یہ ایمانی قوت اور شجاعت اور یہ استقلال دروغگو سے کبھی ظاہر نہیں ہوسکتا کیا میں پاگل ہو گیا یا میں دیوانہ ہوں کہ اگر قطعی طور پر مجھے علم نہیں دیا گیا تو یوں ہی **تین ہزار روپیہ** برباد کرنے کو تیار ہو گیا ہوں۔ ذرہ سوچو اور اپنے صحیح وجدان سے کام لو اور یہ کہنا کہ کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم پر ہوا ہو کس قدر صداقت کا خون کرنا ہے اگر اثر نہیں تھا تو کیوں آتھم صاحب چوروں کی طرح بھاگتے پھرے اور کیوں اپنی سچائی کی بنا پر اب قسم کھانے کے لئے میدان میں نہیں آتے خط پر خط رجسٹری کرا کر بھیجے گئے وہ مردے کی طرح بولتے نہیں۔

(۴) چوتھا اعتراض ۔ یہ ہے کہ ایک صاحب اپنے اشتہار میں مجھ کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ تم نے مباحثہ میں آتھم صاحب کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ تم عمداً حق کو چھپا رہے ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ اس وقت بھی بقول تمہارے اسلام کو حق جانتے تھے پس پیشگوئی کی میعاد میں کون سی نئی بات ان سے ظہور میں آئی **الجواب** جاننا چاہیئے

بقیہ حاشیہ: پا کر پھر بھی قسم سے انکار اور گریز ہے تو عیسائیوں کی فتح کیا ہوئی کیا تمہاری ایسی تیسی سے۔ منہ

کہ امن کی حالت میں اپنے کفر کی حمایت کر کے حق کو چھپانا اور اپنے مخالفانہ دلائل کو کمزور سمجھ کر پھر بھی بحث کے وقت انہیں کو فروغ دینا اور اسلامی دلائل کو بہت قوی پا کر پھر بھی ان سے عمدًا حق پوشی کی راہ سے منہ پھیرنا یہ اور بات ہے لیکن خوف کے دنوں میں درحقیقت اسلامی صداقت کا خوف اپنے دل پر ڈال لینا یہاں تک کہ شدت خوف سے دیوانہ سا ہو جانا یہ اور چیز ہے اور دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور موجب التواء عذاب شق دوم ہے نہ شق اول۔

(۵) پانچواں اعتراض۔ یہ ہے کہ ایک سال کی میعاد کی کیا ضرورت ہے خدا ایک دن میں جھوٹے کو مار سکتا ہے **الجواب**: ہاں بے شک خدائے قادر ذوالجلال ایک دن میں کیا بلکہ ایک طرفۃ العین میں مار سکتا ہے مگر جب اس نے الہامی تفہیم سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تو اس کی پیروی کرنا لازم ہے کیونکہ وہ حاکم ہے مثلاً وہ اپنی قدرت کے رو سے ایک دن میں انسان کے نطفہ کو بچہ بنا سکتا ہے لیکن جب اس نے اپنے قانون قدرت کے ذریعہ سے ہمیں سمجھا دیا کہ یہی اس کا ارادہ ہے کہ نو مہینہ میں بچہ بناوے تو بعد اس کے نہایت چالاکی اور گستاخی ہوگی کہ ہم ایسا اعتراض کریں کیا ہمیں خدا تعالیٰ کے ارادوں اور حکموں کی پیروی کرنا لازم ہے یا یہ کہ اپنے ارادوں کا اس کو پیرو بناویں اس کی قدرت تو دونوں پہلو رکھتی ہے چاہے تو ایک طرفۃ العین میں کسی کو ہلاک کر دے اور چاہے تو کسی اور مدت تک مثلاً ایک سال تک کسی پر موت وارد کرے اور پھر جب اسی کی تفہیم سے معلوم ہوا کہ اپنی قدرت کے وارد کرنے میں اس نے ایک سال کی مدت کو ارادہ کیا ہے تو یہ کہنا سخت بے جا ہے کہ یہ ارادہ اس کی قدرت کے مخالف ہے صدہا کام ہیں جو وہ ایک دم میں کر سکتا ہے مگر نہیں کرتا دنیا کو بھی چھ دن میں بنایا اور کھیتوں کو بھی اس مدت تک پکاتا ہے جو اس نے مقرر کر رکھی ہے اور ہر اک شے کے لئے اس کے قانون قدرت میں اجل مقرر ہے پس قانون الہام بھی اسی قانون قدرت کے مشابہ صفات باری کو ظاہر کرتا ہے لیکن یہ سیاپا ایسے لوگ کیوں کر رہے ہیں جو حضرت مسیح کو

﴿۷﴾

قادر مطلق خیال کرتے ہیں کیا ان کا وہ مصنوعی خدا ایک سال تک آتھم صاحب کو بچا نہیں سکتا حالانکہ ان کی عمر بھی کچھ ایسی بڑی نہیں ہے بلکہ میری عمر سے صرف چند سال ہی زیادہ ہیں پھر اس مصنوعی خدا پر کون سی ناتوانی طاری ہو جائے گی کہ ایک سال تک بھی ان کو بچا نہیں سکے گا ایسے خدا پر نجات کا بھروسہ رکھنا بھی سخت خطرناک ہے جو ایک سال کی حفاظت سے بھی عاجز ہے کیا ہم نے عہد نہیں کیا کہ ہمارا خدا اس سال میں ضرور ہمیں مرنے سے بچائے گا اور آتھم صاحب کو اس جہان سے رخصت کر دے گا کیونکہ وہی قادر اور سچا خدا ہے جس سے بدنصیب عیسائی منکر ہیں اور اپنے جیسے انسان کو خدا بنا بیٹھے ہیں تبھی تو بزدل ہیں اور ایک سال کے لئے بھی اس پر بھروسہ نہیں آ سکتا اور سچ ہے باطل معبودوں پر بھروسہ کیونکر ہو سکے اور نور فطرت کیونکر گواہی دیوے کہ ایسا عاجز معبود ایک سال تک بچا سکے گا بلکہ ہم نے تو اشتہار ۲۰ رستمبر ۱۸۹۴ء میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر آتھم صاحب اپنے مصنوعی خدا کو ایسا ہی کمزور اور گیا گذرا یقین کر بیٹھے ہیں تو اتنا کہہ دیں کہ وہ ابن اللہ کے نام کا خدا ایک سال تک مجھے بچا نہیں سکتا تو ہم اس اقرار کے بعد **تین دن ہی منظور کر لیں گے** مگر وہ کسی طرح میدان میں نہیں آویں گے کیونکہ جھوٹے کو اپنے جھوٹ کا دھڑکا شروع ہو جاتا ہے اور سچے کے مقابل پر آنا اس کو ایک موت کا مقابلہ معلوم ہوتا ہے۔

(۶) چھٹا اعتراض ۔ یہ ہے کہ کیا خدا آتھم کے منافقانہ رجوع سے اپنے زبردست وعدہ کو ٹال سکتا تھا حالانکہ وہ خود ہی فرماتا ہے۔ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا [1] یعنی جب وعدہ پہنچ گیا تو کسی جان کو مہلت نہیں دی جاتی۔ **الجواب** آپ سن چکے ہیں کہ وہ وعدہ خدا تعالیٰ کے الہام میں قطعی وعدہ نہ تھا اور نہ فیصلہ ناطق تھا بلکہ مشروط بشرط تھا اور بصورت پابندی شرط کے وہ شرط قرار دادہ بھی وعدہ میں داخل تھی۔ سو آتھم نے خوف کے دنوں میں بے شک حق کی طرف رجوع کیا اور وہ رجوع منافقانہ نہیں تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق موت میں تاخیر ڈال دی۔ افسوس کہ نادان لوگ اس بات

﴿۸﴾

[1] المنافقون: ۱۲

کونہیں سمجھتے کہ انسان کی فطرت میں یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ وہ باوجود شقی ازلی ہونے کے شدت خوف اور ہول کے وقت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے لیکن اپنی شقاوت کی وجہ سے پھر بلا سے رہائی پا کر اس کا دل سخت ہو جاتا ہے جیسے فرعون کا دل ہر یک رہائی کے وقت سخت ہوتا رہا سو ایسے رجوع کا نام خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں منافقانہ رجوع نہیں رکھا کیونکہ منافق کے دل میں کوئی سچا خوف نازل نہیں ہوتا اور اس کے دل پر حق کا رعب اثر نہیں ڈالتا لیکن اس شقی کے دل میں راہ راست کی عظمت کو خیال میں لا کر ایک سچا خوف پیشگوئی کے سننے کے وقت میں بال بال میں پھر جاتا ہے مگر چونکہ شقی ہے اس لئے یہ خوف اسی وقت تک رہتا ہے جب تک نزول عذاب کا اس کو اندیشہ ہوتا ہے اس کی مثالیں قرآن کریم اور بائبل میں بکثرت ہیں جن کو ہم نے رسالہ **انوار الاسلام** میں بتفصیل لکھ دیا ہے غرض منافقانہ رجوع درحقیقت رجوع نہیں ہے لیکن جو خوف کے وقت میں ایک شقی کے دل میں واقعی طور پر ایک ہراس اور اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے اس کو خدا تعالیٰ نے رجوع میں ہی داخل رکھا ہے اور سنت اللہ نے ایسے رجوع کو دنیوی عذاب میں تاخیر پڑنے کا موجب ٹھہرایا ہے گو اخروی عذاب ایسے رجوع سے ٹل نہیں سکتا مگر دنیوی عذاب ہمیشہ ٹلتا رہا ہے اور دوسرے وقت پر پڑتا رہا ہے۔ قرآن کو غور سے دیکھو اور جہالت کی باتیں مت کرو اور یاد رہے کہ آیت لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا[1] کو اس مقام سے کچھ تعلق نہیں اس آیت کا تو مدعا یہ ہے کہ جب تقدیر **مبرم** آ جاتی ہے تو ٹل نہیں سکتی مگر اس جگہ بحث تقدیر **معلق** میں ہے جو مشروط بشرائط ہے جبکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں آپ فرماتا ہے کہ میں استغفار اور تضرع اور غلبہ خوف کے وقت میں عذاب کو کفار کے سر پر سے ٹال دیتا ہوں اور ٹالتا رہا ہوں پس اس سے بڑھ کر سچا گواہ اور کون ہے جس کی شہادت قبول کی جائے۔

(۷) ساتواں اعتراض۔ یہ ہے اگر رجوع کے بعد عذاب ٹل سکتا ہے تو اب بھی

[1] المنافقون:۱۲

اگر آتھم قسم کھا کر پھر اندر ہی اندر رجوع کر لے تو چاہیئے کہ عذاب ٹل جائے تو اس صورت میں ایک شریر انسان کے لئے بڑی گنجائش ہے اور ربانی پیشگوئیوں کا بالکل اعتبار اٹھ جائے گا **الجواب** قسم کھانے کے بعد خداتعالیٰ کا وعدہ ہے کہ فیصلہ قطعی کرے سو قسم کے بعد ایسے مکار کا پوشیدہ رجوع ہرگز قبول نہیں ہوگا کیونکہ اس میں ایک دنیا کی تباہی ہے اور قسم فیصلہ کے لئے ہے اور جب فیصلہ نہ ہوا اور کوئی مکار پوشیدہ رجوع کر کے حق پر پردہ ڈال سکا تو دنیا میں گمراہی پھیل جائے گی اس لئے قسم کے بعد خداتعالیٰ کا عزمًا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ حق کو باطل سے علیحدہ کر دے تا امر مشتبہ کا فیصلہ ہو جائے۔ ﴿۹﴾

(۸) آٹھواں اعتراض ۔ یہ ہے کہ اگر صداقت کا صرف اقبال یا اقرار باعث تاخیر موت ہے تو ہم اہل اسلام کو کبھی موت نہیں آنی چاہیئے کیونکہ صداقت کے پیرو ہیں۔ جبکہ دشمن خدا ذرا سے منافقانہ رجوع کے باعث جو وہ بھی پوشیدہ ہے موت سے بچ جائے تو ہم جو **علیٰ رؤس الاشھاد** رجوع کئے بیٹھے ہیں۔ بے شک حیات جاودانی کے مستحق ہیں **الجواب** عزیز من جو لوگ سچے دل سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے قائل ہیں اور پھر بعد اس کے ایسے کام نہیں کرتے جو اس کلمہ کے مخالف ہیں بلکہ توحید کو اپنے دل پر وارد کر کے **رسالت محمدیہ** کے جھنڈے کے نیچے ایسی **استقامت** سے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کوئی ہولناک آواز بندوق یا توپ کی ان کو اس جگہ سے جنبش نہیں دے سکتی اور نہ تیز تلواروں کی چمکیں ان کی آنکھوں کو خیرہ کر سکتی ہیں اور نہ وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو کر اس **جھنڈے** سے باہر آ سکتے ہیں بیشک وہ لوگ **حیات جاودانی** پائیں گے کس **خبیث** نے کہا کہ نہیں پائیں گے اور وہ **دائمی زندگی** کے ضرور ہی وارث ہوں گے کون **ملعون کہتا** ہے کہ نہیں وارث ہوں گے لیکن کافر یا فاسق کا خوف کے دنوں میں کچھ مدت تک عذاب سے بچ جانا یہ خدا رحیم کی طرف سے ایک مہلت دینا ہے تا شاید وہ ایمان لاوے یا اس پر حجت پوری ہو جائے اور جب اللہ تعالیٰ ایک کافر کو اپنے غضب کی آگ سے ہلاک کرنا چاہے تو

اس کی یہی سنت قدیم ہے کہ وہ خوف سے بھرے ہوئے رجوع کے وقت خواہ وہ رجوع بعد ایام خوف قائم رہنے والا ہو یا نہ ہو ضرور عذاب کو کسی دوسرے وقت پر ٹال دیتا ہے مگر مومنوں کی موت اگر اس کا وقت پہنچ گیا ہو تو وہ بطور عذاب نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب کی طرف پہنچاتا ہے اور وہ مرنے کے بعد اس لذت اور راحت کے وارث ہو جاتے ہیں جس کی نظیر اس دنیا میں نہیں مگر کافر کے لئے موت جہنم کا پہلا زینہ ہے جو اس سے گرتے ہی واصل ہاویہ ہوتا ہے۔

(۹) نواں اعتراض یہ ہے کہ اگر پادری رائٹ فریق مخالف میں سے پیشگوئی کی میعاد میں مر گئے تو اس کے مقابلہ میں آپ کے کئی مقرب عیسائی ہو گئے **الجواب** اے صاحب آپ متوجہ ہو کر سنیں اور ہم سچ کہتے ہیں اور کاذب پر لعنت اللہ ہے کہ ہمارا کوئی مقرب یا بیعت کا سچا تعلق رکھنے والا عیسائی نہیں ہوا ہاں **دو بدچلن** اور خراب اندرون آدمی آنکھوں کے اندھے ﴿۱۰﴾ جن کو دین سے کچھ بھی تعلق نہیں تھا منافقانہ طور کے بیعت کرنے والوں میں داخل ہو گئے تھے لیکن ہم نے یہ معلوم کر کے کہ یہ بدچلن اور خراب حالت کے آدمی ہیں ان کو اپنے مکان سے نکال دیا تھا اور ناپاک طبع پا کر بیعت کے سلسلہ سے الگ کر دیا تھا۔ اب فرمائیے کہ ان کا ہم سے کیا تعلق رہا اور ان کے مرتد ہونے سے ہمیں کیا رنج پہنچا۔ پادریوں پر یہ بھی زوال آیا کہ ان کو انہوں نے قبول کیا اور آخر دیکھیں گے کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ حرام خور آدمی کسی قوم کیلئے جائے فخر نہیں ہو سکتا اگر آپ کو اس بیان میں شک ہو تو **قادیان** میں آویں اور ہم سے پورا پورا ثبوت لے لیں لیکن رائٹ تو اپنی اس حیثیت منصبی اور سرگروہی کی عزت سے معطل نہیں کیا گیا تھا اور وہی تھا جس نے مباحثہ کے پہلے انگریزی میں شرائط لکھے تھے پھر آپ کیوں ایسی صریح اور چمکتی ہوئی صداقت پر خاک ڈالتے ہیں یہ بات نہایت صاف ہے کہ اس جنگ میں جس کا نام پادریوں نے خود اپنے منہ سے جنگ مقدس رکھا تھا شکست کی چاروں صورتیں ان بندہ پرست

نصرانیوں کو نصیب ہوئیں کیونکہ کوئی ان میں سے مارا گیا اور کوئی زخمی ہوا یعنی بیمار شدید ہوا اور مر مر کے بچا اور کوئی لعنتوں کے زنجیر میں گرفتار ہوا اور کوئی بھاگ گیا اور اسلامی جھنڈے کے نیچے پناہ لے کر جان بچائی اس کھلی کھلی اور فاش شکست سے انکار کرنا نہ صرف حماقت بلکہ پرلے درجہ کی بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے لیکن اگر مغلوب اور ذلیل پادریوں کو خواہ نخواہ غالب قرار دینا ہے تو ہم آپ کی زبان کو نہیں پکڑ سکتے ورنہ سچ تو یہی ہے کہ اس پیشگوئی کے بعد پادریوں پر بہت ہی ذلت کی مار پڑی ہے عین میعاد پیشگوئی میں پادری رائٹ صاحب عین جوانی میں جہنم کی رونق افروزی کے لئے اس دنیا سے بلائے گئے اور ان کی موت پر اس قدر سیاپے اور دردناک نوحے ہوئے کہ عیسائیوں نے آپ اقرار کیا کہ بے وقت ہم پر قہر نازل ہوا پھر دوسری ذلت دیکھو کہ پچاس برس کی مولویت کا دعویٰ جس کی بناء پر عماد الدین وغیرہ کا اسلامی تعلیم میں دخل دینا جاہلوں کی نظر میں معتبر سمجھا جاتا تھا نجاست کی طرح جھوٹ کی بدبو سے بھرا ہوا نکلا اور یکدفعہ بوسیدہ بنیاد کی طرح گر گیا اور ہزار لعنت کا رسہ ہمیشہ کے لئے تمام ان پادریوں کے گلے میں پڑ گیا جو علم عربی میں دخل رکھنے کا دم مارتے تھے کیا یہ ایسی ذلت اور رسوائی ہے جو کسی کے چھپانے سے چھپ سکے اور کیا یہ وہ پہلی ذلت نہیں ہے جو پادریوں کو ہندوستان میں اور پنجاب میں نصیب ہوئی جس کے اشتہارات یورپ اور امریکہ اور تمام بلاد میں پھیل کر عام طور پر جہالت اور دروغگوئی ان پادریوں کی جو مولوی کہلاتے تھے ثابت ہوئی اور ہمیشہ کیلئے یہ داغ ان کی پیشانی پر لگ گیا جواب ابدالدہر تک دور نہیں ہوسکتا۔ کیا ایسی ذلت کی کوئی نظیر ہمارے فریق میں پیشگوئی کے بعد آپ نے دیکھی۔ بھلا ذرا کلمہ طیبہ پڑھ کر بیان تو کرو تا ہم بھی سنیں اور پھر یہ ذلتیں اور رسوائیاں ابھی ختم کہاں ہوئیں ہمارا اشتہار پر اشتہار نکالنا یہاں تک کہ تین ہزار تک انعام دینا اور آتھم صاحب کی قسم کھانے سے جان نکلنا کیا اس سے اسلام کی ہیبت اور صداقت بدیہی طور پر ثابت نہیں کیا اب بھی عیسائیوں کے ذلیل اور جھوٹے ہونے میں کچھ کسر باقی رہ گئی ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ

﴿۱۱﴾

رات کو آتھم کی موت کے لئے دعائیں مانگنا یہ بھی ایک عذاب تھا۔ سبحان اللہ کس قدر مسلمان کہلا کر بے ہودہ باتیں آپ کے منہ سے نکل رہی ہیں۔ سچے مسلمان ہمیشہ غلبہ اسلام کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور تہجد بھی پڑھتے ہیں اور نماز میں بھی ان کو رقت طاری ہوتی ہے اور آیت یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا [1] کا مصداق ہوتے ہیں اگر یہی عذاب ہے تو ہماری دعا ہے کہ قیامت میں بھی یہ عذاب ہم سے الگ نہ ہو دعا کرنا ہمیشہ نبیوں کا طریق اور صلحاء کی سنت ہے اور عین عبادت ہے اس کا نام عذاب رکھنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو دنیا کے کیڑے ہیں اور روحانی جہان سے بےخبر ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مومن صادق پر اس وقت دکھ اور عذاب کی حالت وارد ہوتی ہے کہ جب نماز کی رقت اور پُر رقت دعا اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ اے غافلو یہ تو دین داروں اور راستبازوں کا بہشت ہے نہ کہ عذاب ؎

ہر دم براہ جانان سوزیست عاشقان را
ز جہان چہ دید آن کس کہ ندید این جہان را

(۱۰) دسواں اعتراض یہ کہ پادری عماد الدین تو ایک جاہل آدمی ہے اور عربی سے بے بہرہ وہ بے چارہ عربی کتابوں کا جواب کیونکر لکھتا۔ **الجواب** ایسا جاہل ایک مدت دراز سے مولوی کہلاتا تھا اور ہزاروں نادان اس کو مولوی سمجھتے تھے تو کیا اس کی ان تالیفات سے ذلت نہیں ہوئی اور کیا وہ بباعث عاجز رہ جانے کے اس **ہزار لعنت** کا مستحق نہ ہوا جو **نور الحق** کے چار صفحہ میں لکھی گئی ماسوا اس کے اے حضرت اس سے تو ان تمام پادریوں کی ناک کٹ گئی جو مولوی کہلاتے تھے اور مولویت کے دھوکہ سے جاہلوں پر بد اثر ڈالتے تھے۔ نہ صرف عماد الدین کا ناک۔ کیا ایسی ثابت شدہ ذلت اور لعنت کی نظیر ہماری جماعت کو بھی پیش آئی آپ عیسائیوں کے حامی تو بنے اب حلفاً پورا پورا جواب دیں۔

(۱۱) گیارواں اعتراض۔ یہ ہے کہ ایک ہندوزادہ **سعد اللہ** نام لدھیانہ سے اپنے اشتہار ۱۶؍ دسمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتا ہے کہ صرف دل میں حق کی عظمت کو ماننا اور اپنے عقائد باطلہ

﴿۱۲﴾

[1] الفرقان: ۶۵

کو غلط سمجھنا کسی طرح عمل خیر نہیں بن سکتا یہ دجال قادیانی کا ہی کام ہے کہ اس کا نام رجوع بحق رکھے۔ **الجواب** اے احمق دل کے اندھے دجال تو تو ہی ہے جو قرآن کریم کے برخلاف بیان کرتا ہے اور نیز اپنی قدیم بے ایمانی سے ہمارے بیان کو محرف کر کے لکھتا ہے ہم نے کب اور کس وقت کہا جو ایسا رجوع جو خوف کے وقت میں ہو اور پھر انسان اس سے پھر جائے نجات اخروی کیلئے مفید ہے بلکہ ہم تو بار بار کہتے ہیں کہ ایسا رجوع نجات اخروی کے لئے ہرگز مفید نہیں اور ہم نے کب آتھم نجاست خوار شرک کو **بہشتی قرار دیا ہے** یہ تو سراسر تیرا ہی افترا اور بے ایمانی ہے ہم نے تو قرآن کریم کی تعلیم کے موافق صرف یہ بیان کیا تھا کہ کوئی کافر اور فاسق جب عذاب کے اندیشہ سے عظمت اور صداقت اسلام کا خوف اپنے دل میں ڈال لے اور اپنی شوخیوں اور بے باکیوں کی کسی قدر رجوع کے ساتھ اصلاح کر لے تو خدا تعالیٰ وعدہ عذاب دنیوی میں تاخیر ڈال دیتا ہے یہی تعلیم سارے قرآن میں موجود ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہ کفار کا قول ذکر کر کے فرماتا ہے رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ [۱] ...... اور پھر جواب میں فرماتا ہے إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ [۲] سورۃ الدخان الجزو نمبر ۲۵ یعنی کافر عذاب کے وقت کہیں گے کہ اے خدا ہم سے عذاب دفع کر کہ ہم ایمان لائے اور ہم تھوڑا سا یا تھوڑی مدت تک عذاب دور کر دیں گے مگر تم اے کافرو پھر کفر کی طرف عود کرو گے۔ پس ان آیات سے اور ایسا ہی ان آیتوں سے جن میں قریب الغرق کشتیوں کا ذکر ہے صریح منطوق قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب دنیوی ایسے کافروں کے سر پر سے ٹل جاتا ہے جو خوف کے دنوں اور وقتوں میں حق اور توحید کی طرف رجوع کریں گو امن پا کر پھر بے ایمان ہو جائیں بھلا اگر ہمارا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اپنے معلم شیخ بٹالوی کو کہو کہ قسم کھا کر بذریعہ تحریر یہ ظاہر کرے کہ ہمارا یہ بیان غلط ہے کیونکہ تم تو جاہل ہو تم ہرگز نہیں سمجھو گے اور وہ سمجھ لے گا اور یاد رکھو کہ وہ ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیونکہ ہمارے بیان میں سچائی کا نور دیکھے گا اور قرآن کے مطابق پائے گا **پس** اب بتلا کہ کیا **دجال تیرا ہی نام ثابت ہوا** یا کسی اور کا۔ حق سے لڑتا رہ آخر **اے مردار** دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا

[۱] الدخان:۱۳ [۲] الدخان:۱۶

اے **عدو اللہ** تو مجھ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت الہام ہوا ہے **ان شانئک ھو الابتر** اور ہم نے اس طرح پر آتھم کا رجوع بحق ہونا بے ثبوت نہیں کہا۔ کیا تو سوچتا نہیں کہ اگر وہ سچا ہے تو کیوں قسم نہیں کھاتا۔ اگر یہی سچ ہے تو وہ سچی قسم کھانے سے کس پہاڑ کے نیچے آ کر دب جائے گا اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ آتھم صاحب کا صرف بحیثیت مدعا علیہ انکار کرتے رہنا کچھ بھی چیز نہیں جھوٹ بولنا نصاریٰ کی سرشت میں داخل ہے اگر بندہ پرست لوگ جھوٹ نہ بولیں تو اور کون بولے مگر ہمارا تو یہ مطلب اور مدعا ہے کہ بحیثیت ایک گواہ کے کھڑا ہو کر مجمع عام میں اس مضمون کی قسم کھا جائیں جس کی ہم بار بار تعلیم کرتے ہیں مگر کیا اس نے اب تک قسم کھائی ہرگز نہیں اور تعجب کہ ہم نے لکھا تھا کہ جو ولد الحلال ہے اور در حقیقت عیسائی مذہب کو ہی غالب سمجھتا ہے تو چاہیئے کہ ہم سے دو ہزار روپیہ لے اور آتھم صاحب سے ہمارے منشاء کے موافق قسم دلاوے پھر جو کچھ چاہے ہمیں کہتا رہے ورنہ یوں ہی اسلامی بحث پر مخالفانہ حملہ کرنا اور زبان سے مسلمان کہلانا کسی ولد الحلال کا کام نہیں مگر میاں سعد اللہ صاحب نے آج تک آتھم صاحب کو قسم کھانے پر مستعد نہ کیا مگر عیسائیوں کو غالب سمجھتا رہا اور اپنے پر دانستہ وہ لقب لے لیا جس کو کوئی نیک طینت لے نہیں سکتا اور پھر یہ نادان کہتا ہے کہ اگر مرنا ہی عذاب کی نشانی کی ہے تو قادیانی بھی ضرور ایک دن اس عذاب میں مبتلا ہوگا اے احمق تیری کیوں عقل ماری گئی کیا تو قرآن نہیں پڑھتا۔ یوں تو انبیاء بھی فوت ہو گئے بلکہ بعض شہید ہوئے اور ان کے دشمن فرعون اور ابوجہل وغیرہ بھی مر گئے یا مارے گئے لیکن وہ موت جو مقابلہ کے وقت اہل حق کی دعا سے یا اہل حق کے ایذا سے یا اہل حق کی پیشگوئی سے اشقیا پر وارد ہوتی ہے وہ عذاب کی موت کہلاتی ہے کیونکہ جہنم تک پہنچاتی ہے مگر اہل حق اگر شہید بھی ہو جائیں تو وہ خدا کے فضل سے بہشت میں جاتے ہیں۔

﴿۱۳﴾

(۱۲) بارواں اعتراض ۔ اسی ہندوزادہ کا یہ ہے کہ جب کوئی عمل نہ چلا تو ڈھکوسلا بنا لیا کہ آتھم نے رجوع بحق کیا ہے **الجواب** ہاں اے ہندوزادہ اب ثابت ہو گیا کہ

ضرور تو حلال زادہ ہے ہماری اس شرط پر کہ کوئی آتھم کو قسم دینے سے پہلے تکذیب نہ کرے خوب ہی تو نے عمل کیا آفرین آفرین۔ سچ کہہ کہ یہ ڈھکوسلا اب بنالیا یا الہام میں پہلے سے شرط تھی اور کیا اس شرط کے تصفیہ کے لئے ضرور نہ تھا کہ آتھم قسم کھا لیتا۔ کیا قسم کے دو حرف منہ پر لانا اور تین ہزار روپیہ نقد لینا ایک سچے آدمی کے لئے کچھ مشکل ہے!!!

(۱۳) **بعض شبہات** ایسے لوگوں کی طرف سے ہیں جو اخلاص رکھتے ہیں لیکن بباعث کمی معلومات بے خبر ہیں پس ہم اس جگہ ان کے اوہام کو بھی بطور قولہ اقول دفع کر دیتے ہیں۔

قولہ : آتھم اسلام کی طرف رجوع کرنے سے صریح اپنے خط مطبوعہ میں انکار کرتا ہے صرف قسم کھا لینا اور روپے لینا باقی رہا ہے۔

اقول : یہ انکار برنگ شہادت انکار نہیں بلکہ ایسے طور کا انکار ہے جیسے بدمعاملہ مدعا علیہم کیا کرتے ہیں پس ایسا انکار اس دعوے کو توڑ نہیں سکتا جو خود آتھم صاحب کی حالی شہادت سے ثابت ہے کیا اس میں کچھ شک ہے کہ آتھم صاحب نے اپنی سراسیمگی اور دن رات کی پریشانی اور گریہ و بکا اور ہر وقت مغموم اور اندوہناک رہنے سے دکھا دیا کہ وہ ضرور اس پیشگوئی سے متاثر اور خائف رہے ہیں بلکہ آتھم صاحب نے خود رو رو کر مجلسوں میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کے بعد ضرور موت سے ڈرتے رہے۔ چنانچہ ابھی ستمبر ۱۸۹۴ء کے مہینہ میں وہ اقرار نور افشاں میں چھپ بھی گیا ہے جس کی اب وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ پیشگوئی سے ہمیں خوف نہیں تھا اور نہ اسلامی عظمت کا اثر تھا بلکہ یہ خوف تھا کہ کوئی مجھ کو مار نہ دیوے لیکن انہوں نے خوف کا صریح اقرار کر کے پھر اس کا کچھ ثبوت نہیں دیا کہ ایسا خوف جس نے ان کو حیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا کیا سارا مدار اس کا صرف اس وہم پر تھا کہ کوئی مجھ کو قتل نہ کر دیوے پس جبکہ ہماری پیشگوئی کے بعد یہ سارا خوف تھا جس کے وہ خود اقراری ہیں جس کو

﴿۱۴﴾

یاد کر کے اب بھی وہ زار زار روتے ہیں تو ہمارا یہ حق ہے کہ ہم ان کی اس تاویل کو **لا نسلم** کی مَد میں رکھ کر ان سے وہ ثبوت مانگیں جو موجب تسلی ہو کیونکہ جب کہ وہ نفس خوف کے خود اقراری ہیں تو ہمیں انصافاً وقانوناً حق پہنچتا ہے کہ ان سے وہ قسم غلیظ لیں جس کے ذریعہ سے وہ حق بیان کر سکیں اور بغیر قسم کے ان کے بیانات لغو ہیں کیونکہ وہ باتیں بحیثیت مدعا علیہ کے ہیں۔

قولہ آتھم صاحب کے ذمہ اس طرح پر قسم کھانا انصافاً ضروری نہیں۔

اقول جبکہ آتھم صاحب کے وہ حالات جو پیشگوئی کی میعاد میں ان پر وارد ہوئے جنہوں نے ان کو مارے خوف کے دیوانہ سا بنا دیا تھا بلند آواز سے پکار رہے ہیں کہ ایک ڈرانے والا اثر ضرور ان کے دل پر وارد ہوا تھا اور پھر بعد اس کے ان کی زبان کا اقرار بھی نور افشاں میں چھپ گیا کہ وہ ضرور اس عرصہ میں خوف اور ڈر کی حالت میں رہے اور جو ڈر کے وجوہ انہوں نے بیان کئے ہیں وہ ایسا دعویٰ ہے جس کو ثابت نہیں کر سکے۔ پس اس صورت میں وہ خود انصافاً وقانوناً اس مطالبہ کے نیچے آ گئے کہ وہ اس الزام سے قسم کے ساتھ اپنی بریت ظاہر کریں جو خود ان کے افعال اور ان کے بیان سے شبہ کے طور پر ان کے عاید حال ہوتا ہے پس ان کی بریت اس شبہ سے جس کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ پیدا کیا اسی میں ہے کہ وہ ایسی قسم جو مجھ مدعی کو مطمئن کر سکتی ہو یعنی میرے منشا کے موافق ہو جلسہ عام میں کھالیں اور یاد رہے کہ درحقیقت ان کے ایسے افعال سے جو ان کی خوفناک حالت پر اور ان کے ڈر سے بھرے ہوئے دل پر پندرہ مہینہ تک گواہی دیتے رہے اور ان کے ایسے بیان سے جو رو رو کر اس زمانہ کی نسبت بتلایا جو نور افشاں ماہ ستمبر ۱۸۹۴ء میں چھپ گیا۔ یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ وہ ضرور ایام پیشگوئی میں ڈرتے رہے پس ان کا یہ **دعوے** کہ وہ عظمت حق کے خوف سے نہیں

﴿۱۵﴾

ڈرے بلکہ قتل کئے جانے سے ڈرے اس دعوے کا بار ثبوت قانوناً وانصافاً انہیں کے ذمہ تھا جس سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکے لہٰذا ہمارے لئے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ ایک قابل اطمینان ثبوت کے لئے ان کو قسم پر مجبور کریں اور ان پر قانوناً واجب ہے کہ وہ اس طریق فیصلہ سے گریز نہ کریں جس طریق سے پورے طور پر ان کے سر پر سے ہمارا شبہ اور الزام اٹھ جائے۔ یہی وہ طریق ہے جس کو قانون وانصاف چاہتا ہے۔ اب تم خواہ کسی وکیل یا بیرسٹر یا جج کو بھی پوچھ کر دیکھ لو ہاں اگر آتھم صاحب اب حسب تجویز قرارداد ہماری کے قسم کھا لیں تو بلا شبہ ان کی صفائی ہو جائے گی اور اگر قسم کے ضرر سے بچ گئے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ واقعی طور پر اسلامی پیشگوئی سے ذرہ نہیں ڈرے بلکہ وہ اس لئے خائف رہے کہ ان کو یہ پرانا تجربہ تھا کہ یہ عاجز خونی آدمی ہے ہمیشہ ناحق کے خون کرتا رہا ہے لہٰذا اب ان کا بھی ضرور خون کر دے گا۔

قولہ۔ اس قسم کی تحدی اور پھر خفی طریقوں سے اس کا ثبوت۔

اقول۔ عقلمند کے لئے یہ خفی طریقہ نہیں جس حالت میں پندرہ مہینہ تک آتھم صاحب کے خوف کے قصے اور ان کی سراسیمگی کی حالت دنیا میں مشہور ہو گئی پھر اب تک وہ زبان سے بھی رو رو کر اقرار کرتے ہیں کہ میں ضرور ڈرتا رہا مگر تلواروں کا خوف تھا گویا کسی راجہ یا نواب یا کسی ڈاکو نے ان کو قتل کی دھمکی دی تھی اور جب کہا جاتا ہے کہ یہ کمال درجہ کا خوف جو آپ سے ظاہر ہوا اگر یہ تلوار کا خوف تھا سچے دین کی عظمت اور قہر الٰہی کا خوف نہیں تھا تو آپ قسم کھا لیں کیونکہ اب آپ کے یہ دل کا بھید بجز قسم کے فیصلہ نہیں پا سکتا تو آپ قسم کھانے سے کنارہ کر رہے ہیں نہ ہزار روپیہ لیں نہ دو ہزار روپیہ اب اسی غرض سے تین ہزار روپیہ کا اشتہار جاری کیا گیا مگر قسم کی اب بھی امید نہیں۔ تو اب انصافاً فرمائیے کہ کیا اب بھی ہمارے ثبوت کا طریقہ پوشیدہ ہے

دشمن تو اسی وقت سے پکڑا گیا کہ جب اس نے خوف کا اقرار کر کے پھر قسم کھانے سے انکار کیا اور آپ کو یاد ہوگا کہ حدیبیہ کے قصہ کو خدا تعالیٰ نے فتح مبین کے نام سے موسوم کیا ہے اور فرمایا ہے۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا [1] وہ فتح اکثر صحابہ پر بھی مخفی تھی بلکہ بعض منافقین کے ارتداد کی موجب ہوئی مگر دراصل وہ فتح مبین تھی گو اس کے مقدمات نظری اور عمیق تھے پس دراصل یہ فتح بھی حدیبیہ کی فتح کی طرح نہایت مبارک فتح اور بہت سی فتوحات کا مقدمہ اور بعض کے لئے موجب ابتلاء اور بعض کے لئے موجب اصطفاء ہے اور اس پیشگوئی کو بھی پوری کرتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں کہ **الحق فی آل محمّد** اور **الحق فی آل عیسٰی** اور جو لوگ ابتلاء میں گرفتار ہوئے انہوں نے اپنی بدنصیبی سے اس پیشگوئی کے سارے پہلو غور سے نہیں دیکھے اور قبل اس کے جو غور کریں محض جہالت اور سادگی سے اپنی کم عقلی کا پردہ فاش کر دیا اور کہا کہ یہ پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوئی۔ اگر وہ اس سنت اللہ سے خبر رکھتے جس کو قرآن کریم نے پیش کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ [2] الجزو نمبر ۲۵ سورۃ الزخرف تو جلدی کر کے اپنے تئیں ندامت کے گڑھے میں نہ ڈالتے مگر ضرور تھا کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس زمانہ کے لئے پہلے سے فرمایا تھا وہ سب پورا ہوا اور دوسرا دھوکا ان کچے معترضوں کو یہ بھی لگا کہ وہ پیشگوئی کی عظمت اور کمال ظہور کو صرف اسی حد تک ختم کر بیٹھے حالانکہ جس الہام پر اس پیشگوئی کی کیفیت مبنی ہے اس میں یہ فقرات بھی ہیں۔

﴿۱۶﴾

اطلع اللّٰه علی همه وغمه و لن تجد لسنة اللّٰه تبدیلا. و لا تعجبوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین. و بعزتی و جلالی انک انت الاعلی. و نمزق الاعداء کل ممزق. و مکر اولئک هو یبور. انا نکشف السر عن ساقه. یومئذ یفرح المؤمنون. ثلة من الاولین و ثلة من الاٰخرین

[1] الفتح:۲ [2] الزخرف:۵۱

و ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۲۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک الہام کے لئے وہ سنت اللہ بطور **امام** اور **مہیمن** اور **پیشرو** کے ہے جو قرآن کریم میں وارد ہو چکی ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی الہام اس سنت کو توڑ کر ظہور میں آوے کیونکہ اس سے پاک نوشتوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے پھر جبکہ قرآنی تعلیم نے صاف طور پر بتلا دیا کہ ایسا رجوع بھی دنیوی عذاب میں تاخیر ڈال دیتا ہے جو محض دل کے ساتھ ہو اور **مع ذالک** ایسا ناقص بھی ہو جو امن کے ایام میں قائم نہ رہے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ آتھم اپنے اس رجوع سے فائدہ نہ اٹھاتا بلکہ اگر یہ شرط الہام میں بھی موجود نہ ہوتی تب بھی اس سنت اللہ سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا کیونکہ کوئی الہام ان سنتوں کو باطل نہیں کرسکتا جو قرآن کریم میں آ چکی ہیں بلکہ ایسے موقع پر الہام میں شرط مخفی کا اقرار کرنا پڑے گا جیسا کہ اس پر تمام اصفیاء اور اولیاء کا اتفاق ہے۔

(۱۴) **اعتراض چودواں** ۔ دراصل آتھم صاحب کے حواس قائم نہیں ہیں اور اب تک کچھ دہشت زدہ ہیں اس لئے پادری صاحبان ان کو قسم کھانے پر آمادہ نہیں کر سکتے اس اندیشہ سے کہ شاید قسم کھانے کے وقت اسلام کا اقرار ہی نہ کرلیں **الجواب** اگر آتھم صاحب کے حواس میں خلل ہے تو سوال یہ ہے کہ آیا یہ خلل پیشگوئی کے پہلے بھی موجود تھا یا پیشگوئی کے بعد ہی ظہور میں آیا اگر پیشگوئی کے پہلے موجود تھا تو ایسا خیال بدیہی البطلان ہے کیونکہ وہ اس حالت میں بحث کے لئے کیونکر اور کیوں منتخب کئے گئے اور طرفہ تر یہ کہ خود ڈاکٹر نے ان کو اس بحث کے لئے منتخب کیا تھا تو بجز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت ڈاکٹر مارٹن کلارک کے حواس میں بھی خلل تھا اور اگر یہ خلل پیشگوئی کے بعد میں پیدا ہوا تو پھر وہ پیشگوئی کی تاثیرات میں سے ایک تاثیر سمجھی جائے گی اور عذاب مقدر کا ایک جزو متصور

﴿۱۷﴾

ہوگا اور اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جیسا کہ اکثروں کا خیال ہے کہ جو تحریریں آتھم صاحب کی طرف سے نور افشاں میں شائع کی گئیں ہیں یا جو ان کے خطوط بعضوں کو پہنچے ہیں یہ باتیں ان کے دل و دماغ سے نہیں نکلیں بلکہ طوطے کی طرح ان کے منہ سے نکلوائی گئیں یا لکھوائی گئیں ہیں ورنہ ان کو معلوم نہیں کہ ان کے منہ سے کیا نکلا یا ان کے قلم نے کیا لکھا کیونکہ جبکہ حواس میں خلل ہے تو کسی بات پر کیا اعتماد۔

دوسرا حصّہ

اس اشتہار کا خاص طور پر

آتھم صاحب کی خدمت میں بطور خط کے ہے

اور وہ یہ ہے

از طرف عبد اللہ الاحد احمد عافاہ اللہ وایّد ۔ آتھم صاحب کو معلوم ہو کہ میں نے آپ کا وہ خط پڑھا جو آپ نے نور افشاں ۲۱؍ستمبر ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۱۰ میں چھپوایا ہے مگر افسوس کہ آپ اس خط میں دونوں ہاتھ سے کوشش کر رہے ہیں کہ حق ظاہر نہ ہو میں نے خدا تعالیٰ سے سچا اور پاک الہام پا کر یقینی اور قطعی طور پر جیسا کہ آفتاب نظر آجاتا ہے معلوم کر لیا ہے کہ آپ نے میعاد پیشگوئی کے اندر اسلامی عظمت اور صداقت کا سخت اثر اپنے دل پر ڈالا اور اسی بناء پر پیشگوئی کے وقوع کا ہم وغم کمال درجہ پر آپ کے دل پر غالب ہوا۔ میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بالکل صحیح ہے اور خدا تعالیٰ کے مکالمہ سے مجھ کو یہ اطلاع ملی ہے اور اس پاک ذات

﴿۱۸﴾

نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ جو انسان کے دل کے تصورات کو جانتا اور اس کے پوشیدہ خیالات کو دیکھتا☆ ہے اور اگر میں اس بیان میں حق پر نہیں تو خدا مجھ کو آپ سے پہلے موت دے۔ پس اسی وجہ سے میں نے چاہا کہ آپ مجلس عام میں قسم غلیظ مؤکد بعذاب موت کھاویں ایسے طریق سے جو میں بیان کر چکا ہوں تا میرا اور آپ کا **فیصلہ ہو جائے** اور دنیا تاریکی میں نہ رہے اور اگر آپ چاہیں گے تو میں بھی ایک برس یا دو برس یا تین برس کے لئے قسم کھا لوں گا۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ **سچا ہرگز برباد نہیں ہو سکتا بلکہ وہی ہلاک ہوگا جس کو جھوٹ نے پہلے سے ہلاک کر دیا ہے**۔ اگر صدق الہام اور صدق اسلام پر مجھے قسم دی جائے تو میں آپ سے ایک پیسہ نہیں لیتا لیکن آپ کے قسم کھانے کے وقت **تین ہزار کے بدرے پہلے پیش کئے جائیں گے** یا تحریر باضابطہ لے کر پہلے ہی دے دیئے جائیں گے اگر میں روپیہ دینے میں ذرہ بھی توقف کروں تو اسی مجلس میں جھوٹا ٹھہر جاؤں گا **مگر وہ روپیہ ایک سال تک بطور امانت آپ کے ضامنوں** کے پاس رہے گا۔ پھر آپ زندہ رہے تو آپ کی مِلک ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے سوا میرے لئے میرے کاذب نکلنے کی حالت میں سزائے موت بھی تجویز ہو تو بخدا اس کے بھگتنے کے لئے بھی تیار ہوں مگر افسوس سے لکھتا ہوں کہ اب تک آپ اس قسم کے کھانے کے لئے **آمادہ نہیں ہوئے اگر آپ سچے ہیں اور میں ہی جھوٹا ہوں** تو کیوں میرے روبرو جلسہ عام میں **قسم مؤکد بعذاب موت** نہیں کھاتے مگر آپ کی یہ تحریریں جو اخباروں میں کہ یا خطوط کے ذریعہ سے آپ شائع کر رہے ہیں بالکل

☆نوٹ: بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ الہام پندرہ مہینہ کے اندر کیوں شائع نہ کیا سو واضح ہو کہ پندرہ مہینہ کے اندر ہی یہ الہام ہو چکا تھا پھر جبکہ الہام نے اپنی صداقت کا پورا ثبوت دے دیا تو ثابت شدہ امر کا انکار کرنا بے ایمانی ہے۔ **منہ**

سچائی اور راست بازی کے **برخلاف** ہیں کیونکہ یہ باتیں بحیثیت ایک مدعا علیہ کے آپ کے منہ سے نکل رہی ہیں جو ہرگز قابل اعتبار نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ بحیثیت ایک گواہ کے جلسہ عام میں حاضر ہوں یا چند ایسے خاص لوگوں کے جلسہ میں جن کی تعداد فریقین کی منظوری سے قائم ہو جائے آپ خوب سمجھتے ہیں کہ فیصلہ کرنے کے لئے **اخیری طریق حلف ہے**، اگر آپ اس فیصلہ کی طرف رخ نہ کریں تو آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ آئندہ کبھی **عیسائی کہلاویں** ﴿۱۹﴾ مجھے حیرت پر حیرت ہے کہ اگر واقعی طور پر آپ سچے اور مَیں مفتری ہوں تو پھر کیوں ایسے فیصلہ سے آپ گریز کرتے ہیں **جو آسمانی ہوگا** اور صرف سچے کی حمایت کرے گا اور **جھوٹے کو نابود کر دے گا** بعض نادان عیسائیوں کا یہ کہنا کہ جو ہونا تھا ہو چکا عجیب حماقت اور بے دینی ہے وہ اس امر واقعی کو کیوں کر اور کہاں چھپا سکتے ہیں کہ وہ پہلی پیشگوئی دو پہلو پر مشتمل تھی پس اگر **ایک ہی پہلو پر مدار فیصلہ رکھا جائے** تو اس سے بڑھ کر کون سی بے ایمانی ہوگی اور دوسرے پہلو کے امتحان کا وہی ذریعہ ہے جو الٰہی تفہیم نے میرے پر ظاہر کیا یعنی یہ کہ آپ قسم مؤکد بعذاب موت کھا جائیں اب اگر آپ قسم نہ کھائیں اور یوں ہی **فضول گو مدعا علیہوں** کی طرح اپنی عیسائیت کا اظہار کریں تو ایسے بیانات شہادت کا حکم نہیں رکھتے بلکہ تعصب اور حق پوشی پر مبنی سمجھے جاتے ہیں سو اگر آپ سچے ہیں تو میں آپ کو **اس پاک قادر ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں** کہ آپ ضرور تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام یا خاص میں حسب شرح بالا قسم مؤکد بعذاب موت کھاویں تا حق اور باطل میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جائے۔

اب میں آپ کی اس مہمل تقریر کی جو آپ نے پرچۂ نور افشاں ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء میں چھپوائی ہے **حقیقت** ظاہر کرتا ہوں کیا وہ ایک شہادت ہے جو فیصلہ کے لئے کارآمد ہو سکے ہرگز نہیں وہ تو مدعا علیہوں کے رنگ میں ایک **یک طرفہ**

بیان ہے جس میں آپ نے جھوٹ بولنے اور حق پوشی سے ذرا خوف نہ کیا کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ یہ بیان بطور بیان شاہد قسم کے ساتھ مؤکد نہیں بلکہ جاہلوں کے لئے ایک طفل تسلی ہے پھر آپ زبان دبا کر یہ بھی اس میں اشارہ کرتے ہیں کہ **میں عام عیسائیوں کے عقیدہ ابنیت والوہیت کے ساتھ متفق** نہیں اور نہ میں ان عیسائیوں سے متفق ہوں جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بے ہودگی کی اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ قریب ستّر برس کی میری عمر ہے اور پہلے اس سے اسی سال کے کسی پرچہ نور افشاں میں چھپا تھا کہ آپ کی عمر چونسٹھ برس کے قریب ہے پس میں متعجب ہوں کہ اس ذکر سے **کیا فائدہ** کیا آپ عمر کے لحاظ سے ڈرتے ہیں کہ شاید میں فوت ہو جاؤں **مگر آپ نہیں سوچتے کہ بجز ارادہ قادر مطلق کوئی فوت نہیں ہوسکتا** جبکہ میں بھی قسم کھا چکا اور آپ بھی کھائیں گے تو جو شخص ہم دونوں میں جھوٹا ہوگا وہ دنیا پر **اثر ہدایت** ڈالنے کے لئے اس جہان سے اٹھا لیا جائے گا۔ اگر آپ چونسٹھ برس کے ہیں تو میری عمر بھی قریباً ساٹھ کے ہو چکی **دو خداؤں کی لڑائی** ہے ایک اسلام کا اور ایک عیسائیوں کا پس جو **سچا** اور قادر خدا ہوگا وہ ضرور اپنے بندہ کو بچا لے گا۔ اگر آپ کی نظر میں کچھ عزت اس **مسیح کی** ہے جس نے مریم صدیقہ سے تولّد پایا تو اس عزت کی سفارش پیش کر کے پھر میں آپ کو خداوند قادر مطلق کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس اشتہار کے منشاء کے موافق عام مجلس میں قسم مؤکد بعذاب موت کھاویں یعنی یہ کہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں نے پیشگوئی کی میعاد میں اسلامی عظمت اور صداقت کا کچھ اثر اپنے دل پر نہیں ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی حقّانی ہیبت میرے دل پر طاری ہوئی اور نہ میرے دل نے اسلام کو حقّانی مذہب خیال کیا بلکہ میں درحقیقت مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ

﴿۲۰﴾

پر یقین کامل کے ساتھ اعتقاد رکھتا رہا اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اے
قادر خدا جو دل کے تصورات کو جانتا ہے اس بے باکی کے عوض میں **سخت**
ذلت اور دکھ کے ساتھ **عذاب موت** ایک سال کے
اندر میرے پر نازل کر اور یہ تین مرتبہ کہنا ہوگا اور ہم
تین مرتبہ آمین کہیں گے اب ہم دیکھتے ہیں کہ
آپ کو مسیح کی عزت کا کچھ بھی پاس ہے
یا نہیں زیادہ کیا لکھوں ☆

والسلام علی من اتبع
الھدیٰ

☆ **نوٹ**:- میں اس جگہ ڈاکٹر مارٹین کلارک اور پادری عماد الدین صاحب اور دیگر پادری صاحبان کو بھی حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم کی عزت اور وجاہت کو اپنے اس قول کا درمیانی شفیع ٹھہرا کر خداوند قادر ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں کہ وہ آتھم صاحب کو حسب منشاء میری قسم کھانے کے لئے آمادہ کریں ورنہ ثابت ہوگا کہ ان کے دل میں ایک ذرہ تعظیم حضرت مسیح کی عزت اور وجاہت کی نہیں ہے۔منہ

راقم میرزا غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپور ۵/ اکتوبر ۱۸۹۴ء

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ بمرتبہ چہارم

یہ چار ھزار روپیہ حسب شرائط اشتہار ۹/ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰/ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۵/ اکتوبر ۱۸۹۴ء مسٹر عبد اللّٰہ آتھم صاحب کے قسم کھانے پر بلا توقف ان کو دیا جائے گا

ناظرین! اس مضمون کو غور سے پڑھو کہ ہم اس سے پہلے **تین اشتہار انعامی** زر کثیر یعنی اشتہار انعامی ایک ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے قسم کھانے کے لئے شائع کر چکے ہیں اور بار بار لکھ چکے ہیں کہ اگر مسٹر آتھم صاحب ہمارے اس الہام سے منکر ہیں جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم پر یہ ظاہر ہوا کہ آتھم صاحب ایام پیشگوئی میں اس وجہ سے بعذاب الٰہی فوت نہیں ہو سکے کہ انہوں نے **حق کی طرف رجوع کرلیا** تو وہ جلسہ عام میں قسم کھالیں کہ یہ بیان سراسر افترا ہے اور اگر افترا نہیں بلکہ حق اور منجانب اللہ ہے اور میں ہی جھوٹ بولتا ہوں تو اے خدائے قادر

اس جھوٹ کی سزا مجھ پر یہ نازل کر کہ میں ایک سال کے اندر سخت عذاب اٹھا کر مر جاؤں۔ غرض یہ قسم ہے جس کا **ہم مطالبہ کرتے ہیں**☆ اور ہم یہ بھی کھول کر تحریر کر چکے ہیں کہ قانون انصاف آتھم صاحب پر واجب کرتا ہے کہ وہ اس تصفیہ کے لئے ضرور قسم کھاویں کہ وہ پیشگوئی کے ایام میں **اسلامی صداقت** سے خائف نہیں ہوئے بلکہ برابر **بندہ پرست**☆☆ ہی

☆ **نوٹ:** آتھم صاحب نے نور افشاں ۱۰/۱۱ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں مطالبہ کی قسم کے بارے میں یہ جواب شائع کیا ہے کہ اگر مجھے قسم دینا ہے تو عدالت میں میری طلبی کرائیے یعنی بغیر جبر عدالت میں قسم نہیں کھا سکتا گویا ان کا ایمان عدالت کے جبر پر موقوف ہے مگر جو سچائی کے اظہار کے لئے قسم نہیں کھاتے وہ نیست و نابود کئے جائیں گے۔ یرمیا ۱۴/۱۴۔

☆☆ **نوٹ:** عیسائی لوگ اس لئے بندہ پرست ہیں کہ عیسٰی مسیح جو ایک عاجز بندہ ہے ان کی نظر میں وہی خدا ہے اور یہ قول ان کا سراسر فضول اور نفاق اور دروغ گوئی پر مبنی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ ہم عیسٰی کو تو ایک انسان سمجھتے ہیں مگر اس بات کے ہم قائل ہیں کہ اس کے ساتھ **اقنوم ابن** کا تعلق تھا کیونکہ مسیح نے انجیل میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اقنوم ابن سے میرا ایک خاص تعلق ہے اور وہی اقنوم ابن اللہ کہلاتا ہے نہ مَیں بلکہ انجیل یہ بتلاتی ہے کہ خود مسیح ابن اللہ کہلاتا تھا اور جب مسیح کو زندہ خدا کی قسم دے کر سردار کاہن نے پوچھا کہ کیا تو خدا کا بیٹا ہے تو اس نے یہ جواب نہ دیا کہ میں تو ابن اللہ نہیں بلکہ میں تو وہی انسان ہوں جس کو تیس برس سے دیکھتے چلے آئے ہو ہاں ابن اللہ وہ اقنوم ثانی ہے جس نے اب مجھ سے قریباً دو سال سے تعلق پکڑ لیا ہے بلکہ اس نے سردار کاہن کو کہا کہ ہاں وہی ہے جو تو کہتا ہے پس اگر ابن اللہ کے معنی اس جگہ وہی ہیں جو عیسائی مراد لیتے ہیں تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا پھر کیونکر کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو انسان سمجھتے ہیں۔ کیا انسان صرف جسم اور ہڈی کا نام ہے۔ **افسوس** کہ اس زمانہ کے جاہل عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن نے ہمارے عقیدہ کو نہیں سمجھا حالانکہ وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح نے خود اپنے منہ سے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے ظاہر ہے کہ سردار کاہن کا یہ کہنا کہ کیا تو خدا کا بیٹا ہے اس کا مدعا یہی تھا کہ تو جو انسان ہے پھر کیونکر انسان ہو کر خدا کا بیٹا کہلاتا ہے کیونکہ سردار کاہن جانتا تھا کہ یہ ایک انسان اور ہماری قوم میں سے **یوسف نجّار** کی بیوی کا لڑکا ہے لہٰذا ضرور تھا کہ مسیح سردار کاہن کا وہ جواب دیتا جو اس کے سوال اور دلی منشاء کے مطابق ہوتا کیونکہ نبی کی شان سے بعید ہے کہ سوال دیگر اور

﴿۲﴾

رہے کیونکہ جبکہ **ڈرنے** کا ان کو خود اقرار ہے چنانچہ وہ اس اقرار کو **کئی مرتبہ** رو رو کر ظاہر کر چکے ہیں تو اب یہ **بار ثبوت** انہیں کی گردن پر ہے کہ وہ **الہامی پیشگوئی** اور اسلامی صداقت سے نہیں ڈرے بلکہ اس لئے ڈرتے رہے کہ ان کو متواتر یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ اس پیشگوئی سے پہلے اس عاجز نے ☆ ہزاروں کا خون کر دیا ہے اور اب بھی اپنی بات پوری کرنے کے لئے ضرور ان کا خون کر دے گا

﴿۲﴾

﴿۳﴾

بقیہ حاشیہ: جواب دیگر ہو۔ پس عیسائیوں کے مصنوعی اصول کے موافق یہ جواب چاہیئے تھا کہ جیسا کہ تم نے گمان کیا ہے یہ غلط ہے اور میں اپنی انسانیت کی رو سے ہرگز ابن اللہ نہیں کہلاتا بلکہ ابن اللہ تو اقنوم دوم ہے جس کا تمہاری کتابوں کے فلاں فلاں مقام میں ذکر ہے۔ لیکن مسیح نے ایسا جواب نہ دیا بلکہ ایک دوسرے مقام میں یہ کہا ہے کہ تمہارے بزرگ تو خدا کہلائے ہیں۔ پس ثابت ہے کہ دوسرے نبیوں کی طرح مسیح نے بھی اپنے انسانی روح کے لحاظ سے ابن اللہ کہلایا اور صحت اطلاق لفظ کیلئے گذشتہ نبیوں کا حوالہ دیا۔ پھر بعد اس کے عیسائیوں نے اپنی غلط فہمی سے مسیح کو درحقیقت خدا کا بیٹا سمجھ لیا اور دوسروں کو بیٹا ہونے سے باہر رکھا پس اسی واقعہ صحیحہ کی قرآن مجید نے گواہی دی اور اگر کوئی یہ کہے کہ اقنوم ثانی کا مسیح کی انسانی روح سے ایسا اختلاط ہو گیا تھا کہ درحقیقت وہ دونوں ایک ہی چیز ہو گئے تھے اس لئے مسیح نے اقنوم ثانی کی وجہ سے جو اس کی ذات کا عین ہو گیا تھا خدائی کا دعویٰ کر دیا تو اس تقریر کا مآل بھی یہی ہوا کہ بموجب زعم نصاریٰ کے ضرور مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا کیونکہ جب اقنوم ثانی اس کے وجود کا عین ہو گیا اور اقنوم ثانی خدا ہے تو اس سے یہی نتیجہ نکلا کہ مسیح خدا بن گیا۔ سو یہ وہی ضلالت کی راہ ہے جس سے پہلے اور پچھلے عیسائی ہلاک ہو گئے اور قرآن نے درست فرمایا کہ یہ بندہ پرست ہیں۔ منہ

☆ آتھم صاحب نے اپنی متواتر تحریروں میں میرے پر اور میرے بعض مخلصوں پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ اس لئے اپنی موت سے ڈرتے رہے کہ میں اور میرے بعض دوست ان کے قتل کرنے کیلئے مستعد تھے اور گویا انہوں نے کئی دفعہ برچھیوں اور تلواروں کے ساتھ حملہ کرتے بھی دیکھا تو اس صورت میں اگر وہ اپنے بے جا الزاموں کو ثابت نہ کریں تو کم سے کم وہ اس جرم کے مرتکب ہیں جس کی تشریح دفعہ ۵۰۰ تعزیرات میں درج ہے وہ خوب جانتے تھے کہ کبھی میرے پر ڈاکو یا خونی ہونے کا الزام نہیں لگایا گیا

پس اسی وجہ سے ہمیں قانوناً وانصافاً حق پہنچا جو ہم پبلک پر اصل حقیقت ظاہر کرنے کے لئے آتھم صاحب سے قسم کا مطالبہ کریں۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی کسی کے گھر میں مداخلت بے جا کرتا ہوا پکڑا جاوے تو صرف یہ اپنا ہی عذر اس کا سنا نہیں جائے گا کہ وہ مثلاً حقّہ پینے کے لئے آگ لینے آیا تھا بلکہ اس کی بریّت اور صفائی کے لئے کسی شہادت کی حاجت ہوگی۔ سو اسی طرح جب آتھم صاحب نے اپنے پندرہ مہینہ کے حالات اور نیز اقرار سے ثابت کر دیا کہ وہ ایام پیشگوئی میں ضرور ڈرتے رہے ہیں تو بے شک ان سے یہ ایک ایسی بے جا حرکت صادر ہوئی جو ان کی عیسائیت کے استقلال کے برخلاف تھی اور چونکہ وہ حرکت پیشگوئی کے زمانہ میں بلکہ بعض نمونوں کو دیکھ کر ظہور میں آئی اس لئے وہ اس مطالبہ کے نیچے آ گئے کہ کیوں یہ یقین نہ کیا جائے کہ پیشگوئی کے رعب ناک اثر نے ان کا یہ حال بنا دیا تھا اور ضرور انہوں نے **اسلامی عظمت** کا خوف اپنے دل پر ڈال لیا تھا پس اسی وجہ سے انصاف اور قانون دونوں ان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ہمارے منشاء کے موافق قسم کھا کر اپنی بریت ظاہر کریں مگر وہ ایک جھوٹا عذر پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا **ممنوع** ہے پس ان کی یہی مثال ہے کہ جیسے ایک چور بے جا مداخلت کے وقت میں پکڑا جائے اور اس سے صفائی کے گواہ مانگے جائیں تو چور حاکم کو یہ کہے کہ میرے مذہب کی رو سے یہ منع ہے کہ میں صفائی کے گواہ پیش کروں یا اپنی بریت کے لئے قسم کھاؤں اس لئے میں آپ کی منت کرتا ہوں کہ مجھے یوں ہی چھوڑ دو۔ پس جیسا وہ احمق چور قانون عدالت کے برخلاف باتیں کر کے ﴿۳﴾

بقیہ حاشیہ: اور میرا باپ گورنمنٹ میں ایک نیک نام رئیس تھا تو کیا اب تک وہ اس بے جا الزام سے زیر مطالبہ نہیں آئے اور کیا وہ اس بے ہودہ عذر سے جو قسم کھانا میرے مذہب میں درست نہیں قانونی جرم سے بَری ہو سکتے ہیں اور ان کے حق میں موت کی پیشگوئی ان کی درخواست سے تھی نہ خود بخود کیونکہ انہوں نے الہامی نشان مانگا تھا۔ منہ

یہ طمع خام دل میں لاتا ہے کہ میں بغیر اپنی بریت ظاہر کرنے کے یوں ہی چھوٹ جاؤں گا اسی طرح آتھم صاحب اپنی سادہ لوحی سے بار بار انجیل پیش کرتے ہیں اور اس الزام سے بری ہونے کا ان کو ذرہ فکر نہیں جو خود ان کے اقرار اور کردار سے ان پر ثابت ہو چکا ہے انہیں اس پیشگوئی سے پہلے جو ان کی نسبت کی گئی خوب معلوم تھا کہ احمد بیگ کی نسبت جو موت کی پیشگوئی کی گئی تھی جس کو ایڈیٹر نور افشاں نے چھاپ بھی دیا تھا اور جس کے بہت سے اشتہار بھی شائع ہو چکے تھے وہ کیسی صفائی سے پوری ہوئی ان کو خوب یاد ہوگا کہ انہیں ایام انعقاد مباحثہ میں اس پیشگوئی کا پورا ہونا بذریعہ ایک خط کے ان پر ظاہر کر دیا گیا تھا پس اسی سبب سے اس پیشگوئی کا غم ان کے دل پر بہت ہی غالب ہوا☆ کیونکہ وہ نمونہ کے طور پر ایک پیشگوئی کا پورا ہونا ملاحظہ کر چکے تھے مگر میری قاتلانہ سیرت کی نسبت تو ان کے پاس کوئی نمونہ اور کوئی ثبوت نہ تھا کیا ان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت تھا کہ میں جس کی نسبت موت کی پیشگوئی کرتا ہوں اس کو خود قتل کر دیتا ہوں۔ پھر کیا کسی عقلمند کا قیاس اس بات کو باور رکھ سکتا ہے کہ جس بات کا ان کے پاس کھلا کھلا نمونہ تھا بلکہ عیسائی پرچہ بھی اس کا گواہ تھا اس تجربہ کردہ اور آزمودہ بات کا تو کچھ بھی خوف ان کے دل پر طاری نہ ہوا مگر قتل کرنے کا خوف دل پر طاری ہو گیا جس کی تصدیق کے لئے کوئی نمونہ ان کے پاس موجود نہ تھا اور نہ شبہ کرنے کی کوئی وجہ تھی۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میں نے کوئی ظالمانہ حرکت کی یا ادنیٰ زدوکوب کا استغاثہ کبھی میرے پر دائر ہوا۔ پس جبکہ میرے سابقہ اعمال کسی

☆نوٹ: وہ فلاسفر جن کا قول ہے کہ خدا رحم ہے اور خدا محبت ہے وہ بھی اس مقام میں سمجھ سکتے ہیں کہ ایک انسان اگر ایک وقت میں نہایت سرکشی اور ظلم اور بے ایمانی اور بے باکی کی حالت میں ہو اور دوسرے وقت میں وہی انسان نہایت خوف اور تضرع اور رجوع کی حالت میں ہو تو ان دونوں مختلف حالتوں کا ایک ہی نتیجہ ہرگز نہیں ہو سکتا پس کیونکر ممکن ہے کہ وہ حکم سزا کی پیشگوئی

شرّ کا احتمال نہیں پیدا کرتے تھے اور دوسری طرف پیشگوئی کے پورے ہونے کا احتمال آتھم صاحب کی نظر میں کئی وجوہ سے قوی تھا کیونکہ وہ احمد بیگ کی موت کی پیشگوئی کا پورا ہونا مجھ سے سن چکے تھے☆ اور اس پیشگوئی کی کیفیت میرے اشتہارات اور پرچہ نور افشاں میں پڑھ چکے تھے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ ان کی نسبت پیشگوئی جس قوت اور شوکت اور پرزور دعویٰ سے بیان کی گئی وہ بھی ان کو معلوم تھا تو اب ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں مل کر ایسا دل پر قوی اثر ڈالتی ہیں جو تازہ بتازہ نمونہ

﴿۴﴾

بقیہ نوٹ: جو سرکشی اور بے باکی کی حالت میں ہوئی تھی وہ اطاعت اور خوف کی حالت میں قائم رہے اور اطاعت اور خوف کی حالت کے موافق کوئی پُررحم امر صادر نہ ہو۔ منہ

☆ **حاشیہ:** مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد کی نسبت ایک ہی پیشگوئی تھی اور احمد بیگ کی نسبت جو ایک حصہ پیشگوئی کا تھا وہ نور افشاں میں بھی شائع ہو چکا تھا۔ غرض احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اس کا فوت ہونا اس کے داماد اور تمام عزیزوں کیلئے سخت ہم و غم کا موجب ہوا چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے **توبہ اور رجوع کے خط اور پیغام** بھی آئے جیسا کہ ہم نے اشتہار ۶؍ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں جو غلطی سے ۶؍ ستمبر ۱۸۹۴ء لکھا گیا ہے مفصل ذکر کر دیا ہے پس اس دوسرے حصہ یعنی احمد بیگ کے داماد کی وفات کے بارے میں سنت اللہ کے موافق تاخیر ڈالی گئی☆ جیسا کہ ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ **انذار** اور **تخویف** کی پیشگوئیوں میں یہی سنت اللہ ہے کیونکہ خدا کریم ہے اور وعید کی تاریخ کو توبہ اور رجوع کو دیکھ کر کسی دوسرے وقت پر ڈال دینا کرم ہے اور چونکہ اس ازلی وعدہ کی رو سے یہ تاخیر خدائے کریم کی ایک سنت ٹھہر گئی ہے جو اس کی تمام پاک کتابوں میں موجود ہے اسلئے اس کا نام تخلف وعدہ نہیں بلکہ ایفاء وعدہ ہے کیونکہ سنت اللہ کا وعدہ اس سے پورا ہوتا ہے۔ بلکہ تخلف وعدہ اس صورت میں ہوتا کہ جب سنت اللہ کا عظیم الشان وعدہ ٹال دیا جاتا مگر ایسا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس صورت میں خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ منہ

☆ نوٹ: احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پروانہ کی خط پر خط بھیجے گئے ان سے کچھ نہ ڈرا پیغام بھیج کر سمجھایا گیا کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق (باقی اگلے صفحہ پر)

دیکھ چکا ہے پس جبکہ ایک طرف خوف اور ڈر کے یہ اسباب موجود ہوں اور دوسری طرف خود اقرار ہو کہ میں ایام پیشگوئی میں **ضرور ڈرتا رہا**۔ پس کیا اب تک وہ اس **مطالبہ** کے نیچے نہیں آسکے کہ ہمیں وہ قسم کھا کر مطمئن کریں کہ اس قسم کا ڈر جس کے اسباب اور محرک اور نمونے ان کی نظر کے سامنے موجود تھے وہ ہرگز ان کے دل پر غالب نہیں ہوا بلکہ ان تلواروں اور برچھیوں نے ان کو ڈرایا جن کا خارج میں کچھ بھی وجود نہ تھا۔ بہرحال اس دعویٰ کا بارثبوت ان کی گردن پر ہے کہ یہ جان کا خوف جس کا وہ کئی دفعہ اقرار کر چکے اسلامی عظمت کے اثر اور پیشگوئی کے **رعب** سے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے تھا لیکن افسوس کہ آتھم صاحب نے باوجود **تین اشتہار** جاری ہونے کے اب تک اس طرف توجہ نہیں کی اور اپنی بریت ظاہر کرنے کے لئے اس اطمینان بخش طریق کو اختیار نہیں کیا جس سے **مجھ حق دار** مطالبہ کی تسلی ہو سکتی کیا اس میں کچھ شک ہے کہ مجھے بے جا الزام لگانے کی وجہ سے قانوناً وانصافاً وعرفاً حق طلب ثبوت حاصل ہے اور کیا اس میں کچھ شبہ ہے کہ اس بات کا بارثبوت ان کے ذمہ ہے کہ وہ کیوں پندرہ مہینہ تک ڈرتے رہے اور میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ڈرنے کی ثابت شدہ وجوہات میرے الہام کی صریح مؤید ہیں کیونکہ پیشگوئی کی شوکت اور قوت میرے پُر زور الفاظ سے ان کے دل میں جم چکی تھی اور پیشگوئی کی صداقت کا نمونہ مرزا احمد بیگ کی **موت** تھی جس کی سچائی ان پر بخوبی کھل چکی تھی لیکن تلواروں سے قتل کئے جانے کا کوئی نمونہ ان کی نظر کے سامنے نہ تھا سو آتھم

بقیہ نوٹ: نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزا میں شریک ہوئے سو یہی قصور تھا کہ پیشگوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے اور شیخ بٹالوی کا یہ کہنا کہ نکاح کے بعد طلاق کیلئے ان کو فہمایش کی گئی تھی۔ یہ سراسر افترا ہے بلکہ ابھی تو ان کا ناطہ بھی نہیں ہو چکا تھا جبکہ ان کو حقیقت سے اطلاع دی گئی تھی اور اشتہار تو کئی برس پہلے شائع ہو چکے تھے۔ منہ

صاحب پر واجب تھا کہ اس الزام کو قسم کھانے سے اپنے سر پر سے اٹھا لیتے لیکن عیسائیت کی قدیم بددیانتی نے ان کو اس طرف آنے کی اجازت نہیں دی بلکہ یہ جھوٹا بہانہ پیش کر دیا کہ **قسم کھانا ہمارے مذہب میں منع ہے** گویا ایسی تسلی بخش شہادت جو قسم کے ذریعہ سے حاصل ہوتی اور خصومت کو قطع کرتی اور الزام سے بری کرتی اور امن اور آرام کا موجب ہوتی ہے اور جو حق کے ظاہر کرنے کا انتہائی ذریعہ اور مجازی حکومتوں کے سلسلہ میں آسمانی عدالت کا رعب یاد دلاتی ہے اور جھوٹے کا منہ بند کرتی ہے وہ **انجیلی تعلیم** کے رو سے **حرام** ہے جس سے عیسائی عدالتوں کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ لیکن ہر یک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ بالکل حضرت عیسیٰ پر بہتان ہے حضرت عیسیٰ نے کبھی گواہی اور گواہی کے لوازموں کا دروازہ بند نہیں کرنا چاہا حضرت عیسیٰ خوب جانتے تھے☆ کہ قسم کھانا شہادت کی **روح** ہے اور جو شہادت بغیر قسم ہے وہ مدعیانہ بیان ہے نہ شہادت، پھر وہ ایسی ضروری قسموں کو جن پر نظام تحقیقات کا ایک بھارا مدار ہے کیونکر بند کر سکتے تھے۔ الٰہی قانون قدرت اور انسانی صحیفہ فطرت اور انسانی کانشنس خود گواہی دے رہا ہے کہ خصومتوں کے قطع کے لئے انتہائی حد **قسم** ہی ہے اور ایک راستباز انسان جب کسی الزام اور شبہ کے نیچے آجاتا ہے اور کوئی انسانی گواہی قابل اطمینان پیش نہیں کر سکتا تو بالطبع وہ خدا تعالیٰ کی

﴿۵﴾

☆ **نوٹ:** کوئی سچی اور حقانی تعلیم مجرموں کو پناہ نہیں دے سکتی پس جبکہ آتھم صاحب نے اس ڈر کا اقرار کر کے جس کو وہ کسی طرح سے چھپا نہیں سکتے یہ مجرمانہ عذر پیش کیا کہ یہ عاجز کئی دفعہ اقدام قتل کا مرتکب ہوا تھا اس لئے دل پر موت کا ڈر غالب ہو گیا تو کیا انجیل آتھم صاحب کو اس مطالبہ سے بچا لے گی کہ کیوں انہوں نے بے جا الزام لگایا۔ پھر کیونکر انجیل ان کو اسی قسم سے روک سکتی ہے جس سے ان کی بریت ہو۔ منہ

گواہی سے اپنی راستبازی کی بنیاد پر مدد لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی گواہی یہی ہے کہ وہ اس ذات عالم الغیب کی قسم کھا کر اپنی صفائی پیش کرے اور جھوٹا ہونے کی حالت میں خدا تعالیٰ کی لعنت اپنے پر وارد کرے یہی طریق آخری فیصلہ کا **نبیوں** کے نوشتوں سے **ثابت** ہوتا ہے مگر آتھم صاحب کہتے ہیں کہ قسم کھانا ممنوع اور ایمانداری کے برخلاف ہے۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ عذر ان کا بھی صحیح ہے یا نہیں کیونکہ اگر صحیح ہے تو پھر وہ فی الحقیقت قسم کھانے سے معذور ہیں لیکن اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں کہ عیسائیوں کے ہر یک مرتبہ کے آدمی کیا مذہبی اور کیا دنیوی جب کسی شہادت کے لئے بلائے جائیں تو قسم کھاتے اور انجیل اٹھاتے ہیں اور ایک بڑے سے بڑا پادری جب کسی عدالت میں کسی شہادت کے ادا کرنے کے لئے بلایا جائے تو کبھی یہ عذر نہیں کرتا کہ انجیل کی رو سے قسم منع ہے بلکہ بطیبِ خاطر قسم کھاتا ہے بلکہ انگریزی سلطنت کے کُل متعہد عہدے دار اور پارلیمنٹ کے ممبر یہاں تک کہ گورنر جنرل سب حلف اٹھانے کے بعد اپنے عہدوں پر مامور ہوتے ہیں تو پھر کیا خیال کیا جائے کہ یہ تمام لوگ تعلیم انجیل پر ایمان رکھنے سے بے بہرہ ہیں اور صرف ایک آتھم صاحب مرد مسیحی دنیا میں موجود ہیں جو حضرت عیسیٰ کی تعلیم پر ایسا ہی کامل ایمان ان کو نصیب ہے جیسا کہ پطرس حواری اور پولس رسول کو نصیب تھا بلکہ اگر یہ بات فی الواقع سچ ہے کہ قسم کھانا انجیل کے رو سے منع ہے تو پھر آتھم صاحب کا ایمان پطرس اور پولس رسول کے ایمان سے بھی کہیں آگے بڑھا ہوا ہے کیونکہ آتھم صاحب کے نزدیک قسم کھانا بے ایمانی ہے لیکن متی ۲۷ باب ۷۲ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ پطرس حواری بہشتی کنجیاں والے نے بھی اس بے ایمانی سے خوف نہیں کیا اور بغیر اس کے کہ کوئی قسم کھانے پر اصرار کرے آپ ہی قسم کھالی لیکن اگر آتھم صاحب کہیں کہ پطرس راستباز آدمی نہیں تھا کیونکہ حضرت مسیح

نے اس کو **شیطان کا لقب** بھی دیا ہے مگر میں راستباز ہوں اور **پطرس سے بہتر** اس لئے قسم کھانا بے ایمانی سمجھتا ہوں تو ان کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کے پولس رسول نے بھی جو بقول عیسائیاں حضرت موسیٰ سے بھی بڑھ کر ہے قسم کھائی ہے اگر اس کو بھی آپ ایمان سے جواب دیں تو خیر آپ کی مرضی اور اگر یہ سوال ہو کہ قسم کھانے کا ثبوت کیا ہے تو قرنتیان ۱۵ باب ۳۱ آیت دیکھ لیں جس میں پولس صاحب فرماتے ہیں مجھے تمہارے اس فخر کی جو ہمارے خداوند مسیح یسوع سے ہے **قسم** کہ میں ہر روز مرتا ہوں۔ اس جگہ ناظرین خوب غور سے سوچیں کہ جس حالت میں پطرس اور پولس رسول قسم کھائیں اور آتھم صاحب قسم کھانا بے ایمانی قرار دیں یعنی شرعی ممنوعات کی مد میں رکھیں جس کا ارتکاب بلاشبہ بے ایمانی ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حسب قول آتھم صاحب مسیح کے تمام حواری اور پولس رسول سب ممنوعات انجیل کے مرتکب اور ایمانی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے کیونکہ بعضوں نے ان میں سے قسمیں کھائیں اور بعض اس طرح پر بے ایمانی کے کاموں میں شریک ہوئے کہ قسم کھانے والوں سے جدا نہ ہوئے اور نہ امر معروف اور نہی منکر کیا لیکن آج تک بجز آتھم صاحب کے کسی عیسائی نے اس اعتقاد کو **شائع** نہیں کیا کہ حضرت مسیح کے تمام حواری یہاں تک کہ پولس رسول بھی ایمانی دولت سے **تہی دست** اور **بے نصیب** اور ممنوعات انجیل میں **مبتلا** تھے صرف اٹھارہ سو برس کے بعد آتھم صاحب کو یہ ایمان دیا گیا تعجب کہ اس قوم کے جھوٹ اور بددیانتی کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اپنے نفس کے بچاؤ کے لئے اپنے بزرگوں کو بھی دولت ایمان سے بے نصیب قرار دیتے ہیں اگر آتھم صاحب جان بچانے کے لئے صرف یہ بہانہ کرتے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میں سال تک مر نہ جاؤں تو اس صورت میں لوگوں کو فقط اتنا ہی خیال ہوتا کہ اس شخص کا ایمان مسیح کی طاقت اور قدرت پر ضعیف ہے اور درحقیقت اپنے دل میں اس کو قادر نہیں سمجھتا لیکن آتھم صاحب

﴿۶﴾

کا یہ ممانعت قسم کا بہانہ ان کی بددیانتی اور ردی حالت کی کھلے طور پر قلعی کھولتا ہے کیونکہ اس بہانہ کو کوئی بھی باور نہیں کر سکتا کہ مسیح کے تمام حواری اور پولس رسول ممنوعات انجیل میں گرفتار ہو کر ایمانی دولت سے بے نصیب رہے اور یہ ایمان آتھم صاحب کے ہی حصہ میں آیا اور پھر مجھے یہ دعویٰ بھی سراسر جھوٹ معلوم ہوتا ہے کہ آتھم صاحب نے اب تک کسی عدالت میں قسم نہیں کھائی اور تمام حکام اس بات پر راضی رہے کہ آتھم صاحب کسی شہادت کے ادا کرنے کے وقت بغیر قسم اظہار لکھوا دیا کریں اور نہ میں یہ باور کر سکتا ہوں کہ اگر آتھم صاحب اب بھی کسی شہادت کے لئے بلائے جائیں تو یہ عذر پیش کریں کہ چونکہ میں پارلیمنٹ کے ممبروں اور تمام متعہد عیسائی ملازموں حتّٰی کہ گورنر جنرل سے بھی زیادہ ایماندار ہوں اس لئے ہرگز قسم نہیں کھاؤں گا۔ آتھم صاحب خوب جانتے ہیں کہ بائبل میں نبیوں کی قسمیں بھی مذکور ہیں **خود مسیح قسم کا پابند ہوا** دیکھو متی ۲۷ باب ۶۳ آیت خدا نے قسم کھائی دیکھو اعمال ۷ باب ۶ آیت ۱۷۔ اور خدا کا قسم کھانا بموجب عقیدہ عیسائیوں کے مسیح کا قسم کھانا ہے کیونکہ بقول ان کے دونوں ایک ہیں اور جو شخص مسیح کے نمونہ پر اپنی عادات اور اخلاق نہیں رکھتا وہ مسیح میں سے نہیں ہے۔ اور یرمیا کی تعلیم کی رو سے قسم کھانا عبادت میں داخل ہے دیکھو یرمیا باب ۴ آیت ۲۔ اور **زبور** میں لکھا ہے کہ جو جھوٹا ہے وہی قسم نہیں کھاتا دیکھو زبور ۶۳ آیت ۱۱۔ سو آتھم صاحب کے جھوٹا ہونے پر **داؤد** نبی حضرت عیسیٰ کے دادا صاحب بھی گواہی دیتے ہیں۔ فرشتے بھی قسم کھاتے ہیں دیکھو مکاشفات ۱۰/۶ پھر **عبرانیوں** کے چھ۶ باب ۱۶ آیت میں مسیحیوں کا معلم کہتا ہے کہ ہر یک قضیہ کی حد قسم ہے یعنی ہر یک جھگڑا آخر قسم پر فیصلہ پاتا ہے۔ **توریت** میں خدا نے برکت دینے کے لئے قسم کھائی۔

﴿۷﴾

نوٹ: وہ بولا خداوند کی قسم جس کے آگے میں کھڑا ہوں۔ سلاطین ۵/۱۶۔

دیکھو **پیدائش** ۲۲/۱۶ اور پھر اپنی حیات کی قسم کھائی۔ غرض کہاں تک لکھیں اور مضمون کو طول دیں۔ **بائبل** میں خدا کی **قسمیں** فرشتوں کی **قسمیں** نبیوں کی **قسمیں** موجود ہیں اور **انجیل** میں مسیح کی **قسم** پطرس کی **قسم** پولس کی **قسم** پائی جاتی ہے۔ اسی جہت سے عیسائیوں کے علماء نے **جواز قسم** پر فتویٰ دیا ہے۔ دیکھو تفسیر انجیل مؤلفہ پادری کلارک اور پادری عماد الدین مطبوعہ ۱۸۷۵ء اور مسیح نے خدا تعالیٰ کی سچی **قسم** سے کسی جگہ منع نہیں کیا بلکہ اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی آسمان کی قسم کھاوے یا زمین کی یا یروشلم کی یا اپنے سر کی اور جو شخص ایسا سمجھے کہ خدا تعالیٰ کی سچی **قسم** کسی گواہی کے وقت کھانا منع ہے **وہ سخت احمق ہے** اور مسیح کے منشاء کو ہرگز نہیں سمجھا۔ اگر مسیح کا منشاء خدا تعالیٰ کی قسم کی ممانعت ہوتی تو وہ اپنی تفصیلی عبارت میں ضرور اس کا ذکر کرتا لیکن اس نے **متی** ۵ باب ۳۴ آیت میں ''کیونکہ'' کے لفظ سے صرف یہ سمجھانا چاہا کہ تم آسمان اور زمین اور یروشلم اور اپنے نفس کی قسم مت کھاؤ۔ خدا تعالیٰ کی قسم کا اس میں ذکر بھی نہیں اور موسیٰ کی تعلیم پر اس میں یہ تصریح زیادہ ہے کہ صرف جھوٹی قسم کھانا حرام نہیں بلکہ اگر غیر اللہ کی قسم ہو تو اگرچہ سچی ہو وہ بھی حرام ہے یہی وجہ ہے کہ اس تعلیم کے بعد حضرت مسیح کے حواری قسم کھانے سے باز نہیں آئے اور ظاہر ہے کہ حواری انجیل کا مطلب آتھم صاحب سے بہتر سمجھتے تھے اور ابتداء سے آج تک جواز قسم پر مسیحیوں کے اکثر فرقوں میں اتفاق چلا آیا ہے۔ پھر اب سوچنا چاہیئے کہ جبکہ پطرس نے قسم کھائی پولس نے قسم کھائی مسیحیوں کے خدا نے قسم کھائی فرشتوں نے قسم کھائی نبیوں نے قسمیں کھائیں اور تمام پادری ذرہ ذرہ مقدمہ پر قسمیں کھاتے ہیں پارلیمنٹ کے ممبر قسم کھاتے ہیں ہریک گورنر جنرل قسم کھا کر آتا ہے تو پھر آتھم صاحب ایسے ضروری وقت میں کیوں قسم نہیں کھاتے حالانکہ وہ خود اپنے اس اقرار سے کہ میں پیشگوئی کے بعد ضرور موت سے ڈرتا رہا ہوں ایسے الزام کے نیچے آ گئے

ہیں کہ وہ الزام **بجز قسم** کھانے کے کسی طرح ان کے سر پر سے اٹھ نہیں سکتا ☆ کیونکہ ڈرنا جو **رجوع** کی ایک قسم ہے ان کے اقرار سے ثابت ہوا پھر بعد اس کے وہ ثابت نہ کر سکے کہ وہ صرف قتل کئے جانے سے ڈرتے تھے نہ انہوں نے حملہ کرتے ہوئے کسی قاتل کو پکڑا نہ انہوں نے یہ ثبوت دیا کہ ان سے پہلے کبھی اس عاجز نے چند آدمیوں کا خون کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان کے دل میں بھی دھڑکا بیٹھ گیا کہ اسی طرح میں بھی مارا جاؤں گا بلکہ اگر کوئی نمونہ ان کی نظر کے سامنے تھا تو بس یہی کہ ایک پیشگوئی موت کی یعنی مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت ان کے سامنے ظہور میں آئی تھی لہٰذا جیسا کہ الہام الٰہی نے بتلایا ضرور وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرے اور یہ بات روئداد موجودہ سے بالکل برخلاف ہے کہ وہ پیشگوئی کی صداقت تجربہ شدہ سے نہیں ڈرے بلکہ ہمارا خونی ہونا جو ایک تجربہ کے رو سے ایک تحقیقی امر تھا اس سے ڈر گئے پس اس الزام سے وہ بجز اس کے کیونکر بری ہو سکتے ہیں کہ بحیثیت ایک **شاہد** کے قسم کھائیں اور بموجب قول پولس رسول کے جو **ہر یک مقدمہ کی حد قسم ہے** اس مشتبہ امر کا فیصلہ کر لیں لیکن یہ نہایت درجہ کی مکّاری اور بد دیانتی ہے کہ قسم کی طرف تو رجوع نہ کریں اور یوں ہی حق پوشی کے طور پر جا بجا خط بھیجیں اور اخباروں میں چھپوائیں کہ **میں عیسائی ہوں اور عیسائی تھا۔**

﴿۸﴾

اے صاحب! آپ کیوں خلق اللہ کو دھوکا دیتے ہیں آپ کی ان مدعیانہ تقریروں کو وہی لوگ قبول کریں گے جن کا شیطانی مادہ پہلے سے یہی چاہتا ہے کہ حق ظاہر نہ ہو ورنہ ہر یک منصف عقلمند جانتا ہے کہ آپکا بیان صرف بحیثیت شاہد

☆ **نوٹ:** الہامی پیشگوئی کی عظمت سے ڈرنا بموجب تصریح قرآن کریم اور بائبل کے رجوع میں داخل ہے اور رجوع عذاب میں تاخیر ڈالتا ہے اس پر قرآن اور بائبل دونوں کا اتفاق ہے۔ منہ

معتبر ہوسکتا ہے نہ ان فضول باتوں سے جو آپ شائع کر رہے ہیں **دنیا میں عیسائی مذہب جھوٹ بولنے میں اول درجہ پر ہے** جنہوں نے خدا کی کتابوں میں بھی بے ایمانی کرنے سے فرق نہیں کیا اور صدہا **جعلی** کتابیں بنالیں پس کیا ایک **بھلا مانس** ان کے مدعیانہ بیان کو قبول کرسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اگر ایک شخص راست باز بھی ہو تو وہ ایک فریق مقدمہ بن کر اس بات کا ہرگز مستحق نہیں کہ اس کا بیان جو بحیثیت مدعی یا مدعا علیہ ہے اس طور سے قبول کیا جائے جیسا کہ گواہوں کے بیانات قبول کئے جاتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو عدالتوں کو گواہوں کی کچھ بھی ضرورت نہ ہوتی۔ قانون **شہادت** میں ایک انگریز نے یہ بات خوب لکھی ہے کہ اگر فلاں تاجر

نوٹ: ایک صاحب پشاور سے لکھتے ہیں کہ اگر عذاب کی پیشگوئی رجوع بدل کرنے سے ٹل جاتی ہے تو وہ ہرگز میعار صداقت نہیں ٹھہر سکتی اور اس پر تحدی نہیں ہوسکتی۔ مگر افسوس کہ وہ نہیں سمجھتے کہ عنداللہ انکار قسم بھی جب منکر پر قسم انصافاً واجب ہو ایک میعار صداقت ہے جس کو کتاب اللہ نے منکر پر حد شرعی جاری کرنے کے لئے معتبر سمجھا ہے پھر جس شخص نے چار ہزار روپیہ تک اتمام حجت کی رقم لے کر قسم کھانے کے لئے جرأت نہ کی تو کیا اس نے اپنے افعال سے ثابت نہ کر دیا کہ ضرور اس نے رجوع بحق کیا تھا اور جس قانونی مطالبہ سے یعنی قسم سے ملزم نے سخت گریز کی تو کیا وہ معیار صداقت نہیں اور کیا وہ اب تک ایسا رجوع رہا جس پر کوئی بھی دلیل نہیں اور یہ کہنا کہ اب تک وہ انکار کئے جاتا ہے کیسی بدفہمی ہے اگر وہ حقیقی طور پر منکر ہوتا تو پھر ایسی قسم کے کھانے سے جس کا کھانا اس پر انصافاً واجب تھا کیوں گریز کرتا پس اس کا قسم نہ کھانا یہی اقرار ہے جس کو عقل سلیم سمجھتی ہے اور یہ کہنا کہ اس کی کوئی نظیر نہیں یہ دوسری نافہمی ہے۔ مماثلت کی نظیریں بتلادی گئی ہیں غور سے پڑھو اور یہ کہنا کہ ایک جھوٹا بھی ایسی پیشگوئی موت کی کر کے آخر عدم وقوع کے وقت یہ عذر پیش کرسکتا ہے کہ دلی رجوع کے باعث عذاب ٹل گیا ہے یہ بھی انصاف اور تدبر سے بعید ہے بلکہ حق اور ایمان کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی اور شخص بھی ایسی ہی پیشگوئی کرے اور یہی تمام واقعات ہوں تو قانون انصاف سے بعید ہوگا کہ ایسے شخص کو ہم کاذب کہیں جس کا صدق ملزم کے گریز سے ظاہر ہو رہا ہو بلکہ جھوٹا وہی کہلائے گا جو اس مطالبہ سے گریز کرے جو انصافاً اس پر عائد ہوتا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

جو کروڑ ہا روپیہ کی مالی عزت رکھتا ہے اور صد ہا روپیہ روز صدقہ کے طور پر دیتا ہے اگر کسی پر ایک پیسہ کا دعویٰ کرے تو گو وہ کیسا ہی متمول اور مخیرّ اور سخی سمجھا گیا ہے مگر بغیر کامل شہادت کے ڈگری نہیں ہو سکتی۔

تو اب بتلاؤ کہ آتھم صاحب کا یک طرفہ بیان جو صرف دعویٰ کے طور پر اغراض نفسانیہ سے بھرا ہوا اور روئیداد موجودہ کے مخالف ہے کیونکر قبول کیا جائے اور کون سی عدالت اس پر اعتماد کر سکتی ہے یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ صرف ہمارے الہام پر مدار نہیں رہا بلکہ آتھم صاحب نے خود موت کے خوف کا اقرار اخباروں میں چھپوا دیا اور جابجا خطوط میں اقرار کیا۔ اب یہ بوجھ آتھم صاحب کی گردن پر ہے کہ اپنے اقرار کو بے ثبوت نہ چھوڑیں بلکہ قسم کے طریق سے جو ایک سہل طریق ہے اور جو ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی ہے ہمیں مطمئن کر دیں کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرے بلکہ وہ فی الحقیقت ہمیں ایک خونی انسان یقین کرتے اور ہماری تلواروں کی چمک دیکھتے تھے اور ہم انہیں کچھ بھی تکلیف نہیں دیتے بلکہ اس قسم پر☆ **چار ہزار روپیہ بشرائط اشتہار** ۹؍ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰؍ستمبر ۱۸۹۴ء ان کی **نذر** کریں گے اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کا یہ عذر کہ مسیحیوں کو قسم کھانے کی **ممانعت** ہے سخت ہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے۔ کیا پطرس اور پولس اور بہت سے عیسائی راست باز جو اول زمانہ میں گذر چکے **مسیحی نہیں تھے** یا وہ بے ایمان تھے کیا آتھم صاحب اس گورنمنٹ میں کسی ایک

﴿۹﴾

بقیہ نوٹ: یعنی قسم نہ کھاوے پھر خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو صرف یہاں تک تو محدود نہیں رکھا اور اس کے کاموں میں عمیق حکمتیں اور مصالح ہیں اور انجام نمایاں فتح ہے پس ان پر افسوس جو جلد بازی سے اپنے ایمان اور عاقبت کو برباد کر رہے ہیں اور جس قدر ایک کسان مولی گاجر کا بیج بو کر ایک وقت تک مولیوں گاجروں کی انتظار کرتا ہے ان لوگوں میں اتنا بھی صبر نہیں۔ منہ

☆ **نوٹ:** یہ چار ہزار روپیہ آتھم صاحب کی درخواست آنے کے بعد پانچ ہفتہ میں ان کے پاس حاضر کیا جائے گا۔ منہ

معزز عیسائی کا حوالہ دے سکتے ہیں جس نے شہادت کے لئے حاضر ہو کر قسم کھانے سے **انکار** کیا ہو۔ اب مناسب ہے کہ اگر آتھم صاحب کو بہرحال **حیلہ سازی ہی پسند ہے** اور کسی طرح قسم کھانا نہیں چاہتے تو اس عذر بے ہودہ کو **اب چھوڑ دیں** کہ قسم کھانا ممنوع ہے کیونکہ پورے طور پر ہم نے اس کی بیخ کنی کر دی ہے بلکہ چاہیئے کہ اپنے دجالوں کے مشورہ سے جان بچانے کے لئے کوئی نیا عذر پیش کریں اور **نیم عیسائی** یاد رکھیں کہ آتھم صاحب کبھی قسم نہیں کھائیں گے بلکہ اس عذر کو چھوڑ کر کوئی اور دجّالی حیلہ نکالیں گے کیونکہ ہماری نسبت وہ اپنے دل میں جانتے ہیں کہ **ہم سچے اور ہمارا الہام سچا ہے** لیکن کوئی عذر پیش نہیں جائے گا جب تک میدان میں آ کر ہمارے روبرو آ کر قسم نہ اٹھاویں یقیناً آتھم صاحب تمام پادریوں اور نیم عیسائیوں کے منہ پر سیاہی مل رہے ہیں جو قسم نہیں کھاتے۔

ایک عیسائی صاحب لکھتے ہیں کہ روپیہ دینا صرف لاف وگزاف ہے۔ یعنی آتھم صاحب قسم تو کھا لیں مگر ان کو یہ دھڑکہ ہے کہ روپیہ نہیں ملے گا۔ سو یاد رہے کہ یہ بالکل فضول گوئی اور ڈوموں کی طرح صرف رندانہ کلام ہے، ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم قسم کھانے سے پہلے باضابطہ تمسک لے کر حسب شرائط اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ستمبر ۹۴ء کل روپیہ آتھم صاحب کے ضامنوں کے حوالہ کر دیں گے اور ہمیں منظور ہے کہ آتھم صاحب کے دو داماد ہیں جو معزز عہدوں پر ہیں ضامن ہو جائیں اگر ہم تکمیل تمسک کے بعد ایک طرفۃ العین کی بھی روپیہ دینے میں توقف کریں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ٹھہریں گے اور ضامنوں کو اختیار ہوگا کہ ہمیں آتھم صاحب کی دہلیز میں پیر نہ رکھنے دیں جب تک بعد تکمیل تمسک روپیہ وصول نہ کر لیں اور ایسا انتظام ہوگا کہ دس معزز گواہ کے روبرو اور انکی وساطت سے روپیہ دیا جائے گا اور تمسک لیا جائے گا اور ان دس گواہوں کی اس تمسک پر شہادت ہوگی اور وہ تمسک

چند اخباروں میں چھپوا دیا جائے گا اور اس تمسک میں ضامنوں کی طرف سے یہ اقرار ہوگا کہ اگر تاریخ تمسک سے ایک سال تک پیشگوئی پوری نہ ہوئی اور آتھم صاحب صحیح و سالم رہے تو یہ کل روپیہ آتھم صاحب کی ملکیت ہو جائے گا۔ ورنہ ضامن کل روپیہ بلاتوقف واپس کریں گے۔ اب آخر میں ہم پھر آتھم صاحب کو حضرت عیسیٰ مسیح کی عزت بطور سفارشی پیش کر کے اس زندہ خدا کی قسم دیتے ہیں۔ جو جھوٹوں اور سچوں کو خوب جانتا ہے کہ اس طریق تصفیہ کو ہرگز رد نہ کریں۔ وہ تو بقول خود ہمارا جھوٹا ہونا اور ہمارے الہام کا باطل ہونا اور مسیح کا معین و مددگار ہونا تجربہ کر چکے اب کیوں بعد تجربہ کے مرے جاتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ میری عمر قریب ۶۴ یا ۶۸ برس کی ہے اے صاحب بموجب قول **ساٹھا پاٹھا** کے آپ تو ابھی **بچے ہیں** کون سے بڑی عمر ہوگئی ہے۔ ماسوا اس کے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا زندہ رکھنا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہیں یہ کیسی بے ایمان قوم ہے جو اپنے تئیں سچا سمجھ کر پھر بھی خدا تعالیٰ پر توکل نہیں کرسکتی۔ دیکھو میری عمر بھی تو قریب ساٹھ برس کے ہے اور ہم اور آتھم صاحب ایک ہی قانون قدرت کے نیچے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مقابلہ کے وقت ضرور مجھے زندہ رکھ لے گا کیونکہ ہمارا خدا قادر اور حیّ و قیّوم ہے **مریم عاجزہ کے بیٹے** کی طرح نہیں اور ہم اس اشتہار کے بعد پھر ایک ہفتہ تک انتظار کریں گے۔

اے ہماری قوم کے اندھو نیم عیسائیو کیا تم نے نہیں سمجھا کہ کس کی **فتح ہوئی**۔ کیا حق بجانب آدمی کی وہ نشانیاں ہیں جو آتھم صاحب ظاہر کر رہے ہیں یا یہ نشانیاں جو ان پُر ہیبت اور متواتر اشتہارات سے روشن ہو رہی ہیں۔ کیا یہ **استقامت** کسی جھوٹے میں آسکتی ہے جب تک خدا تعالیٰ اس کے ساتھ نہ ہو۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ سب سچ مگر نشان کون سا ظاہر ہوا

﴿۱۰﴾

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کے قوی اثر نشان کے طور پر ضرور فریق مخالف پر پڑے اور جیسا کہ شکست خوردہ لوگوں کا حال ہوتا ہے یہی برا حال اس جنگ مقدس میں ان کو پیش آیا اور چاروں صورتیں **ذلت اور تباہی** کی ان کو پیش آ گئیں۔ اور ہنوز **بس نہیں** کیونکہ خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ **میں بس نہیں کروں گا جب تک اپنے قوی ہاتھ کو نہ دکھلاؤں اور شکست خوردہ گروہ کی سب پر ذلت ظاہر نہ کروں**۔ ہاں اس نے اپنی اس عادت اور سنت کے موافق جو اس کی پاک کتابوں میں مندرج ہے۔ آتھم صاحب کی نسبت تاخیر ڈال دی کیونکہ **مجرموں** کے لئے خدا کی کتابوں میں یہ ازلی **وعدہ** ہے جس کا تخلف روا نہیں کہ خوفناک ہونے کی حالت میں ان کو کسی قدر مہلت دی جاتی ہے اور پھر اصرار کے بعد پکڑے جاتے ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی پاک کتابوں کے وعدہ کا لحاظ رکھتا کیونکہ اس پر تخلف وعدہ جائز نہیں لیکن جو الہامی عبارات میں تاریخیں مقرر ہیں وہ کبھی ان سنت اللہ کے وعدوں سے جو قرآن میں درج ہیں برخلاف واقع نہیں ہوسکتیں کیونکہ کوئی الہام وحی الٰہی کے قرار دادہ شرائط سے **باہر نہیں ہوسکتا**۔ اب اگر آتھم صاحب **قسم کھا لیویں** تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفا کر کے دنیا کو دھوکا دینا چاہا لیکن ہم اس موخر الذکر شق کی نسبت ابھی صرف اتنا کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نشان کو ایک عجیب طور پر دکھلانا ارادہ کیا ہے جس سے دنیا کی آنکھ کھلے اور تاریکی دور ہو اور وہ دن نزدیک ہیں دور نہیں مگر اس وقت اور گھڑی کا علم جب دیا جائے گا تب

﴿۱۱﴾

اس کو شائع کر دیا جائے گا۔ **والسلام علٰی من اتبع الھدٰی**

شیخ محمد حسین بٹالوی

ہم کو ایک مخلص کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بٹالوی صاحب نے اس پیشگوئی کے متعلق اور نیز اشتہار ۶ ؍اکتوبر ۱۸۹۴ء کے متعلق جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت شائع کیا گیا تھا چند اعتراض کئے ہیں جن کا جواب مع تصریح اعتراض ذیل میں لکھتا ہوں **قولہ** بے چارہ عبداللہ آتھم عیسائی ان کے مذہب میں قسم کھانا منع ہے لالچ کرنا منع ہے **الجواب** اگر قسم کھانا منع ہے تو پطرس نے کیوں قسم کھائی پولس نے کیوں قسم کھائی خود مسیح نے کیوں قسم کی پابندی کی انگریزی عدالتوں نے کیوں عیسائیوں کے لئے قسم مقرر کی بلکہ قانون کے رو سے دوسروں کے لئے اقرار صالح اور عیسائیوں کے لئے حلف ہے تحریف اور تلبیس یہود اور نصارٰی کے عادات میں سے ہے لیکن نہ معلوم کہ ان مولویوں نے کیوں یہ عادات اختیار کر لئے سو اے اسلام کے دشمنو اِن خیانتوں سے باز آ جاؤ کیا یہودیوں کا انجام اچھا ہوا کہ تا تمہارا بھی نیک انجام ہو اور لالچ وہ حرص ہے جو دیانت اور دین کے برخلاف ہو پس جبکہ ہم انعام کے طور پر خود روپیہ پیش کرتے ہیں اور آتھم صاحب اپنی نفسانی خواہش سے نہیں مانگتے بلکہ ہم خود دیتے ہیں اور قسم کھانا ان کے مذہب میں نہ صرف جائز بلکہ لکھا ہے کہ جو قسم نہ کھاوے وہ جھوٹا ہے تو ایسے روپیہ کا لینا جو بغیر میل نفس کے ہے

نوٹ: اگر میاں محمد حسین بٹالوی آتھم صاحب کی وکالت کر کے یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے تو ان پر واجب ہے کہ اب عیسائیوں کے مددگار بن کر اپنی اس ہذیان کا پورا پورا ثبوت دیں اور اس اشتہار کا رد لکھائیں ورنہ بجز اس کے اور کیا کہیں کہ **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین**۔

لالچ میں کیونکر داخل ہوا۔ **قولہ** یہ قرآن میں نہیں کہ عذاب کا وعدہ آیا اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا **الجواب** تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ واستغفار قبل نزول عذاب ہو تو وقت نزول عذاب ٹل جاتا ہے بائبل میں ایک بنی اسرائیل کے بادشاہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس کی نسبت صاف طور پر وحی وارد ہو چکی تھی کہ پندرہ دن تک اس کی زندگی ہے پھر فوت ہو جائے گا لیکن اس کی دعا اور تضرع سے خدا تعالیٰ نے وہ پندرہ دن کا وعدہ پندرہ سال کے ساتھ بدلا دیا اور موت میں تاخیر ڈال دی۔ یہ قصہ مفسرین نے بھی لکھا ہے بلکہ اور حدیثیں اس قسم کی بہت ہیں جن کا لکھنا موجب طول ہے بلکہ علاوہ وعید کے ٹلنے کے جو کرم مولیٰ میں داخل ہے اکابر صوفیاء کا مذہب ہے جو کبھی وعدہ بھی ٹل جاتا ہے اور اس کا ٹلنا موجب ترقی درجات اہل کمال ہوتا ہے دیکھو فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ صاحب اور فتوح الغیب سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہما☆ ﴿۱۲﴾

☆ **نوٹ**: ان بزرگوں نے جو عدم ایفاء وعدہ خدا تعالیٰ پر جائز رکھا ہے تو اس سے یہی مراد ہے کہ جائز ہے کہ جس بات کو انسان نے اپنے ناقص علم کے ساتھ وعدہ سمجھ لیا ہے وہ علم باری میں وعدہ نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ایسے مخفی شرائط ہوں جن کا عدم تحقق عدم تحقق وعدہ کیلئے ضروری ہو اور علامہ محقق سید علی بن سلیمان مغربی نے اپنی کتاب **وشی الدیباج علیٰ صحیح مسلم بن الحجاج** کے صفحہ ۱۲۶ میں تحت حدیث **یخشی ان تکون الساعۃ** لکھا ہے۔ **فانہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لکمال معرفتہ بربہ لا یری وجوب شیء علیہ تعالیٰ ککون الساعۃ لا تقوم الا بعد تلک المقدمات ای خروج الدجال وغیرہ و ان وعد بہ**۔ یعنی آنحضرت صلعم اپنے کمال معرفت کی وجہ سے قبل از قیامت ان علامات کا ظاہر ہونا ضروری نہیں سمجھتے تھے اور خدا تعالیٰ پر یہ حق واجب نہیں خیال کرتے تھے کہ اس کے وعدہ کے موافق دجال اور دآبۃ الارض اور مہدی موعود وغیرہ علامات موعودہ پوری ہوں پھر قیامت آوے بلکہ وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ ممکن ہے کہ قیامت آجائے اور ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو اور کسی قدر اسی کے موافق مواہب لدنیہ کی شرح میں لکھا ہے جو امام علامہ محمد بن عبدالباقی کی طرف سے ہے اور جواز نسخ اخبار کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھو صفحہ ۴۵ شرح مذکور لیکن میرے نزدیک ان بزرگوں

اور وقتوں اور میعادوں کا ٹلنا تو ایک ایسی سنت اللہ ہے جس سے بجز ایک سخت جاہل کے اور کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ کو نزول توریت کے لئے تیس رات کا وعدہ دیا تھا اور کوئی ساتھ شرط نہ تھی مگر وہ وعدہ قائم نہ رہا اور اس پر دس دن اور بڑھائے گئے جس سے بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کے فتنہ میں پڑے پس جبکہ اس نصّ قطعی سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے وعدہ کی تاریخ کو بھی ٹال دیتا ہے جس کے ساتھ کسی شرط کی تصریح نہیں کی گئی تھی تو وعید کی تاریخ میں عند الرجوع تاخیر ڈالنا خود کرم میں داخل ہے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ اگر تاریخ عذاب کسی کے توبہ استغفار سے ٹل جائے تو اس کا نام تخلف وعدہ نہیں کیونکہ بڑا وعدہ سنت اللہ ہے جبکہ سنت اللہ پوری ہوئی تو وہ ایفاء وعدہ ہوا نہ تخلف وعدہ☆ **قولہ** عذاب موت اگر استغفار سے ٹل جاتا ہے تو اس کی

بقیہ حاشیہ : کا ہرگز یہ منشا نہیں ہوگا کہ آنحضرت صلعم وعدہ کو فی الحقیقت وعدہ سمجھ کر پھر جواز عدم ایفائے وعدہ کے قائل تھے کیونکہ تخلف وعدہ ایک نقص ہے جو خدا تعالیٰ پر جائز نہیں بلکہ آنحضرت صلعم یہ سمجھتے ہوں گے کہ خروج دجال اور ظہور مہدی وغیرہ یہ سب مواعید تو برحق ہیں لیکن ممکن ہے کہ انکے ظہور کے لئے شرائط ہوں جن کے عدم سے یہ بھی حیز عدم میں رہیں اور یا ممکن ہے کہ ایسے طور سے یہ وعدے ظہور میں آجائیں کہ ان پر اطلاع بھی نہ ہو۔ کیونکہ سنت اللہ میں پیشگوئیوں کے ظہور کے لئے کوئی ایک طور اور طریق مقرر نہیں ہے کبھی اپنے ظاہری معنوں پر پوری ہوتی ہیں اور کبھی تاویلی طور پر۔ ہاں آنحضرت صلعم کے اس طریق اتقاء سے یہ ثابت ہوگیا کہ اس زمانہ کے علماء کس قدر اس تقویٰ کے طریق سے دور جا پڑے ہیں۔ منه

☆**حاشیہ**: اگر بے چارے شیخ بٹالوی کے دل کو دھڑکا پکڑتا ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ[1] اور تاریخ مقررہ کی کمی بیشی کرنا تخلف وعدہ کی ایک جز ہے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ وعدہ سے مراد وہ امر ہے جو علم الٰہی میں بطور وعدہ قرار پاچکا ہے نہ وہ امر جو انسان اپنے خیال کے مطابق اس کو

[1] ال عمران:۱۰

نظیر دو **الجواب** اے نادان اس کی نظیر قرآن آپ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ [1] الجز ونمبر ۱۱۔ اب ظاہر ہے کہ ان آیات کا حاصل مطلب یہی ہے کہ جب بعض گنہگاروں کو ہلاک کرنے کے لئے خدا تعالیٰ اپنے قہری ارادہ سے اس دریا میں صورت طوفان پیدا کرتا ہے جس میں ان لوگوں کی کشتی ہو تو پھر ان کی تضرع اور رجوع پر ان کو بچا لیتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ پھر وہ مفسدانہ حرکات

بقیہ حاشیہ: قطعی وعدہ خیال کرتا ہو اسی وجہ سے **المیعاد** پر جو الف لام ہے وہ عہد ذہنی کی قسم میں سے ہے یعنی وہ امر جو ارادہ قدیمہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہے گو انسان کو اس کی تفاصیل پر علم ہو یا نہ ہو۔ وہ غیر متبدل ہے ورنہ ممکن ہے جو انسان جس بشارت کو وعدہ کی صورت میں سمجھتا ہے اس کے ساتھ کوئی ایسی شرط مخفی ہو جس کا عدم تحقق اس بشارت کے عدم تحقق کے لئے ضرور ہو کیونکہ شرائط کا ظاہر کرنا اللہ جلّ شانہٗ پر حق واجب نہیں ہے چنانچہ اسی بحث کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بسط سے لکھا ہے اور مولوی عبد الحق صاحب دہلوی نے بھی فتوح الغیب کی شرح میں اس میں بہت عمدہ بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کا بدر کی لڑائی میں تضرع اور دعا کرنا اسی خیال سے تھا کہ الٰہی مواعید اور بشارات میں احتمال شرط مخفی ہے اور یہ اس لئے سنت اللہ ہے کہ تا اس کے خاص بندوں پر ہیبت اور عظمت الٰہی مستولی ہو۔

پس ماحصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدوں میں بے شک تخلف نہیں وہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے علم میں ہیں پورے ہو جاتے ہیں لیکن انسان ناقص العقل کبھی ان کو تخلف کی صورت میں سمجھ لیتا ہے کیونکہ بعض ایسی مخفی شرائط پر اطلاع نہیں پاتا جو پیشگوئی کو دوسرے رنگ میں لے آتے ہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ الہامی پیشگوئیوں میں یہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ وہ ہمیشہ ان شرایط کے لحاظ سے پوری ہوتی ہیں جو سنت اللہ میں اور الٰہی کتاب میں مندرج ہو چکی ہیں گو وہ شرائط کسی ولی کے الہام میں ہوں یا نہ ہوں۔منہ

[1] یونس: ۲۳، ۲۴

میں مشغول ہوں گے۔ کیا اس طوفان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ کشتی والوں کو صرف خفیف خفیف چوٹیں لگیں مگر ہلاک نہ ہوں اے شیخ ذرا شرم کرنا چاہیئے اس قدر عقل کیوں ماری گئی کہ نصوص بدیہیہ سے انکار کئے جاتے ہو **قولہ** یونس کا وعدہ بھی شرطیہ تھا **الجواب** فتح البیان اور ابن کثیر اور معالم کو دیکھو یعنی سورۃ الانبیاء سورہ یونس اور والصافات کی تفسیر پڑھو اور تفسیر کبیر صفحہ ۱۸۸ سے غور سے پڑھو تا معلوم ہو کہ ابتلا کی وجہ کیا تھی یہی تو تھی کہ حضرت یونس قطعی طور پر عذاب کو سمجھے تھے اگر کوئی شرط منجانب اللہ ہوتی تو یہ ابتلا کیوں آتا۔ چنانچہ صاحب تفسیر کبیر لکھتا ہے **انھم لما لم یؤمنوا اوعدھم بالعذاب فلما کشف العذاب منھم بعد ما توعدھم خرج منھم مغاضبا** یعنی یونس نے اس وقت عذاب کی خبر سنائی جبکہ اس قوم کے ایمان سے نومید ہو چکا پس جبکہ عذاب ان پر سے اٹھایا گیا تو غضب ناک ہو کر نکل گیا پس ان تفسیروں سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اول یونس نے اس قوم کے ایمان کے لئے بہت کوشش کی اور جبکہ کوشش بے سود معلوم ہوئی اور یاس کلی نظر آئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ کی وحی سے عذاب کا وعدہ دیا جو تین دن کے بعد نازل ہوگا اور صاحب تفسیر کبیر نے جو پہلا قول نقل کیا ہے اس کے سمجھنے میں **نادان شیخ** نے دھوکا کھایا ہے اور نہیں سوچا کہ اس کے آگے صفحہ ۱۸۸ میں وہ عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوا ہے کہ عذاب موت کی پیشگوئی بلا شرط تھی اور یہی آخری قول قول مفسرین اور ابن مسعود اور حسن اور **شعبی** اور سعید بن جبیر اور وہب کا ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ جس حالت میں وعدہ کی تاریخ ٹلنا نصوص قرآنیہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جیسا کہ آیت وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً[1]۔ اس کی شاہد ناطق ہے تو وعید کی تاریخیں جو نزول عذاب پر دال ہوتی ہیں جس کا ٹلنا اور رد بلا ہونا توبہ اور استغفار اور

﴿۱۳﴾

[1] الاعراف:۱۴۳

صدقات سے باتفاق جمیع انبیاء علیہم السلام ثابت ہے پس ان تاریخوں کا ٹلنا بوجہ اولیٰ ثابت ہوا اور اس سے انکار کرنا صرف سفیہ اور نادان کا کام ہے نہ کسی صاحب بصیرت کا۔

اور صاحب تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۴ میں لکھتے ہیں **ان ذنبہ یعنی ذنب یونس کان لان اللّٰہ تعالٰی وعدہ انزال الاھلاک بقومہ الذین کذبوہ فظن انہ نازل لا محالۃ فلاجل ھذا الظن لم یصبر علٰی دعائھم فکان الواجب علیھم ان یستمر علی الدعاء لجواز ان لا یھلکھم اللّٰہ بالعذاب** یعنی یونس کا یہ گناہ تھا کہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ ملا تھا کہ اس کی قوم پر ہلاکت نازل ہوگی کیونکہ انہوں نے تکذیب کی پس یونس نے سمجھ لیا کہ یہ عذاب موت قطعی اور اٹل ہے اور ضرور نازل ہوگا اسی ظن سے وہ دعا ہدایت پر صبر نہ کرسکا اور واجب تھا کہ دعا ہدایت کی کئے جاتا کیونکہ جائز تھا کہ خدا دعاء ہدایت قبول کرلے اور ہلاک نہ کرے۔ ﴿۱۴﴾ اب بولو شیخ جی کیسی صفائی سے ثابت ہوگیا کہ یونس نبی وعدہ اہلاک کو قطعی سمجھتا تھا اور یہی اس کے ابتلا کا موجب ہوا کہ تاریخ موت ٹل گئی۔ اور اگر اس پر کفایت نہیں تو دیکھو **امام سیوطی** کی تفسیر دُرِّمنثور سورہ انبیاء **قال اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال لما دعا یونس علی قومہ اوحی اللّٰہ الیہ ان العذاب یصبحھم..... فلما رأوہ جاروا الی اللّٰہ و بکی النساء والولدان ورغت الابل وفصلانھا وخارت البقر وعجاجیلھا ولغت الغنم و سخالھا فرحمھم اللّٰہ وصرف ذلک العذاب عنھم وغضب یونس وقال کذبت فھو قولہ اذ ذھب مغاضبا** ۔ یعنی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جبکہ یونس نے اپنی قوم پر بددعا کی سو خدا تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ صبح ہوتے ہی عذاب نازل ہوگا پس جبکہ

قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو خدا تعالیٰ کی طرف تضرع کیا اور عورتیں اور بچے روئے اور اونٹنیوں نے ان کے بچوں کے سمیت اور گائیوں نے ان کے بچھڑوں کے سمیت اور بھیڑ بکری نے ان کے بزغالوں کے سمیت خوف کھا کر شور مچایا۔ پس خدا تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور عذاب کو ٹال دیا اور یونس غضب ناک ہوا کہ مجھے تو عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا یہ قطعی وعدہ کیوں خلاف واقعہ نکلا۔ پس یہی اس آیت کے معنے ہیں کہ یونس غضب ناک ہوا۔ اب دیکھو کہ یہاں تک یونس پر ابتلا آیا کہ **کذبت** اس کے منہ سے نکل گیا یعنی مجھ پر کیوں ایسی وحی نازل ہوئی جس کی پیشگوئی پوری نہ ہوئی اگر کوئی شرط اس وعدہ کے ساتھ ہوتی تو یونس باوجودیکہ اس کو خبر پہنچ چکی تھی کہ قوم نے حق کی طرف رجوع کر لیا کیوں یہ بات منہ پر لاتا کہ میری پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی۔ اور اگر کہو کہ یونس کو ان کے ایمان اور رجوع کی خبر نہیں پہنچی تھی اور اس وہم میں تھا کہ باوجود کفر پر باقی رہنے کے عذاب سے بچ گئے اس لئے اس نے کہا کہ میری پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی سو اس کا دندان شکن جواب ذیل میں لکھتا ہوں جو سیوطی نے زیر آیت وان یونس الخ لکھا ہے قال واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال بعث اللّٰہ یونس الی اھل قریة فردوا علیه فامتنعوا منه فلما فعلوا ذلک اوحی اللّٰہ الیه انی مرسل علیهم العذاب فی یوم کذا وکذا فخرج من بین اظهرهم فاعلم قومه الذی وعدهم الله من عذابه ایاهم ...... فلما کانت اللیلة التی وعد العذاب فی صبیحتها فراٰہ القوم فحذروا فخرجوا من القریة الی براز من ارضهم و فرقوا کل دابة و ولدها ثم عجوا الی اللّٰہ وانابوا واستقالوا فاقالهم اللّٰہ وانتظر یونس الخبر عن القریة واهلها حتی مر به مار فقال ما فعل اهل القریة قال فعلوا ان یخرجوا الی براز من الارض ثم فرقوا بین کل ذات

ولد و ولدها ثم عجوا الی اللّٰہ وانابوا فقبل منھم و اُخّر عنھم العذاب فقال یونس عند ذٰلک لا ارجع الیھم کذابا و مضی علی وجہ ۔یعنی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے یہ حدیث لکھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے یونس نبی کو ایک بستی کی طرف مبعوث کیا پس انہوں نے اس کی دعوت کو نہ مانا اور رک گئے سو جبکہ انہوں نے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ نے یونس کی طرف وحی بھیجی کہ میں فلاں دن میں ان پر عذاب نازل کروں گا سو یونس نے اس قوم کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ فلاں تاریخ کو تم پر عذاب نازل ہوگا اور ان میں سے نکل گیا پس جبکہ وہ رات آئی جس کی صبح کو عذاب نازل ہونا تھا سو قوم نے عذاب کے آثار دیکھے سو وہ ڈر گئے اور اپنی بستی سے ایک وسیع میدان میں نکل آئے جو انہیں کی زمین کی حدود میں تھا اور ہر یک جانور کو اس کے بچے سے علیحدہ کر دیا یعنی رحیم خدا کے رجوع دلانے کے لئے یہ حیلہ سازی کی جو شیر خوار بچوں کو خواہ وہ انسانوں کے تھے یا حیوانوں کے ان کی ماؤں سے علیحدہ پھینک دیا اور اس مفارقت سے ایک قیامت کا شور اس میدان میں برپا ہوا ماؤں کو ان کے شیر خوار بچوں کو جنگل میں دور ڈالنے سے سخت رقت طاری ہوئی اور اس طرف بچوں نے بھی اپنی پیاری ماؤں سے علیحدہ ہوکر اور اپنے تئیں اکیلے پاکر دردناک شور مچایا اور اس کارروائی کے کرتے ہی سب لوگوں کے دل درد سے بھر گئے اور نعرے مار مار کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع کیا اور اس سے معافی چاہی تب رحیم خدا نے جس کی رحمت سبقت لے گئی ہے یہ حال زار ان کا دیکھ کر ان کو معاف کر دیا اور ادھر حضرت یونس عذاب کے منتظر تھے اور دیکھتے تھے کہ آج اس بستی اور اس کے لوگوں کی کیا خبر آتی ہے یہاں تک کہ ایک رہ گزر مسافر ان کے پاس پہنچ گیا انہوں نے پوچھا کہ اس بستی کا کیا حال ہے اس نے کہا کہ انہوں نے یہ کارروائی کی کہ اپنی زمین کے ایک

﴿۱۵﴾

وسیع میدان میں نکل آئے اور ہر یک بچہ کو اس کی ماں سے الگ کر دیا۔ پھر اس دردناک حالت میں ان سب کے نعرے بلند ہوئے اور تضرع کی اور رجوع کیا سو خدا تعالیٰ نے ان کی تضرع کو قبول کرلیا اور عذاب میں تاخیر ڈال دی پس یونس نے ان باتوں کو سن کر کہا کہ جبکہ حال ایسا ہوا یعنی جبکہ ان کی توبہ منظور ہوگئی اور عذاب ٹل گیا تو میں کذّاب کہلا کر ان کی طرف نہیں جاؤں گا☆۔ سو وہ تکذیب سے ڈر کر اس ملک ﴿۱۶﴾

☆نوٹ: یونہ یعنی یونس نبی کی کتاب میں جو بائبل میں موجود ہے باب ۳ آیت ۴ میں لکھا ہے اور یونہ شہر میں (یعنی نینوہ میں) داخل ہونے لگا۔ اور ایک دن کی راہ جا کے منادی کی اور کہا چالیس اور دن ہوں گے تب نینوہ برباد کیا جائے گا۔ ۵ تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے بڑے تک ٹاٹ پہنا۔ ۱۰۔ اور خدا نے ان کے کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنی بُری راہ سے باز آئے تب خدا اس بدی سے جو اس نے کہی تھی کہ میں ان سے کروں گا پچھتا کے باز آیا اور اس نے ان سے وہ بدی نہ کی۔ باب ۴ پر یونہ اس سے ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہوگیا۔ ۲ اور اس نے خداوند کے آگے دعا مانگی۔ ۳ اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان کو مجھ سے لے لے کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے۔ تمّ کلامہٗ ۔ اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس نبی کی کتاب سے بھی قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ موت کا عذاب ٹل گیا اور یہ بھی یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ اس پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی اسی لئے تو یونس نے رنجیدہ ہوکر دعا کی کہ اب میرا مرنا بہتر ہے شیخ جی اب تو آپ ہر یک پہلو سے قابو میں آگئے۔ آپ عام جلسہ میں بمقام لاہور عہد کر چکے ہو کہ میں اس بات کی قسم کھاؤں گا کہ موت کا عذاب نہیں ٹلتا۔ اب قسم کھاویں تا خدا تعالیٰ جھوٹے کو واصل جہنم کرے ورنہ یہ سخت بے ایمانی ہوگی کہ قسم کھانے کا عہد کر کے پھر توڑ دیا جاوے اور اگر آپ نے قسم نہ کھائی تو یہی سمجھا جائے گا کہ صرف دو سو روپیہ کے طمع نفسانی نے آپ میں یہ جوش پیدا کر دیا تھا اور پھر جب قسم کھانے کی کوئی راہ نہ دیکھی تو اندر ہی اندر وہ جوش تحلیل پا گیا اور بجائے اس کے اپنی بے وقوفی پر ایک ندامت باقی رہ گئی مگر کیا تعجب کہ پھر بھی قسم کھالو۔ کیونکہ بے ایمان آدمی پاک نوشتوں کی بھی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتا اور دہریہ پن کی رگ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

سے نکل گیا۔ اب فرمائیے شیخ جی ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے ظاہر ہے کہ اگر وحی قطعی عذاب کی نہ ہوتی اور کوئی دوسرا پہلو ایمان لانے کا قوم کو بتلایا ہوتا تو وہ میدان میں ایسی دردناک صورت اپنی نہ بناتے بلکہ شرط کے ایفاء پر عذاب ٹل جانے کے وعدہ پر مطمئن ہوتے ایسا ہی اگر حضرت یونس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم ہوتا کہ ایمان لانے سے عذاب ٹل جائے گا تو وہ کیوں کہتے کہ اب میں اس قوم کی طرف نہیں جاؤں گا کیونکہ میں ان کی نظر میں کذّاب ٹھہر چکا جبکہ وہ سن چکے تھے کہ قوم نے توبہ کی اور ایمان لے آئی پس اگر یہ شرط بھی ان کی وحی میں داخل ہوتی تو ان کو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ پیشگوئی پوری ہوئی نہ یہ کہ وہ وطن چھوڑ کر ایک بھاری مصیبت میں اپنے تئیں ڈالتے قرآن کا لفظ لفظ اسی پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ سخت ابتلا میں پڑے اور حدیث نے کیفیت ابتلا کی یہ بتلائی پس اب بھی اگر کوئی شیخ وشاب منکر ہو تو یہ صریح اس کی گردن کشی ہے۔

اور ہم اس مضمون کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو پورا کر دے گا اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا اور ہرگز یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوں گی۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ [1] اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور پر ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند

بقیہ حاشیہ: اپنے انجام کو نہیں سوچتا اور یاد رہے کہ اس معافی سے عیسائیوں کے کفارہ کی بھی بیخ کنی ہوگئی کیونکہ یونس کی قوم صرف اپنی توبہ اور استغفار سے بچ گئی اور یونس تو یہی چاہتا تھا کہ ان پر عذاب نازل ہو۔ منہ

[1] الاعراف:۹۰

ہو جائے۔ اور اگر اے خداوند یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے اور تیری وہ رحمت میرے ساتھ نہیں جو تیرے بندہ ابراہیم کے ساتھ اور اسحاق کے ساتھ اور اسمٰعیل کے ساتھ اور یعقوب کے ساتھ اور موسیٰ کے ساتھ اور داؤد کے ساتھ اور مسیح ابن مریم کے ساتھ اور خیر الانبیاء **محمد** صلعم کے ساتھ اور اس امت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما لیکن اگر تیری رحمت میرے ساتھ ہے اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا **انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی** اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ **یحمدک الله من عرشه** اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ **یا عیسی الذی لا یضاع وقته** اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ **الیس اللّٰه بکاف عبده** اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ **قل انی امرت و انا اول المؤمنین** اور تو ہی ہے جو غالباً مجھے ہر روز کہتا رہتا ہے **انت معی و انا معک** تو میری مدد کر اور میری حمایت کے لئے کھڑا ہو جا **و انی مغلوب فانتصر**۔

راقم خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور

۲۷/ اکتوبر ۱۸۹۴ء

(تعداد اشاعت ۴۰۰۰) ریاض ہند امرتسر

ٹائیٹل بار اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خَلَقَ الانسان عَلَّمہُ البیان

مِنَنُ الرَّحمٰن

جسمیں

عربی کو اُمّ الالسنہ ثابت کیا گیا ہے

تصنیف لطیف حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام

جسے

باجازت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

مینیجر بکڈپو تالیف واشاعت قادیان نے شایع کیا

۲۸- جون سنہ ۱۹۲۲ء تعداد - ۱۰۰۰ - سنہ ۱۳۴۰ھ

﴿۱﴾

الحمد للّٰہ مَوْلَی النعم والصّلٰوۃ والسلام علٰی سیّد الرسُل وسِرَاج الامم و اصحابہ الھادیّن المھدین و اٰلہ الطاھرین المطھرین امابعد چونکہ قرآن مجید ایک ایسا لعل تاباں اور مہر درخشاں ہے کہ اس کی سچائی کی کرنیں اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی چمکیں نہ کسی ایک یا دو پہلو سے بلکہ ہزارہا پہلوؤں سے ظاہر ہو رہی ہیں اور جس قدر مخالف دین متین کوشش کر رہے ہیں کہ اس ربانی نور کو بجھاویں اُسی قدر وہ زور سے ظاہر ہوتا اور اپنے حسن اور جمال سے ہریک اہل بصیرت کے دل کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اس لئے اِس تاریک زمانہ میں بھی جبکہ پادریوں اور آریوں نے توہین اور تحقیر کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور اپنی نابینائی کی وجہ سے اس نور پر وہ تمام حملے کئے جو ایک سخت جاہل اور سخت متعصب کر سکتا ہے اس ازلی نور نے آپ اپنے منجانب اللہ ہونے کا ہریک پہلو سے ثبوت دیا ہے اس میں یہ ایک عظیم الشان خاصیت ہے کہ وہ اپنی تمام ہدایات اور کمالات کی نسبت آپ ہی دعویٰ کرتا اور آپ ہی اس دعویٰ کا ثبوت دیتا ہے اور یہ عظمت کسی اور کتاب کو نصیب نہیں اور منجملہ ان دلائل اور براھین کے جو اس نے اپنے منجانب اللہ ہونے پر اور اپنے اعلیٰ درجہ کی فضیلت پر پیش کئے ہیں ایک بزرگ دلیل وہ ہے جس کی بسط اور تفصیل کے لئے ہم نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے جو اُمّ الالسنہ

﴿۲﴾

تے کے پاک چشمہ سے پیدا ہوتی ہے جس کا آب زلال ستاروں کی طرح چمکتا اور ہر یک معرفت کے پیاسے کو یقین کے پانی سے سیراب کرتا اور شکوک وشبہات کی میلوں سے صاف کر دیتا ہے یہ دلیل کسی پہلی کتاب نے اپنی سچائی کی تائید میں پیش نہیں کی اور اگر وید یا کسی اور کتاب نے پیش کی ہے تو واجب ہے کہ اس کے پیرو مقابلہ کے وقت پہلے اس وید کے مقام کو پیش کریں۔ اور خلاصہ مطلب اُس دلیل کا یہ ہے کہ زبانوں پر نظر ڈالنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں کا باہم اشتراک ہے۔ پھر ایک دوسری عمیق اور گہری نظر سے یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچتی ہے جو ان تمام مشترک زبانوں کی ماں زبان عربی ہے جس سے یہ تمام زبانیں نکلی ہیں۔ اور پھر ایک کامل اور نہایت محیط تحقیقات سے یعنی جبکہ عربی کی فوق العادت کمالات پر اطلاع ہو یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ یہ زبان نہ صرف اُمّ الالسنہ ہے بلکہ الٰہی زبان ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص ارادہ اور الہام سے پہلے انسان کو سکھائی گئی اور کسی انسان کی ایجاد نہیں اور پھر اس بات کا نتیجہ کہ تمام زبانوں میں سے **الہامی زبان** صرف عربی ہی ہے یہ ماننا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی اکمل اور اتم وحی نازل ہونے کے لئے صرف عربی زبان ہی **مناسبت** رکھتی ہے کیونکہ یہ نہایت ضروری ہے کہ کتاب الٰہی جو تمام قوموں کی **ہدایت** کے لئے آئی ہے وہ **الہامی زبان** میں ہی نازل ہو اور ایسی زبان میں ہو جو اُمّ الالسنہ ہو تا اس کو ہر یک زبان اور اہل زبان سے ایک فطری مناسبت ہو اور تا وہ الہامی زبان ہونے کی وجہ سے وہ برکات اپنے اندر رکھتی ہو جو ان چیزوں میں ہوتی ہیں جو خدا تعالیٰ کے مبارک ہاتھ سے نکلتی ہیں لیکن چونکہ دوسری زبانیں بھی انسانوں نے عمدًا نہیں بنائیں بلکہ وہ تمام اسی پاک زبان سے بحکم رب قدیر نکل کر بگڑ گئی ہیں اور اسی کی ذریات ہیں اس لئے یہ کچھ نامناسب نہیں تھا کہ ان زبانوں میں بھی خاص خاص قوموں کے لئے الہامی کتابیں نازل ہوں ہاں یہ ضروری تھا کہ اقویٰ اور اعلیٰ کتاب عربی زبان میں ہی نازل ہو کیونکہ وہ اُمّ الالسنہ اور اصل الہامی زبان اور خدا تعالیٰ کے منہ سے نکلی ہے اور چونکہ یہ دلیل **قرآن** نے ہی بتلائی اور قرآن نے ہی دعویٰ

﴿۳﴾

کیا اور عربی زبان میں کوئی دوسری کتاب مدعی بھی نہیں اِس لئے بداہت قرآن کا منجانب اللہ ہونا اور سب کتابوں پر **مہیمن** ہونا ماننا پڑا ورنہ دوسری کتابیں بھی باطل ٹھہریں گی لہٰذا میں نے اسی غرض سے اس کتاب کو لکھا ہے کہ تا اوّل **بعونہٖ تعالیٰ** تمام زبانوں کا اشتراک ثابت کروں اور پھر بعد ازاں زبان عربی کے اُمّ الالسنہ اور اصل الہامی ہونے کے **دلائل** سناؤں اور پھر عربی کی اس خصوصیت کے بناء پر کہ کامل اور خالص اور الہامی زبان صرف وہی ہے اس آخری نتیجہ کا قطعی اور یقینی ثبوت دوں کہ الٰہی کتابوں میں سے اعلیٰ اور ارفع اور اتم اور اکمل اور خاتم الکتب صرف قرآن کریم ہی ہے اور وہی **اُمّ الکتب** ہے جیسا کہ عربی اُمّ الالسنہ ہے اور اس سلسلہ تحقیقات میں ہمارے ذمّہ تین مرحلوں کا طے کرنا ضروری ہوگا۔

پہلا مرحلہ زبانوں کا اشتراک ثابت کرنا۔

دوسرا مرحلہ عربی کا اُمّ الالسنہ ہونا بپایۂ ثبوت پہنچانا۔

تیسرا مرحلہ عربی کا بوجہ کمالات فوق العادت کے الہامی ثابت کرنا۔

مگر چونکہ ہمارے مخالف خوب جانتے ہیں کہ اس تحقیقات سے اگر عربی کے حق میں **ڈگری** ہوگئی تو صرف یہی ماننا نہیں پڑے گا کہ قرآن منجانب اللہ ہے بلکہ یہ بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ کتاب جو اصل اور کامل اور الہامی زبان میں نازل ہوئی ہے وہ صرف **قرآن ہی ہے** اور دوسری سب زبانیں اس کی طفیلی ہیں اس لئے ضرور ہے کہ اس سچائی کے کھلنے سے ان تمام قوموں میں بہت ہی سیاپا ہو خاص کر قوم **آریہ** میں جن کے زعم باطل میں یہ ہے کہ انہیں کی زبان سنسکرت پرمیشر کی بولی ہے اور وہی نہایت کامل اور الہامی اور اُمّ الالسنہ ہے حالانکہ آج تک کوئی ایک شُرتی وید کی بھی پیش نہیں کی گئی جس سے معلوم ہو کہ **وید** نے اپنے منہ سے ایسا دعویٰ بھی کیا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس سے پہلے دین اسلام کے مقابلہ پر بعض بدزبان اور نادان آریہ بہت سی یاوہ گوئی کر چکے ہیں اور باوجود سخت جہالت اور بے علمی کے پھر بھی وہ مذہبی مباحثات میں دخل دیتے رہے ہیں اور بعض شریر بے حیا سفلہ طبع نے ناحق وید کی طرف داری

﴿۴﴾

کر کے خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن مجید کی بے ادبیاں کیں اور جو کچھ گند اندر بھرا تھا وہ سب نکالا اور نادانوں کو دھوکا دیا کہ گویا وہ بڑے ویدوان اور وڈیاوان ہیں اور گویا انہوں نے بہت کچھ وید کے فضائل دیکھے تب اس کی طرف جھک گئے مگر اب یہ علمی تحقیقات ہے جس میں کسی مذہب کا جاہل بول نہیں سکتا۔ کیونکہ اس جگہ کلام کرنے کے لئے علم کی ضرورت ہے اس میں فضول اور غیر متعلق باتیں کام نہیں دے سکتیں۔ یہ سلسلۂ تحقیقات ایسا کامل ہے جس کی جڑھ زمین میں اور شاخیں آسمان میں ہیں یعنی انسان اس درخت کے اوپر چڑھتا چڑھتا آخر روحانی سچائی کے پھل کو پالیتا ہے اور جیسا کہ ظاہر ہے کہ گو شاخوں کو جڑھوں سے ہی قوت ہے مگر پھل جو کھائے جاتے ہیں وہ جڑھوں میں تو نہیں لگتے بلکہ شاخوں میں لگتے ہیں ایسا ہی کل واقعات کا اصل نتیجہ اس علم کی شاخوں میں ہی ظاہر ہوتا ہے اور جو لوگ اس کے واقعات پر منصفانہ بحث کرتے ہیں اور ثابت شدہ حقائق کو اپنے ذہنوں میں اچھی طرح محفوظ رکھتے ہیں وہ بہت صفائی سے ان پھلوں کو دیکھ لیتے ہیں جن سے شاخیں لدی پڑی ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ اس معرفت تک پہنچنے کے لئے کہ قرآن منجانب اللہ اور **اُمّ الکُتب** ہے صرف تین امور تنقیح طلب ہیں جن کو ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ جو شخص ان تینوں امروں کو اچھی طرح سمجھ لے گا اس کی آنکھوں سے جہالت کے پردے دور ہو جائیں گے اور جو واقعات سے نتیجہ نکلتا ہے بہر حال اسے ماننا پڑے گا۔

تنقیح کے تین امروں سے پہلا امر جو **اشتراک اَلسنہ** ہے اس کا فیصلہ ہماری اس کتاب میں ایسی صفائی سے ہو گیا ہے جو اس سے بڑھ کر کسی اعلیٰ تحقیقات کے لئے کوئی کارروائی متصور نہیں کیونکہ اشتراک کے ثابت کرنے کے لئے صرف ایک لفظ کا اشتراک دکھلا دینا کافی ہوتا ہے مگر ہم نے تو اس کتاب میں ہزارہا الفاظ مشترکہ دکھلا دیئے اور کمال صفائی سے ثابت کر دیا کہ عربی زبان کو ہر یک زبان کے ساتھ اشتراک ہے۔

دوسرا امر تنقیح کے امروں میں سے یہ ہے کہ مشترکہ زبانوں میں سے صرف

﴿۵﴾

عربی ہی **اُمّ الالسنہ** ہے چنانچہ اس کی وجوہ بجائے خود مفصل لکھی گئی ہیں اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ عربی کے کمالات خاصہ میں سے یہ ہے کہ وہ فطری نظام اپنے ساتھ رکھتی ہے اور الٰہی صنعت کی خوبصورتی اسی رنگ سے دکھلاتی ہے جس رنگ سے خدا تعالیٰ کے اور کام دنیا میں پائے جاتے ہیں اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ باقی تمام زبانیں زبان عربی کا ایک ممسوخ شدہ خاکہ ہے جس قدر یہ مبارک زبان ان زبانوں میں اپنی ہیئت میں قائم رہی ہے وہ حصّہ تو لعل کی طرح چمکتا ہے اور اپنے حسن دلربا کے ساتھ دلوں پر اثر کرتا ہے اور جس قدر کوئی زبان بگڑ گئی ہے اسی قدر اس کی نزاکت اور دلکش صورت میں فرق آ گیا ہے یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہر یک چیز جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نکلی ہے جب تک وہ اپنی اصلی صورت میں ہے تب تک اس میں خارق عادت شمائل ضرور ہوتے ہیں اور اس کی نظیر بنانے پر انسان قادر نہیں ہوتا اور جوں ہی وہ چیز اپنی اصلی حالت سے گر جاتی ہے تو معاً اس کی شکل اور حسن میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے دیکھو جب ایک درخت اپنی اصلی حالت پر ہوتا ہے تو کیسا خوبصورت اور پیارا دکھائی دیتا ہے اور کیسے اپنی خوش نما سبزی سے اپنے آرام بخش سایہ سے اپنے پھولوں سے اپنے پھلوں سے بآواز بلند پکارتا ہے کہ انسان میری نظیر بنانے پر قادر نہیں اور جب کہ وہ اپنے مقام سے گر جاتا یا خشک ہو جاتا ہے تو ساتھ ہی اس کے تمام حالات میں فرق آ جاتا ہے نہ وہ رنگت اور آب و تاب باقی رہتی ہے اور نہ وہ خوشنما سبزی دکھائی دیتی ہے اور نہ آئندہ نشوونما اور پھل لانے کی توقع کر سکتے ہیں یا مثلاً انسان جب زندہ اور جوان ہوتا ہے تو کیسا چہرہ چمکیلا اور تمام قویٰ عمدگی سے کام دیتے ہیں اور کیسا وہ لباس فاخرہ سے ملبوس ہوتا ہے اور پھر جبکہ جان نکل جاتی ہے تو نہ وہ ملاحت آنکھوں میں رہتی ہے اور نہ وہ خوشنما چہرہ اور سننا دیکھنا سمجھنا پہچاننا بولنا پھرنا چلنا دکھائی دیتا ہے بلکہ معاً سب باتیں رخصت ہو جاتی ہیں۔ یہی فرق عربی اور غیر زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ زبان عربی اس لطیف طبع اور زیرک انسان کی طرح کام دیتی ہے جو مختلف ذرائع سے اپنے مدعا کو سمجھا سکتا ہے مثلاً ایک نہایت ہوشیار اور زیرک انسان کبھی ابرو یا ناک یا ہاتھ سے وہ کام

﴿۶﴾

لے لیتا ہے جو زبان نے کرنا تھا یعنی اس بات پر قادر ہوتا ہے کہ باریک باریک اشارات سے مخاطب کو سمجھاوے یہی طریق زبان عربی کے عادات میں سے ہے یعنی یہ زبان کبھی **الف لام** تعریف سے وہ کام نکالتی ہے جس میں دوسری زبانیں چند لفظوں کی محتاج ہوتی ہیں اور کبھی صرف **تنوین** سے ایسا کام لیتی ہے جو دوسری زبانیں طولانی فقروں سے بھی پورا نہیں کر سکتیں ایسا ہی **زیر وزبر وپیش** بھی الفاظ کا ایسا کام دے جاتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی دوسری زبان بغیر چند فضول فقروں کے ان کا مقابلہ کر سکے اس کے بعض لفظ بھی باوجود بہت چھوٹے ہونے کے ایسے لمبے معنے رکھتے ہیں کہ نہایت حیرت ہوتی ہے کہ یہ معنی کہاں سے نکلے مثلاً **عـرضـتُ** کے یہ معنی ہیں کہ میں مکہ اور مدینہ اور جو ان کے گرد دیہات ہیں سب دیکھ آیا اور **طهفلتُ** کے یہ معنی ہیں کہ میں چینی کی روٹی کھاتا ہوں اور ہمیشہ چینی کی روٹی کھانے کے لئے عہد کر چکا ہوں اور **جشـم** کے یہ معنی ہیں کہ آدھی رات چلی گئی اور **حیعل** کے یہ معنے ہیں کہ آؤ نماز پڑھو وقت نماز ہے اور اسی طرح بہت سے الفاظ ایسے ہیں کہ صرف وہ ایک حرف ہی ہے مگر اس کے معنے دو یا تین لفظ پر مشتمل ہیں جیسے

فِ	قِ	لِ	عِ	اِ
وفا کر	نگہ رکھ	نزدیک ہو	یاد کر	وعدہ کر
خِ نہ آہستہ چل اور نہ جلدی کر۔ بلکہ میانہ روی اختیار کر	هِ پھٹ جا کمزور ہو جا	دِ خون بہادے	رِ بھڑک اور روشن ہو اور آتش زنہ سے نکل اور گندہ ہو جا	شِ اپنے کپڑا کو منقش کر

نِ: سُست ہو جا

اور عربی کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اور متفرق زبانوں میں جس قدر خواص ہیں اس میں وہ سب جمع ہیں مثلاً بعض زبانوں میں جیسا کہ چینی زبان میں یہ خاصیت ہے کہ اس کے سارے الفاظ ایک ہی جز کے ہیں اور ہر یک جز اپنی اپنی جگہ مستقل معنی رکھتی ہے سو یہ خاصیت بھی بعض حصہ عربی میں پائی گئی ہے۔ ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ **امریکہ** کی اصل زبان کے الفاظ کئی کئی اجزاء سے مل کر بنے ہوئے ہوتے ہیں اور ان اجزاء کے

﴿۷﴾

خود کچھ معنے نہیں ہوتے سو یہ خاصیت بھی عربی کے بعض حصوں میں موجود ہے۔ پھر **امریکہ** اور **سنسکرت** زبان میں معانی کے تغیر کے اظہار کے لئے گردانیں ہیں۔ سو وہ گردانیں عربی زبان میں بھی پائی جاتی ہیں اور **چینی** زبان میں گردانیں نہیں ہیں بلکہ وہاں نئے خیال کے اظہار کے لئے علیحدہ لفظ ہے سو بعض الفاظ میں یہ صورت بھی عربی میں موجود ہے۔ پس جبکہ غور کرنے اور پوری پوری خوض اور عمیق تحقیقات کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت زبان عربی تمام زبانوں کے خواص متفرقہ کی **جامع** ہے تو اس سے بالضرورت ماننا پڑتا ہے کہ تمام زبانیں عربی کی ہی **فروعات** ہیں۔

بعض لوگ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ اگر تمام زبانوں کی جڑ اور اصل ایک ہی زبان کو تسلیم کیا جائے تو عقل اس بات کو قبول نہیں کر سکتی کہ صرف تین چار ہزار برس تک ایسی زبانوں میں جو ایک ہی اصل سے نکلی تھیں اس قدر فرق ظاہر ہو گیا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض درحقیقت از قبیل بنیاد فاسد بر فاسد ہے ورنہ یہ بات قطعی طور پر طے شدہ نہیں کہ عمر دنیا کی صرف چار یا پانچ ہزار برس تک گذری ہے اور پہلے اس سے زمین و آسمان کا نام و نشان (نہ) تھا بلکہ نظر عمیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا ایک مدت دراز سے آباد ہے ماسوا اس کے اختلاف السنہ کے لئے صرف باہمی بُعد زمان یا مکان سبب نہیں بلکہ اس کا ایک قوی سبب یہ بھی ہے کہ خط استوا کے قُرب یا بُعد اور ستاروں کی ایک خاص وضع کی تاثیر اور دوسرے نامعلوم اسباب سے ہر یک قسم کی زمین اپنے باشندوں کی فطرت کو ایک خاص حلق اور لہجہ اور صورت تلفظ کی طرف میلان دیتی ہے اور وہی محرک رفتہ رفتہ ایک خاص وضع کلام کی طرف لے آتا ہے اسی وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ بعض ملک کے لوگ حرف **زا** بولنے پر قادر نہیں ہو سکتے اور بعض **را** بولنے پر قادر نہیں ہو سکتے جیسے انسانوں میں ملکوں کے اختلاف سے رنگوں کا اختلاف، عمروں کا اختلاف، اخلاق کا اختلاف، امراض کا اختلاف ایک ضروری امر ہے۔ ایسا ہی یہ اختلاف بھی ضرور ہے کیونکہ انہیں مؤثرات کے نیچے زبانوں کا بھی اختلاف ہے۔

﴿۸﴾

پسؔ یہ خیال ایک دھوکا ہے کہ یہ اختلاف کیوں ہزارہا برس سے ایک ہی حد تک رہا اس سے آگے نہ بڑھا کیونکہ مؤثرات نے جس قدر اختلاف کو چاہا اسی قدر رہا اس سے زیادہ کیونکر ہو سکتا۔ یہ ایسا ہی سوال ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ اختلاف امکنہ میں رنگوں اور عمروں اور مرضوں اور اخلاق کا اختلاف ہوگیا۔ یہ کیوں نہ ہوا کہ کسی جگہ ایک آنکھ کی جگہ دس آنکھ ہو جاتیں سو ایسے وہم کا بجز اس کے ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کہ یہ اختلاف یوں ہی بے قاعدہ نہیں تھا بلکہ ایک طبعی قاعدہ کے نیچے تھا سو جس قدر قاعدہ نے تقاضا کیا اسی قدر اختلاف بھی ہوا۔ غرض جو کچھ موثرات سماوی ارضی کی وجہ سے انسان کی بناوٹ خلق یا خیالات کے طبعی رفتار میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے وہ تبدیلی بالضرورت سلسلہ کلمات میں تبدیلی ڈالتی ہے لہٰذا وہ طبعاً اختلاف پیدا کرنے کے لئے مجبور ہوتی ہیں اور اگر کوئی دوسری زبان کا لفظ ان کی زبان میں پہنچے تو وہ **عمداً** اس میں بہت کچھ تبدیلی کر دیتے ہیں پس یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ اپنی خلقت کے لحاظ سے جو موثرات ارضی سماوی سے متاثر ہے فطرتاً تبدیل کے محتاج ہیں ماسوا اس کے عیسائیوں اور یہودیوں کو تو ضرور یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ اُمّ الالسنہ عربی ہے کیونکہ **توریت** کی نصّ صریح سے یہ بات ثابت ہے کہ ابتدا میں بولی ایک ہی تھی۔ پھر خدا تعالیٰ نے بمقام **بابل** ان میں اختلاف ڈال دیا۔ دیکھو توریت پیدائش باب [۱۱] اور یہ بات ہر یک فریق کے نزدیک **مسلّم** ہے کہ بابل اُسی سرزمین پر شہر آباد تھا کہ جہاں اب **کربلا** ہے پس اس سے تو توریت کے بیان کا ماحصل یہی نکلا کہ تمام زبانوں کی ماں عربی ہے۔ باتفاق انگریز محققوں اور اسلامی محققوں کے یہ بات ثابت ہے کہ بابل جس کی آبادی کا طول دو سو میل تک تھا اور وہ اپنی آبادی میں شہر لنڈن جیسے پانچ شہروں کے برابر تھا اور نہایت عجیب اور پُر تکلف باغ بھی اس میں تھے اور دریائے **فرات** اس کے اندر بہتا تھا وہ **عراق** عرب کے اندر تھا اور جب وہ ویران ہوا تو اس کی اینٹوں سے **بصرہ** اور **کوفہ** اور **حلّہ** اور **بغداد** اور **مداین** آباد ہوئے اور یہ تمام شہر اس کی حدود کے

﴿۹﴾

قریب قریب ہیں پس اس تحقیق سے ثابت ہے کہ بابل عرب کی سرزمین میں تھا چنانچہ **عرب** کے نقشہ میں جو حال میں **بیروت** میں چھپا ہے بابل کو عراق عرب میں ہی دکھلایا ہے۔

اصل توریت عبرانی کتاب پیدائش آیت ایک میں یہ عبارت ہے **ویہی کُل ہارص شفہ آحت ودبریم آحدیم**۔اور تھی تمام زمین ہونٹ ایک اور باتیں یکساں۔واضح ہو کہ اس تمام زمین سے مراد صرف بابل کی زمین نہیں ہوسکتی جو **سِنعار** کے نام سے موسوم ہے کیونکہ یہ آیت اُس قصہ سے پہلے اور ان قصوں سے متعلق ہے جو دسوٰیں باب میں گذر چکی ہیں پس آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام وہ قومیں جو زمین میں رہتی تھیں ان کی ایک ہی زبان تھی اس وقت تک کہ ایک گروہ ان میں سے بابل میں نہیں پہنچا تھا پھر بابل میں پہنچنے کے بعد خدا تعالیٰ نے ان کی زبانیں متفرق کر دیں۔اور زبانوں میں اختلاف یوں ڈالا گیا کہ بابل کے رہنے والے مختلف ملکوں میں نکال دیئے گئے جیسا کہ اسی باب کی یہ آٹھوؔیں آیت اُس پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے **و یفص یہوہ آتم مِشّم عَل بنی کل ہارص**۔یعنی خدا نے ان کو وہاں سے سب زمین پر پریشان کر دیا۔اب ظاہر ہے کہ وہ لوگ بابل سے متفرق ہو کر ہر یک ملک میں چلے گئے پس کل ہارص کا لفظ جو پہلی آیت میں اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے کہ ساری دنیا کی ایک بولی تھی وہی لفظ آٹھویں آیت میں اس بات کے لئے مستعمل ہوا کہ بابل کے رہنے والے مورد غضب الٰہی ہو کر کل دنیا میں متفرق ہو گئے پس ان دونوں آیتوں کے تظاہر سے اور نیز گذشتہ باب پر نظر ڈالنے سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ مطلب ان آیات کا یہی ہے کہ بابل کے واقعہ سے پہلے دنیا میں ایک ہی بولی تھی اور یہی متفق علیہ عقیدہ یہود اور نصاریٰ کا ہے۔اور جس نے اس بارے میں شک کیا اس نے سخت غلطی کھائی ہے یہ **مسئلہ** توریت کی نصوص صریحہ میں سے ہے جو قدیم سے اہل کتاب میں مسلّم چلا آتا ہے ہاں یہ ماننا پڑتا ہے کہ جبکہ بموجب آیت اول گیارھویں باب پیدائش کے کُل دنیا کی بولی ایک ہی تھی تو پھر یہ بے ہودہ خیال ہو گا کہ ہم ایسا سمجھیں کہ کل بنی آدم اپنی اپنی ولایتوں سے کوچ کر کے بابل میں ہی آٹھہرے تھے اور اس کی کوئی وجہ معلوم

﴿۱۰﴾

نہیں ہوتی کہ کیوں انہوں نے اپنی ولایتوں کو چھوڑ دیا تھا بلکہ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ **نوح** کے طوفان کے بعد خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ بہت جلد دنیا اپنی توالد تناسل میں ترقی کرے اس لئے اس قادر مطلق نے ایک مدت تک ان کو صحت اور امن کی حالت میں چھوڑ دیا تھا تب وہ بہت بڑھے اور پھولے اور ایک خارق عادت طور پر ان میں ترقی ہوئی تب بعض قوموں نے اپنے ملک میں گنجائش کم دیکھ کر **سِنْعار** کی زمین کی طرف جو بابل کی زمین تھی حرکت کی اور اس جگہ آ کر اس شہر کو آباد کیا اور اس قدر کثرت ہوگئی جس کی نظیر کسی زمانہ میں ثابت نہیں ہوئی پھر وہ دوسرے شہروں کی طرف متفرق ہوگئے اور تمام دنیا میں بولیوں کا تفرقہ پڑنے کا موجب ہوئے۔

لیکن اگر یہ اعتراض پیش ہو کہ زبان عربی جو اُمّ الالسنہ قرار دی گئی ہے اس کی نسبت تمام زبانوں کی نسبت مساوی نہیں ہے بلکہ بعض سے کم اور بعض سے زیادہ ہے **مثلاً** عبری زبان پر ادنیٰ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تھوڑے سے تغیر کے بعد عربی زبان ہی ہے لیکن سنسکرت یا یورپ کی زبانوں کے ساتھ وہ تعلق پایا نہیں جاتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو **عبری** اور دوسری شاخیں اس کی درحقیقت **عربی** کے تھوڑے سے تغیر سے پیدا ہوئی ہیں اور **سنسکرت** وغیرہ دنیا کی کل زبانیں تغیرات بعیدہ سے نکلی ہیں تاہم کامل غور کرنے اور قواعد پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان زبانوں کے کلمات اور الفاظ مفردہ عربی سے ہی بدلا کر طرح طرح کے قالبوں میں لائے گئے ہیں۔

اور عربی کے فضائل خاصہ سے جو اسی زبان سے خصوصیت رکھتے ہیں جن کی ہم انشاء اللہ اپنے اپنے محل پر تشریح کریں گے اور جو اس کے اُمّ الالسنہ اور کامل اور **الہامی زبان** ہونے پر قطعی دلیل ہے **پانچ خوبیاں** ہیں جو مفصلہ ذیل ہیں۔

پہلی[۱] خوبی۔ عربی کے مفردات کا نظام کامل ہے یعنی انسانی ضرورتوں کو وہ مفردات پوری مدد دیتے ہیں دوسرے لغات اس سے بے بہرہ ہیں۔

دوسری[۲] خوبی۔ عربی میں اسماء باری و اسماء ارکان عالم و نباتات و حیوانات و جمادات و اعضائے انسان اپنی

﴿۱۱﴾

اپنی وجوہ تسمیہ میں بڑے بڑے علوم حکمیہ پر مشتمل ہیں دوسری زبانیں ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

تیسری۳ خوبی ۔عربی کا اطراد مواد الفاظ بھی پورا نظام رکھتا ہے اور اس نظام کا دائرہ تمام افعال اور اسماء کو جو ایک ہی مادہ کے ہیں ایک سلسلہ حکمیہ میں داخل کر کے ان کے باہمی تعلقات دکھلاتا ہے اور یہ بات اس کمال کے ساتھ دوسری زبانوں میں پائی نہیں جاتی۔

چوتھی۴ خوبی ۔عربی کی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں یعنی زبان عربی الف لام اور تنوینوں اور تقدیم تاخیر سے وہ کام نکالتی ہے جس میں دوسری زبانیں کئی فقروں کے جوڑنے کی محتاج ہوتی ہیں۔

پانچویں۵ خوبی۔عربی زبان ایسے مفردات اور تراکیب اپنے ساتھ رکھتی ہے جو انسان کے تمام باریک در باریک ضمائر اور خیالات کا نقشہ کھینچنے کے لئے کامل وسائل ہیں۔

اب چونکہ یہ بھاری ثبوت ہمارے ذمہ ہے کہ ہم عربی کے مفردات کا ایسا نظام کامل ثابت کریں جو دوسری کتابیں اس کے مقابلہ سے عاجز رہیں اور نیز اس کی باقی چار خوبیوں کو بھی اسی طرح بپایہ ثبوت پہنچاویں۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہوا کہ ہم ان مباحث کو عربی زبان میں ہی لکھیں کیونکہ ہمارا یہ فرض ہے کہ یہ تمام خوبیاں مخالف کو دکھلاویں اور اگر وہ کسی اور زبان کو الہامی اور اُمّ الالسنہ قرار دیتا ہے تو اس سے ان خوبیوں کا مطالبہ کریں اور چونکہ یہ بڑا بھاری کام ہے اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ مخالف کو پورے پورے طور پر ملزم اور ساکت کرنے کے لئے کوئی ایسی تدبیر کی جائے جس سے ان سب جھوٹے عذرات کا استیصال ہو جائے جو ایک مخالف مقابلہ سے عاجز آ کر محض بیہودہ حیلہ سازی کے طور پر پیش کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک آریہ مخالف اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے کہہ سکتا ہے کہ ان **فضائل خمسہ** میں عربی کی خصوصیت کا دعویٰ بے دلیل ہے کیونکہ یہ دعویٰ اس وقت صحیح ٹھہر سکتا ہے کہ جب کہ تمہیں سنسکرت کی پوری واقفیت ہوتی اب جبکہ سنسکرت کی ایسی واقفیت نہیں ہے تو یہ دعویٰ صرف یک طرفہ خیال ہے اور ممکن ہے کہ یک طرفہ خیال تحقیق کے وقت غلط نکلے اور گو ہم اس ناکارہ خیال کا جواب دے چکے ہیں کہ ہماری یہ تحقیقاتیں ایک

﴿۱۲﴾

جماعت کی تحقیقات ہے جس میں سنسکرت دان بھی ہیں۔ لیکن اب ہم پورے طور پر اتمام حجت کے لئے ایک ایسا طریق فیصل لکھتے ہیں جس سے کوئی گریز نہیں کرسکتا اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم اس دعوے میں کاذب ہیں کہ عربی میں وہ پانچ فضائل خصوصیت کے ساتھ موجود ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں اور کوئی سنسکرت دان وغیرہ اس بات کو ثابت کرسکتا ہے کہ ان کی زبان بھی ان فضائل میں عربی کی شریک ومساوی ہے یا اس پر غالب ہے تو ہم اس کو **پانچ ہزار روپیہ** بلاتوقف دینے کے لئے قطعی اور حتمی وعدہ کرتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ یہ وعدہ انعام ہمارا عام لوگوں کے بے ہودہ اشتہارات کی طرح نہیں تا کوئی یہ خیال کرے کہ صرف کہنے کی باتیں ہیں کس نے دینا اور کس نے لینا۔ بلکہ ہم اعلان دیتے ہیں کہ ایسا شخص جس طرح چاہے اپنی تسلی کرلے اور اگر چاہے تو یہ روپیہ بینک سرکاری میں رکھا جائے اور چاہے تو کسی آریہ مہاجن کے پاس یہ روپیہ جمع کرادیا جائے اگر ہم اس کی درخواست کے موافق جمع نہ کرادیں یا درخواست کے شائع ہونے اور بذریعہ رجسٹری شدہ خط کے ہم تک پہنچنے کے بعد ایک ماہ تک ہم روپیہ کو جمع نہ کراویں تو بے شک ہم کاذب اور لاف زن ٹھہریں گے اور ہماری ساری کارروائی پایۂ اعتبار سے گر جائے گی۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ جو شخص جمع کرانے کی درخواست کرے وہ اس درخواست میں یہ بھی تحریر کردے کہ وہ فلاں مدت تک اس کام سے عہدہ برا ہوگا اور اس بات کا اقرار کردے کہ اگر وہ اُس مدت تک عہدہ برا نہ ہو اور مقابلہ کرکے نہ دکھلا سکا تو جو کچھ حرجانہ منصفوں یا عدالت کی تجویز سے ایک تجارتی روپیہ کی مدت مذکورہ تک بند رہنے سے متصور ہے تو وہ بلا عذر وحیلہ ادا کردے گا۔

اور واضح ہو کہ یہ کتاب قریباً ڈیڑھ مہینہ کی محنت اور کوشش سے ہم نے تیار کی ہے چنانچہ اپریل ۱۸۹۵ء کے کچھ دن گذرے یہ کام شروع ہوا اور مئی ۱۸۹۵ء کو ابھی کچھ باقی رہتا تھا کہ انجام کو پہنچ گیا اور اس محنت کے دنوں میں پورا دن اس کام کے لئے کبھی نہیں لگا بلکہ زیادہ سے زیادہ تیسرا یا چوتھا حصہ اس فکر میں خرچ آتا رہا اور اگر تمام روز محنت کی جاتی تو شاید ہفتہ عشرہ تک ہی یہ کام انجام تک پہنچ جاتا۔ لیکن اب بالمقابل لکھنے والوں کے لئے یہ محنت راہ میں نہیں جو

﴿۱۳﴾

ہمیں کرنی پڑے کیونکہ ہمارے لئے ضروری تھا کہ تمام زبانوں پر ایک عمیق نظر ڈالیں اور عربی زبان کا ان سے اشتراک ثابت کریں اور پھر بعد ثبوت اشتراک یہ ضروری تھا کہ عربی کے فضائل خاصہ اور فوق العادت کمالات سے اس کا الہامی اور اُمّ الالسنہ ہونا بپایہ ثبوت پہنچاویں لیکن ہمارے مخالفوں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس قدر محنت کریں۔ بلکہ ہم اس بات پر راضی ہیں کہ صرف عربی کے فضائل کے مقابل پر اپنی زبان کے فضائل دکھلاویں اور جس قدر ہم نے عربی زبان کی خوبیاں اس کتاب میں ثابت کی ہیں وہ تمام خوبیاں اپنی زبان میں ثابت کر کے پیش کریں اور جیسا کہ ہم نے نمونہ کے طور پر عربی زبان کے مفردات کو عبارات کے سلسلہ میں مندرج کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ عربی مفردات کا نظام کامل ہے اور ہر یک قسم کے خیالات کے ادا کر دینے پر قادر ہے یہی نمونہ اپنی زبان کے مفردات سے وہ بھی دکھلاویں اور یہ کام نہایت تھوڑا اور صرف چندروز کا ہے۔ پس اس صورت میں محنت کا کام نہایت کم رہ گیا بلکہ مثلاً ویدک سنسکرت کا واقف صرف دو چار روز میں یہ نمونہ پیش کر سکتا ہے بشرطیکہ سنسکرت میں ایسا نمونہ بھی ہو۔ اس وقت ہم غیر زبان والوں سے کیا مانگتے ہیں صرف یہی کہ وہ یہ خوبیاں جو ہم نے زبان عربی میں ثابت کی ہیں اپنی زبان میں ثابت کر کے دکھلاویں۔ مثلاً یہ بات ظاہر ہے کہ کامل زبان کے لئے مفردات کا کامل نظام ضروری ہے یعنی یہ واجبات سے ہے کہ کامل زبان جو الہامی اور اُمّ الالسنہ کہلاتی ہے انسانی خیالات کو الفاظ کے قالب میں ڈھالنے کے وقت پورا ذخیرہ مفردات کا اپنے اندر رکھتی ہو ایسے طور سے کہ جب انسان مثلاً ایک توحید کے مضمون کے متعلق یا شرک کے مضمون کے متعلق یا حقوق اللہ کے متعلق یا حقوق عباد کے متعلق یا عقائد دینیہ کے متعلق یا ان کے دلائل کے متعلق یا محبت اور مخالطت کے متعلق یا بغض اور نفرت کے متعلق یا خدا تعالیٰ کی مدح اور ثنا اور اس کے اسماء مطہرہ کے متعلق یا مذاہب باطلہ کے رد کے متعلق یا قصص اور سوانح کے متعلق یا احکام اور حدود کے متعلق یا علم معاد کے متعلق یا تجارت اور زراعت اور نوکری کے متعلق یا نجوم اور ہیئت کے متعلق یا طبعی اور طبابت اور منطق وغیرہ

﴿۱۴﴾

کے متعلق کوئی مبسوط کلام کرنا چاہے تو اس زبان کے مفردات اس کو ایسے طور سے مدد دے سکیں کہ ہر یک خیال کے مقابل پر جو دل میں پیدا ہوا ایک لفظ مفرد موجود ہو تا یہ امر اس بات پر دلیل ہو کہ جس ذات کامل نے انسان اور اس کے خیالات کو پیدا کیا اسی نے ان خیالات کے ادا کرنے کے لئے قدیم سے وہ مفردات بھی پیدا کر دیئے اور ہمارا دلی انصاف اس بات کے قبول کرنے کے لئے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ اگر یہ خصوصیت کسی زبان میں پائی جائے کہ وہ زبان انسانی خیالات کے قد و قامت کے موافق مفردات کا خوبصورت پیرایہ اپنے اندر طیار رکھتی ہے اور ہر یک باریک فرق جو افعال میں پایا جاتا ہے وہی باریک فرق اقوال کے ذریعہ سے دکھاتی ہے اور اسکے مفردات خیالات کے تمام حاجتوں کے متکفل ہیں تو وہ زبان بلاشبہ الہامی ہے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو اس نے انسان کو ہزارہا طور کے خیالات کے ظاہر کرنے کے لئے مستعد پیدا کیا ہے۔ پس ضرور تھا کہ انہیں خیالات کے اندازہ کے موافق اس کو ذخیرہ قولی مفردات بھی دیا جاتا تا خدا تعالیٰ کا قول اور فعل ایک ہی مرتبہ پر ہو لیکن حاجت کے وقت ترکیب سے کام لینا یہ بات کسی خاص زبان سے خصوصیت نہیں رکھتی۔ ہزارہا زبانوں پر یہ عام آفت اور نقص درپیش ہے کہ وہ مفردات کی جگہ مرکبات سے کام لیتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ضرورتوں کے وقت وہ مرکبات انسانوں نے خود بنا لئے ہیں۔ پس جو زبان ان آفتوں سے محفوظ ہوگی اور اپنی ذات میں مفردات سے کام نکالنے کی خصوصیت رکھے گی اور اپنے اقوال کو خدا تعالیٰ کے فعل کے مطابق یعنی خیالات کے جوشوں کے مطابق اور ان کے ہم وزن دکھلائے گی۔ بلاشبہ وہ ایک خارق العادات مرتبہ پر ہو کر اور تمام زبانوں کی نسبت ایک خصوصیت پیدا کر کے اس لائق ہو جائے گی کہ اس کو اصل الہامی زبان اور فطرت اللہ کہا جائے اور جو زبان اس مرتبہ عالیہ سے مخصوص ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کے منہ سے نکلی اور فوق العادات کمالات سے مختص اور اُمّ الالسنہ ہے اس کی نسبت یہ کہنا ایمانداری کا فرض ہوگا کہ وہی ایک زبان ہے جو حقیقی طور پر اس لائق ٹھہرائی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کا اعلیٰ اور اکمل الہام اسی میں نازل ہو اور دوسرے الہام اس الہام کی ایسی ہی فرع ہیں جیسا کہ دوسری بولیاں اس بولی کی فرع ہیں لہٰذا ہم اس بحث کے

﴿۱۵﴾ بعد اس بحث کو لکھیں گے کہ وہ حقیقی اور کامل اور اتم اور اکمل وحی جو دنیا میں آنے والی تھی وہ صرف قرآن شریف ہے اور انہیں مقدمات سے اس نتیجہ کو بہ تفصیل ظاہر کریں گے کہ عربی کو اُم الالسنہ اور الہامی ماننے سے نہ صرف یہی ماننا پڑتا ہے کہ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہے بلکہ یہ بھی ضروری طور پر ماننا پڑتا ہے کہ صرف قرآن ہی ہے جس کو حقیقی وحی اور اکمل اور اتم اور خاتم الکتب کہنا چاہیئے۔ اور اب ہم مفردات کا نظام دکھلانے کے لئے اور نیز دوسری خوبیوں کے لحاظ سے اس کتاب کا عربی حصہ شروع کریں گے **و لا حول و لا قوّۃ الّا باللّٰہ و ھُو العَلیّ العظِیم۔**

تنبیہ

قبل اس کے جو ہم اس کتاب کے عربی حصہ کو شروع کریں یہ بات ظاہر کرنا ضروریات سے ہے کہ پہلے ہم نے ارادہ کیا تھا کہ صرف عربی کے الفاظ مفردہ جمع کر کے دکھلاویں لیکن پھر ہم نے سوچا کہ اس صورت میں شاید بعض لوگ ہمارے مدعا کو صفائی سے نہ سمجھ سکیں کیونکہ بظاہر تھوڑی بہت مفردات ہر یک قوم کے پاس ہیں۔ مثلاً اگرچہ سنسکرت مفردات کا ذخیرہ بہت ہی کم رکھتی ہے۔ چنانچہ اس زبان کے فاضل بیان کرتے ہیں کہ اس میں چار سو (۴۰۰) روٹ سے زیادہ نہیں مگر تاہم اگرچہ صرف چار سو (۴۰۰) ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کچھ بھی نہیں اور عربی کے محققوں نے گو تحقیق کیا ہے کہ اس کے مفردات ستائیس لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن جب تک ایک دشمن متعصب کو ایک قاعدہ کے ساتھ ملزم نہ کیا جائے وہ اپنے بخل اور شرارت اور چون و چرا سے باز نہیں آتا لہٰذا ہمیں یہ تجویز نہایت معقول معلوم ہوئی کہ ہر یک مضمون میں مفردات کا نظام طلب کیا جائے اور نظام مفردات سے مطلب ہمارا یہ ہے کہ ہر یک مضمون جہاں تک کہ طبعی طور پر ختم ہو اس کو محض ایسی عبارت سے جو مفردات سے ہی ترکیب پاتی ہو انجام تک پہنچایا جائے اور پھر مخالفوں سے اس کی نظیر مانگی جائے یہ ایک ایسا طریق ہے جس سے بڑی صفائی سے فیصلہ ہو جائے گا اور

﴿۱۶﴾

ہر یک زبان کی بلاغت فصاحت کا بھی اندازہ ہو جائے گا ماسوا اس کے چونکہ مفردات کا نظام ثابت کرنے کے لئے ہر یک فریق کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ صرف متفرق مفردات پیش نہ کرے بلکہ ان ضروری مضامین کے رنگ میں پیش کرے جو ہمارے مضامین کے مقابل لکھے جائیں گے۔ لہٰذا اس فاضلانہ بحث میں ہر یک جاہل جو علم سے بے بہرہ ہو دخل نہیں دے سکے گا اور جیسا کہ پہلے اس سے مثلاً آریہ سماج والوں نے ایک نہایت ذلیل نادان اور سخت درجہ کے احمق اور جاہل لیکھرام نام ایک ہندو کو اسلام کے مقابل پر کھڑا کر دیا تھا اور وہ صرف گالیوں سے کام نکالتا تھا اور عیسائیوں کا چیلہ بن کر ان کے بے ہودہ اعتراض جو ان کے جاہلوں نے اسلام پر کئے ہیں پیش کرتا تھا۔ اس بحث میں ایسا نہ ہوگا کیونکہ یہ علمی بحث ہے اب ایسے حرامی سیرت، گندہ طبع اور بدخو اور ساتھ اس کے سخت درجہ کے نادان اور بے علم کو بولنے کی گنجائش نہیں رہے گی اور لوگ دیکھ لیں گے کہ ان لوگوں کی اصل حقیقت کیا تھی۔

اور ہم اس جگہ اپنے ان دوستوں کا **شکر** ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے جنہوں نے ہمارے اس کام میں زبانوں کا اشتراک ثابت کرنے کے لئے مدد دی ہے ہم نہایت خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے مخلص دوستوں نے **اشتراک السنہ** ثابت کرنے کے لئے وہ جان فشانی کی ہے جو یقیناً اس وقت تک اس صفحہ دنیا میں یادگار رہے گی جب تک کہ یہ دنیا آباد رہے۔ ان **مردان خدا** نے بڑی بہادری سے اپنے عزیز وقتوں کو ہمیں دیا ہے اور دن رات بڑی محنت اور عرق ریزی اٹھا کر اس **عظیم الشان** کام کو انجام دے دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو جناب الٰہی میں بڑا ہی ثواب ہوگا کیونکہ وہ ایک ایسے جنگ میں شریک ہوئے جس میں عنقریب اسلام کی طرف سے فتح کے نقارے بجیں گے۔ پس ہر ایک ان میں سے **الٰہی تمغہ** پانے کا مستحق ہے۔ میں اس کیفیت کو بیان نہیں کرسکتا کہ وہ کیونکر ہر یک جلسہ میں اشتراک نکالنے کے لئے اندر ہی اندر صدہا کوس نکل جاتے تھے اور پھر کیوں کر کامیابی کے ساتھ واپس آکر کسی لفظ مشترک کا تحفہ پیش کرتے تھے یہاں تک کہ اسی طرح دنیا

﴿۱۷﴾ کی زبانیں ہمارے پاس جمع ہوگئیں میں کبھی اس کو فراموش نہیں کروں گا کہ اس عظیم الشان کام میں ہمارے مخلص دوستوں نے وہ مدد دی جو میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے میں اس کا اندازہ بیان کرسکوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ یہ ان کی محنتیں قبول فرماوے اوران کو اپنے لئے قبول کرلیوے اور گندی زیست سے ہمیشہ دور اور محفوظ رکھے اور اپنا **انس** اور **شوق** بخشے اوران کے ساتھ ہو **آمین ثم آمین**۔

ان احباب کے نام نامی یہ ہیں۔

(۱) اخویم حکیم مولوی **نور دین** صاحب بھیروی　　(۲) اخویم مولوی **عبد الکریم** صاحب سیالکوٹی

(۳) اخویم منشی غلام قادر صاحب سیالکوٹی　　(۴) اخویم خواجہ **کمال الدین** صاحب بی۔اے لاہوری

(۵) اخویم مرزا خدا بخش صاحب اتالیق　　(۶) اخویم مفتی **محمد** صادق صاحب بھیروی

نواب **محمد** علی خان صاحب کوٹلہ مالیر　　(۸) اخویم میاں **محمد خان** صاحب

(۷) اخویم منشی **غلام محمد** صاحب سیالکوٹی　　کپورتھلہ ریاست

اور خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس کی کوششیں اس کام میں زیادہ ہیں اور وہ کسی مخلص کی محنت کو ضائع نہیں کرے گا مگر جہاں تک ہمارا علم اور رویت ہمیں جتلاتا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ کوشش **اخویم حکیم مولوی نور دین صاحب** اور اخویم مولوی **عبد الکریم** صاحب کی ہیں جو تمام تعلقات چھوڑ کر کئی مہینوں سے اس کام کے لئے میرے پاس موجود ہیں اور حضرت مولوی نور دین صاحب نے نہ صرف اتنی ہی مدد دی بلکہ اس کام کے لئے عمدہ عمدہ کتابیں انگریزی اپنی قیمت سے خرید کر منگوادیں اور اسی مطلب کے لئے قیمتی کتابوں کا ذخیرہ اکٹھا کیا۔ جزاھم اللّٰہ خیرا۔

واللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین۔ اٰمین

﴿۱۸﴾ یہ وہ پہلا خطبہ اور تمہید ہے جس کا مقابلہ نظام **مفردات** میں سنسکرت کے مدعی آریہ اور دوسری قوموں سے مطلوب ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الرّب الرّحمان. ذی المجد و الفضل و الاحسان. خلق[1]

تمام تعریفیں اس اللہ کو جو رب اور رحمٰن ہے۔ بزرگی اور فضل اور احسان اسی کی صفات ہیں۔ انسان

﴿۱﴾ [1] چونکہ اصلی غرض عربی عبارتوں کے املا سے یہ دکھلانا ہے کہ یہ زبان علاوہ اس صفت خاص کے کہ الٰہیات اور دینی تعلیم کے تمام شاخوں کی کامل طور پر خادم ہے ہر یک قصہ اور خطبہ اور مبادی اور مقاصد کے بیان کرنے میں اور ہر یک نازک سے نازک مضمون کے ادا کرنے کے وقت صرف مفردات سے کام لیتی ہے اور اس کے خزانہ میں وہ مفردات کا نظام موجود ہے جو ہر یک قصہ کے نظام سے برابر آجاتا ہے اور مرکبات کی طرف حاجت نہیں پڑتی اس لئے ہم نے اس خطبہ اور تمہید کے وقت اور ایسا ہی اور چند مضامین میں جو بعد میں آئیں گے یہ ارادہ کیا ہے کہ ناظرین کو عربی کے **ان صفات خاصہ** کی طرف توجہ دلاویں تا اگر ممکن ہو تو ہمارے مخالف اس کا مقابلہ کر کے دکھلاویں اور اگر ہو سکے تو اپنی زبان کو اس دھبہ سے پاک کر دیں کہ وہ ہر یک امر ذی شان کے بیان کرنے میں صرف مفردات سے کار براری کرنے سے قاصر ہے اور ایسا نہ کر سکیں تو گو وہ سنسکرت کے حامی ہوں یا کسی اور زبان کے انہیں اس بات سے شرم کرنی چاہیئے کہ وہ کبھی کسی مجلس میں عربی زبان کے مقابل پر اپنی زبانوں کا نام بھی لیویں یا کبھی بھولے بسرے بھی منہ پر لاویں کہ ہماری زبان الٰہی زبان ہے اور اسی میں خدا کا کلام نازل ہوا ہے۔

اب واضح ہو کہ اس خطبہ اور تمہید میں تین سو ۳۰۰ کلمے ہیں جو کلمات مفردہ ہیں اور بعض ایسے کلمے ہم نے چھوڑ بھی دیئے ہیں جو ایک ہی مادہ سے نکلے ہیں اور یہ کلمات صدہا عجائب اور لطائف پر مشتمل ہیں اور اگر ہم ان کے عجائب **خواص** کا بیان کریں تو ان تمام کا لکھنا فی الواقعہ **ایک دفتر** چاہتا ہے لہٰذا ہم اس جگہ بالفعل صرف دو لفظ کی خوبیاں بطور نمونہ پیش کریں گے۔ اور پھر وقتاً فوقتاً انشاءاللہ پیش کرتے جائیں گے لیکن پہلے اس سے اس نہایت مفید قاعدہ کا لکھنا واجبات سے ہے کہ صحیفہ **قدرت** پر نظر ڈالنے سے یہ بات ضروری طور پر ماننی پڑتی ہے کہ جو چیزیں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پیدا ہوئیں یا اس سے صادر ہوئیں ان کی اول علامت یہی ہے کہ اپنے اپنے مرتبہ کے موافق خداشناسی کی راہوں کے خادم ہوں اور اپنے وجود کی اصلی غرض بزبان قال یا حال یہی ظاہر کریں کہ وہ معرفت باری کا ذریعہ اور اسی کے راہ کے خادم ہیں۔ کیونکہ تمام مخلوقات کی افراد پر

الانسان. علمه البیان . ثم جعل من لسان واحدة السنة
پیدا کیا اور اس کو بولنا سکھلایا پھر ایک زبان سے کئی زبانیں شہروں میں

﴿۲﴾ **بقیہ حاشیہ:** ایک نظرِ غور ڈالنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کا تمام سلسلہ انواع اقسام کے پیرایوں میں اسی کام میں لگا ہوا ہے کہ تا وہ خدا تعالیٰ کے پہچاننے اور اس کی راہوں کے جاننے میں ایک ذریعہ ہو پس چونکہ عربی زبان خدا تعالیٰ سے صادر ہوئی اور اس کے منہ سے نکلی ہے لہٰذا ضرور تھا کہ اس میں بھی یہ علامت موجود ہوتا یقینی طور پر شناخت کیا جائے کہ وہ فی الواقعہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جو بغیر ذریعہ انسانی کوششوں کے محض خدائے تعالیٰ سے ظہور پذیر ہوئی ہیں سو **الحمد لله والمنه** کہ عربی زبان میں یہ **علامت** نہایت بدیہی اور صاف طور پر پائی جاتی ہے اور جیسا کہ انسان کے اور قویٰ کی نسبت **مضمون** آیۃ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[1] ثابت و متحقق ہے اسی طرح عربی زبان میں جو انسان کی اصلی زبان اور اس کی جز و خلقت ہے یہی حقیقت ثابت ہے اس میں کیا شک ہے کہ انسان کی خلقت اسی حالت میں اتم اور اکمل ٹھہر سکتی ہے کہ جب کلام کی خلقت بھی اس میں داخل ہو کیونکہ وہ چیز جو انسانیت کے جوہر کی چہرہ نما ہے وہ **کلام** ہی ہے اور کچھ مبالغہ نہ ہوگا اگر ہم یہ کہیں کہ انسانیت سے مراد یہی نطق اپنے تمام لوازم کے ساتھ ہے پس خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میں نے انسان کو اپنی عبادت اور معرفت کے لئے پیدا کیا ہے درحقیقت دوسرے لفظوں میں یہ بیان ہے کہ میں نے انسانی حقیقت کو جو نطق اور کلام ہے معہ اس کے تمام قویٰ اور افعال کے جو اس کے زیر حکم چلتے ہیں اپنے لئے بنایا ہے کیونکہ جب ہم سوچتے ہیں کہ **انسان کیا چیز ہے** تو صریح یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک **جاندار** ہے کہ جو اپنی کلام سے دوسرے جانوروں سے **تمیز کلی** رکھتا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ کلام انسان کی اصل حقیقت ہے اور باقی قویٰ اس حقیقت کی تابع اور خادم ہیں۔ پس اگر یہ کہیں کہ انسان کا کلام خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ انسان کی انسانیت خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں لیکن ظاہر ہے کہ خدا انسان کا خالق ہے اس لئے زبان کا معلم بھی وہی ہے اور اس جھگڑے کے فیصلے کے لئے کہ وہ کس زبان کا معلّم ہے ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اس کی طرف سے وہی زبان ہے کہ جو بموجب منطوق وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[2] اسی طرح معرفت الٰہی کی خادم ہو سکتی ہے جیسا کہ انسان کے وجود کی دوسری بناوٹ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان صفات سے موصوف صرف عربی ہی ہے اور اس کی خدمت یہ ہے کہ وہ معرفت باری تک پہنچانے کے لئے اپنے اندر ایک ایسی طاقت رکھتی ہے جو الٰہیات کے ایک معنوی تقسیم کو جو **قانون قدرت** میں پائی جاتی ہے بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنے **مفردات** میں دکھاتی ہے اور صفات

[1]، [2] الذاریات:۵۷

فی البلدان. کما جعل من لون واحد انواع الالوان. و جعل
کر دیں۔ جیسا کہ ایک رنگ سے کئی رنگ انواع اقسام کے بنا دیئے اور عربی

بقیہ حاشیہ: الٰہیہ کے نازک اور باریک فرقوں کو جو **صحیفہ فطرت** میں نمودار ہیں اور ایسا ہی توحید کے دلائل کو جو اسی صحیفہ سے مترشح ہیں اور خدا تعالیٰ کے انواع اقسام کے ارادوں کو جو اس کے بندوں سے **متعلق** اور **صحیفہ قدرت** میں **نمایاں** ہیں ایسے طور سے ظاہر کر دیتی ہے کہ گویا ان کا ایک نہایت لطیف نقشہ کھینچ کر آگے رکھ دیتی ہے اور ان **دقیق** امتیازوں کو جو خدا تعالیٰ کے **اسماء** اور **صفات** اور **افعال** اور ارادوں میں واقع ہیں جن کی شہادت اس کا قانون قدرت دے رہا ہے ایسی صفائی سے دکھا دیتی ہے کہ گویا ان کی تصویر کو آنکھوں کے سامنے لے آتی ہے چنانچہ یہ بات بداہت **معلوم** ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے صفات اور افعال اور ارادوں کی چہرہ نمائی اور نیز اپنے **فعل** اور **قول** کے تطبیق کے لئے **زبان عربی** کو ایک متکفل خادم پیدا کیا ہے اور ازل سے یہی چاہا ہے کہ الٰہیات کے **سر مکتوم** اور **مقفل** کے لئے یہی زبان کنجی ہو۔ اور جب ہم اس **نکتہ** تک پہنچتے ہیں اور یہ عجیب **عظمت** اور **خصوصیت** عربی کی ہم پر کھلتی ہے تو دوسری تمام زبانیں سخت تاریکی اور نقصان میں پڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں کیونکہ جس طرح زبان عربی صفات الٰہیہ اور اس کی تمام تعلیموں کے لئے **مرایا متقابلہ** کی طرح واقع ہے اور الٰہیات کے **قدرتی نقشہ** کا ایک سیدھا انعکاسی خط عربی میں پڑا ہوا دکھائی دیتا ہے یہ صورت کسی دوسری زبان میں ہرگز موجود نہیں اور جب ہم **عقل سلیم** اور **فہم مستقیم** سے صفات الٰہیہ کی اس تقسیم پر نظر ڈالتے ہیں جو قدیم سے اور ازل سے **صحیفہ عالم** میں **قدرتی طور** پر پائی جاتی ہے تو وہی تقسیم عربی کے مفردات میں ہمیں ملتی ہے مثلاً جب ہم غور کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا رحم **عقلی تحقیق** کی رو سے اپنی ابتدائی تقسیم میں کتنے حصوں پر مشتمل ہو سکتا ہے تو اس **قانون قدرت** کو دیکھ کر جو ہماری نظر کے سامنے ہے صاف طور پر ہمیں سمجھ آ جاتا ہے کہ وہ رحم دو قسم پر ہے یعنی قبل از عمل و بعد از عمل کیونکہ بندہ پروری کا **نظام** بآواز بلند گواہی دے رہا ہے کہ **رحمت الٰہی** نے دو قسم سے اپنی ابتدائی تقسیم کے لحاظ سے بنی آدم پر ظہور و بروز فرمایا ہے۔ ﴿۳﴾

اول وہ رحمت جو بغیر وجود عمل کسی عامل کے بندوں کے ساتھ شامل ہوئی جیسا کہ زمین اور آسمان اور شمس اور قمر اور ستارے اور پانی اور ہوا اور آگ اور وہ تمام نعمتیں جن پر انسان کی بقا اور حیات **موقوف** ہے کیونکہ بلاشبہ یہ تمام چیزیں انسان کے لئے رحمت ہیں جو بغیر کسی استحقاق کے **محض فضل** اور احسان کے طور سے اس کو عطا ہوئے ہیں اور یہ ایسا **فیض خاص** ہے جو انسان کے سوال کو بھی اس میں دخل نہیں بلکہ اس کے وجود سے بھی پہلے ہے اور یہ چیزیں ایسی بزرگ رحمت ہے جو

العربیۃ اُمّا لکل لسان. وجعلھا کالشمس بالضوء واللمعان.

کو ہر یک زبان کی ماں ٹھہرایا۔اور اس کو چمک اور روشنی میں سورج کی طرح بنا دیا

بقیہ حاشیہ: انسان کی زندگی انہیں پر موقوف ہے اور پھر باوصف اس کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ یہ تمام چیزیں انسان کے کسی نیک عمل سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ انسانی گناہ کا علم بھی جو خدا تعالیٰ کو پہلے سے تھا ان رحمتوں کے ظہور سے مانع نہیں ہوا اور کوئی **اواگون** کا قائل یا **تناسخ** کا ماننے والا گو کیسا ہی اپنے تعصب اور جہالت میں غرق ہو مگر یہ بات تو وہ منہ پر نہیں لاسکتا کہ یہ انسان ہی کے نیک کاموں کا پھل اور نتیجہ ہے کہ اس کے آرام کے لئے زمین پیدا کی گئی یا اس کی تاریکی دور کرنے کے لئے آفتاب اور ماہتاب بنایا گیا یا اس کے کسی نیک عمل کی جزا میں پانی اور اناج پیدا کیا گیا یا اس کے کسی زہد اور تقویٰ کے پاداش میں سانس لینے کے لئے ہوا بنائی گئی کیونکہ انسان کے وجود اور زندگی سے بھی پہلے یہ چیزیں موجود ہو چکی ہیں۔ اور جب تک ان چیزوں کا وجود پہلے فرض نہ کر لیں تب تک انسان کے وجود کا خیال بھی ایک خیال محال ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ یہ چیزیں جن کی طرف انسان اپنے وجود اور حیات اور بقا کے لئے محتاج تھا وہ انسان کے بعد ظہور میں آئے ہوں پھر خود انسانی وجود جس احسن طور کے ساتھ ابتدا سے تیار کیا گیا ہے یہ تمام وہ باتیں ہیں جو انسان کی تکمیل سے پہلے ہیں اور یہی ایک خاص رحمت ہے جس میں انسان کے عمل اور عبادت اور مجاہدہ کو کچھ بھی دخل نہیں۔ ﴿۴﴾

دوسری قسم رحمت کی وہ ہے جو انسان کے اعمال حسنہ پر مترتب ہوتی ہے کہ جب وہ تضرع سے دعا کرتا ہے تو قبول کی جاتی ہے اور جب وہ محنت سے تخم ریزی کرتا ہے تو رحمت الٰہی اس تخم کو بڑھاتی ہے یہاں تک کہ ایک بڑا ذخیرہ اناج کا اس سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح اگر غور سے دیکھو تو ہمارے ہر یک عمل صالح کے ساتھ خواہ وہ دین سے متعلق ہے یا دنیا سے رحمت الٰہی لگی ہوئی ہے اور جب ہم ان قوانین کے لحاظ سے جو الٰہی **سنتوں** میں داخل ہیں کوئی محنت دنیا یا دین کے متعلق کرتے ہیں تو فی الفور **رحمت الٰہی** ہمارے شامل حال ہو جاتی ہے اور ہماری محنتوں کو سرسبز کر دیتی ہے یہ **دونوں** رحمتیں اس قسم کی ہیں کہ ہم ان کے بغیر جی ہی نہیں سکتے۔ کیا ان کے وجود میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو اجلیٰ بدیہیات میں سے ہیں جن کے ساتھ ہماری زندگی کا تمام **نظام** چل رہا ہے پس جبکہ ثابت ہو گیا کہ ہماری تربیت اور تکمیل کے لئے دو رحمتوں کے دو **چشمے** قادر کریم نے جاری کر رکھے ہیں اور وہ اس کی دو **صفتیں** ہیں جو ہمارے درخت وجود کی آبپاشی کے لئے دو رنگوں میں ظاہر ہوئے ہیں تو اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ دو چشمے زبان عربی میں منعکس ہو کر کس کس نام سے پکارے گئے ہیں

ھو الذی نطق بحمدہ الثقلان. و اقرّ بربوبیتہ الانس

وہی ہے جس کی حمد آدمی اور جن کر رہے ہیں۔ اور اس کے رب ہونے کا اقرار کرتے

بقیہ حاشیہ: پس واضح ہو کہ پہلے قسم کی رحمت کے لحاظ سے زبان عربی میں خدا تعالیٰ کو رحمٰن کہتے ہیں اور دوسرے قسم کی رحمت کے لحاظ سے زبان موصوف میں اس کا نام رحیم ہے اسی خوبی کے دکھلانے کے لئے ہم عربی خطبہ کے پہلی ہی سطر میں رحمان کا لفظ لائے ہیں۔ اب اس نمونہ سے دیکھ لو کہ چونکہ یہ رحم کی صفت اپنی ابتدائے تقسیم کے لحاظ سے الٰہی قانون قدرت کے دو قسم پر مشتمل تھی۔ لہٰذا اس کے لئے زبان عربی میں دو مفرد لفظ موجود ہیں اور یہ قاعدہ طالب حق کے لئے نہایت مفید ہوگا کہ ہمیشہ عربی کے باریک فرقوں کے پہچاننے کے لئے صفات اور افعال الٰہیہ کو جو صحیفہ قدرت میں نمایاں ہیں معیار قرار دیا جائے اور ان کے اقسام کو جو قانون قدرت سے ظاہر ہوں عربی کے مفردات میں ڈھونڈا جائے اور جہاں کہیں عربی کے ایسے مترادف لفظوں کا باہمی فرق ظاہر کرنا مقصود ہو جو صفات یا افعال الٰہی کے متعلق ہیں تو صفات یا افعال الٰہی کی اس تقسیم کی طرف متوجہ ہوں جو نظام قانون قدرت دکھلا رہا ہے کیونکہ عربی کی اصل غرض الٰہیات کی خدمت ہے جیسا کہ انسان کے وجود کی اصل غرض **معرفت باری تعالیٰ** ہے اور ہر یک چیز جس غرض کے لئے پیدا کی گئی ہے اسی غرض کو سامنے رکھ کر اس کے عقدے کھل سکتے ہیں اور اس کے جوہر معلوم ہو سکتے ہیں مثلاً بیل صرف کلبہ رانی اور بارکشی کے لئے پیدا کیا گیا ہے پس اگر اس غرض کو نظر انداز کر کے اس سے وہ کام لینا چاہیں جو شکاری کتوں سے لیا جاتا ہے تو بے شک وہ ایسے کام سے عاجز آ جائے گا اور نہایت نکما اور ذلیل ثابت ہوگا لیکن اگر اصلی کام کے ساتھ اس کی آزمائش کریں تو وہ بہت جلد اپنے وجود کی نسبت ثابت کرے گا کہ سلسلہ وسائل معیشت دنیوی کا ایک بھاری بوجھ اس کے سر پر ہے غرض ہر یک چیز کا ہنر اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب اس کا اصلی کام اس سے لیا جائے سو عربی کے ظہور اور بروز کا اصلی مقصود الٰہیات کا روشن چہرہ دکھلانا ہے مگر چونکہ اس نہایت باریک اور دقیق کام کا ٹھیک ٹھیک انجام دینا اور غلطی سے محفوظ رہنا انسانی طاقتوں سے بڑھ کر تھا۔ لہٰذا خداوند کریم اور رحیم نے قرآن کریم کو عربی زبان کی بلاغت و فصاحت دکھلانے کے لئے اور مفردات کی نازک

﴿۵﴾

☆ کتاب دساتیر مجوس میں یہ فقرات ہیں ’’بنام ایزد بخشائندہ بخشائش گر مہربان دادگر‘‘ جو بظاہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے مشابہ ہیں لیکن جو لفظ رحمان اور رحیم میں پُر حکمت فرق ہے وہ فرق ان لفظوں میں موجود نہیں اور جو اللہ کا اسم وسیع معنی رکھتا ہے وہ ایزد کے لفظ میں ہرگز پائے نہیں جاتے۔ لہٰذا

والجان. تسجد لہ الارواح والابدان. والقلب واللسان

ہیں۔ روحیں اور بدن اس کو سجدہ کرتی ہیں۔ دل اور زبان اس کی تعریف

بقیہ حاشیہ: فرق اور مرکبات کا خارق عادت ایجاز ظاہر کرنے کے لئے بطور ایسے اعجاز کے بھیجا کہ تمام گردنیں اس کی طرف جھک گئیں اور عربی کی بلاغت کو اس کے مفردات اور مرکبات کی نسبت جو کچھ قرآن نے ظاہر کیا اس کو اس وقت کے اعلیٰ درجہ کے زبان دانوں نے نہ صرف قبول ہی کیا بلکہ مقابلہ سے عاجز آ کر یہ بھی ثابت کر دیا کہ انسانی قوتیں ان حقائق اور معارف کے بیان کرنے اور زبان کا سچا اور حقیقی حسن دکھلانے سے عاجز ہیں اسی مقدس کلام سے **رحمان** اور **رحیم** کا بھی فرق معلوم ہوا جس کو ہم نے بطور نمونہ خطبہ مذکورہ میں لکھا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر یک زبان میں بہت سے مترادف الفاظ پائے جاتے ہیں لیکن جب تک آنکھ کھول کر ان کے باہمی فرقوں پر اطلاع نہ پاویں اور وہ الفاظ علم الٰہی اور دینی تعلیم میں سے نہ ہوں تب تک ان کو علمی مد میں شمار نہیں کر سکتے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ انسان اپنی طرف سے ایسے مفردات پیدا نہیں کر سکتا ہاں اگر قدرت قادر سے پیدا شدہ ہیں تو ان میں غور کر کے ان کے باریک فرق اور محل استعمال معلوم کر سکتا ہے مثلاً صرف اور نحو کے بانیوں ﴿۶﴾ کو دیکھو کہ انہوں نے کوئی نئی بات نہیں نکالی اور نہ نئے قواعد بنا کر کسی کو ان پر چلنے کے لئے مجبور کیا بلکہ اسی طبیعی بولی کو ایک بیدار نظر کے ساتھ دیکھ کر تاڑ گئے کہ یہ بول چال قواعد کے اندر آ سکتی ہے۔ تب مشکلات کے سہل کرنے کے لئے قواعد کی بنا ڈالی سو قرآن کریم نے ہر یک لفظ کو اپنے محل پر رکھ کر دنیا کو دکھلا دیا کہ عربی کے مفردات کس کس محل پر استعمال پاتے ہیں اور کیسے وہ الٰہیات کے خادم اور نہایت دقیق امتیاز باہمی رکھتے ہیں اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ **قرآن کریم** دسؔ قسم کے نظام مفردات پر مشتمل ہے۔

(۱) ایسے مفردات کا نظام جن میں بیان وجود باری اور دلائل وجود باری اور نیز خدا تعالیٰ کی ایسے صفات اور اسماء اور افعال اور سنن اور عادات کا بیان ہے کہ جو باہمی امتیازوں کے ساتھ اللہ جلّ شانہ کی ذات سے مخصوص ہیں اور نیز وہ کلمات جو اس کی اس کامل مدح اور ثناء کے متعلق ہیں جو بیان جلال اور جمال اور عظمت اور کبریائی کے بارے میں ہیں۔

(۲) ان مفردات کا نظام جو توحید باری اور دلائل توحید باری پر مشتمل ہیں۔

بقیہ حاشیہ: یہ ترکیب پارسیوں کی بسم اللہ سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی غالباً یہ الفاظ پیچھے سے بطور سرقہ لکھے گئے ہیں بہر حال یہ نقص دلالت کرتا ہے کہ یہ انسان کا قول ہے۔ منہ

یــحــمــدان. سبــحــان ربّـنــا ربّ مــا یُــوجــد ومــا یــکــون وکــان. یــفــعــل

میں لگے ہوئے ہیں۔ ہمارا رب پاک ہے جو موجودہ زمانہ اور آئندہ اور گذشتہ کا رب ہے جو چاہتا ہے

بــقیــــہ حـــاشیـــہ : (۳) ان مفردات کا نظام جن میں وہ صفات اور افعال اور اعمال اور عادات اور کیفیات روحانیہ یا نفسانیہ بیان کی گئی ہیں جو باہمی امتیازوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے سامنے اس کی مرضی کے موافق یا خلاف مرضی بندوں سے صادر ہوتی ہیں یا ظہور و بروز میں آتی ہیں۔

(۴) ان مفردات کا نظام جو وصایا اور تعلیم اخلاق اور عقائد اور حقوق اللہ اور حقوق العباد اور علوم حکمیہ اور حدود اور احکام اور **اوامر اور نہی** اور حقائق اور معارف کے رنگ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کامل ہدایتیں ہیں۔

(۵) ان مفردات کا نظام جن میں بیان کیا گیا ہے کہ نجات حقیقی کیا شے ہے اور اس کے حصول کے لئے حقیقی وسائل اور ذرائع کیا کیا ہیں اور نجات یافتہ مومنوں اور مقربوں کے آثار اور علامات کیا ہیں۔

(۶) ان مفردات کا نظام جن میں بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کیا شے ہے اور کفر اور شرک کیا شے ہے اور اسلام کی حقیت پر دلائل اور نیز اعتراضات کی مدافعت ہے۔

(۷) ایسے مفردات کا نظام جو مخالفین کے تمام عقائد باطلہ کا رد کرتے ہیں۔

(۸) ایسے مفردات کا نظام جو انذار اور تبشیر اور وعد اور وعید اور عالم معاد کے بیان کے رنگ میں یا معجزات کی صورت میں یا مثالوں کے طور پر ایسی پیشگوئیوں کی صورت میں جو موجب زیادت ایمان یا اور مصالح پر مشتمل ہوں ایسے قصوں کی طرز میں جو تنبیہہ یا ڈرانے یا خوشخبری دینے کی غرض سے ہوں مرتب کیا گیا ہے۔ ﴿۷﴾

(۹) ایسے مفردات کا نظام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح اور پاک صفات اور آنجناب کی پاک زندگی کے اعلیٰ نمونہ پر مشتمل ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل کاملہ بھی ہیں۔

(۱۰) ایسے مفردات کا نظام جو قرآن کریم کے صفات اور تاثیرات اور اس کے ذاتی خواص کو بیان کرتے ہیں۔

یہ دس۱۰ نظام وہ ہیں جو اپنے کمال تام کی وجہ سے دس۱۰ **دائروں** کی طرح قرآن میں پائے جاتے ہیں جن کو دوائرعشرہ سے موسوم کر سکتے ہیں۔

ان دس۱۰ دائروں میں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے پاکیزہ اور باہمی امتیاز رکھنے والے مفردات سے

ما یشاء و کل یوم ھو فی شان. یُسبّح لہ کل ناطق وصامت.
کرتا ہے اور ہر یک دن وہ ایک کام میں ہے۔ ہر یک بولنے والا اور نہ بولنے والا اس کی تسبیح میں مشغول ہے۔

بقیہ حاشیہ : کام لیا ہے جو عقل سلیم فی الفور گواہی دیتی ہے کہ یہ اکمل اور اتم سلسلہ مفردات کا اسی لئے عربی میں مقرر کیا گیا تھا کہ تا قرآن کا خادم ہو یہی وجہ ہے کہ یہ سلسلہ مفردات کا قرآن کریم کے تعلیمی نظام سے جو اکمل اور اتم ہے بالکل مطابق آ گیا۔ لیکن دوسری زبانوں کے مفردات کا سلسلہ ان کتابوں کے تعلیمی نظام سے ہرگز مطابق نہیں آتا جو الٰہی کتابیں کہلاتی ہیں اور جن کا ان زبانوں میں نازل ہونا بیان کیا گیا اور نہ دوائر عشرہ مذکورہ ان کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ پس ان کتابوں کے ناقص ہونے کی وجوہ سے یہ بھی ایک بھاری وجہ ہے کہ وہ دوائر ضروریہ سے بے بہرہ اور نیز زبان کے مفردات ان کتابوں کی تعلیم سے وفا نہیں کر سکے اور اس میں بھید یہی ہے کہ وہ کتابیں **حقیقی کتابیں** نہیں تھیں بلکہ وہ صرف چند روزہ کارروائی تھی حقیقی کتاب **دنیا میں ایک ہی** آئی جو ہمیشہ کے لئے انسانوں کی بھلائی کے لئے تھی لہٰذا وہ **دوائر عشرہ** کاملہ کے ساتھ نازل ہوئی اور اس کے مفردات کا نظام **تعلیمی** نظام کا بالکل ہموزن اور ہم پلہ تھا اور ہر یک دائرہ اس کا **دوائر عشرہ** میں سے اپنے طبعی نظام کے اندازہ اور قدر پر مفردات کا نظام ساتھ رکھتا تھا جس میں الٰہی صفات کے اظہار کے لئے اور اقسام اربعہ مذکورہ کے مدارج بیان کرنے کی غرض سے الگ الگ الفاظ مفردہ مقرر تھے اور ہر یک تعلیم کے دائرہ کے موافق مفردات کا کامل دائرہ موجود تھا۔ اب ہم اسی پر اکتفا کر کے ایک اور لفظ کی چند خوبیاں بیان کرتے ہیں۔ سو وہ لفظ **ربّ** کا ہے جو قرآنی الفاظ میں سے ہم نے لیا ہے۔ یہ لفظ قرآن شریف کی پہلی ہی سورۃ اور پہلی ہی آیت میں آتا ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے **الحمد للّٰہ رب العالمین** ۔ **لسان العرب** اور **تاج العروس** میں جو لُغت کی نہایت معتبر کتابیں ہیں لکھا ہے کہ زبان عرب میں رب کا لفظ سات۷ معنوں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں۔ **مالک۱. سیّد۲. مدبّر۳. مربّی۴. قیّم۵. منعم۶. متمم۷.** چنانچہ ان سات معنوں میں سے تین معنی خدا تعالیٰ کی ذاتی عظمت پر دلالت کرتے ہیں منجملہ ان کے **مالک** ہے اور مالک لغت عرب میں اس کو کہتے ہیں جس کا اپنے مملوک پر قبضہ تامہ ہو اور جس طرح چاہے اپنے تصرف میں لاسکتا ہو اور بلا اشتراک غیر اس پر حق رکھتا ہو اور یہ لفظ حقیقی طور پر یعنی بلحاظ اس کے معنوں کے بجز خدا تعالیٰ کے کسی دوسرے پر اطلاق نہیں پاسکتا کیوں کہ قبضہ تامہ ہو اور تصرف تمام اور حقوق تامہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی

﴿۸﴾

﴿۱۹﴾

ویبغی رحمه کل زائغ و سامتٍ. و هو رب العالمین له الحمد والمجد وهو

اور ہر یک کج رو اور راست رو اس کا رحم طلب کرتا ہے اور وہ رب العالمین ہے اسی کے لئے تعریف اور بزرگی مسلّم ہے اور وہ

بقیہ حاشیہ : کے لئے مسلّم نہیں اور سیّد لُغت عرب میں اُس کو کہتے ہیں جس کا تابع ایک ایسا سواد اعظم ہو جو اپنے دلی جوش اور اپنی طبعی اطاعت سے اس کے حلقہ بگوش ہوں سو بادشاہ اور سید میں یہ فرق ہے کہ بادشاہ سیاست قہری اور اپنے قوانین کی سختی سے لوگوں کو مطیع بناتا ہے اور سید کے تابعین اپنی دلی محبت اور دلی جوش اور دلی تحریک سے خود بخود متابعت کرتے ہیں اور سچی محبت سے اس کو **سیّدنا** کر کے پکارتے ہیں اور ایسی متابعت بادشاہ کی اس وقت کی جاتی ہے کہ جب وہ بھی لوگوں کی نظر میں سید قرار پاوے۔ غرض سیّد کا لفظ بھی حقیقی طور پر بلحاظ اس کے معنوں کے بجز خدا تعالیٰ کے کسی دوسرے پر بولا نہیں جاتا کیونکہ حقیقی اور واقعی جوش سے اطاعت جس کے ساتھ کوئی شائبہ اغراض نفسانیہ کا نہ ہو بجز خدا تعالیٰ کے کسی کے لئے ممکن نہیں۔ وہی ایک ہے جس کی سچی اطاعت روحیں کرتی ہیں کیونکہ وہ ان کی پیدائش کا حقیقی مبدا ہے۔ اس لئے طبعاً ہر یک روح اس کو سجدہ کرتی ہے بت پرست اور انسان پرست بھی اس کی اطاعت کے لئے ایسا ہی جوش رکھتے ہیں جیسا کہ ایک موحّد راستباز مگر انہوں نے اپنی غلطی سے اور قصور طلب سے اس زندگی کے سچے چشمہ کو شناخت نہیں کیا بلکہ نابینائی کی وجہ سے اس اندرونی جوش کو غیر محل پر وضع کر دیا تب کسی نے پتھروں کو اور کسی نے رام چندر کو اور کسی نے کرشن کو اور کسی نے نعوذ باللہ ابن مریم کو خدا بنالیا۔ لیکن اس دھوکہ سے بنایا کہ شاید وہ جو مطلوب ہے یہ وہی ہے۔ سو یہ لوگ مخلوق کو حق اللہ دے کر ہلاک ہو گئے۔ ایسا ہی اس حقیقی محبوب اور سیّد کی روحانی طلب میں ہوا پرستوں نے دھوکے کھائے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں بھی ایک محبوب اور ایک حقیقی سید کی طلب تھی مگر انہوں نے اپنے دلی خیالات کو اچھی طرح شناخت نہ کر کے یہ خیال کیا کہ وہ حقیقی محبوب اور سید جس کو روحیں طلب کر رہی ہیں اور جس کی اطاعت کے لئے جانیں اچھل رہی ہیں وہ دنیا کے مال اور دنیا کے املاک اور دنیا کی لذات ہی ہیں مگر یہ ان کی غلطی تھی بلکہ روحانی خواہشوں کا محرک اور پاک جذبات کا باعث وہی ایک ذات ہے جس نے فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[1] یعنی جن اور انس کی پیدائش اور ان کی تمام قویٰ کا میں ہی مقصود ہوں وہ اسی لئے میں نے پیدا کئے کہ تا مجھے پہچانیں اور میری عبادت کریں سو اس نے اس آیت میں اشارہ کیا کہ جن وانس کی خلقت میں اس کی طلب و معرفت اور اطاعت کا مادہ رکھا گیا ہے اگر انسان میں یہ مادہ نہ ہوتا تو نہ دنیا میں ہوا پرستی ہوتی نہ بت پرستی نہ انسان پرستی کیونکہ ہر یک خطا

﴿۹﴾

[1] الذاریات: ۵۷

مولی النعم فی الاولٰی والاٰخرۃ. والصلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ سید الرسل

دونوں جہانوں میں آقائے نعمت ہے۔ اور سلام اور صلوٰۃ اس کے رسول پر جو رسولوں کا سردار

بقیہ حاشیہ : صواب کی تلاش میں پیدا ہوا ہے۔غرض **سیادت حقیقی** اُسی ذات کے لئے مسلّم ہے اور وہی واقعی طور پر سیّد ہے۔اور منجملہ ان تین ناموں کے جو خدا تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں **مُدبّر** بھی ہے اور تدبیر کے معنی ہیں کہ کسی کام کے کرنے کے وقت تمام ایسا سلسلہ نظر کے سامنے حاضر ہو جو گذشتہ واقعات کے متعلق یا آئندہ نتائج کے متعلق ہے اور اس سلسلہ کے لحاظ سے **وضع شئ فی محلّہ** ہو اور کوئی کارروائی حکمت عملی سے باہر نہ ہو اور یہ نام بھی اپنے حقیقی معنوں کی رو سے بجز خدا تعالیٰ کے کسی غیر پر اطلاق نہیں پا سکتا کیونکہ کامل تدبیر غیب دانی پر موقوف ہے اور وہ بجز خدا تعالیٰ کے کسی کے لئے مسلّم نہیں۔

اور چار باقی نام یعنے **مربی. قیّم. منعم. متمم** ۔خدا تعالیٰ کے ان فیوض پر دلالت کرتے ہیں جو بلحاظ اس کی کامل ملکیت اور کامل سیادت اور کامل تدبیر کے اُس کے بندوں پر جاری ہیں۔ چنانچہ **مربی** کا لفظ بظاہر معنی پرورش کرنے والے کو کہتے ہیں اور کامل طور پر تربیت کی حقیقت یہ ہے کہ جس قدر خلقت انسان کے شعبے باعتبار جسم اور روح اور تمام طاقتوں اور قوتوں کے پائے جاتے ہیں ان تمام شاخوں کی پرورش ہو اور جہاں تک بشریت کی جسمانی اور روحانی ترقیات اس پرورش کے کمال کو چاہتے ہیں ان تمام مراتب تک پرورش کا سلسلہ ممتد ہو ایسا ہی جس نُقطہ سے بشریت کا نام اور اسم یا اس کے مبادی شروع ہوتے ہیں اور جہاں سے بشری نقش یا کسی دوسری مخلوق کا نقش وجود عدم سے ہستی کی طرف حرکت کرتا ہے اس اظہار اور ابراز کا نام بھی پرورش ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ لغت عرب کے رو سے ربوبیت کے معنے نہایت ہی وسیع ہیں اور عدم کے نقطہ سے مخلوق کے کمال تام کے نقطہ تک ربوبیت کا لفظ ہی اطلاق پاتا ہے اور خالق وغیرہ الفاظ رب کے اسم کی فرع ہیں اور **قیم** کے معنی ہیں نظام کو محفوظ رکھنے والا اور **منعم** کے یہ معنی ہیں کہ ہر یک قسم کا انعام اکرام جو انسان یا کوئی دوسری مخلوق اپنی استعداد کی رو سے پا سکتی ہے اور بالطبع اس نعمت کے خواہاں ہے وہ انعام اس کو عطا کرے تا ہر یک مخلوق اپنے کمال تام کو پہنچ جائے جیسا کہ اللہ جلّ شانہ ایک جگہ فرماتا ہے رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۔[1] یعنے وہ خدا جس نے ہر یک چیز کو اس کے مناسب حال کمال خلقت بخشا اور پھر اس کو دوسرے کمالات مطلوبہ کے لئے رہنمائی کی پس

[1] طٰہٰ:۵۱

و نور الامم وخیر البریّة واصحابه الهادین المھتدین و اٰله الطیبین

اورامتوں کا نُور اور تمام مخلوق سے بہتر ہے۔ اور اس کے اصحاب پر جو ہادی اور مہتدی ہیں اور اس کے آل پر جو طیب

﴿۱۰﴾

بقیہ حاشیہ: یہ انعام ہے کہ ہر یک چیز کو اول اس کے وجود کی رو سے وہ تمام قویٰ وغیرہ عنایت ہوں جن کی وہ چیز محتاج ہے پھر اس کے حالات مترقبہ کے حصول کے لئے اس کو راہیں دکھائی جائیں اور **متمم** کے یہ معنی ہیں کہ سلسلہ فیض کو کسی پہلو سے بھی ناقص نہ چھوڑا جائے اور ہر یک پہلو سے اس کو کمال تک پہنچایا جائے۔

سو ربّ کا اسم جو قرآن کریم میں آیا ہے جس کو ہم اقتباس کے طور پر اس خطبہ کے اول میں لائے ہیں ان وسیع معنوں پر مشتمل ہے جن کو ہم نے بطور اختصار اس مضمون میں ذکر کیا ہے۔

اب ہم نہایت افسوس سے لکھتے ہیں کہ ایک ناسمجھ **انگریز عیسائی** نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اسلام پر عیسائی مذہب کو یہ فضیلت ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا نام **باپ** بھی آیا ہے اور یہ نام نہایت پیارا اور دلکش ہے اور **قرآن** میں یہ نام نہیں آیا۔ مگر ہمیں تعجب ہے کہ اس معترض نے اس تحریر کے وقت پر یہ خیال نہیں کیا کہ لغت نے کہاں تک اس لفظ کی عزت اور عظمت ظاہر کی ہے کیونکہ ہر یک لفظ کو حقیقی عزت اور بزرگی لغت سے ہی ملتی ہے اور کسی انسان کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی طرف سے کسی لفظ کو وہ عزت دے جو لغت اس کو دے نہیں سکی اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کا کلام بھی لغت کے التزام سے باہر نہیں جاتا اور تمام اہل عقل اور نقل کے اتفاق سے کسی لفظ کی عزت اور عظمت ظاہر کرنے کے وقت اول لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کہ اس زبان نے جس زبان کا وہ لفظ ہے یہ خلعت کہاں تک اس کو عطا کی ہے اب اس قاعدہ کو اپنی نظر کے سامنے رکھ کر جب سوچیں کہ **اَبٌ یعنی باپ** کا لفظ لُغت کی رو سے کس پایہ کا لفظ ہے تو بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جب مثلاً ایک انسان فی الحقیقت دوسرے انسان کے نطفہ سے پیدا ہو مگر پیدا کرنے میں اس نطفہ انداز انسان کا کچھ بھی دخل نہ ہو تب اس حالت میں کہیں گے کہ یہ انسان فلاں انسان کا **اَبٌ یعنی باپ** ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ **خدائے قادر مطلق** کی یہ تعریف کرنی منظور ہو جو مخلوق کو اپنے خاص ارادہ سے خود پیدا کرنے والا خود کمالات تک پہنچانے والا اور خود رحم عظیم سے مناسب حال اس کے انعام کرنے والا اور خود اس کا **حافظ** اور **قیّوم** ہے تو لغت ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اس مفہوم کو اب یعنی باپ کے لفظ سے ادا کیا جائے بلکہ لغت نے اس کے لئے ایک دوسرا لفظ رکھا ہے جس کو ربّ کہتے ہیں جس کی اصل تعریف ابھی ہم لغت کی رو سے بیان کر چکے ہیں۔ اور

☆**نوٹ:** یاد رہے کہ لفظ اَبٌ یا باپ یا فادر کے مفہوم میں ہرگز محبت کے معنے ماخوذ نہیں جس فعل کے شروع سے انسان یا کوئی اور حیوان باپ کہلاتا ہے اس وقت یہ خیال ہرگز نہیں ہوتا بلکہ محبت تو دیکھنے اور اُنس کرنے سے بعد میں رفتہ رفتہ پیدا ہوتی ہے لیکن ربوبیت کے لئے محبت ابتدا سے ہی ایک لازمہ ذاتی ہے۔ منہ

المطھرین وجمیع عباد اللّٰہ الصّالحین امّا بعد فیقول عبد اللّٰہ الاحد

اور طاہر ہیں اور تمام خدا کے نیک بندوں پر۔ اس کے بعد خدائے واحد کا بندہ

بقیہ حاشیہ : ہم ہرگز مجاز نہیں کہ اپنی طرف سے لُغت تراشیں بلکہ ہمیں انہیں الفاظ کی پیروی لازم ہے جو قدیم سے خدا کی طرف سے چلے آئے ہیں پس اس تحقیق سے ظاہر کہ **ابؔ** یعنی باپ کا لفظ خدائے تعالیٰ کی نسبت استعمال کرنا ایک **سوءِادب** اور **ہجو** میں داخل ہے اور جن لوگوں نے حضرت **مسیح** کی نسبت یہ الزام گھڑا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو اَبؔ کر کے پکارتے تھے اور درحقیقت جناب الٰہی کو اپنا باپ ہی یقین رکھتے تھے انہوں نے نہایت مکروہ اور جھوٹا الزام **ابن مریم** پر لگایا ہے کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح ایسی نادانی کے مرتکب ہوئے کہ جو لفظ اپنے لغوی معنوں کی رو سے ایسا حقیر اور ذلیل ہو جس میں ناطاقتی اور کمزوری اور بے اختیاری ہر یک پہلو سے پائی جائے وہی لفظ حضرت مسیح اللہ جلّ شانہ کی نسبت اختیار کریں۔ ابن مریم علیہ السلام کو یہ اختیار ہرگز نہیں تھا کہ اپنی طرف سے لغت تراشی کریں اور لغت تراشی بھی ایسی بے ہودہ جس سے سراسر جہالت ثابت ہو۔ پس جس حالت میں لغت نے اَبؔ یعنی باپ کے لفظ کو اس سے زیادہ وسعت نہیں دی کہ کسی نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں گرے اور پھر وہ نطفہ نہ گرانے والے کی کسی طاقت سے بلکہ ایک اور ذات کی قدرت سے رفتہ رفتہ ایک جاندار مخلوق بن جائے تو وہ شخص جس نے نطفہ گرایا تھا لغت کی رو سے اَبؔ یا باپ کے نام سے موسوم ہوگا اور **اَبؔ** کا لفظ ایک ایسا حقیر اور ذلیل لفظ ہے کہ اس میں کوئی حصہ پرورش یا ارادہ یا محبت کا شرط نہیں۔ مثلاً ایک بکرا جو بکری پر جست کر کے نطفہ ڈال دیتا ہے یا ایک سانڈ بیل جو گائے پر جست کر کے اور اپنی شہوات کا کام پورا کر کے پھر اس سے علیحدہ بھاگ جاتا ہے جس کے یہ خیال میں بھی نہیں ہوتا ہے کہ کوئی بچہ پیدا ہو۔ یا ایک سؤر جس کو شہوات کا نہایت زور ہوتا ہے اور بار بار وہ اسی کام میں لگا رہتا ہے اور کبھی اس کے خیال میں بھی نہیں ہوتا کہ اس بار بار کے شہوانی جوش سے یہ مطلب ہے کہ بہت سے بچے پیدا ہوں اور خنزیر زادے زمین پر کثرت سے پھیل جائیں اور نہ اس کو فطرتی طور پر یہ شعور دیا گیا ہے۔ تاہم اگر بچے پیدا ہو جائیں تو بلاشبہ سؤر وغیرہ اپنے اپنے بچوں کے باپ کہلائیں گے۔ اب جبکہ اَبؔ کے لفظ یعنی باپ کے لفظ میں دنیا کی تمام لغتوں کی رو سے یہ معنی ہرگز مراد نہیں کہ وہ باپ نطفہ ڈالنے کے بعد پھر بھی نطفہ کے متعلق کچھ کارگذاری کرتا رہے تا بچہ پیدا ہو جائے یا ایسے کام کے وقت میں یہ ارادہ بھی اس کے دل میں ہو اور نہ کسی مخلوق کو ایسا اختیار دیا گیا ہے بلکہ باپ کے لفظ میں بچہ پیدا ہونے کا

﴿۱۱﴾

احـمـد عـافـاہ اللّٰـہ و ایّـد انی کـنـتُ مـولعًـا مِنْ شَرخ الزمـان بتحقیق

احمد کہتا ہے (خدا اسے عافیت میں رکھے اور تائید میں رہے) کہ میں اپنے ابتدائی زمانہ سے ہی مذہب کی تحقیق

بقیہ حاشیہ : خیال بھی شرط نہیں اور اس کے مفہوم میں اس سے زیادہ کوئی امر ماخوذ نہیں کہ وہ نطفہ ڈال دے بلکہ وہ اسی ایک ہی لحاظ سے جو نطفہ ڈالتا ہے لغت کی رو سے اَبْ یعنی باپ کہلاتا ہے تو کیونکر جائز ہو کہ ایسا ناکارہ لفظ جس کو تمام زبانوں کا اتفاق ناکارہ ٹھہراتا ہے اس قادر مطلق پر بولا جائے جس کے تمام کام کامل ارادوں اور کامل علم اور قدرت کاملہ سے ظہور میں آتے ہیں اور کیوں کر درست ہو کہ وہی ایک لفظ جو بکرا پر بولا گیا۔ بیل پر بولا گیا۔ سؤر پر بولا گیا۔ وہ خدا تعالیٰ پر بھی بولا جائے یہ کیسی بے ادبی ہے جس سے ﴿۱۲﴾ **نادان عیسائی** باز نہیں آتے نہ ان کو شرم باقی رہی نہ حیا باقی رہی نہ انسانیت کی سمجھ باقی رہی **کفارہ** کا مسئلہ کچھ ایسا ان کی انسانی قوتوں پر فالج کی طرح گرا کہ بالکل نکما اور بے حس کر دیا۔ اب اس قوم کے کفارہ کے بھروسہ پر یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اچھا چال چلن بھی ان کے نزدیک بے ہودہ ہے۔ حال میں یعنی ۲۱؍جون ۱۸۹۵ء کو پرچہ نور افشاں لدھیانہ میں جو عیسائی مذہب کا اصول کفارہ کی نسبت چھپا ہے وہ ایسا خطرناک ہے جو جرائم پیشہ لوگوں کو بہت ہی مدد دیتا ہے۔ اس کا ماحصل یہی ہے کہ ایک سچے عیسائی کو کسی نیک چلنی کی ضرورت نہیں کیونکہ لکھا ہے کہ اعمال حسنہ کو نجات میں کچھ بھی دخل نہیں جس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی جز رضامندیٔ الٰہی کی جو نجات کی جڑ ہے اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ کفارہ ہی کافی ہے۔ اب سوچنے والے سوچ سکتے ہیں کہ جبکہ اعمال کو الٰہی رضامندی میں کچھ بھی دخل نہیں تو پھر عیسائیوں کا چال چلن کیونکر درست رہ سکتا ہے جبکہ چوری اور زنا سے پرہیز کرنا موجب ثواب نہیں تو پھر یہ دونوں فعل موجب مواخذہ بھی نہیں اب معلوم ہوا کہ عیسائیوں کا بے باک ہو کر بدکاریوں میں پڑنا اسی اصول کی تحریک سے ہے بلکہ اس اصول کی بنا پر قتل و نیز حلف دروغی سب کچھ کر سکتے ہیں کفارہ جو کافی اور ہر یک بدی کا مٹانے والا ہوا۔ حیف ایسے دین و مذہب پر۔

اب سمجھنا چاہیئے کہ اَبْ یا باپ کا لفظ جس کو ناحق بے ادبی کی راہ سے عیسائی نادان خدا تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں **لغات مشترکہ** میں سے ہے یعنی ان عربی لفظوں میں سے ہے جو تمام ان زبانوں میں پائے جاتے ہیں جو عربی کی شاخیں ہیں اور تھوڑے تغیر و تبدل سے ان میں موجود ہیں چنانچہ درحقیقت **فادر** اور **پتا** اور

المذاهب والادیان. وما رضیت قط ببادرة الکلمات وما قنعت بطافی من الخیالات

میں مشغول رہا ہوں۔اور کبھی میں اس بات پر راضی نہ ہوا کہ سرسری کلمات پر ہی بس کروں اور کبھی میں نے سطحی خیالات پر قناعت نہ کی۔

بقیہ حاشیہ: **باپ** اور **پدر** وغیرہ اسی عربی لفظ کی خراب شدہ صورتیں ہیں جس کو ہم انشاء اللہ اپنے محل پر بیان کریں گے اور لغت کی رو سے یہ لفظ چار مادوں کے لحاظ سے بنایا گیا ہے۔

(۱) **اباء** سے کیونکہ اباء اس پانی کو کہتے ہیں جو ختم نہ ہو چونکہ نطفہ کا پانی مدت دراز تک مرد میں پیدا ہوتا رہتا ہے اور اسی پانی سے حکیم ذوالجلال بچہ پیدا کرتا ہے۔اس لئے اس پانی کا **منبع اب** کے نام سے **موسوم** ہوا اور اسی لحاظ سے عرب کے لوگ عورت کی شرم گاہ کو بھی **ابودارس** کہتے ہیں اور دارس حیض کا نام ہے یعنی حیض کا باپ چونکہ حیض بھی ایک مدت دراز تک منقطع نہیں ہوتا۔اس لئے اس کو بھی بطریق مجاز ایک پانی تصور کر کے عورت کی شرم گاہ کا نام ابودارس رکھا گیا ہے گویا وہ بھی ایک کنواں ہے جس کا پانی منقطع نہیں ہوتا **اور دوسرے ابی** کے لفظ سے نکالا گیا ہے کیونکہ ابی کے معنی لغت میں رک جانے اور بس کر جانے کے بھی ہیں چونکہ اس کام میں نر جو باپ کہلاتا ہے صرف نطفہ ڈالنے پر بس کر جاتا ہے اور آگے اس کا کوئی کام نہیں بلکہ **اُمّ** جس کے معنے اَبْ کی نسبت بہت وسیع ہیں اپنے رحم میں اس نطفہ کو لیتی ہے اور اسی کے خون سے وہ نطفہ پرورش پاتا ہے پس اَبْ کی وجہ تسمیہ میں یہ امر بھی ملحوظ ہے۔**تیسرے** اباء کے لفظ سے مشتق ہے کیونکہ اباء سرکنڈہ کو کہتے ہیں چونکہ نر کا عضو تناسل سرکنڈے سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے اس کا نام اَبْ یعنی **باپ** ہوا۔**چوتھے**۔**ابی** کے لفظ سے جو سقوط اشتہاء کو کہتے ہیں چونکہ فراغت کے بعد مرد کی خواہش منقطع ہو جاتی ہے اس لئے یہ جزو بھی وجہ تسمیہ **اَبْ** میں ماخوذ ہے۔

«۱۳»

غرض یہ چار جزو ہیں جو اُس قانون قدرت میں پائی جاتی ہیں جو باپ کے متعلق ہے لہٰذا انہیں کی بناء پر اَبْ کا نام اَبْ رکھا گیا اور جبکہ اَبْ کا وجہ تسمیّہ معلوم ہو چکا تو دوسری زبانوں میں جو اس کے عوض میں نام بولا جاتا ہے جیسا کہ باپ یا فادر یا پدر یا پتا وغیرہ ان کی وجوہ تسمیہ بھی ساتھ ہی معلوم ہو گئیں کیونکہ وہ سب اسی زبان سے نکلی ہیں اور وہ الفاظ بھی درحقیقت عربی بگڑی ہوئی ہے اب ذرا **شرم اور** حیا سے سوچنا چاہیئے کہ کیا ایسا لفظ جس کی وجوہ تسمیہ یہ ہیں خدا تعالیٰ پر اطلاق کر سکتے ہیں۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ پھر پہلی کتابوں نے کیوں اطلاق کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ تمام کتابیں

کـکُـلِّ غبیّ اسیر الجهلات و محبوس الخزعبلات و ما اصررتُ علی باطل

جیسا کہ ہر یک کُند ذہن جو جہل اور باطل میں مقید ہو قناعت کرتا ہے اور کبھی میں نے بے اصل باتوں پر اصرار نہ کیا

بقیہ حاشیہ: محرف ومبدل ہیں اور ان کا ایسا بیان جو حق اور حقیقت کے برخلاف ہے ہرگز پذیرائی کے لائق نہیں کیونکہ اب وہ کتابیں **ایک گندے کیچڑ** کی طرح ہیں جس سے پاک طبع انسان کو پرہیز کرنا چاہیئے اور پھر اگر فرض بھی کرلیں کہ توریت میں بعض جگہ ایسے لفظ موجود تھے تو ممکن ہے کہ ان کے اور بھی معنے ہوں جو باپ کے معنے سے بالکل مخالف ہوں۔ کیونکہ الفاظ کے معنوں میں وسعت ہوا کرتی ہے پھر اگر قبول بھی کریں کہ اس لغت کے ایک ہی معنے ہیں تو اس وقت یہ جواب ہوسکتا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل اور بعد میں ان کی اور شاخیں اس زمانہ میں نہایت تنزل کی حالت میں تھیں اور وحشیوں کی طرح وہ زندگی بسر کرتی تھیں اور اس پاک اور کامل معنی کو نہیں سمجھتی تھیں جو **ربّ** کے مفہوم میں ہے اس لئے الہام الٰہی نے ان کی پست حالت کے موافق ایسے لفظوں سے ان کو سمجھایا جن کو وہ بخوبی سمجھ سکتے تھے اور اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ توریت میں عالم معاد کی اچھی طرح تصریح نہیں کی گئی اور دنیا کے آراموں کی طمع دی گئی اور دنیا کی آفتوں سے ڈرایا گیا کیونکہ اس وقت وہ قومیں عالم معاد کی تفاصیل کو سمجھ نہیں سکتی تھیں پس جیسا کہ اس اجمال کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک قوم قیامت کی منکر یہود میں پیدا ہوگئی ایسا ہی باپ کے لفظ کا آخرکار یہ نتیجہ ہوا کہ ایک نادان قوم یعنی عیسائیوں نے **ایک عاجز بندہ کو خدا بنادیا** مگر یہ تمام محاورات تنزل کے طور پر تھے چونکہ ان کتابوں کی تعلیم محدود تھی اور خدا تعالیٰ کے علم میں وہ تمام تعلیمیں جلد منسوخ ہونے والی تھیں۔ اس لئے ایسے محاورات ایک سفلہ اور پست خیال قوم کے لئے جائز رکھے گئے اور پھر جب وہ کتاب دنیا میں آئی جو **حقیقی نور** دکھلاتی ہے تو اس روشنی کی کچھ حاجت نہ رہی جو تاریکی سے ملی ہوئی تھی اور زمانہ اپنی اصلی حالت کی طرف رجوع کر آیا اور تمام الفاظ اپنی اصل حقیقت پر آ گئے یہی بھید تھا کہ قرآن کریم بلاغت فصاحت کا اعجاز لے کر آیا کیونکہ دنیا کو سخت حاجت تھی کہ زبان کی اصل وضع کا علم حاصل ہو۔ پس **قرآن کریم** نے **ہر یک لفظ** کو اس کے محل پر رکھ کر دکھلا دیا اور **بلاغت** اور فصاحت کو ایسے طور سے کھول دیا کہ وہ بلاغت اور فصاحت دین کی **دو آنکھیں** بن گئیں۔ پہلی قومیں اس بات سے بہت ہی غفلت میں رہیں کہ وہ زبان کو دینی اسرار کے حل کرنے کی خادم بناتیں۔ لیکن وہ اس میں بے اختیار اور مجبور بھی تھیں کیونکہ ان کے پاس صرف بگڑی ہوئیں اور خراب حالت

﴿۱۴﴾

ککل جھول ضنین. وما حرّکنی الی امرٍ الّا اعین التحقیق. و ما جرّنی

جیسا کہ ہریک نافہم بخیل کی عادت ہے۔اور کبھی کسی چیز نے بجز تحقیق کی آنکھوں کے کسی امر کی طرف مجھے جنبش نہیں دی۔اور بجز

بقیہ حاشیہ : کی زبانیں تھیں جو **مفردات** اور اسماء کی **وجوہ تسمیہ** بیان کرنے میں گونگی تھیں مفردات کا کچھ نظام نہ تھا۔اطراد مواد کا کچھ بھی سرمایہ نہ تھا۔ایک گری ہوئی **عمارت** کی طرح **اینٹیں** پڑی تھیں جن کی ترتیب طبعی کا کوئی بھی نشان باقی نہ تھا پس ان کو ایسی نالائق زبانیں کیونکر الٰہیات میں مدد دے سکتی تھیں اس لئے وہ تمام قومیں ہلاک ہوگئیں پھر قرآن کریم ایک ایسی کامل زبان میں نازل ہوا جس میں یہ سارا سامان نظام موجود تھا اس لئے دین اسلام بگڑنے سے محفوظ رہا اور خدائے قادر کی جگہ مخلوق نے نہیں لی۔

اب اس کے بعد اگرچہ ہمارا ارادہ تھا کہ چند اور کلمات کی بھی تشریح کی جائے اور دکھلایا جائے کہ عربی کے مفردات کس قدر حقائق عالیہ اپنے اندر رکھتے ہیں مگر افسوس کہ طول کے خوف سے بالفعل ہم اس مضمون کو اسی جگہ چھوڑتے ہیں لیکن یہ تین سو لفظ جو ہم لکھ چکے ہیں یہ اسی غرض سے لکھے گئے ہیں تا ہمارے مخالف بھی ایسی ہی عبارتیں اپنی اپنی زبانوں میں بنا کر مثلاً ایسا ہی خطبہ اور اس کے بعد ایسی ہی تمہید کلمات مفردہ میں ہم کو لکھ کر دکھلاویں تا ہم بھی دیکھیں کہ ان کے پاس کس قدر مفردات ہیں اور وہ اپنے مفردات کو کسی امر کے بیان میں کہاں تک نباہ سکتے ہیں اور مفردات کا نظام اپنے پاس رکھتے ہیں یا یوں ہی لاف وگزاف ہے۔

﴿۱۵﴾ اسؔ جگہ ہم میکس ملر کے بعض شبہات اور وساوس کو بھی دور کرنا قرین مصلحت سمجھتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب لیکچر جلد اول علم اللسان کی بحث کے نیچے لکھے ہیں چنانچہ بطرز قولہ واقول کے ذیل میں تحریر ہیں۔

قولہ ترقی علم کے موانعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض قوموں نے دوسری قوموں کو استخفاف اور تحقیر کی نِگہ سے دیکھنے کے لئے ان کی نسبت حقارت آمیز القاب تراشے اس لئے وہ ان محقر قوموں کی لغات کے سیکھنے سے قاصر رہے اور جب تک یہ الفاظ جنگلی اور عجمی کہنے کے انسان کی لغات اور فرہنگ سے نہ نکالے گئے اور بجائے اس کے لفظ برادر قائم نہ ہوا ایسا ہی جب تک تمام قوموں کا یہ استحقاق تسلیم نہ کیا گیا کہ وہ ایک ہی نوع یا جنس کے ہیں اس وقت تک ہمارے اس علم اللسان کا آغاز نہ ہوا۔**اقول** صاحب راقم کی اس تحریر سے **معلوم** ہوتا ہے کہ دراصل ان کو اہل عرب پر اعتراض ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ عرب کے لوگ جو دوسری زبان والوں کو عجمی بولتے ہیں یہ لفظ محض بخل اور تعصب کے

الٰی عقیدة الّا قائد التعمیق. و ما فھمنی الّا ربّی الذی ھو خیر المفھمین
عمیق بینی کی کشش کے اور کسی نے مجھ کو کسی عقیدے کیطرف نہیں کھینچا اور بجز خدا کے مجھ کو کسی نے نہیں سمجھایا اور وہ سب سمجھانے والوں سے بہتر ہے

بقیہ حاشیہ : راہ سے دوسری قوموں کی تحقیر کی غرض سے تراشا گیا ہے لیکن یہ غلطی محض اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ ان کی عیسائیت کا بخل ان کو اس بات کی دریافت سے مانع ہوا کہ آیا عجم اور عرب کا لفظ انسان کی طرف سے یا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اپنی کتاب میں خود اقرار کر چکے ہیں کہ مفردات زبان کا اپنی طرف سے بنا لینا کسی انسان کا کام نہیں۔ اب ہم ان پر اور ان کے ہم خیالوں پر واضح کرتے ہیں کہ زبان عرب میں دو لفظ ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل پر واقع ہیں۔ ایک تو عرب جس کے معنی فصیح اور بلیغ کے ہیں اور دوسرا عجم جو اس کے مقابل پر واقع ہے جس کے معنی غیر فصیح اور بستہ زبان ہے اگر میکس ملر صاحب کے خیال میں یہ دو لفظ قدیم نہیں ہیں اور اسلام نے ہی بخل کے راہ سے ان کو ایجاد کیا ہے تو ان کو اُن لفظوں کا نشان دینا چاہیئے جو ان کی رائے میں اصلی لفظ تھے کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ کسی قوم کا قدیم سے کوئی بھی نام نہ ہو اور جب قدیم ماننا پڑا تو ثابت ہوا کہ یہ انسانی بناوٹ نہیں بلکہ وہ قادر عالم الغیب جس نے مختلف استعدادوں کے ساتھ انسانوں کو پیدا کیا ہے اس نے مختلف لیاقتوں کے لحاظ سے یہ دو نام آپ مقرر کر دیئے ہیں۔ پھر دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ دو نام عرب اور عجم کسی انسان نے محض تعصب اور تحقیر کے لحاظ سے آپ ہی گھڑ لئے ہیں تو بلاشبہ یہ واقعات کے برخلاف ہوں گے اور محض دروغ بے فروغ ہوگا لیکن ہم اس کتاب میں ثابت کر چکے ہیں کہ عرب کا لفظ درحقیقت اسم بامسمّٰی ہے اور واقعی طور پر یہ بات سچ ہے کہ زبان عربی اپنے نظام مفردات اور لطافت ترکیب اور دیگر عجائب وغرائب کے لحاظ سے ایسے اعلیٰ مقام کے مرتبہ پر ہے کہ یہی کہنا پڑتا ہے کہ دوسری زبانیں اس کے مقابل پر گونگے کی طرح ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری تمام زبانیں جمادات کی طرح بے حس و حرکت پڑی ہیں اور اطراد مواد کی حرکت ایسی ان سے مفقود ہے کہ گویا وہ بالکل بے جان ہیں تو ہمیں بمجبوری یہ ماننا پڑتا ہے کہ درحقیقت وہ زبانیں نہایت تنزل کی حالت میں ہیں اور عربی زبان میں یہ بات نہایت نرم لفظوں میں کہی گئی ہے کہ عرب کے مقابل کے لوگوں کا نام عجم ہے ورنہ اس نام کا استحقاق بھی ان زبانوں اور ان لوگوں کو حاصل نہ تھا اور اگر ٹھیک ٹھیک ان کے تنزل کا حال ظاہر کیا جاتا تو یہ لفظ نہایت موزوں تھا کہ ان زبانوں کا نام مردہ زبانیں رکھا جاتا۔ بہرحال اب ہم اس مقدمہ کو صرف دعویٰ کی صورت میں پیش نہیں کرتے ہم نے اس جھگڑے کے طے کے لئے

﴿۱۶﴾

﴿۲۰﴾ **و انه کشف علیّ اسرارًا من الحقائق و انزل علیّ عهاد المعارف و الدقائق**

اس نے حقائق کے کئی اسرار مجھ پر کھولے اور معارف اور دقائق کی بارشیں میرے پر کیں

بقیہ حاشیہ : پانچ ہزارروپیہ کا اشتہار اس کتاب کے ساتھ شائع کیا ہے پس اگر کوئی اس بیان کا مکذب ہے میکس ملر ہوں یا کوئی اور ہو تو ان کے لئے سیدھی راہ یہی ہے کہ وہ اپنی اس لاف وگزاف کو دلائل شافیہ کے ساتھ ثابت کر کے دکھلاویں اور پانچ ہزارروپیہ نقد ہم سے لے لیں اور ہمیں میکس مولر صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ انہوں نے عیسائی کہلا کر اپنی کتب مقدسہ کے برخلاف اعتراض پیش کر دیا ہے کیونکہ ان کی مقدس کتابوں نے عرب کے نام کو عرب کے لفظ سے ہی بیان کیا ہے۔ کیا ان کو اس جوش تعصب کے وقت انجیل بھی یاد نہ رہی۔ رسولوں کے اعمال کو دیکھیں کہ ان کے خدا نے عرب کے لفظ کو عرب کے نام سے ہی یاد کیا ہے۔ پس جبکہ ان کی مقدس کتابیں بھی عرب کے لفظ کی وہ عزت بحال رکھتی ہیں جس کے مقابل پر عجم واقع ہے تو بڑا افسوس ہے کہ انہوں نے عیسائی کہلا کر اس نام کی عزت کو قبول کرنا ناگوار سمجھا ہے اور نیز مقابل کے نام کو بھی تسلیم نہیں کیا ان کو سوچنا چاہیئے تھا کہ ان کی مقدس کتابوں نے عرب کے اس پاک مفہوم کو تصدیق کر لیا ہے تبھی تو عرب کو عرب کے نام سے ہی جو فصاحت کی خصوصیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے جابجا موسوم کیا ہے چنانچہ انجیل کے وجود سے پہلے بائبل میں بھی جابجا عرب کا لفظ موجود ہے اور جن نبیوں نے عرب کے بارے میں نبوت کی ہے انہوں نے عرب کا لفظ استعمال کیا ہے☆ اگر عرب کا لفظ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تو لازم آئے گا کہ انجیل اور تمام وہ کتابیں جو کتب مقدسہ کہلاتی ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تو اس صورت میں اس بخل کی وجہ سے ان تمام کتابوں کو چھوڑنا پڑے گا۔

قولہ میرے نزدیک واقعی آغاز علم اللسان کا پنتیکوست کے پہلے روز سے ہوا۔ **اقول** چونکہ رسولوں کے اعمال میں حواریوں کا طرح طرح کی بولی بولنا لکھا ہے اس لئے میکس مولر صاحب اس سے یہ حجت پکڑتے ہیں کہ بولیوں کی تحقیق کی بناء عیسائی مذہب نے ڈالی ہے۔ اب اہل نظر سوچیں کہ صاحب راقم ایسے بے اصل کلمات کے ساتھ کس قدر تعصب سے کام لے رہے ہیں۔ یہ بات سوچنے کے لائق ہے کہ اعمال کے دوسرے باب میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ حواریوں نے اس روز وہی بولیاں بولیں جو یروشلم کے یہودی بولتے تھے یہ نہیں لکھا کہ انہوں نے اس وقت چینی زبان یا سنسکرت یا جاپان کی بولی میں باتیں کرنا شروع کر دیا تھا بلکہ صاف لکھا ہے کہ ان تمام بولیوں کو یہودی سمجھتے تھے کیونکہ یروشلم میں وہ

☆ دیکھو یسعیاہ ۲۱ باب۔ **النبوة فی العرب**

واعطانی ما یعطی المخلصین فلما وجدت الحق بفیضانه و رُبّیتُ بلِبانه

اور مجھے وہ نعمتیں دیں جو مخلصوں کو دیا کرتا ہے۔ پس جبکہ میں نے اس کے فیضان سے حق کو پالیا اور اس کے دودھ

رأیت شکر ھٰذہ الآلاء فی اَنْ امون خدمة الدین والشریعت الغرآء. و أری

سے میں پرورش کیا گیا تو میں نے اِن نعمتوں کا شکر اس بات میں دیکھا کہ دین کی خدمت میں اور شریعت کی تائید میں اپنے پر مشقت

الناس نور الدین المتین. و اری ملکوته بعساکر البراھین

گوارا کروں۔ اور دین متین کا نور لوگوں کو دکھلاؤں۔ اور اس کی بادشاہت براہین کے لشکروں کے ساتھ ظاہر کروں۔

بقیہ حاشیہ : سب بولیاں بولی جاتی تھیں پس اس صورت میں حواریوں کی کرامات کیا ہوئی بلکہ ایسی باتوں کا اس زمانہ میں پیش کرنا قابل شرم ہے کیا ممکن نہیں کہ وہ بولیاں جو اسی شہر میں حواریوں کی قوم اور برادری میں بکثرت مستعمل تھیں حواریوں کو بھی یاد ہوں جبکہ ایک ہی قوم ایک ہی شہر ایک ہی برادری تھی اور تمدن کا سلسلہ چاہتا تھا کہ بوجہ رشتہ اور تعلق اور دن رات کی ملاقاتوں اور معاملات کے بعض بعض کی بولیوں سے واقف ہو جائیں تو اس بات میں کون سا استبعاد ہے کہ حواری بھی اپنے عزیز بھائیوں کی بولیوں سے واقف ہوں پس ایسی کرامت اُس کرامت سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتی کہ جو لاہور کے سادھو بھی دکھلا دیا کرتے ہیں ہاں اگر میکس مولر یہ لکھتے کہ علم اللسان کا آغاز مسیح کے جانی دشمنوں سے ہوا ہے اور انہوں نے اول اول یہ بنا ڈالی تو یہ بات بظاہر سچی معلوم ہوسکتی تھی کیونکہ اعمال کے اِسی باب میں اس بات کا اقرار ہے کہ یہود اُسی شہر میں جہاں حواری رہتے تھے مدت دراز سے یہی بولیاں بولتے تھے سو تقدم یہود کو ثابت ہوا اور حواریوں کو اس قدر عزت دینا غنیمت ہے کہ یہ گمان کریں کہ شعبدہ بازوں کی طرح یہ نکارے نہیں تھے بلکہ یہ بولیاں اپنی برادری سے انہوں نے سیکھ لی تھیں کیونکہ انہیں میں انہوں نے پرورش پائی تھی اور اصل بات یہ ہے کہ بولیوں کی تحقیق کی طرف توجہ دلانے والا بجز قرآن کریم کے اور کوئی دنیا میں ظاہر نہیں ہوا۔ اسی پاک کلام نے یہ فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ[1] (سورہ روم) یعنی خدا تعالیٰ کی ہستی اور توحید کے نشانوں میں سے زمین آسمان کا پیدا کرنا اور بولیوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔ درحقیقت خداشناسی کے لئے یہ بڑے نشان ہیں مگر ان کے لئے جو

[1] الروم:۲۳

و اراعی شئون صدوق امین. و ما ھٰذا الّا فضل ربی انہ ارانی
اور صدوق امینؐ کے کاموں کی حفاظت کروں اور یہ خاص فضل الٰہی ہے اسی نے مجھ کو صادقوں کی راہیں
سبل الصادقین. و علمنی فاحسن تعلیمی و فھّمنی فاکمل تفھیمی
دکھلائیں۔ اور اس نے مجھ کو سکھلایا اور اچھا سکھلایا اور سمجھایا اور کامل سمجھایا اور
وعصمنی من طُرق الخاطئین. و اوحی الیّ ان الدّین ھو الاسلام و ان
خطا کی راہوں سے مجھے بچا لیا۔ اور مجھے الہام کیا کہ دین اللہ اسلام ہی ہے اور
الرسول ھو المصطفٰی السید الامام رسول اُمّی امین. فکما ان ربنا اَحد
سچا رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سردار امام ہے جو رسول اُمّی امین ہے۔ پس جیسا کہ عبادت صرف خدا کے
یستحق العبادۃ وحدہ فکذالک رسولنا المطاع واحد لا نبی بعدہ ولاشریک
لئے مسلّم ہے اور وہ وحدہ لاشریک ہے اسی طرح ہمارا رسول اس بات میں واحد ہے کہ اس کی پیروی کی جاوے اور اس بات میں واحد ہے
معہ وانہ خاتم النبیین. فاھتدیت بھداہ و رأیت الحق بسناہ و رفعتنی
کہ وہ خاتم الانبیاء ہے۔ پس میں نے اس کی ہدایت سے ہدایت پائی اور اس کی روشنی سے میں نے حق کو دیکھا اور اس کے دونوں
یداہ و ربانی ربی کما یربی عبادہ المجذوبین و ھدانی وادرانی
ہاتھوں نے مجھے اٹھا لیا اور میرے رب نے میری ایسی پرورش کی جیسا کہ وہ ان لوگوں کی پرورش کرتا ہے جن کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس نے مجھ کو ہدایت دی
و ارانی ما ارانی حتی عرفت الحق بالدلائل القاطعۃ و وجدت الحقیقۃ ﴿۲۱﴾
اور علم بخشا اور دکھلایا جو دکھلایا یہاں تک کہ میں نے دلائل قاطعہ کے ساتھ حق کو پہچان لیا اور روشن براہین کے
بالبراھین الساطعۃ و وصلت الٰی حق الیقین. فاخذنی الاسف علٰی
ساتھ حقیقت کو پا لیا اور میں حق الیقین تک پہنچ گیا۔ تب مجھے ان دلوں پر سخت افسوس

بقیہ حاشیہ : اہل علم ہیں اب دیکھو کہ کس قدر تحقیق السنہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس کو خدا شناسی کا مدار ٹھہرا دیا ہے کیا کوئی ایسی آیت انجیل میں بھی موجود ہے؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں پس جائے شرم ہے+

قلوب فسدت و انظار زاغت و عقول فالت و آراءٍ مالت
ہوا جو بگڑ گئے اور ان نظروں پر دل دُکھا جو ٹیڑھی ہوگئیں اور ان عقلوں پر جو ضعیف ہوگئیں اور ان رایوں پر جو
و اھواء صالت و اوباء شاعت من افساد المفسدین
ناراستی کی طرف جھک گئیں اوران نفسانی خواہشوں پر جنہوں نے حملہ کیا اوران وباؤں پر جومفسدوں کے فساد سے پھیل گئیں
و رأیت ان الناس اکبو علی الدنیا و زینتھا فلا یصغون الی
اور میں نے دیکھا کہ لوگ دنیا اور اس کی زینت پر گرے ہوئے ہیں اور مذہب حق اور اس کے دلائل
الملّة و ادلّتھا و لا ینظرون الی نضارھا ونُضرتھا و یعرضون کانھم
کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس کی زر خالص اور تازگی کو نہیں دیکھتے اور اس طرح کنارہ کرتے ہیں کہ گویا
مرتابون و لیسوا بمرتابین. ولکنھم آثروا الدنیا علی الدّین. لا یقبلون
شک میں ہیں اور وہ دراصل شک میں نہیں بلکہ انہوں نے دنیا کو دین پر اختیار کر لیا ہے اپنی نابینائی کی
لِعَمُیِھِمْ دقائق العرفانِ ولا یرون علاء البراھین. و کیف و انھم
وجہ سے معرفت کی باریک باتوں کو قبول نہیں کرتے اور براہین کے اونچے مقام کو دیکھ نہیں سکتے۔ اور کیونکر دیکھیں
یؤثرون سبل الشیطان ویصرّون علی التکذیب والعدوان.
انہوں نے تو شیطان کی راہیں اختیار کر رکھی ہیں اور ظلم اور تکذیب پر اصرار کر رہے ہیں
ولا یسلکون محجة الصّادقین فطفقتُ ادعو اللّٰہ لیؤتینی حجة تفحم
اورصادقوں کی راہوں پر چلنا نہیں چاہتے۔ سومیں نے جناب الٰہی میں اس غرض سے دعا کرنا شروع کیا تا کہ وہ مجھے ایسی حجت
کفرة ھذا الزمان و تناسب طبائع الحدثان لأُبکّت سفھائھم
عنایت کرے جواس زمانہ کے کافروں کولا جواب کردیوے اور جواس زمانہ کے نوجوانوں کی طبائع کے مناسب حال ہو تا کہ میں ان کے
﴿۲۲﴾ و عقلاء ھم باحسن البیان وتتم الحجة علی المجرمین. فاستجاب
کم عقلوں اور عقلمندوں کوایک عمدہ بیان کے ساتھ ملزم کروں اورتا کہ مجرموں پر حجت پوری ہو۔ پس میرے رب نے میری دعا کو
ربّی دعوتی و حقّق لی مُنیتی وفتح علی بابھا کما کانت مسئلتی
قبول کیا اور میری آرزو کو میرے لئے موجود کر دیا اور میرے پر میری آرزو کا دروازہ ایسے طور پر کھول دیا جو

و مراد مهجتی و اَعطانی الدلائل الجدیدة البینة و الحجج القاطعة
میرا مدعا تھا اور مجھے نئے اور کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے اور یقینی اور قاطعہ دلیلیں عنایت کیں
الیقینیة فالحمد للّٰہ المولی المعین.
سو اس اللہ کو سب تعریف جو مددگار آ قا ہے۔

و تفصیل ذٰلک انّہ صرف قلبی الٰی تحقیق الاَ لْسِنة
اور اس مجمل کی تفصیل یہ ہے کہ اس نے زبانوں کی تحقیق کی طرف میرے دل کو پھیر دیا اور
واعان نظری فی تنقید اللغات المتفرقة و علمنی ان العربیة اُمّها
میری نظر کو متفرق زبانوں کے پرکھنے کے لئے مدد کی۔ اور مجھ کو سکھلایا کہ عربی تمام زبانوں کی ماں اور
وجامع کیفها و کمّها و انها لسانٌ اصلیّ لنوع الانسان و لغتٌ الهامیة من
ان کی کیفیت کمیت کی جامع ہے اور وہ نوع انسان کے لئے ایک اصلی زبان اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
حضرة الرحمان و تتمة لخلقة البشر من احسن الخالقین.
ایک الہامی لغت ہے اور انسانی پیدائش کا تتمہ ہے جو احسن الخالقین نے ظاہر کیا ہے۔

ثم عُلّمت من کلام اللّٰہ ذی القدرة ان العربیة **مخزن**
پھر مجھے خدائے قادر کی کلام سے معلوم ہوا کہ عربی دلائل نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دلائل النبوّة و مجمع شواهد عظمة هذه الشریعة فخررت
کا ایک ذخیرہ ہے اور اس شریعت کے لئے بڑی بڑی شہادتوں کا مجموعہ ہے سو میں اس
ساجدًا لخیر المنعمین. و قادنی داعی الشوق الی التوغل فی العربیة ﴿۲۳﴾
خیر المنعمین کے آگے سجدہ میں گر پڑا۔ اور شوق کے جاذب نے مجھے اس طرف کھینچا کہ میں عربی میں توغل
و التبحر فی هذه اللهجة فوردت لجّتها بحسب الطاقة البشریة
کروں اور اس زبان میں تبحر حاصل کروں پس میں طاقت بشری کے اندازہ پر اُس کے بڑے پانی میں داخل ہوا
و دخلت مدینتها بالنصرة الالٰهیة و شرعت الاختراق فی سبلها
اور خدا تعالیٰ کی مدد سے اس کے شہر میں داخل ہوا اور میں نے اس کی راہوں اور سڑکوں میں چلنا شروع کیا

و مسالکھا والانصلات فی طرقھا و سککھا. لاستعرف ربیبة خدرھا
اور اس کی گذر گاہوں اور کوچوں میں چلنے لگا تا میں اس کے خانہ پروردہ پردہ نشین کو پہچان لوں
و اذوق عصیدة قدرھا و اجتنی ثمار اشجارھا و اخرج درر
اور اس کی ہنڈیا کے طعام کو چکھ لوں اور اس کے درختوں کا پھل چُن لوں اور اس کے دریاؤں میں سے
بحارھا فصرت بفضل اللّٰہ من الفائزین. و لم یَفُتنی بھا
موتی نکال لوں پس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیابوں میں سے ہوگیا اور کسی چڑھائی میں مَیں ناکام نہ
مطلع و لا خلا منی مرتع و رأیت نضرتھا و رعیت خضرتھا
رہا اور کسی چراگاہ سے میں خالی ہاتھ نہ پھرا۔ میں نے اس کی تازگی کو دیکھا اور میں اس نے اس کے سبزہ کو چرا اور
واعطیت من ربّی حظّاً کثیرًا و دخلًا کبیرًا فی عربیّ مبین. حتی اذا
مجھے میرے رب کی طرف سے زبان عربی میں بہت سا حصہ اور ایک بھاری دخل دیا گیا۔ یہاں تک کہ
حصلت لی دُرُرھا و درّھا و کشف علی مَعْدنھا و مقرھا و ارانی
جب مجھے اس کے موتی اور اس کا دودھ مل گیا اور میرے پر اس کے معدن اور مقام کھولے گئے اور میرے خدا
ربی انھا وحی کریم و اصل عظیم لمعرفت الدّین. و ان شھبھا
نے مجھے دکھلا دیا کہ وہ ایک ذوالکرم وحی اور دین کے پہچاننے کے لئے اصل عظیم ہے اور اس کی آگ کی روشنی
ترجم الشیاطین. و مع ذٰلک رأیت لغاتٍ اُخری کخضراء الدمن
شیطانوں کو سنگسار کرتی ہے اور باوصف اس کے میں نے دوسری زبانوں کو دیکھا کہ گندگی کے سبزہ کی طرح ہیں
و وجدت دارھا خربة و اھلھا فی المحن و وجدتھا شادة الرحال
اور میں نے ان کے گھروں کو ویران پایا اور ان کے اہل کو مصیبتوں میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ وہ زبانیں مسافروں کی طرح
للطعن کالمتغربین. فاُلقی فی روعی ان اُؤلّف کتابا فی ھٰذا الباب ﴿۲۴﴾
کوچ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پس میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس باب میں ایک کتاب تیار کروں
واضع الحق امام اعین الطلاب و احسن الی الخلق کما احسن الیّ
اور سچائی کے طالبوں کے سامنے حق کو رکھ دوں اور خلق اللہ پر احسان کروں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر احسان کیا

رب الارباب لعل اللّٰہ یھدی بہ نفسًا الٰی امور الصواب و ما ابتغی
تاہو کہ کوئی اس سے صواب کی راہ اختیار کرے اور میں اس خدمت سے خدا تعالیٰ کی رضا
بہ الاّ رضا الرب الوھاب و ھو مقصودی لا مدح العالمین.
کے بغیر اور کچھ نہیں چاہتا اور وہی میرا مقصود ہے نہ لوگوں کی تعریف اور
و انی ما خرجت شیئًا من عیبتی فبایّ حق اطلب محمدتی. و واللّٰہ
میں نے اپنی لیاقت سے کچھ نہیں نکالا پس مجھے یہ حق حاصل نہیں کہ میں اپنی تعریف کا مطالبہ کروں اور بخدا
ما خَرجَت من فمی کلمة و ما انکشفت علیّ حقیقة الا بتفھیمہ
میرے منہ سے کوئی کلمہ نہیں نکلا اور نہ کوئی حقیقت مجھ پر کھلی مگر اس طرح پر کہ خدا ہی نے
و ما علمت شیئًا الا بتعلیمہ و اللّٰہ یعلم و ھو خیر الشاھدین. فلا
مجھے سمجھایا اور خدا نے ہی مجھے سکھلایا اور اس واقعہ کا خدا کو علم ہے اور وہ سب گواہوں سے بہتر گواہ ہے۔ پس اے
تثن علی بصالح فی ھذہ الخُطة و اشکروا اللّٰہ فان کلھا من حضرة
پڑھنے والے اس بارے میں میری کچھ تعریف نہ کرنا اور خدا کا شکر کرو کیونکہ یہ سب اسی کی طرف سے حاصل ہوا
العزة ھو الذی احسن الی وھو خیر المحسنین.
اس نے میرے پر احسان کیا اور وہ ان سب سے بہتر ہے جو نیکوکار ہیں اور وہ ارحم الراحمین ہے۔

و انی رتّبتُ ھذا الکتاب علی مقدمة و ابواب و خاتمة
اور میں نے اس کتاب کو ایک مقدمہ اور کئی باب اور ایک خاتمہ پر حق کے طالبوں کے
لطلاب و لا قوة الا بکریم ذی قوة و لا قدرة الا بقدیر ذی عظمة ﴿۲۵﴾
لئے منقسم کیا ہے اور بجز فضل کریم ذی قوت کے کچھ بھی قوت نہیں اور بجز قدرت اس قادر ذی عظمت کے کچھ بھی
نرجوا فضلہ و نطلب رحمہ و ھو ارحم الراحمین و انا شرعنا باسمہ
توانائی نہیں ہم اس کے فضل کو ڈھونڈتے ہیں اور اس کے رحم کو طلب کرتے ہیں اور وہ ارحم الراحمین ہے اور ہم نے اس کے نام سے شروع کیا ہے
و نختم انشاء اللّٰہ بفضلہ وھو خیر المتفضلین. وھو المولٰی المعین
اور انشاء اللہ اس کے فضل سے ختم کریں گے اور وہ سب فضل کرنے والوں سے بہتر ہے اور وہ آقا مدد کرنے والا ہے

فایّاہ نعبد و ایاہ نستعین و نرید ان نری محامدہ علی راحلة قصیدة ☆

پس ہم اسی کی پرستش کرتے اور اسی کی مدد چاہتے ہیں اور ہم ارادہ کرتے ہیں کہ اس کے محامد کو ایک قصیدہ کی سواری پر دکھلاویں

و نزیّنھا بزھر اشعار جدیدة مع نعت رسول ھادی کل نفس سعیدة

اوران محامد کو تازہ شعروں کے پھولوں سے روشن کریں

لعل اللّٰہ یقبل ھذہ الھدیة و یجعل فی کتابی البرکة واللّٰہ یعطی

اس امید سے کہ خدا تعالیٰ اس ہدیہ کو قبول فرماوے اور اس کتاب میں برکت رکھ دیوے اور جو

من یطلب فبشریٰ للطالبین. (ڈھونڈتا ہے خدا اسے دیتا ہے سو ڈھونڈنے والوں کو خوشخبری ہو)

القصیدة فی حَمُد حضرة العزة و نعتِ خَیرِ البَرِیّة

قصیدہ جناب باری کے حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں

یا من احاط الخلقَ بالْاٰلاءِ — نُثنی علیک و لیس حولُ ثناءِ

انظر الیّ برحمة وعطوفةٍ — یا ملجئی یا کاشف الغمّاءِ

انت الملاذ و انت کھف نفوسنا — فی ھذہ الدنیا و بعد فناءِ

انا رئینا فی الظلام مصیبة — فارحم وانزلنا بدارضیاءِ

تعفوا عن الذنب العظیم بتوبة — تنجی رقاب الناس مِن اعباءِ

انت المراد وانت مطلب مھجتی — و علیک کل توکلی و رَجَائِی

اعطیتنی کاس المحبت ریقھا — فشربت روحاءً علٰی رَوُحاءِ

انی اموت و لا یموت محبتی — یُدُریٰ بذکرک فی التراب ندائِی

ما شاھدت عینی کمثلک محسِنًا — یا واسع المعروف ذا النعماءِ

انت الذی قدکان مقصد مھجتی — فی کلّ رشح القلم والاملاءِ

لما رأیت کمال لطفک والندا — ذھب البلاء فما احس بلائِی

انی ترکت النفس مع جذباتھا — لما اتانی طالب الطلباءِ

متنا بموت لا یراہ عدوّنا — بعدت جنازتنا من الاحیاء

لو لم یکن رحم المھیمن کافلی — کادت تعفینی سیُول بکائی

نتلوا ضیاء الحق عند وضوحہٖ — لسنا بمبتاع الدجٰی ببراءِ ﴿۲۶﴾

☆ یہ قصیدہ بروز دوشنبہ ۱۵؍جولائی ۱۸۹۵ء قریباً آٹھ بجے دن کے بعد شروع کیا گیا اور اسی دن بوقت عصر پانچ بجے سے پہلے سو شعر تیار ہوگیا۔ فذالک فضل اللّٰہ و تائیدہ الخارق للعادة۔منہ

نفسی نأت عن کل ما ھو مظلم   فانختُ عند منوری وجنائِی
لما رأیت النفس سدّ محجتی   اسلمتُھا کالمیت فی البیداء
انی شربت کُئوس موت للھُدٰی   فرأیتُ بعد الموت عین بقائِی
فُقِدَت مراداتی بزمن لذاذۃ   فوجدتھا فی فرقۃ وصلاء
لو لا من الرحمن مصباح الھدی   کانت زجاجتنا بغیر صفاء
انی ارٰی فضل الکریم احاطنی   فی النشأۃ الاخرٰی و فی الابداء
اللّٰہ اعطانی حدایق علمہ   لو لا العنایۃ کنت کالسفھاء
وقد اقتضت زفرات مرضٰی مقدمی   فحضرت حمالا کئوس شفاء
اللّٰہ خلاقی و مھجۃ مھجتی   حِبٌّ فدتہ النفس کل فداء
و لہ التفرد فی المحامد کلھا   ولہ علاء فوق کل علاء
فانھض لہ ان کنت تعرف قدرہ   واسبق ببذل النفس والاِعْداء
ملکوتہ تبقی بقوۃ ذاتہ   و لہ التقدس والعلٰی بغناء
غلبت علی قلبی محبت وجھہ   حتی رمیتُ النفس بالالغاء
و اری الوداد انار باطن باطنی   و اری التعشق لاح فی سیمائِی
ما بقی فی قلبی سواہ تصور   غمرت ایادی اللہ وجہ رجائِی
ھوجاء الفتہ اثارت حُرّتی   ففدا جنانی صولت الھوجاء
ابری الھموم بمشرفیۃ فضلہ   واللّٰہ کافٍ لی ونعم الراعی
ماشم انفی مرغمًا فی مشھد   و اثرتُ نقع الموت فی الاعداء
یا رب اٰمنا بانک واحد   رب السماء وخالق الغبرآء
اٰمنتُ بالکتب التی انزلتھا   و بکل ما اخبرتَ من انباء
یا ملجائِی ادرک فانک موئلی   یا کھفی اعصمنی من الشغباء
یا رب ایّدنی بفضلک وانتقم   ممن یدس الدین تحت عفاء
لا یعلمون نکات دین المصطفٰی   وتھالکوا فی بخلھم ورباءِ
یؤذوننی قوم اضاعوا دینھم   نجس المقاصد مظلم الاٰراء
خشّوا و لا یُخشی الرجال شجاعۃ   فی نائبات الدھر والھیجاء
زمع الاِناس یحملقون کثعلب   یوذوننی بتحوب و مُواء
حسدوا فسبوا حاسدین ولم یزل   ذوالفضل یحسدہ ذووالاھواء

﴿۲۷﴾

صالوا بابداء النواجذ کالعدا — لمقالة ابن بطالة و وشاءِ

ان اللئام یکفرون و ذمّهم — ما زادنی الا مقام سناءِ

نضّواالسیاب ثیاب تقوٰی کلهم — ما بقی الا لبسة الاغواءِ

ما ان ارٰی غیر العمائم واللحی — او اٰنفا زاغت بفرط مراءِ

و اری تغیظهم یفور کلجّةٍ — موج کموج البحر فی الغلواءِ

کلم اللیام اَسِنَّةٌ مذروبة — اعری بواطنهم لباس عواءِ

من مخبر عن ذلّتی و مصیبتی — مولای ختم الرسل اهل رباء

یا طیّب الاخلاق والاسماءِ — جئناک مظلومین من جهلاءِ

ان المحبة لا تُضاع و تُشترٰی — انّا نحبّک یا ذُکاء سخاءِ

انت الذی جمع المحاسن کلها — انت الذی قد جاء للاِحْیاءِ

انت الذی ترک الهدون لربه — و تخیر المولی علی الحوباءِ

یا کنز نعم اللّٰه والا لاء — یسعی الیک الخلق للارکاءِ پناہ گرفتن

یا بدر نور اللّٰه والعرفان — تهوی الیک قلوب اهل صفاءِ

یا شمسنا یا مبدء الانوار — نورت وجة المُدن والبیداء

انی اری فی وجهک المتهلل — شانًا یفوق شیون وجه ذکاء

ما جئتنا فی غیر وقت ضرورة — قد جئتَ مثل المزن فی الرمضاء

انی رأیت الوجه وجه محمد — وجه کبدرا اللیلة البلماءِ

شمس الهدی طلعت لنا مِن مکة — عین الندا نبعت لنا بحراء

ضاهت اِیاةُ الشمس بعضَ ضیائه — فاذا رأیت فهاج منه بکائیَ

اعلی المهیمن هممنا فی دینهٖ — نبنی منازلنا علی الجَوزاء

نسعٰی کفتیان بدین محمد — لسنا کرجل فاقد الاعضاءِ

نلنا ثریّاء السماء و سمکه — لنردّ ایمانا الی الصّیداءِ

انا جُعِلنا کالسیوف فندمغ — رأس اللئام و هامة الاعداءِ

واها لاصحاب النبی و جنده — حفدوا الیه بشدة و رخاءِ

غُمسوا ببرکات النبی و فیضه — فی النور بعد تمزّق الاهواءِ

قاموا باقدام الرسول بغزوه — حضروا جناب امامنا لفداءِ

فدّم الرجال لصدقهم فی حبهم — تحت السیوف اُریق کالاطلاءِ

﴿۲۸﴾

بلغ القلوبُ الی الحناجر کربة ... فتخیروا لِلّٰہ کل عناءِ
دخلوا حدیقة ملّة غرّاءِ ... عذب الموارد مثمر الشجراءِ
و فنوا بحبّ المصطفٰی فبحبہٖ ... قطعوا من الأباء والابناءِ
قبلوا لدِین اللّٰہ کل مصیبة ... حتی رضوا بمصائب الاجلاءِ
قد اٰثروا وجہ النبی و نورہ ... و تباعدوا من صحبة الرفقاءِ
فی وقت ظلمات المفاسد نوّروا ... وجدوا السنا فی اللیلة اللیلاءِ
نھب اللئام نشوبھم فملیکھم ... اعطی جواھر حکمة وضیاءِ
واھًا لھم قُتلوا لعزّة ربھم ... ماتوا لہ بصداقتٍ وصفاءِ
شھدوا المعارک کلھا حتی قضوا ... لرضا المھیمن نحبھم بوفاء
ما فارقوا سبل الھُدیٰ و تخیروا ... جور العدا و بوائق الھیجاء
ھٰذا رسول قد اتینا بابہ ... بمحبّةٍ و اطاعةٍ و رضاءِ
یالیت شُقّ جنانی المتموّج ... لِأُرِی الخلایق بحرھا کالماء
انا قصدنا ظلّہ بھواجر ... کالطیر اذ یأوی الی الدفواءِ
یا من یکذب دیننا و نبیّنا ... و تسبُّ وجہ المصطفٰی بجفاء
واللّٰہ لست بباسل یوم الوغٰی ... ان لم اشن علیک یا ابن بغاءِ
انا نشاھد حسنہ وجمالہ ... وملاحة فی مقلةٍ کحلاءِ
بدر من اللّٰہ الکریم بفضلہ ... والبدر لا یغسوا بلغی ضِراء
لا یبصر الکفار نور جمالہ ... والموت خیر من حیات غشاءِ
انا براء فی مناھج دینہٖ ... من کل زندیق عدوّ دھاءِ
نختار آثار النبی وامرہ ... نقفوا کتاب اللّٰہ لا الاراءِ
یا مُکفری ان العواقب للتقٰی ... فانظر مآل الامر کالعقلاء
انی اراک تمیس بالخیلاء ... أ نسیت یوم الظعن والاسراء
تُب ایھا الغالی و تأتی ساعة ... تمسی تعض یمینک الشّلاء
افتضربنّ علی الصفات زجاجة ... ھوّن علیک و لا تمت بِاِباء
غرّتک اقوال بغیر بصیرة ... سُترت علیک حقیقة الانباءِ
ان السموم لشر ما فی العالم ... ومن السموم غوایل الآراء
جاوزتَ بالتکفیر عرصات التقٰی ... اشققت قلبی او رأیت خفائی

۱؎ سھو الکاتب والصواب ” الثیاب“ شمس

تأتیک اٰیاتی فتعرف وجهها فاصبر و لا تترک طریق حیاءِ
ان المقرب لا یضاع بفتنة والاجر یکتب عند کل بلاء
یا ربّنا افتح بیننا بکرامةٍ یا من یری قلبی و لُبَّ لحائِی
یا من اری ابوابه مفتوحة
للسائلین فلا ترد دعائی

﴿۲۹﴾

اَلمقَدّمَة

فی ذکر

اسباب تالیف الکتاب و بیان ما عُلِّمنا من اللّٰہ الوهاب

اعلم حفظک اللّٰہ القیّوم. و ایّدک فی خیرٍ تروم. ان هذا الزمان هو
اے پڑھنے والے اس کتاب کے خدائے قیوم تجھے غلطیوں سے نگاہ رکھے اور ہریک نیک مقصد میں تیرا مددگار ہوجائے کہ یہ زمانہ نہایت
الزمان الظلوم کانه الیوم المسموم. او البلاد الجروم. ضاعت فیه
ستم گار زمانہ ہے گویا وہ ایک نہایت گرم دن ہے یا ایسا ملک ہے جس میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ اس زمانہ میں علم اور معارف
المعارف والعلوم. وشاعت البدعات والرسوم. وخلصت للدنیا
ضائع ہوگئے اور رسوم اور بدعات پھیل گئے۔ اور سارے غم اور ساری ہمتیں دنیا کے لئے
الهمم والهموم. و حمئت بئار الطبائع ونزح الجموم. وحسبوا
خالص ہوگئیں اور طبیعتوں کے کوئلوں میں سیاہ مٹی پڑ گئی اور بہت پانی والا کنواں خشک ہوگیا۔ اور اس زمانہ کے لوگوں
الزقّوم کانه الزقّوم. و قلّ المؤمنون وکثر اللئام
نے درخت زقوم کو ایسا سمجھ لیا کہ گویا وہ کھجوریں اور مکھن ہے۔ اور مومن کم ہوگئے اور لئیم جھگڑنے والے زیادہ ہوگئے

﴿۳۰﴾

الخصومَ . وجعلوا المسِيح الٰها وقد رأو انه المسكين الجهوم

اور مسیح کو خدا بنا دیا حالانکہ جانتے تھے کہ وہ مسکین اور عاجز ہے اور اسی طرح ایسے ہی منحوس دن متواتر

وكذالک جاء ت الایّام الحسوم فنشكوا الَى اللّٰه ربّ العالمين.

آ گئے سو ہم یہ گلہ جناب الٰہی میں کرتے ہیں جو رب العالمین ہے اور اس خدا کی قسم ہے جس نے

والّذى نوّر الشّهَب وازجٰى للمطر السُّحب وخلق السّمٰوات

ستاروں کو روشن کیا اور بارش کے لئے بادلوں کو چلایا اور آسمانوں کو طبقہ بعد طبقہ بنایا اور ان کو روشنی

طباقًا وطبّقها اِشراقًا. انّ الظلمت كثرت فى هٰذا الزمان. وحلّتْ

سے بھر دیا کہ یہ بات درحقیقت سچ ہے کہ اس زمانہ میں تاریکی بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ اور مردوں اور

فى جذر قلوب الرّجالِ والنّسوان. و مالتِ الطبائع الى الضّيم

عورتوں کے دلوں کے اندر بیٹھ گئی ہے اور طبیعتیں ظلم اور جھوٹ کی طرف میل کر گئیں اور بدکاری اور

والزّور واخُتارت سُبُل الفسق والفجور. وترک الناس طرق

دروغ اور بے اعتدالی کے طریقوں کو اختیار کر لیا ہے اور لوگوں نے دیانت اور امانت کے طریق کو

الدّيانة والامانة. و رضوا بانواع الفرية والخيانة و قلّبوا امور

چھوڑ دیا ہے اور جھوٹ اور خیانت پر راضی ہو گئے ہیں۔ اور دین کے احکام کو بدل ڈالا ہے۔ حق اور

الدين. يتخذون الجدّ عبثًا. و يحسبون التِبر خبثًا. و لا يمشون الّا

حکمت کی باتوں کو عبث سمجھتے ہیں اور سونے کو ایک میل قرار دے رہے ہیں اور جب چلتے ہیں تو ٹیڑھے

زائغين. سُلب منهم الفهم الذى يصقل الخواطر ويدرى الجهام

چلتے ہیں ان کا وہ فہم ہی جاتا رہا جو دلوں کو صاف کرتا اور برسنے والے اور نہ برسنے والے بادل کے

والماطر فبرزوا كالانعام راتعين. لا يعرفون الزمان. والوقت الّذِى

نشان معلوم کر لیتا ہے۔ سو وہ چارپایوں کی طرح صرف چرنے والے ہی ثابت ہوئے زمانہ کو نہیں

قد حان. و لا يسلكون مسلک الحق والحقيقة. و لا يستقرون

پہچانتے اور نہ اس وقت کو کہ آ گیا۔ وہ حق اور حقیقت کی راہوں پر نہیں چلتے اور اس راہ کی کنجی کو نہیں

مفتاح الطریقة و لا یتدبّرون القراٰن منصفین. و لا یستوکفون صیّب ﴿۳۱﴾

ڈھونڈتے اور قرآن میں منصفوں کی طرح نہیں سوچتے۔ اور الٰہی فیضان کے مینہ کا برسنا نہیں چاہتے اور

الفیضان و یتیھون فی موماة الخسران کالعمین. یؤذون بحدة

زیاں کاری کے ایسے جنگلوں میں پھرتے ہیں جن میں نہ دانہ نہ پانی ہے۔ تیز کلموں کے ساتھ دکھ دیتے ہیں

الکلمات و لا کحد الظباة. و لا یبالون مکانة الصادقین. و اذا قیل

اور وہ کلمے ایسے تیز نہیں جیسا کہ تلواریں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں اور یہ لوگ سچوں کی شان کی کچھ پرواہ

لھم لا تفسدوا. واتقوا اللّٰہ واھتدوا. قالوا انما نحن اول

نہیں رکھتے اور جب کہا جائے کہ فساد مت کرو اور خدا سے ڈرو اور ہدایت پذیر ہو جاؤ تو ان کا جواب یہ

المصلحین. فبما کانوا یکذبون. و لا یترکون الفساد

ہے۔ کہ ہم تو اول درجہ کے مصلح ہیں۔ پس اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں اور فساد کو نہیں چھوڑتے اور

و یزوّرون. ختم اللّٰہ علی قلوبھم و سقاھم سمّ ذنوبھم فما وُفّقوا

جھوٹ کی بندشوں میں مشغول ہیں خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور انہیں کے گناہوں کی زہر انہیں پلا

وصاروا من الھالکین. و قد نُصِحُوْا فاکدی النصیحة. و وُعِظُوْا فما

دی پس وہ توفیق یاب نہ ہوئے اور ہلاک ہو گئے اور ان کو نصیحت کی گئی۔ پس نصیحت نے کچھ فائدہ نہ بخشا

نفع الموعظة و ما اروا الاعنادا و ما زادوا الا فسادا و تراھم یعثون

اور ان کو وعظ کیا گیا مگر وعظ نے کچھ نفع نہ دیا اور انہوں نے بجز عناد کے کچھ نہ دکھلایا اور بجز فساد کے کچھ

فی الارض مفسدین. نسلوا من کل حدبٍ و صاروا سبب کل ندبٍ.

زیادہ نہ کیا اور تو دیکھتا ہے کہ وہ زمین پر فساد کرتے پھرتے ہیں۔ ہر یک بلندی سے وہ دوڑے اور ہر یک

و ساروا علی نحب صایدین. و اشاعوا الفسق والفجور والکذب

ماتم کا وہ سبب ہوئے اور شکار مارنے کے لئے جلدی جلدی انہوں نے قدم اٹھائے اور انہوں نے بدکاری

والزور. بما کانوا فاسقین. فلذٰلک ترٰی ان الامانت قلّت

اور بے حیائی اور جھوٹ کو پھیلایا کیونکہ وہ خود بدکار تھے۔ اور اسی لئے تو دیکھتا ہے کہ امانت کم ہو گئی

﴿۳۲﴾

والخیانت کثرت. والوقاحت افظعت. والضلالت ضنأت. وکلبة
اور خیانت بہت ہوگئی اور بے حیائی حد سے زیادہ پھیل گئی اور گمراہی کے بہت سے بچے ہوگئے اور بدکاری کی کتیا
الفسق اجعلت. و نعیّ الشرّ نُسأ ت. وحامل المواعظ ایتنت.
اٹھا میں آئی۔ اور شرارت کی زانیہ کے معمولی دن ٹل گئے اور نصیحتوں کی حاملہ الٹا جنی اور بے ہودہ گوئی کے اونٹ
وھجان الھجر سُمِّنَت. وعسبرة الحق عُبطَتُ. فمابکت علیھا عینٌ
موٹے کئے گئے۔ اور تیز رو اور نجیب اونٹنی سچائی کی، باوجود جوانی اور تازگی اور صحت کے ذبح کی گئی پس اس پر کوئی
و ما ذرفت بل دابة الباطل سُرِحتُ. فرعت حمی الحق حتی
بھی نہ رویا اور نہ آنسو بہائے بلکہ باطل کا ٹٹو چراگاہ میں چھوڑا گیا سو وہ سچائی کے مرغزار کو چر گیا یہاں تک کہ اس
تضلّعت. فما منعھا احد بل ایدی المسلمین وُثئت. و سیوف العدا
کی کوکیں بھر گئیں سو اس کو کسی نے منع نہ کیا بلکہ مسلمانوں کے ہاتھ توڑے گئے اور دشمنوں کی تلواریں میان سے باہر
انطلقت. فاخذ الاحرار و لحومھم سُفّدت ثم نُدأت ثم خُضمت
نکل آئیں سو شریف آدمی پکڑے گئے اور ان کے گوشت سیخوں پر چڑھائے گئے پھر بریاں کرنے کے لئے آگ
وقُضمت والقیامة قامت و ھوجاء الفتن اشتدّت. وسیل الشرور
پر رکھے گئے پھر دانتوں سے چبائے گئے اور پیس کر کھائے گئے اور قیامت قائم ہوگئی اور شرارتوں کا سیلاب غالب
غلبت.و انکسر السکر والمصیبة جلّت. ونزلت النوازل وجبأت. وارض
ہوا اور بند ٹوٹ گیا اور مصیبت بھاری ہوگئی اور حوادث اترے اور یک مرتبہ انہوں نے آ پکڑا اور تقویٰ کی زمین پر
التقوٰی بردت. وسماء الصلاح تغیمت والمعصیة امتدت و لیلتھا جثمت
اولے پڑے اور نیکی کا آسمان بادل کے نیچے چھپ گیا اور بدکاری بہت لمبی ہوگئی اور اس کی رات آدھی چلی گئی۔ اور
والذنوب اغارت وصالت حتی جنبت الصلاح واسعطت والنفوس ندت
گناہوں نے دھارا مارا اور حملہ کیا یہاں تک کہ نیکی کی پسلی توڑ ڈالی اور اس کے سینہ پر نیزہ مارا اور لوگ آوارہ اور
وعین الانصاف رُمدت. وقروح الخبث تذیّأت. وکل سلیطة
بے قید اور سرخود ہوگئے اور انصاف کی آنکھیں رمد کی بیماری میں مبتلا ہوئیں اور پلیدی کے زخم بہت خراب ہوگئے

هَـرَأتْ. والـفتـنة تـفـاقـمـت. وسهـامهـا مـن كل جهة مطرت والخبا ثة ﴿۳۳﴾

اور ہر یک زبان دراز نے بدزبانی کی اور فتنہ بہت بڑھ گیا اور ہر یک طرف سے اس کے تیر برسے اور پلیدی نے نکاح کر لیا پس اسے

تـزوّجـت. فـحملت وكمثلها اجزء ت. فجايأتها المتربة وتواردت والبلاد

حمل ٹھہر گیا اور اس نے اپنی شکل جیسی لڑکیاں جنیں پس وہ فقر و فاقہ ساتھ لائیں اور ملک ویران ہو گیا اور مصیبتوں کے مینہ برسے پس

خـربـت. ورهـام الـمـصـائب تصوّبت فما نجت نفس اَيُمنت او اشأمت او

ان مصیبتوں سے کوئی شخص نجات نہ پا سکا خواہ وہ یمن کی طرف گیا یا شام کی طرف یا مکہ اور مدینہ اور ان کے گرد کے دیہات کو دیکھ کر

عـرضت. و ما عصمت من الفقر و ان طهفلت و ما تركها العدا و ان بابأت

واپس آیا اور کوئی فاقہ سے نہ بچا اگرچہ وہ چینا یا مکی کا غلّہ کھاتا رہا اور اسی اناج پر ہمیشہ کے لئے قناعت کی اور عہد کے طور پر اسی کا کھانا

و كـم مـن نـفـسٍ ارتـدت بـعـد مـا هـلهـلـت. و كفرت بعد ما آمنت

معمول رکھا اور دشمنوں نے اسے نہ چھوڑا اگرچہ اس نے کہا کہ میرا باپ تم پر قربان ہو اور بہت سے مرتد ہو گئے اور بعد اس کے کہ وہ

وحـمـدلـت. فرأينا فى هذه الليلة اللّيْلاءِ. ما عرّفنا جهد البلاءِ وقصصنا

کہتے تھے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دین سے پھر گئے اور ایمان لانے اور الحمد للہ کہنے کے بعد کافر ہو گئے سو ہم نے اس اندھیری رات

قـصـص الاعـداء مسترجعين. محوقلين. والذين يقولون انا نحن علماء

میں وہ مصیبتیں دیکھیں جنہوں نے ہمیں سمجھا دیا کہ نہایت سخت بلا اسے کہتے ہیں اور ہم نے یہ سب قصے دشمنوں کے اس حالت میں

الاسـلام. و فحول ملّت خير الانام. فنراهم الكسالى الأكلين كالانعام.

لکھے جبکہ ہم انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے تھے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے تھے اور وہ لوگ جو کہتے ہیں جو ہم علماء اسلام ہیں اور نبی کے

لا يـنصرون الحق بالاقوال والاقلام. الا قليل من عباد الله ذى الاكرام.

دین کے ایک نر عالم ہیں سو ہم ان کو ایک سست الوجود اور چارپایوں کی طرح کھانے پینے والے دیکھتے ہیں وہ اپنی باتوں اور قلموں سے

و ترٰى اكثرهم فى حقد اهل الـحـق كاللئام. ما يجيئهم حق الا يستعير

کچھ بھی حق کی مدد نہیں کرتے بجز اللہ جلّ شانہ کے ان خاص بندوں کے جو تھوڑے ہیں اور اکثر کو تو ایسا پائے گا کہ اہل حق کا کینہ رکھتے

بينهـم الاصـطـخـاب ولا يـدرون مـا الـحـقّ والـصـواب لا يـمـتـنعون

ہوں گے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی حق کی بات سن کر ان میں شور و غوغا پیدا نہ ہو وہ نہیں جانتے کہ حق اور صواب کیا چیز ہے وہ فتنہ سے

﴿۳۴﴾

مَن الفتنة و يلبسون الحق بغوائل الزخرفة. ليفتنوا من ازرائهم
باز نہیں آتے اور حق کے ساتھ باطل باتوں کو ملاتے ہیں تا اپنی نکتہ چینی سے جاہلوں

قومًا جاهلين. والذى اقامه اللّٰه لاصلاح الناس يحسبونه
کو دھوکا میں ڈالیں اور وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ نے لوگوں کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے اس کو

كالخناس ويكفرون المؤمنين. لا تنقل خطواتهم الا الى التزوير
ایک خناس سمجھتے ہیں اور مومنوں کو کافر ٹھہراتے ہیں ان کے قدم بجز دروغ گوئی کے کسی طرف حرکت نہیں

و لا تميلُ السنهم الا الى التكفير. ولا يعلمون ما خدمة الدين
کرتے اور ان کی زبانیں بجز کافر بنانے کے کسی طرف جھکتی نہیں اور نہیں جانتے کہ دین کی خدمت کیا شے ہے

لبسوا الحق بالباطل وكذٰلك عبطوا علينا الكذب متعمّدين
انہوں نے حق کو باطل کے ساتھ ملایا اور دیدہ و دانستہ ہم پر افترا کیا

فهذا اعظم المصائب علٰى دين خير البرية ان العلماء خرجوا من
پس یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ایک بڑی مصیبت ہے کہ اس زمانہ کے اکثر علماء دیانت اور

التّديّن والامانة. و فعلوا افعال اعداء الملّة. واجناؤا على
امانت سے باہر نکل گئے ہیں اور دینی دشمنوں کی مانند کام کر رہے ہیں اور جھوٹ پر

الكذب والفرية. ليحفظوها مِن صول الحق والحكمة و لا
گرے جاتے ہیں تا اس کو حق کے حملہ سے بچالیں

يبالون ديانا ذا العظمة. وينصرون الكفرة كالمعاندين. واحتكاؤا
اور خداوند ذوالجلال کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے اور عناد رکھنے والوں کی طرح کافروں کو مدد دے رہے ہیں

فى انفسهم انهم على الصّواب وما يسلكون الا مسلك التباب و لا
اور اپنے دلوں میں یہ بات بٹھا لی ہے کہ وہی حق پر ہیں حالانکہ سراسر ہلاکت کی راہ پر چلتے

يعلمون الا الامانى. و لا يبتغون المعانى و ما كانوا
ہیں وہ صرف اپنی نفسانی آرزوؤں کو جانتے ہیں اور معانی کو نہیں ڈھونڈتے اور نہ غور کرتے ہیں

﴿۳۵﴾

مـمّعنين. يسمعون الحق فيأبون. كأنهم الى الموت يُدْعَوْن و يرون

سچی بات کوسن کر پھر سرکشی کرتے ہیں۔ گویا وہ موت کی طرف بلائے جاتے ہیں اور دیکھتے

ان الـدنيـا غـدور والـدهر عثور. ثم يكبّون عليها كالعاشقين و لهم

ہیں کہ دنیا سخت بے وفا اور زمانہ منہ کے بل گرنے والا ہے پھر دنیا پر عاشقوں کی طرح گرتے ہیں

عـمـل يـعـملون فى الدار. و عمل اٰخر للانظار فويل للمرائين و قد

اور بعض ان کے کام وہ ہیں جو گھر میں کرتے ہیں اور بعض وہ کام ہیں جو دکھلانے کے لئے ہیں سو ریاکاروں پر واویلا ہے

رأوا فساد الـكـفـار و علموا انّ الدّين صار غرض الاشرار. وديس

انہوں نے خوب دیکھ لیا کہ کافروں کا فساد کیسا بڑھ گیا ہے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ دین شریروں کا نشانہ بن گیا اور حق

الـحـق تحت ارجل الفجار ثم ينومون نوم الغافلين ولا يلتفتون الٰى

بدکاروں کے پیروں کے نیچے کچلا گیا۔ پھر غافلوں کی طرح پڑے سوتے ہیں اور دین کی ہمدردی کے لئے کچھ

مواسات الدين. يسمعون كل صيحةٍ موذية ثم لا يبالون قول كفرة

بھی توجہ نہیں کرتے ہر یک دکھ دینے والی آواز کو سنتے ہیں۔ پھر کافروں ناپاکوں کی باتوں کی کچھ بھی

فـجرة و لا يـقومون كذى غيرة بـل يثـقـلـون كـالحبالٰى و ما هم

پروانہیں رکھتے اور ایک ذی غیرت انسان کی طرح نہیں اٹھتے بلکہ حمل دار عورتوں کی طرح اپنے تئیں بوجھل بنا لیتے

بـحبـالٰـى و اذا قاموا الٰى خير قاموا كسالٰى. و ما تجد فيهم صفة

ہیں حالانکہ وہ حمل دار نہیں۔ اور جب کسی نیکی کی طرف اٹھتے ہیں تو سست اور ڈھیلے اٹھتے ہیں اور تو محنت کشوں کے کچھن

الجاهدين و اذا رأو حظ انفسهم فتراهم يهرعون اليه واثبين.

ان میں نہیں پائے گا اور جب کوئی نفسانی حظ دیکھیں تو تو دیکھے گا کہ اس کی طرف دوڑتے بلکہ اچھلتے چلے جاتے ہیں۔

هذا حال علماء نا الكرام. واما الكفار فيجاهدون لاطفاء الاسلام

یہ تو ہمارے بزرگ علماء کا حال ہے مگر کافر تو اسلام کے مٹانے کے لئے سخت کوشش کر رہے ہیں اور ان کے تمام مشورے

و مـا كـان نـجـواهـم الا لهذا المرام وما كانوا مُنتهين. حرفوا كتبا

اسی مقصد کے لئے ہیں اور باز نہیں آتے۔ کتابوں اور

﴿۳۶﴾

وآخبارًا و مکروا مکرًا کُبّارًا. و زوّرُوا اطوارًا و اھلکوا خلقًا کثیرًا

اخباروں کو بدل ڈالا اور ایک بڑا مکر کیا اور کئی طور سے جھوٹ کو آراستہ کیا اور ایک دنیا کو جاہلوں

من الجاھلین. قتلوا زُمرا کثیرۃ و ابدوا مکیدۃ کبیرۃ. فما نبأ سیفھم

میں سے ہلاک کیا بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور ایک عجیب مکر ظاہر کیا سوان کی تلوار نے

نبوۃ و وردوا الدیار متبوّء ین. و ما ترکوا دقیقۃ الفساد. و جھروا

کبھی خطا نہ کیا اور وہ اس نیت سے ملکوں میں گئے کہ اگر ان کو اپنی مرضی پر پاویں تو وہیں ڈیرے جمالیں اور فساد کا

بالذحل من العناد. وقلبوا امور الحق والسداد وصافوا الشیطان

کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور عناد کی وجہ سے اپنے کینہ کو کھلے کھلے طور پر ظاہر کر دیا اور حق اور صلاحیت کی باتوں کو بدلا دیا اور

مشافنین و ما نکّبوا عنھم بغض الصادقین. بل نجد کل فردٍ ذا حنقٍ

شیطان کے زانو بزانو بیٹھ کر اس سے صلح کر لی اور اپنے تئیں سچوں کے بغض سے علیحدہ نہ کر سکے بلکہ ہم ہر ایک کو ان میں سے

و مُصرًّا علٰی نجس و رھق و ما نجدھم الا مفترین. لا یعلمون الا

جھگڑالو اور غضبناک پاتے ہیں اور ان کو نقصان رسانی اور حق پوشی پر مصر دیکھتے ہیں اور ہم نے ان میں بجز افترا کرنے کے اور کچھ نہیں پایا

الاکل والنیک و لا یؤثرون الا الزینۃ والصَّیک و لا یمشون الا

وہ بجز کھانے اور جماع کے اور کچھ نہیں جانتے اور بجز زینت اور خوشبو کے اور کچھ اختیار نہیں کرتے اور بجز تکبر کی چال

مستکبرین. فحملنا بھم انواع الاحمال. لو حُمِّلَتُ مثلھا راسخات

کے اور کوئی چال نہیں چلتے پس ہم نے ان سے انواع اقسام کے بوجھ اٹھائے اور ایسے بوجھ اٹھائے کہ اگر ان کی مانند مضبوط

الجبال لخرّت وانھدّت فی الحال. و ناء بھا باس الاثقال. و سقطت

پہاڑوں پر بوجھ پڑتے تو فی الفور گر پڑتے اور بوجھ ان کو گرا دیتا اور ایسے گرتے

کالساجدین. ولکنّا کنّا محفوظین.

جیسا کہ کوئی سجدہ کرتا ہے مگر ہم حفاظت کئے گئے تھے۔

و کان قلبی یقلق و کادت نفسی تزھق لو لم یکن

اور میرا دل بے قراری میں تھا اور قریب تھا کہ میری جان نکل جاتی اگر

﴿۳۷﴾

مَعی قویٌّ متین. وانه مولانا و لا مولٰی للکافرین. و انّہٗ یجیب دعاء نا

خدائے قوی میرے ساتھ نہ ہوتا اور وہی ہمارا آقا ہے اور کافروں کا کوئی آقا نہیں اور وہی ہے جو ہماری

و یسمع بکاء نا و یأتینا اذا أتیناہ مضطرین. وکذالک اذا خوفنی

دعا کو قبول کرتا اور ہمارے رونے کو سنتا ہے اور جب ہم بےقرار ہو کر اس کی جناب میں آتے ہیں تو ہماری

ھجوم الاٰفات وارعدنی ضعف المسلمین والمسلمات فبکیت فی

طرف آتا ہے اور اسی طرح جب آفات کے ہجوم نے مجھ کو ڈرایا اور مسلمانوں کے ضعف نے میرے بدن

وقت من الاَوْقات. ودعوت ربی قاضی الحاجات ونادَیتُ مولای

پر لرزہ ڈالا۔ پس میں ایک خاص وقت میں رویا اور اپنے رب کی جناب میں جو قاضی الحاجات ہے دعا کی

کالمتضرّعین. و قلتُ یا رب انت ملجأنا فی کلّ حین. ونحن

اور اپنے مولا کو تضرع کرنے والوں کی طرح پکارا اور میں نے کہا کہ یا الٰہی تو ہر وقت میں ہماری پناہ ہے اور ہم

الیک نشکو وانت احکم الحاکمین. فلا تؤاخذنا ان نسینا او

تیری طرف شکایت کرتے ہیں اور تو احکم الحاکمین ہے پس ہمارے بھولنے اور خطا کرنے پر مت پکڑ اور ہم پر

اخطانا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا. و لا

بوجھ مت ڈال جیسا کہ تو نے ان پر بوجھ ڈالا جو ہم سے پہلے تھے اور ہمارے سر پر وہ بوجھ مت رکھ جس کے

تحملنا ما لا طاقه لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا

اٹھانے کی ہمیں طاقت نہیں اور ہم سے درگذر کر اور ہمیں ڈھانک لے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا آقا ہے سو

فانصرنا علی القوم الکافرین. فاستجاب لی ربی واعطانی اربی

ہمیں کافروں پر مدد دے۔ سو میرے خدا نے میری دعا قبول کی اور میری حاجت مجھے عنایت کی اور مجھ کو

ونصرنی وھو خیر الناصرین. فکنت یومًا اتذکر قِلّة البعاع

مدد دی اور وہ بہتر مدد دینے والا ہے۔ سو میں ایک دن اپنی کمی سرمایہ کو یاد کر رہا تھا اور نرم اور نوخیز سبزہ

وارتعد کالــلُّعاع. واقلق فی ھذہ الاحزان. واقرء اٰیات القراٰن

کی طرح کانپتا تھا اور انہیں غموں میں بے قرار ہو رہا تھا اور قرآن شریف کی آیتیں پڑھتا تھا

﴿۳۸﴾

و افکر فیھا بجھد الجنان. وازجی نضو التدبر والامعان وادعوا اللّٰہ ان
اور دلی کوشش سے فکر کر رہا تھا اور تدبر اور سوچ کی دُبلی اونٹنی کو چلا رہا تھا اور خدا تعالیٰ سے مانگ رہا تھا کہ
یھدینی طرق العرفان. ویتم حجتی علی اھل العدوان. ویتلافی ماسلف
مجھے معرفت کی راہ دکھاوے اور اہل ظلم پر میری حجت کو پوری کرے اور اس ظلم کا تدارک کرے جو زیادتی
من جورالمعتدین. فبینما انا افتش کالکمیش وقد حمی وطیس
کرنے والوں سے صادر ہو چکا ہے پس اس عرصہ میں جو میں ایک سریع الحرکت انسان کی طرح فکر کر رہا تھا
التفتیش وانظر بعض الاٰیات. واتوسّم فحواء البینات. اذا تلألأت امام
اور تفتیش کا تنور گرم تھا اور میں بعض آیتوں کو دیکھتا اور ان کے بینات میں غور کرتا تھا کہ ناگاہ میری آنکھوں
عینی اٰیة من اٰیات الفرقان. و لا کتلالؤ دُرر العمان. فاذا فکرت فی
کے سامنے ایک آیت قرآن شریف کی چمکی اور وہ ایسی چمک نہ تھی جیسا کہ عمان کے موتیوں کی بلکہ اس سے
فحوائھا. واتبعت انواع ضیاء ھا. واجزت حمٰی ارجائھا. وافضیت الی
بڑھ کر تھی۔ پس جبکہ میں نے ان آیتوں کے مضمون میں غور کیا اور روشنی کی پیروی کی اور ان کے میدان تک
فضائھا وجدتھا خزینة من خزائن العلوم. ودفینة من السرّ المکتوم.
پہنچا تو میں نے ان آیتوں کو مخزن علوم پایا اور چھپے ہوئے بھیدوں کا دفینہ دیکھا۔ سو اس کے دیکھنے نے میرے
فھزت عطفی رؤیتھا و تجلّت لی کجمرة قوتھا. واصبی قلبی
بازو کو ہلا دیا اور اس کی قوت میرے پر ہزار سوار کی طرح ظاہر ہوئی اور اس کی سبزی اور تازگی نے میرے
نضارھا ونضرتھا. واغتالت العدا کریھتھا. وسرت مھجتی صرّتھا
دل کو کھینچ لیا اور اس کی لڑائی نے یکدفعہ دشمنوں کو ہلاک کر دیا اور اس کی جماعت نے میرے دل کو خوش کیا سو
فحمدلت وشکرت للّٰہ ربّ العالمین. و رأیت بھا ما یملأ العین قرة
میں نے الحمد اللّٰہ کہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور میں نے ان آیات میں وہ عجائبات دیکھے جو آنکھوں کو خنکی سے
ویعطی من المعارف دولة. ویُسرّ قلوب المسلمین. وعلّمت من سرّ
بھر دیتے ہیں اور معارف کی دولت بخشتے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں کو خوش کر دیتے ہیں اور مجھ کو لغتوں کا

الـلّـغـات ومشـواهـا. وزُودت مـن فَـصّ الكلمات ونجواها وكذلك ﴿۳۹﴾

سرّ اوران کی اصل جگہ بتلائی گئی اور کلمات کے پیوند اوران کے راز سے میں توشہ دیا گیا اور اسی طرح بلند بھید مجھ کو عطا کئے

اعـطـيـت مـن اسـرارٍ عُـليا ونكاتٍ عظمٰى. ليزيد يقينى ربّى الاَعْلٰى.

گئے اور بڑے بڑے نکتے مجھ کو دیئے گئے تا خدا تعالیٰ میرا یقین زیادہ کرے اور تا تجاوز کرنے والوں کا پیچھا کاٹ ڈالے اور

وليـقـطـع دابـر الـمـعـتدين. وان كنت تحب ان تعرف الأية وصولها

اگر تو چاہتا ہے کہ آیۃ موصوفہ اور اس کے حملہ سے نجات ہو تو قرآن کے اس مقام کو پڑھ جہاں یہ لکھا ہے کہ

فاقرء لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا [1]. وان فيهـا مدح القراٰن وعربى

لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں بھیجا تا تو اس شہر

مبيـن. فتـدبـرهـا كـالـعـاقلين. ولا تمرّ بها مرور الغافلين. واعْلم انّ

کو ڈراوے جو تمام آبادیوں کی ماں ہے اوران آبادیوں کو جو اس کے گرد ہیں یعنی تمام دنیا کو اور اس میں قرآن کی مدح اور

هـذه الأية تـعـظّـم الـقـراٰن والـعـربية ومكة وفيها نور مزّق الاعدآء

عربی کی مدح ہے پس عقلمندوں کی طرح تدبر کر اور غافلوں کی طرح ان پر سے مت گزر اور جان کہ یہ آیت قرآن اور عربی

وبـكّـت. فاقرء ها بتمامها وانظر الٰى نظامها وفتّش كالمستبصرين.

اور مکہ کی عظمت ظاہر کرتی ہے اور اس میں ایک نور ہے جس نے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور لاجواب کر دیا پس تمام آیت کو

وانـى تدبرتها فـوجـدت فيهـا اسـرارًا. ثـم امـعـنتُ فرأيت انوارا. ثم

پڑھ اور اس کے نظام کی طرف دیکھ اور دانشمندوں کی طرح تحقیق کر اور میں نے ان آیتوں میں تدبر کیا پس کئی بھید ان میں

عـمـقـت فشـاهـدت مُـنزّلا قهّارًا ربّ العالمين. وكُشف علىّ ان الأية

پائے پھر ایک گہری غور کی تو کئی نور اُن میں پائے پھر ایک بہت ہی عمیق نظر سے دیکھا تو اتارنے والے قہار کا مجھے مشاہدہ

الموصوفة والاشـارات الملفوفة. تهدى الى فضائل العربية. وتشير الى

ہوا جو رب العالمین ہے اور میرے پر کھولا گیا کہ آیت موصوفہ اور اشارات ملفوفہ عربی کے فضائل کی طرف ہدایت کرتی ہیں

انها اُمّ الا لسنة. وان القراٰن اُمّ الكتب السابقة. وانّ مكة اُمّ الارضين.

اور اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ وہ اُمّ الالسنہ ہے اور قرآن پہلی کتابوں کا اُمّ یعنی اصل ہے اور مکہ تمام زمین کا اُمّ ہے

[1] الانعام:۹۳

﴿۴۰﴾

فاقتادنی بروق هذه الأية الى انواع التنطس والدراية. وفهمتُ
سو مجھے اس آیت کی روشنی نے طرح طرح کے فہم اور درایت کی طرف کھینچا اور مجھے یہ بھید سمجھ آ گیا
سرّ نزول القراٰن فی هذا اللسان وسرّ ختم النبوة علی خیر البریّة
کہ قرآن کیوں عربی زبان میں نازل ہوا اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبوت ختم ہوئی
و ختم المرسلین. ثم ظهرت علی اٰیات اخریٰ و ایّد بعضها بعضا
اس میں بھید کیا ہے پھر میرے پر اور آیتیں ظاہر ہوئیں اور بعض نے بعض کی متواتر مدد کی۔ یہاں
تترًا. حتّی جرّنی ربّی الی حق الیقین. وادخلنی فی المستیقنین.
تک کہ میرے خدا نے حق الیقین تک مجھے کھینچ لیا اور یقین کرنے والوں میں مجھے داخل کیا اور میرے
وظهر علیّ انّ القراٰن هو اُمّ الکتُب الاولٰی والعربیة امّ الالسنة من
پر ظاہر ہوگیا کہ قرآن ہی پہلی تمام کتابوں کی ماں ہے اور ایسا ہی عربی تمام زبانوں کی ماں اور
الله الاعلٰی. و اما الباقیة من اللغات فهی لها کالبنین او البنات.
خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور باقی زبانیں اس کے بیٹے بیٹیوں کی طرح ہیں اور کچھ شک نہیں کہ وہ
ولا شک انّها کمثل ولدها او ولا یدها وکلّ یاکل من اعشارها
تمام زبانیں اس کے فرزندوں یا خانہ زاد کنیزکوں کی طرح ہیں اور ہر یک اسی کی دیگوں اور اسی
وموایدها وکل یجتنون فاکهة هذه اللّهجة ویملأون البطون
کے خوان میں سے کھا رہا ہے اور ہر یک اسی کے پھل چکھ رہا ہے اور اسی خوان سے اپنے پیٹ بھر
بتلک المائدة و یشربون من تلک اللّجة و یتخذون لباسًا من
رہے ہیں اور اسی دریا سے پانی پی رہے ہیں اور اسی حُلّہ سے انہوں نے اپنا لباس بنایا ہے اور وہ
هذه الحُلّة. فهی مربیة اعارها الدَّسُت. واختار لنفسها الدَّست.
ان کی مربی ہے جس نے بعاریت ان کو لباس دیا اور اپنی ذات کے لئے مسند اختیار کیا اور یہ بات
واما اختلاف الالسنة فی صور الترکیب فلیس من العجیب
کہ اگر عربی اُمّ الالسنہ ہی ہے تو زبانوں کی ترکیبوں میں کیوں اختلاف ہے تو یہ کچھ عجیب بات نہیں

وکذٰلک الاختلاف فی التصریف واطراد المواد لیس من دلایل عدم ﴿۴۱﴾

اور اسی طرح جو اختلاف تصریف اور اطراد مواد میں ہے وہ بھی عدم اتحاد کی دلیل نہیں ٹھہر سکتا اور اگر یہ

الا تحاد ولو لا اختلاف بھذا القدر فی الترکیبات لامتنع تغایر یوجب

تھوڑا سا اختلاف بھی جو ترکیبات کا اختلاف ہے لغات میں باقی نہ رہے تو وہ تغایر درمیان سے اٹھ جائے

کثرۃ اللغات. فان وجود التراکیب المختلفۃ ھو الذی غیّر صور الالسنۃ.

گا جو کثرت لغات کا موجب ہے کیونکہ مختلف ترکیبوں کا زبانوں میں پایا جانا ہی تو وہ امر ہے جس نے

وھو السبب الاول للتفرقۃ فلا یسوغ لمعترض ان یتکلّم بمثل ھٰذہ

زبانوں کی صورت کو متغایر کر رکھا ہے اور وہی تو زبانوں کے تفرقہ کا پہلا سبب ہے پس کسی معترض کے لئے

الکلمات. و این منتدحۃ ھذہ الاعتراضات فانھا مصادرۃ

جائز نہیں جو ایسے کلمے منہ پر لاوے اور ایسے اعتراضات کی گنجائش کہاں ہے کیونکہ یہ مصادرہ علی المطلوب

و من الممنوعات وکفاک ان الالسنۃ کلھا مشترکۃ فی کثیر من

ہے جو مناظرات میں ممنوع ہے اور تجھے یہ بات کفایت کرتی ہے کہ تمام زبانیں بہت سے مفردات میں

المفردات. و ما اوغلتُ بل سأُریک کاجلی البدیھیات فاستقم کما

شریک ہیں اور میں نے یہ مبالغہ سے نہیں کہا بلکہ میں عنقریب تجھے بدیہیات کی طرح دکھلاؤں گا پس تو قائم

سمعت و لا تکن من المخطین. وانی لما وجدت الدلائل من

اور ثابت قدم ہو جا جیسا کہ تو نے سن لیا اور خطا کاروں میں سے مت ہو اور میں نے جب قرآن کریم سے

الفرقان واطمئن قلبی بکتاب اللّٰہ الرّحمان اردت ان اطلب الشھادۃ

دلائل پائے اور کتاب اللہ کی گواہی سے میرا دل مطمئن ہو گیا تو میں نے ارادہ کیا کہ احادیث سے بھی کچھ

من الاٰثار. فاذا فیھا کثیرٌ من الاسرار. ففرحت بھا فرحۃ النشوان

دلائل لوں پس جبکہ میں نے حدیث کو دیکھا تو اس میں بہت بھید پائے پس میں ایسا خوش ہوا جیسا کہ نشہ پینے

بالطلاء و وجدت وجد الثمل بالصھباء وشکرت اللّٰہ نصیر

والا شراب سے خوش ہوتا ہے اور جیسا کہ مست کو شراب سے خوشی پہنچتی ہے اور خدا تعالیٰ کا میں نے شکر

﴿۴۲﴾

الصادقین. ثم بدء لی ان اثبت ھذا الامر بالدلایل العقلیہ. لاتم الحجة علی

کیا جو سچوں کا حامی ہے پھر مجھے یہ خیال آیا کہ اس امر کو دلائل سے ثابت کروں تا سخت ہوا پرست اور جھگڑالو پر

کل جموح شدید الخصومة. وابکت قومًا مرتابین. فلم تزل الاشواق

حجت پوری کردوں اور شک کرنے والوں کو لاجواب کردوں۔ پس میرے شوق ہمیشہ میرے فکر کو جنبش دیتے تھے

تھیج فکری وتُجیل فی عرصاتھا حجری حتی فتحت علیّ ابواب

اور اس کے میدانوں میں میری عقل کو جولان دیتے تھے یہاں تک کہ میرے پر دلائل کے دروازے کھولے گئے

الاستدلال و وُقّفت لامضاض زعم اھل الضلال وقوم ضالین. و واللّٰہ

اور میں اہل ضلال کے گمان باطل کو جلانے کے لئے واقف کیا گیا اور بخدا کہ اس راہ میں میرے دل نے کچھ بھی

ما عانا بالی فی ھذا السبیل وما اخرجت شیئا من الزنبیل. وما فارقتُ

تکلیف نہیں اٹھائی اور میں نے اپنی زنبیل میں سے کچھ بھی نہیں نکالا اور میں خواب کے پیالوں سے الگ نہیں ہوا

کأس الکریٰ وما نصصتُ رکاب السُّریٰ. بل رُزِقتُ کلھا من حضرة

اور میں نے رات کے وقت اونٹوں کو نہیں چلایا بلکہ یہ سب نعمتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ملیں اور اس نے میری

الکبریاء. وقُصِر منه طول لیلتی اللّیلاء. وانقضت من حُسن قضائه

اندھیری رات کی لمبائی کو کوتاہ کیا۔ اور میری آرزو اس کی حاجت روائی سے پوری ہوئی اور کسی رات میں میری

منیتی. وما ارقت فی لیل مقلتی. وما تخبشت غیر امتعتی. حتی ازلفت

آنکھ بیدار نہیں رہی اور میں نے اپنے سرمایہ کو ادھر ادھر سے کچھ اکٹھا نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میرا روضہ میرے لئے

لی روضتی. واثمرت شجرتی. وذلّلت علیّ قطوفھا من رب العالمین.

قریب کیا گیا اور میرا درخت پھلدار ہوگیا اور اس کے خوشے میرے پر خدا تعالیٰ کی طرف سے جھکائے گئے اور بخدا

وواللّٰہ انّ فوزی ھذا من ید ربّی. فاحمده واصلّی علی نبی عربیّ منه

یہ میری کامیابی میرے رب کی طرف سے ہے پس میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور نبی عربی پر درود بھیجتا ہوں

نزلت البرکات. ومنه اللحمة والسداة. وھو ھیّأ لی اصلی وفرعی

اسی سے تمام برکتیں نازل ہوئیں اور اسی سے سب تانا بانا ہے اسی نے میرے لئے اصل اور فرع کو میسر کیا

و آنبت کلّ بذری و زرعی وھو خیر المنبتین. وما کان لی حول اَنْ ﴿۴۳﴾

اور اس نے میرے بیج اور کھیت کو اگایا اور وہ بہتر ہے سب اگانے والوں سے اور میری کہاں طاقت تھی کہ میں

اعفّر العدا. وما ھروتُ اِذْ ھروت ولکن اللّٰہ ھرٰی. وما رأیت رائحة

دشمنوں کو خاک میں ملاؤں اور میں نے یہ سوٹا نہیں چلایا جبکہ چلایا بلکہ خدا نے چلایا اور میں نے مشقت نفس کی بو

شق النفس و ما اشتدت لی حاجة الی انضاء العنس. وما اعدیت

نہیں دیکھی اور مجھے کچھ ضرورت پیش نہ آئی کہ میں اپنی اونٹنی کو لاغر کروں اور میں نے قوی گھوڑے نظروں کے نہیں

ھیاکل الانظار وما جریت طلقا مع الافکار. وما رأیت ذات کسورٍ بل

دوڑائے اور میں ایک تگ بھی فکروں کے ساتھ نہیں چلا اور میں نے اونچی نیچی زمین کو نہیں دیکھا بلکہ میں پرندوں کی

طُرت کطیورٍ او کراکب عیدھورٍ. و وجدت ما تشتھی الانفس

طرح اڑا یا ایسے سوار کی طرح جو قوی اونٹ پر سوار ہوا اور میں نے ہر ایک امر جو جی چاہتا ہے اور آنکھیں اس سے

وتلذّ الاعین و اُرضعت من غیر بکاءٍ وأنین. فتألیفی ھٰذا امر من

لذت اٹھاتی ہیں پا لیا اور بغیر رونے کے مجھ کو دودھ پلایا گیا۔ پس یہ میری تالیف اسی کی طرف سے ہے اور ہر یک

لدیه. وکل امر یعود الیه وھو احسن المحمودین. واذا ازمعت لھذہ

امر اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ ان سب لوگوں سے جو تعریف کئے جاتے ہیں بہتر ہے اور جب میں نے

الخطة و فکرت فی تلک الاٰیة وکذٰلک فی اٰیاتٍ عُلّمت من

اس بزرگ کام کے لئے قصد کیا اور اس آیت میں فکر کیا اور اسی طرح ان تمام آیتوں میں جو مجھے حضرت احدیت

حضرة الاحدیة. فاحسستُ ان قارعًا یقرع باب بالی. ویعلمنی من

سے سکھلائی گئیں سو مجھے احساس ہوا کہ گویا ایک کھٹکھٹانے والا میرے دل کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے اور نہایت

علم عالی وینفخ روح التفھیم والتلقین. فسمیت الکتاب منن الرحمان

اونچا علم مجھے سکھلاتا ہے اور تفہیم اور تلقین کی روح پھونکتا ہے۔ پس میں نے کتاب کا نام منن الرحمان رکھا کیونکہ کئی

بما انعم علی ربّی بانواع الفضل والاحسان و ھو خیر المحسنین

قسم کے فضل اور احسان سے خدا تعالیٰ نے میرے پر انعام کیا اور وہ سب سے بہتر احسان کرنے والا ہے

﴿۴۴﴾

وَمَا کان هذا اوّل آلائه بل انی نشأت فی نعمائه. وانه والانی وربانی
اور یہ اس کی کچھ پہلی ہی نعمت نہیں بلکہ میں نے تو اس کی نعمتوں میں ہی پرورش پائی ہے۔ اور اس نے مجھے

واتانی و تولانی وکفّلنی وصافانی. ونجانی وعافانی وجعلنی من
دوست رکھا اور میری پرورش کی اور مجھے دوست رکھا اور میرا متولی اور متکفل ہوا اور مجھے نجات دی اور مجھے

المحدّثین المامورین.
محدثین مامورین میں سے کیا۔

واما تفصیل ایات تؤیّد اٰیة امّ القرٰی وتبیّن أنّ العربیة
اور ان آیتوں کی تفصیل جو آیت اُمّ القریٰ کی مؤید ہیں اور جو ظاہر کرتی ہیں جو عربی

امّ الالسنة والهام اللّٰه الاعلی فمنها اٰیة من اللّٰه المنّان فی سورة
اُمّ الالسنہ اور الہام الٰہی ہے سو بہ تفصیل ذیل ہے چنانچہ ان میں سے ایک وہ آیت ہے جو سورہ رحمان

الرّحمٰن. اعنی قوله خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ[1] فالمراد من
میں ہے یعنی خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ جس کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بولنا

البیان اللّغة العربیة. کما تشیر الیه الاٰیة الثانیة اعنی قوله تعالی
سکھایا۔ سو بیان سے مراد جس کے معنے بولنا ہے زبان عربی ہے جیسا کہ دوسری آیت اسی کی طرف اشارہ

عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ[2] فجعل لفظ المبین وصفًا خاصًا للعربیة و اشار الٰی
کرتی ہے یعنی عربی مبین سو خدا نے مبین کے لفظ کو عربی کے لئے ایک خاص صفت ٹھہرایا اور اس بات

انّه من صفاته الذاتیة. و لا یشترک فیه احد من الالسنة کما لا
کی طرف اشارہ کیا کہ یہ لفظ بیان کا عربی کے صفات خاصہ میں سے ہے اور کوئی دوسری زبان اس صفت

یخفی علی المتفکّرین. واشار بلفظ البیان الٰی بلاغة هذا
میں اس کی شریک نہیں جیسا کہ فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور بیان کے لفظ کے ساتھ اس زبان کی

اللّسان. والٰی انها هی اللسان الکاملة وانها احاطت
بلاغت کی طرف اشارہ کیا اور نیز اس بات کی طرف اشارہ کہ یہ زبان کامل اور ہر یک امر مایحتاج پر محیط ہے

[1] الرحمٰن:۴،۵ [2] النحل:۱۰۴

كلما اشتدت اليه الحاجة. و تصوّبت مطرها بقدر ما اقتضت البلدة ﴿۴۵﴾

اور اس کا مینہ اس قدر برسا ہے جس قدر زمین کو ضرورت تھی اور دلوں کے خیال ظاہر کرنے کے لئے

وفاقت كل لغت في ابراز ما في الضمائر و ساوى الفطرة البشرية

ہر یک زبان پر فائق ہے اور فطرت بشری سے ایسی برابر ہے۔ جیسا کہ ایک دائرہ دوسرے دائرے

كتساوى الدوائر. و كل ما اقتضته القوى الانسانية و ابتغته التصورات

سے برابر ہو اور وہ تمام امور جن کو انسانی قوی چاہتے ہیں اور انسانی تصورات ان کے خواہشمند ہیں

الانسية و كل ما طلبه حوائج فطرة الانسان. فيحاذيها مفردات هذه

اور وہ تمام امور جن کو انسانی فطرت کی حاجتیں طلب کرتی ہیں سو اس زبان کے مفردات ان کے

اللسان مع تيسير النطق. و القاء الاثر على الجنان. فاتبع ماجاءك من

مقابل پر واقع ہیں اور ساتھ اس کے یہ خوبی ہے کہ بولنے کے طریق کو آسان کیا گیا ہے ایسا کہ دل پر

اليقين ثم سياق هذه الأية يزيدك في الدراية. فانه يدل بالدلالة القطعية

اثر پڑے پھر اس آیت کا سیاق درایت کو زیادہ کرتا ہے کیونکہ وہ سیاق ان پوشیدہ بھیدوں پر دلالت

على ما قلنا من الاسرار الخفية لتكون من الموقنين. فتفكر في اٰية

کرتا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں تا کہ تو یقین والوں میں سے ہو جائے پس اس آیت میں غور کر یعنی الرحمٰن

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ[1]. فان الغرض فيها ذكر الفرقان و الحث على

علّم القرآن کیونکہ اس آیت میں مقصود دو باتیں ہیں۔ قرآن کی فضیلت کا ذکر اور اس کی تلاوت اور

التلاوة و الامعان و لا يحصل هذا الغرض الا بعد تعلم العربية و المهارة

سوچنے پر ترغیب اور یہ غرض بجز اس کے حاصل نہیں ہو سکتی کہ عربی کو سیکھیں اور اس میں مہارت تامہ

التامة في هٰذه اللّهجة. فلأجل هذه الاشارة قدم الله اٰية عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ[2] ثم

حاصل کریں پس اسی اشارت کی غرض سے خدا تعالیٰ نے آیت علّم القرآن کو مقدم کیا پھر بعد اس کے آیت

قفاه اٰية عَلَّمَهُ الْبَيَانَ[3] كانه قال المنة منتان. تنزيل القراٰن

علمه البیان کو لایا پس گویا کہ اس نے یہ کہا کہ احسان دو احسان ہیں (۱) قرآن کا اتارنا

[1] الرحمٰن:۲،۳ [2] الرحمٰن:۳ [3] الرحمٰن:۵

﴿۴۶﴾ و تخصیص العربیة بأحسن البیان. وتعلیمها لاٰدم لینتفع به نوع

اورعربی کو بلاغت فصاحت کے ساتھ مخصوص کرنا اور آدم کوعربی کی تعلیم دینا تا نوع انسان اس سے منتفع ہو

الانسان. فانها مخزن علومٍ عالیة وهدایاتٍ ابدیة من المنّان کما لا

کیونکہ عربی علوم عالیہ کی مخزن ہے اور اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ابدی ہدایتیں ہیں جیسا کہ تدبر کرنے

یخفٰی علی المتدبّرین.

والوں پر پوشیدہ نہیں۔

فالحاصل انه ذکر اوّلًا نعمة القراٰن. ثم ذکر نعمة اُخریٰ التی

پس حاصل کلام یہ ہے کہ اول خدا تعالیٰ نے فرقان کی نعمت کو ذکر کیا ہے پھر اس دوسری نعمت کو ذکر کیا

هی لها کالبنیان. واشار الیها بلفظ البیان. لیعلم انّها هو العربی المبین.

جو اس کے لئے بنیاد کی طرح ہے اور اس بات کی طرف بیان کے لفظ کے ساتھ اشارہ کیا تا معلوم ہو کہ اس صفت

فان القراٰن ما جعل البیان صفة احد من الالسنة من دون هٰذه اللّهجة.

سے موصوف عربی زبان ہے کیونکہ قرآن نے بیان کے لفظ کو بجز عربی کے کسی زبان کی صفت نہیں ٹھہرایا پس کونسا

فایّ قرینة اقویٰ و ادلّ من هذه القرینة لو کنتم متفکّرین. اَلَا تریٰ أنّ

قرینہ اس قرینہ سے زیادہ قوی اور زیادہ دلالت کرنے والا ہے اگر تم فکر کرنے والے ہو۔ کیا تو نہیں جانتا کہ

القراٰن سمی غیر العربیة **اعجمیا** فمن الغباوة ان تجعلها للعربیة

قرآن نے غیر زبانوں کا نام اعجمی رکھا ہے پس نادانی ہوگی کہ ان زبانوں کو عربی کا ہمنام اور ہم رتبہ ٹھہرایا جائے

سمیّا. فافهم ان کنت زکیا و لا تکن من المعرضین. والنّص صریح وما

پس اگر تو زکی ہے تو سمجھ لے اور کنارہ کرنے والوں سے مت ہو اور یہ نصّ صریح ہے اور کوئی اس سے انکار نہیں

ینکره الا وقیح من المعاندین.

کرے گا مگر بے حیا جو معاندوں میں سے ہوگا۔

و منها ما قال ذوالمجد و العزّة فی اٰیة بعد هٰذه

اور ان آیتوں میں سے ایک وہ آیت ہے جو خدائے ذوالمجد والعزت نے بعد اس

الاٰیة اعنی قول اللّٰہ الحنّان. اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ[1]. فانظر الٰی ما ﴿۴۷﴾

آیت کے ذکر فرمائی ہے یعنی خدائے بزرگ اور مہربان کا یہ قول کہ الشمس والقمر بحسبان۔

قال الرحمان. وفکر کذی العقل والامعان. وتذکّر

پس اس مضمون کو سوچ جو خدا تعالیٰ نے فرمایا اور عقلمندوں اور سوچنے والوں کی طرح غور کر

کالمسترشدین. فانّ ھذہ الاٰیة تؤیّد اٰیةً اولٰی. و یفسّر معناھا بتفسیر

اور رشد کے طالبوں کی طرح یاد کر کیونکہ یہ آیت پہلی آیت کی تائید کرتی ہے اور ایک کھلی کھلی

اجلٰی. کما لا یخفٰی علی المفکّرین. و بیانہ ان الشمس والقمر

تفسیر کے ساتھ اس کے معنی بیان کرتی ہے جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور بیان اس کا یہ

یجریان متعاقبین. ویحملان نورًا واحدًا فی اللونین. وکذٰلک العربیة

ہے کہ آفتاب اور چاند ایک دوسرے کے متعاقب چلتے ہیں اور ایک ہی نور کو دو رنگوں میں

والقراٰن فانّھما تعاقبا واتّحدا البروق واللمعان. اما القران فھو

اٹھائے پھرتے ہیں۔ اور یہی مثال عربی اور قرآن کی ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے بعد چل

کالشارق المنیر. والعربیة کالبدر المستنیر. ومعذٰلک تری العربیة

رہے ہیں اور روشنی اور چمک میں اتحاد رکھتے ہیں سو قرآن تو مہرتاباں کی طرح ہے اور عربی

اسرع فی المسیر. واجرٰی علی لسان الصالح والشریر. و ما کانت

ماہتاب کی طرح اور باوصف اس کے عربی سیر میں تیز رو ہے اور نیک اور بد کی زبان پر زیادہ

شمس القراٰن ان تدرک ھذا القمر. وکذٰلک قدر اللّٰہ ھذا الامر.

جاری ہوگئی ہے اور قرآن کا آفتاب اس کی حرکت کو نہیں پہنچا اور خدا تعالیٰ نے اس امر کو اسی

وانھما بحسبان. ویجریان کما اُجریا ولا یبغیان. بحساب مقدر من

طرح مقدر کیا اور وہ دونوں ایک حساب پر چل رہے ہیں اور جیسا کہ چلایا گیا ویسا ہی چل رہے

الرحمٰن. فتری ان القراٰن یجری برعایة انواع الاستعداد.

ہیں اور اپنے اپنے اندازہ سے کم و بیش نہیں ہوتے۔ سو قرآن تو استعدادوں کے لحاظ پر چلتا ہے

[1] الرحمٰن:٦

﴿۴۸﴾

و یکشف علی الطالب اسرار المعاد. ویُربّی الحکماء کما یربّی

اور طالب پر معاد کے بھید کھولتا ہے اور حکیموں کی پرورش ایسا کرتا ہے جیسا کہ بے وقوفوں کی پرورش کرتا

السفھاء. ویعلم العقلاء کما یعلم الجھلاء. وفیه بلاغ لکل مرتبة

ہے اور عقلمندوں کو اسی طرح سکھلاتا ہے جیسا کہ جاہلوں کو اور اس میں ہر یک سمجھ کے مرتبہ کے لئے طریق

الفھم. و تسلیة لکل ارباب الدّھاء والوھم. وساوی جمیع انواع

تبلیغ موجود ہے اور ہر یک دانش اور وہم کے لئے تسلی کا راہ ہے اور ادراک کی تمام قسموں سے وہ برابر

الادراک من اھل الارض الٰی اھل الافلاک. وانه احاط دوائر فھم

ہے۔ گو کتنے قسم زمین سے آسمان تک ہوں اور وہ انسانی فہم کے تمام دائرہ پر محیط ہے اور وہ حق اور برہان کا

الانسان. مع التزام الحق واقامة البرھان. و انه نور تام مبین. و امّا اللغة

التزام اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ پورا پورا نور اور کھلی کھلی روشنی ہے۔ رہی عربی زبان سو اس کے چلنے کا

العربیة فحسبانھا انھا تجری تحت مقاصد القراٰن. و تتم بمفرداته

طریق یہ ہے کہ قرآن کے مقاصد کے نیچے چلتی ہے اور اپنے مفردات کے ساتھ دین کے تمام دائروں کو

جمیع دوائر دین الرحمان و تخدم سائر انواع التعلیم والتلقین. وانھا

پورا کرتی ہے اور تعلیم اور تلقین کے تمام قسموں کی خدمت کرتی ہے اور یہ بولی قدرت ربانی کی عظیم الشان

من اعظم مجالی القدرة الربانیة. وخصّھا اللّٰه بنظامٍ فطری من جمیع

جلوہ گاہوں میں سے ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو تمام زبانوں میں سے نظام فطری کے ساتھ خاص کیا ہے

الالسنة. و اودعھا محاسن الصنعة الالٰھیة. فاحاطت جمیع لطائف

اور اس میں طرح طرح کی صنعت الٰہیہ کے محاسن رکھے ہیں پس یہ بولی بیان کے تمام لطائف پر محیط ہے اور

البیان. و ابدی الجمال کأحسن اشیاء صدرت من الرحمان. و ھذا

اپنے جمال کو ایسے طور سے ظاہر کیا ہے جو ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو خدا تعالیٰ سے صادر ہوئی ہیں اور

ھو الدلیل علی انھا لیست من الانسان. و فیھا صبغة حِکمیةٌ من اللّٰه

یہی دلیل اس بات پر ہے کہ یہ بولی انسان کی طرف سے نہیں اور اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک پُر حکمت

﴿۵۰﴾

الـمـنّـان. و فيهـا حسـن و بهـاء و انواع اللمعان. و فيها عجائب صانع

رنگ ہے اور حسن اور خوبصورتی اور قسما قسم کی چمک ہے اور صنعت الٰہی کے عظیم الشان عجائبات ہیں اس

عـظيم الشان. تلمع وجهها بين صفوف السنة شتّٰى. كأنّها كوكب درّيّ

کا منہ کئی زبانوں کی صفوں کے اندر چمک رہا ہے گویا یہ ایک چمکتا ہوا موتی اندھیرے میں ہے اور یہ اس

فـى الـدّجٰـى. و انها كروضةٍ طيبةٍ علٰى نهر جار. مثمرة بانواع ثمار. و

پاکیزہ باغ کی طرح ہے جو نہر جاری پر ہو جو پھلوں سے لدا ہوا ہو مگر دوسری زبانوں کا یہ حال ہے کہ

امـا الاَ لْسـن الاُخرٰى. فقد غير وجهها قتر تصرّف النوكٰى. و ما بقيت

احمقوں کے تصرف کے غبار نے بہت سا حصہ ان کا متغیر کر دیا ہے اور اپنی پہلی صورت پر باقی نہیں رہیں

علٰـى صـورتهـا الاولٰـى. فهى كاشجار اجتُثّت من مغارسها وبعدت من

پس وہ ان درختوں کی طرح ہیں جو اپنی جگہ سے اکھیڑے گئے اور اپنے نگہبان کی آنکھوں سے دور کئے

نـواظـر حـارسهـا. و نبـذت فـى مـوماةٍ وقفر وفلاة. فاصفرت اوراقها.

گئے اور ایسے بیابان میں ڈالے گئے جہاں پانی نہیں اور ایسے جنگل میں جہاں کوئی درخت سبز نہیں پس ان

ويسبـت ساقها. وسقطت اثمارها. وذهبت نضرتها واخضرارها وترٰى

کے پتے زرد ہو گئے اور ان کے پھل گر گئے اور ان کی تازگی اور سبزی جاتی رہی اور تو دیکھتا ہے کہ ان کا

وجهها كالمجذومين.

چہرہ جذامیوں کی طرح ہو گیا۔

فـواهًـا لـلـعـربية مـا احسن وجهها فى الحُلل المنيرة الكاملة.

پس عربی زبان کیا ہی عمدہ ہے اور کیا اچھا اس کا چہرہ ہے جو چمکیلے اور کامل پیرایہ میں

أشـرقـت الارض بـانـوارهـا التامة. وتحقّق بها كمال الهوية البشرية.

نظر آتا ہے۔ زمین اس کے پورے نوروں سے چمک اٹھی ہے اور بشری ماہیت کا کمال اس سے

تـوجـد فيهـا عـجـائـب الـصـانـع الـحكيم القدير. كما توجد فى كل

ثابت ہو گیا ہے اس میں عجائب کام خدائے صانع حکیم قادر کے ظاہر ہیں جیسا کہ ان تمام چیزوں

﴿۵۰﴾

شیء صدر من البدیع الکبیر. و اکمل اللّٰہ جمیع اعضائھا. وما غادر

میں پائی جاتی ہیں جو اس بزرگ بےمثل پیدا کنندہ سے صادر ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے اس کے تمام اعضا کو کامل

شیئًا من حُسنھا و بھائھا. فلا جرم تجدھا کاملۃ فی البیان. محیطۃ علٰی

کیا ہے اور اس کے حسن اور خوبی سے کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔ پس اسی وجہ سے تو اس کو بیان میں کامل پائے گا اور

اغراض نوع الانسان. فما من عمل یبدو الی انقراض الزمان. و لا من

دیکھے گا کہ وہ انسان کی تمام غرضوں پر محیط ہے پس ایسا کوئی بھی عمل ان عملوں میں سے نہیں کہ جو زمانہ کے اخیر تک

صفۃٍ من صفات اللّٰہ الدّیّان. وما من عقیدۃٍ من عقاید البریّۃ الّا ولھا لفظ

ظاہر ہوں اور نہ ایسی کوئی صفت خدا تعالیٰ میں پائی جاتی ہے اور نہ کوئی ایسا عقیدہ لوگوں کے عقائد میں سے ہے جس کے

مفرد فی العربیۃ. فاختبر ان کنت من المرتابین. وان کنت تقوم للخبرۃ

لئے عربی میں لفظ مفرد موضوع نہ ہو پس تو آزمالے اگر تجھے شک ہے اور اگر تو آزمائش کے لئے اٹھے جیسا کہ حق اور

کطالب الحق و الحقیقۃ. فو اللّٰہ ما تجد امرًا من امور صحیفۃ الفطرۃ.

حقیقت کے طالب اٹھتے ہیں تو بخدا صحیفہ فطرت میں سے کوئی ایسا امر تو نہیں دیکھے گا اور نہ کوئی ایسا بھید قانون قدرت

و لا سرًّا من مکتوبات قانون القدرۃ الّا و تجد بحذائہ لفظا مفردا فی

کے پوشیدہ بھیدوں میں سے دیکھے گا۔ جس کے مقابل پر کوئی لفظ مفرد اس زبان میں نہ ہو پس ایک باریک نظر سے

ھٰذہ اللّھجۃ فدقق النظر ھل تجد قولی کالمتصلّفین. کلا بل انّ العربیۃ

دیکھ کیا تو لاف زن لوگوں کی طرح میری بات کو پاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ حق بات یہ ہے کہ زبان عربی ایک دائرہ

احاطت جمیع اغراضنا کالدائرۃ. وتجدھا وصحیفۃ الفطرۃ کالمرایا

کی طرح ہماری تمام اغراض پر محیط ہے اور تو زبان عربی اور صحیفہ فطرت کو ان دو آئینوں کی طرح پائے گا جو ایک

المتقابلۃ. وما تجد من اخلاق و افعال و عقائد و اعمال ودعوات

دوسرے کے مقابل ہوں اور تو ایسا کوئی خلق نہیں پائے گا اور نہ کوئی ایسا عقیدہ اور نہ کوئی ایسی دعائیں اور نہ ایسی

وعبادات وجذبات وشھوات الا و تجد فیھا بحذائھا مفردات و لا تجد

عبادتیں اور نہ ایسے جذبات اور نہ ایسی شہوات جن کے مقابل پر زبان عربی میں مفردات نہ پائے جائیں اور

هٰذا الکمال فی غیر العربیة. فاختبر ان کنت لا تومن بھٰذہ الحقیقة و لا ﴿۵۱﴾

یہ کمال کسی غیر زبان میں تو ہرگز نہ پائے گا۔ سو تو اس بات کو آزما لے اگر تو اس حقیقت کو باور نہیں کرتا اور

تستعجل کالمعاندین.

معاندوں کی طرح جلدی مت کر۔

و اعلم أنّ لِلعربیة و صحیفة القدرة تعلقات طبعیة و انعکاسات

اور یہ بات جان رکھ کہ عربی اور صحیفہ قدرت میں طبعی تعلقات واقع ہیں اور ابدی انعکاس ہیں گویا وہ

ابدیة. کانھما مرایا متقابلة من الرحمان او توامان متماثلان او عینان

دونوں خدا تعالیٰ کی طرف سے مرایا متقابلہ ہیں یا توام ہیں جو ایک دوسرے سے مماثلت رکھتا ہے یا ایک ہی منبع میں

من منبع تخرجان و تصدغان فانظر و لا تکن کالعمین فھٰذہ نصوص

سے دو چشمے نکل رہے ہیں اور ایک دوسرے کے برابر چلے جاتے ہیں پس سوچ اور اندھوں کی طرح مت ہو پس یہ

قاطعة و حجج یقینیة علٰی ان العربیة ھی اللسان. و الفرقان ھو النور

قطعی نصوص اور یقینی حجتیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو حقیقی زبان عربی ہے اور حقیقی کتاب اللہ قرآن ہے جو

التامّ الفرقان ففکّر و لا تکن من الغافلین. و من فکّر فی القراٰن و تدبّر

نور تام اور حق و باطل میں فرق کرتا ہے پس سوچ اور غافلوں میں سے مت ہو اور جو شخص قرآن میں غور کرے اور

کلمات الفرقان. ففھم ان ھٰذا قد ثبت من البرھان. وما کتبناہ

فرقان میں تدبر کرے وہ سمجھ لے گا کہ یہ ساری باتیں دلیل سے ثابت ہوگئی ہیں اور ہم نے ظن کرنے والوں کی طرح

کالظانین بل اُوتینا علمًا کنورٍ مبین.

نہیں لکھا بلکہ ہم کو ایک کھلے کھلے نور کی طرح علم ملا ہے۔

ثم اعلم یا طالب الرشد و السدادان التوحید لایتم الّا بھٰذا

پھر اے رشد اور صلاح کے طالب اس بات کو جان کہ توحید بجز اس اعتقاد کے پوری نہیں

الاعتقاد و لا بد من ان نؤمن بکمال الوثوق و الاعتماد بان کلّ خیر

ہوتی اور ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم کمال وثوق اور اعتماد سے اس بات پر ایمان لاویں کہ ہر یک

﴿۵۲﴾

صَدر من رب العباد وھو مبدء کل فیض للعالمین. ومن المعلوم عند
خیر خدا تعالیٰ سے ہی صادر ہوتی ہے اور تمام مخلوقات کے لئے وہی ہر یک فیض کا مبداء ہے اور جو لوگ
ذوی العرفان انّ طاقة النطق والبیان من اعظم کمالات نوع الانسان.
صاحب معرفت ہیں وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ نطق اور بیان کی طاقت نوع انسان کے بزرگ تر
بل ھی کالارواح للابدان. فکیف یتصور انّھا ما اعطیت من یدالمنان.
کمالات میں سے ہے۔ بلکہ وہ انسان کے لئے ایسی ہے جیسے بدنوں کے لئے روح پس کیونکر گمان کریں
کلا بل ھی تتمة الخلقة البشریة وحقیقة الارواح الانسیّة وانّھا من
کہ وہ انسان کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نہیں ملی ۔ یہ بات ہرگز نہیں بلکہ زبان انسان کی پیدائش کا تتمہ ہے
اعظم نعم حضرة الاحدیة. ولا یتم التوحید الا بعد ھذہ العقیدة.
اور انسانی روح کی حقیقت ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے اور توحید بجز اس
أیرضی موحد بامرٍ فیه نقص حضرة العزّة او فیه شرک کعقائد
عقیدے کے پوری نہیں ہوسکتی ۔ کیا کوئی موحد کسی ایسے امر پر راضی ہوسکتا ہے جس میں حضرت عزت کی
المشرکین. وان الذین یعرفون اللّٰہ حق العرفان یعلمون انه فی کل خیر
نسبت نقص لازم آوے یا اس میں مشرکوں کے عقیدے کی طرح شرک ہو اور جو لوگ خدا تعالیٰ کو حق
مبدء الفیضان. وانه موجدالموجودین. ولا یتکلمون کالدھریین
پہچاننے کا پہچانتے ہیں ۔ جانتے ہیں کہ وہ ہر یک خیر کا مبداء ہے اور ہر یک موجود کا موجد ہے اور
والطبیعیین. اولئک الذین اوتوا حظا من المعرفة. وسقوا من کاس
دہریوں اور طبیعیوں کی طرح کلام نہیں کرتے یہ لوگ وہی ہیں جن کو معرفت کا حصہ دیا گیا ہے اور توحید
توحید الحضرة وجعلوا من الفائزین. و ان ربّنا کامل من جمیع الجھات
کے پیالے پلائے گئے ہیں اور کامیابوں میں سے کئے گئے ہیں اور ہمارا خدا ہر یک جہت سے کامل ہے
و لا یُعْرٰی الیه نقص فی الذات والصفات. وانه حمید لا یفرط الیه
اور کوئی نقص اس کی ذات اور صفات کی طرف عائد نہیں ہوسکتا اور وہ تعریف کیا گیا ہے۔ کوئی

﴿۵۳﴾

ذمّ و قدوس لا یلحقه وَصُم. و هذا هو محجّة الاهتداء ومشرب

بدی اس کی طرف پیش دستی نہیں کرسکتی اور وہ نہایت پاک ہے کوئی عیب اس کے شامل حال نہیں ہوسکتا

الاولیاء والاصفیاء. و صراطُ الذین انعم اللّٰه علیهم وسبیل الّذین

یہی ہدایت یابی کی راہ ہے اور اولیاء اور اصفیا کا مشرب ہے اور ان لوگوں کی راہ ہے جن کو آنکھیں دی

نوّر عینیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین. فواللّٰه الّذی هو

گئیں مگر جن پر خدا کا غضب اور گمراہ ہیں ان کی یہ راہ نہیں پس اس خدا کی قسم ہے جو ذوالجلال والاکرام

ذوالجلال والاکرام. ان البشر ما وجد کمالًا الّا من فیضه التّام

ہے کہ انسان نے ہریک کمال اسی کے فیض سے پایا ہے اور وہ بہتر انعام کرنے والا ہے کیا لوگ یہ کہتے

وهو خیر المنعمین. ام یقولون انّ نعمة النطق ما جاء ت من

ہیں کہ بولنے کی نعمت خدا تعالیٰ سے انسان کو نہیں ملی اور انسان کا پیدا کرنے والا اس نعمت کا دینے والا

الرحمان و ما کان معطیها خالق الانسان. فهٰذا ظلم و زور وغلو

نہیں۔ پس یہ ظلم اور جھوٹ ہے اور ظلم میں شیطان کی طرح غلو ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے

فی العدوان. کالشیاطین. وتلک قوم ما قدروا اللّٰه حق قدره. وما

خدا تعالیٰ کی وہ قدر نہیں کی جو قدر کرنے کا حق تھا اور اس کے سورج اور چاند کی طرف نظر اٹھا کر نہیں

نظروا الی شمسه و بدره. و ما فکروا انه هو رافع کل الدّجیٰ. وانه

دیکھا اور یہ نہیں سوچا کہ وہ خدا ہے جو ہریک تاریکی کو دور کرتا اور بلند آسمانوں اور زمین کا پیدا

خالق الارض والسمٰوات العُلٰی خلق الانسان ثم انطقه ثم هدٰی.

کرنے والا ہے اس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو بولی سکھائی اور پھر ہدایت دی اور کوئی ایسی نعمت

وما من نعمةٍ الا اعطیٰ فهذا هو ربّنا الاَعْلٰی وخالقنا الاغنٰی.

نہیں جو اس نے عطا نہیں کی پس یہی ہمارا برتر خدا ہے اور ہمارا پیدا کنندہ جو نہایت غنی ہے اس کی نعمتیں

وسعت نعمه ظاهرنا وباطننا واحاطت آلائه ابداننا وانفسنا

ہمارے ظاہر اور باطن پر محیط ہو رہی ہیں اور اس کی بخشش ہمارے بدنوں اور جانوں پر احاطہ کر رہی ہیں

﴿۵۴﴾

هو الذی خلق الانسان. و أتمّ الخلق و زان. واکمل الاحسان

وہی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی پیدائش کو پورا کیا اور زینت بخشی اور اپنے احسان کو کمال تک

فکیف یظنّ انه ما علّم البیان. اتظن انّه قدر علٰی خلق البشر. و ما

پہنچایا۔ پس ایسے محسن کی نسبت کیونکر گمان کیا جائے کہ اس نے انسان کو بولنا نہ سکھایا کیا تیرا یہ ظن ہے کہ وہ

قدر علی الانطاق و ازالة الحصر او کان من الغافلین. افانت

انسان کے پیدا کرنے پر تو قادر ہوا لیکن اس کے بلانے اور اس کی زبان کھولنے پر قادر نہ ہوسکا یا وہ غافلوں

تعجب هٰهنا من قدرة رب العالمین. و تری انه قوی متین و انه

میں سے تھا کیا تو اس جگہ رب العالمین کی قدرت سے تعجب کرے گا اور تو دیکھتا ہے کہ وہ زبردست قوت والا

خالق الجوهر والعرض. و منور السمٰوات والارض. ومجیب

ہے اور وہ جوہر اور عرض کو پیدا کرنے والا ہے اور زمین اور آسمان کو روشن کرنے والا ہے اور دعاؤں کو قبول

دعوة الداعین. فهل لک ان تتوب الیه و تمیل. وتتحامی القال

کرنے والا ہے۔ پس کیا تو اس بات کی طرف رغبت رکھتا ہے کہ اس کی طرف رجوع کرے اور قیل وقال کو

والقیل. واللّٰه یحب الصالحین.

چھوڑ دے اور خدا نیک بندوں سے محبت رکھتا ہے۔

فلما ثبت ان ربنا هو نور کل شیٔ مِن الاشیاء. ومنیر ما فی

اور جبکہ ثابت ہوا کہ ہمارا خدا ہر یک چیز کا نور اور زمین اور آسمان کا روشن

الارض والسماء. ثبت انه المفیض من جمیع الانحاءِ. و خالق الرقیع

کرنے والا ہے تو ثابت ہوگیا کہ وہی ہر یک طرح سے مبدء جمیع فیوض ہے اور وہی زمین

والغبراء. و هو احسن الخالقین. و انه اعطی العینین. و خلق اللسان

وآسمان کا خالق اور احسن الخالقین ہے اس نے دو آنکھیں دیں اور زبان اور ہونٹ

والشفتین. وهدی الرضیع الی النجدین. وما غادر من کمال مطلوب

دیئے اور بچہ کو پستانوں کی طرف ہدایت دی اور کوئی ایسا کمال انسانی اٹھا نہ رکھا

﴿۵۵﴾

الّا اعطاها باحسن اسلوب. فمن الغباوة ان تظن ان النطق الذی هو نور
جس کی طرف انسان کو حاجت ہے اور ہر یک مطلوب احسن طور سے ادا کیا پس یہ نادانی ہوگی کہ ایسا گمان کیا
حقيقة الانسان و مناط العبادة والذکر والایمان. ما اعطی مع الخلقة من
جائے کہ وہ نطق جو انسانی حقیقت کا نور ہے اور ذکر اور ایمان اور عبادت کا مدار ہے وہی خدا تعالیٰ کی
الرحمان. بل وجده البشر بشقّ النّفس وجهد الجنان بعد تطاول امد
طرف سے انسانی پیدائش کو نہیں ملا بلکہ انسان نے اس کو اپنی محنت اور مشقت سے بعد مدت مدید اور زمانہ
وامتداد الزمان. وهل هذا الا افتراء الکاذبین. و من اٰمن بالّذی له کمال
دراز کے پایا اور یہ خیال صریح دروغ گو لوگوں کا افترا ہے اور جو شخص اس ذات پر ایمان لایا ہو جو اپنی
تام فی الذات والصفات. و فیوض متنوعةٌ لاهل الارض والسموات.
ذات اور صفات میں کمال تام رکھتا ہے جو رنگا رنگ کے فیوض زمین اور آسمان کے باشندوں کے لئے رکھتا
وعرف انه مبدء الفیوض من جمیع الجهات یومن بالضرورة بانه اعطی
ہے اور اس نے جان لیا ہو کہ خدا تعالیٰ ہر یک جہت سے مبدء فیض ہے وہ بالضرورت اس بات پر ایمان
کلّ شیء خلقه و ما غادر شیئًا من الکمالات و هو مفیض کل فیض
لائے گا کہ اس نے ہر یک چیز کو اس کے مناسب حال پیدائش بخشی ہے اور کوئی مطلوب باقی نہیں چھوڑا اور
احتاجت الیه طبائع المخلوقات بحسب الاستعدادات. و ما نعب
ہر یک فیض کا مبدء ہے اور مخلوقات کی طبیعتیں بحسب استعداد اس کی طرف محتاج ہیں اور کوئی کوا کاں کاں
غراب الا بتعلیمه. وما زئر اسدٌ الا بتفهیمه. هو منبع کل خیر و فیضان
نہیں کرتا اور نہ شیر گرجتا ہے مگر اسی کی تعلیم اور تفہیم سے اور وہ ہر یک خیر اور فیض کا مبدء اور ہر یک نطق اور
ومعلم کل نطق وبیان وکذلک کان شان رب العالمین. اتزعم انه رَبّی
بیان کا معلم ہے اور ایسی ہی رب العالمین کی شان ہونی چاہئے تھی کیا تیرا یہ زعم ہے کہ اس نے انسان کی اس
الانسان کرجل عاجز من اکمال التربیة لا بل ربّاه بأیدی القدرة التامة
شخص کی طرح پرورش کی جو کامل پرورش کرنے سے عاجز ہو۔ یہ ہرگز درست نہیں بلکہ اس نے قدرت تامہ

﴿۵۶﴾

حتّی وھب له لقب الخلیفة. و کمله بکمال الفضل والرحمة. و اعطی

کے دونوں ہاتھوں سے پرورش کی ہے یہاں تک کہ اس کو خلیفہ کا لقب عطا کیا اور کمال فضل اور رحمت سے اس کو

له ما لم یعط احدًا من المخلوقین. و انه ھو اللّٰہ الذی یربّی الاشجار

کامل کیا اور اس کو وہ نعمتیں دیں جو کسی مخلوق کو نہیں دیں اور وہ وہی خدا ہے جو کامل تربیت کے ساتھ درختوں کی

بتربیة کاملة حتی یجعلها دوحا ذات عظمة. و یزیّنها بزھر و انواع

پرورش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے درخت ان کو کر دیتا ہے اور ان کو پھولوں اور قسما قسم کے پھلوں اور

ثمرة. و اظلال باردة ممدودة تسُرّ النّاظرین. فما زعمک انه خلق

ٹھنڈے اور پھیلے ہوئے سایوں سے آرائش دیتا ہے اور ایسی آرائش دیتا ہے کہ دیکھنے والے خوش ہوتے ہیں

الانسان خلقا غیر تامٍ و ما بلّغه الی مقام. فیه کمال نظام و ترکه ناقصا

پس تیرا کیا زعم ہے کہ اس خدا نے انسان کو ناقص پیدا کیا ہے اور ایسے کمال تک نہیں پہنچایا جس میں نظام کا کمال

کالّاغبین. ثم العلوم التی توجد فی مفردات اللسان العربیة تشهد

ہے اور تھکنے والوں کی طرح اس کو ناقص چھوڑ دیا۔ پھر وہ علوم جو عربی زبان کے مفردات میں پائے جاتے ہیں

بالشھادة الجلیلة. انها لیست فعل احد من البریّة. و انها من خالق

وہ کھلے کھلے طور پر گواہی دیتے ہیں کہ وہ مخلوق کا فعل نہیں ہیں اور اس کا فعل ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا

السماء والارضین. و لا یختلج فی قلبک ان الانسان لا یتولد ناطقا

کیا ہے اور تیرے دل میں یہ بات خلجان پیدا نہ کرے کہ انسان بولتا ہوا اور باتیں کرتا ہوا پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس

متکلمًا بل یجد ھذا الکمال متعلّما کما نشاھد بالحق و الیقین. فان ھذا

کمال کو بذریعہ تعلیم کے پاتا ہے کہ جیسا کہ ہم یقینی طور پر مشاہدہ کر رہے ہیں کیونکہ یہ اعتراض درحقیقت تیرے

الا یراد علیک لا لک. فاصلح حالک و لا یغفل بالک کالنائمین

پر ہے نہ تیرے لئے پس اپنے حال کو درست کر اور اپنے دل کو سوئے ہوئے لوگوں کی طرح غافل مت کر کیونکہ

فانک اذا قبلت ان النطق لا یحصل الّا بالتعلیم. فلزمک ان تقبل

جب تو نے قبول کر لیا کہ بولنا صرف تعلیم کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے سو تجھے اس بات کا قبول کرنا بھی لازم

﴿۵۷﴾

اٰنّ البشر الاول مَا فهم الا بالتفهيم. فاقررت بما انكرت ان كنت من

آ گیا کہ پہلا انسان بھی بجز سمجھانے کے خود بخود نہیں سمجھ سکا۔ پس اس صورت میں تو تو نے اس بات کا اقرار کر دیا جس کا

المتفكرين. وقد جرب الناس و تظاهر الخبرة والقياس. ان الاطفال

انکار کر دیا تھا۔ یہی درست ہے اگر تو سوچے اور فکر کرے اور یہ بات تحقیق شدہ امر ہے کہ لوگ آزما چکے اور آزمائش اور

المتولّدين لويتركون غير متعلمين. ولا يعلمهم لسانهم احد من

قیاس نے بالاتفاق یہ گواہی دی کہ بچے جو پیدا ہوتے ہیں اگر وہ بے تعلیم چھوڑے جائیں اور کوئی سکھانے والا ان کی زبان

المعلّمين فلا يقدرون علٰى نطق ولا يجيبون المنطقين. بل يبقون كبكم

ان کو نہ سکھاوے پس وہ خود بخود بولنے پر قادر نہیں ہو سکتے اور نہ بلانے والوں کو جواب دے سکتے ہیں بلکہ گونگوں کی طرح

صامتين فایّ دليل اوضح من هذا لمن طلب الحق وهو امين. و ما اتبع

چپ رہتے ہیں۔ پس اس سے بڑھ کر اس شخص کے لئے کون سی واضح دلیل ہوگی جو طالب حق اور امین ہے جو گمراہوں کی

سبل الضالين. فجاهد حق الجهاد. وفكر كاهل الرشاد ولا تستعجل

راہ پر نہیں چلتا۔ پس کوشش کر جیسا کہ حق کوشش کا ہے اور فکر کر جیسا کہ اہل رشد فکر کیا کرتے ہیں اور کنارہ کش لوگوں کی طرح

كالمعرضين. و من اجلى البديهيات ان اٰدم خلق من يد ربّ الكائنات.

جلدی مت کر اور یہ بات تو اجلی بدیہیات میں سے ہے کہ آدم خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پیدا کیا گیا تھا۔ اور اس وقت

وما كان احد معه من المعلمين والمعلمات. فثبت ان معلمه كان خالق

کوئی سکھانے والا یا سکھلانے والے آدم کے ساتھ موجود نہ تھا پس ثابت ہوا کہ آدم کا معلم اور بولی سکھانے والا

المخلوقات أفلا تؤمن بقدرة قوى متين. افلا تعلم ان وجود البرية ظل

خدا تعالیٰ ہی تھا کیا تو خدائے قادر زبردست کی قدرت پر ایمان نہیں لاتا کیا تجھے خبر نہیں کہ مخلوقات ربوبیت کی صفت کا

لصفة الربوبية وبها كان ظهورهم فى هذه النشأة وكان النطق من تتمة

ظل ہے اور اسی صفت ربوبیت کے ساتھ تمام مخلوقات کا اس عالم میں ظہور ہوا اور بولنا انسان کی پیدائش کا ایک تتمہ ہے

خلق الانسان فكيف يجوز الخداج للذى ظهر من يدى الرحمان. اتزعم

پس کیونکر ان چیزوں کو ناقص الخلقت خیال کیا جائے جو خدا تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں سے ظہور میں آئے ہیں

﴿۵۸﴾

اَنّ اللّٰـه الذی نفخ روحه فیه. ما کان قادرًا اَنْ ینطق فیه. مالک لا تفکر

کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ خدا جس نے انسان میں زندگی کی روح پھونکی وہ اس بات پر قادر نہیں تھا کہ اس

کـالـمسترشدین. اتظن ان اللّٰہ غادر ربوبیته ناقصة. اووثئت یده بعد ما

کے منہ کو کلام کرنے پر قادر کر دیتا تجھے کیا ہو گیا کہ تو رشید لوگوں کی طرح نہیں سوچتا۔ کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ

ارٰی قدرة. او کـفـأه رجـل من الحاجزین. وانْ کنت تقر بالتعلیم ولکن

خدا تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کو ناقص چھوڑ دیا یا قدرت دکھلانے کے بعد پھر ہاتھ اس کے نکمے ہو گئے یا کسی روکنے

لا تـقـر بتعلیم الرب الکریم. بل تسلک مسلک فلاسفة هذا الزمان.

والے نے اس کو روک دیا اور اگر یہ بات ہے کہ بولی سکھانے کا تو اقرار کرتا ہے لیکن یہ اقرار نہیں کرتا کہ خدا

و تـذهـب الٰی قدم نوع الانسان. فاعلم ان هذا باطل بالبداهة والعیان.

نے سکھائی بلکہ اس زمانہ کے فلاسفروں کے نقش قدم پر چلتا ہے اور نوع انسان کے قدم کا قائل ہے پس جان کہ

وان هـو الا الـدعـوی کدعاوی الصبیان. او هذی کهذیان النشوان. ما

یہ خیال بالبداہت باطل ہے اور یہ صرف بچوں کے دعووں کے مانند دعویٰ ہے اور یا مستوں کی بکواس کی طرح

اتـوا علیه بالبرهان. وما کانوا مثبتین. وکیف وانّ تفرّد حضرة الاحدیة

ایک بکواس ہے۔ وہ لوگ اس بات پر کچھ دلیل نہیں لا سکے اور اپنے مدعا کو ثابت نہیں کیا اور کیونکر یہ صحیح ہو جبکہ

فـی کمال الذات والهویّة. یقتضی اراء ة نقصان البریة لیعلموا ان البقاء

خدا تعالیٰ کا اپنے ذاتی کمالات میں متفرد ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ اس کے مقابل پر تمام مخلوقات ناقص

الـذی هـو نـوع مـن الـکـمال. لا یوجد الا فی حی ذی العزة والجلال.

حالت میں ہو تا کہ سب لوگ جان لیں کہ وہ بقا جو کمال کے نوع میں سے ہے وہ بجز اس زندہ ذوالجلال کے کسی

ولیـعـلموا انه صمد غنیّ کفاه وجوده. و لا حاجة ان یکون احدٌ ولیّه و

میں نہیں پائے جاتے اور تا جان لیں کہ وہ بے نیاز ہے۔ اس کا وجود اس کے لئے بس ہے کچھ حاجت نہیں کہ

ودوده. و لیـس عـلیـه ابـقـاء احد علی وجه الوجوب. ولیس امر لذاته

کوئی اس کا مددگار ہو یا دوست ہو اور اس پر فرض نہیں کہ کسی کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھے اور اس کی ذات

﴿۵۹﴾

الغنی کالمطلوب. ولیس له حاجة الی المخلوقین. بل قد تقتضی ذاته

غنی کے لئے کوئی امر واجب الطلب نہیں اور اس کو مخلوقات کی طرف کچھ بھی حاجت نہیں بلکہ اس کی

تجلیات الربوبیة. لیُعرف انها من صفاته الذاتیة. فیخلق ما یشاء بالامر

ذات تجلیات ربوبیت کا تقاضا کرتی ہے تا کہ جانا جائے کہ ربوبیت اس کی صفات ذاتیہ میں سے ہے

والارادة. وقد یقتضی تجلیات الاحدیة. لیعرف ان غیره هالکة الذات

پس اپنے امر اور ارادہ سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور کبھی اس کی ذات تجلیات احدیت کا تقاضا

باطلة الحقیقة. و لیس له الیه مثقال ذرة من الحاجة. فیهلک کلمن علی

کرتی ہے تا کہ جانا جائے کہ اس کے بغیر سب مرنے والی چیزیں ہیں اور ان کی طرف ایک ذرہ اس کو

الارض من نوع الخلقة. و لا یغادر فردًا من افراد البریة۔ الا و یمحوا

حاجت نہیں ۔ تب وہ ہر یک کو جو زمین پر ہے ہلاک کرتا ہے اور ایک فرد کو بھی نہیں چھوڑتا بلکہ اس کا

اثره بالاهلاک والاماتة. و کذلک یدیر صفاته الٰی ابد الأبدین. و کل

نشان مٹا دیتا ہے اور اسی طرح اپنی صفات کو گردش میں رکھتا ہے اور کبھی انتہا نہیں اور ہر یک صفت

صفةٍ یقتضی ظهوره بعد حین فیخلق قرونا بعد ما اهلک قرونا اولٰی.

اپنے وقت پر ظہور چاہتی ہے پس بعض زمانوں کے ہلاک کرنے کے بعد دوسرے زمانے پیدا کر دیتا ہے

لیعرف بصفاتٍ علیها مدار نجات الوری. و لا یحتاج الی قدم نوع

تا کہ وہ اپنی ان صفات سے پہچانا جائے جو مدار نجات ہیں اور وہ کسی نوع کے قدامت کا محتاج نہیں

کما هو زعم النوکیٰ. وهو غنی عن العالمین. ولا تنفک صفات

جیسا کہ نادانوں کا خیال ہے اور وہ تمام عالم سے بے نیاز ہے اور خدا تعالیٰ کی صفات اس کی ذات

الرحمٰن من ذات الرحمٰن وتری دور صفات اللّٰه القهّار. کدور اللیل والنهار

سے منفک نہیں ہوسکتی اور خدا تعالیٰ کے صفات کا دور تو ایسا پائے گا جیسا کہ دن اور رات کا دور ہے

ولا تتعطل صفاته کما هو زعم الغافلین. بل یقتضی ذاته وقت الافناء

اور اس کے صفات بیکار نہیں ہوتے جیسا کہ غافلوں کا خیال ہے بلکہ اس کی ذات فنا کرنے کے وقت کو ایسا

﴿۶۰﴾

كما يقتضي وقت الانشاء. ليتحقق كل صفة من صفاته الغرّاء. وليعرف

ہی چاہتی ہے جیسا کہ پیدا کرنے کے وقت کو چاہتی ہے تا کہ اس کی تمام صفتیں ثابت ہو جائیں اور تا کہ

الناس تفرد ذاته. ولا يعتقدوا بنقص كمالاته كالمشركين. وليبرق توحيده

لوگ اس کی یکتائی کو سمجھ لیں اور یہ عقیدہ نہ رکھیں کہ اس کے کمالات میں کچھ نقص ہے اور تا کہ اس کی توحید

ويتجلى تمجيده. ويعرف دين الله بالدائرة الابدية. والسنن القديمة

چمکے اور اس کی بزرگی جلوہ گر ہو اور دین الٰہی ابدی دائرہ کے ساتھ پہچانا جائے اور سنن قدیمہ کے ساتھ

المستمرة . و يبطل كفارة الكفرة الفجرة. و يمحو طريق الشرك

اس کا علم ہو اور عیسائیوں کے کفارہ کا بطلان ثابت ہو اور شرک اور بدعت کے طریقے مٹ جائیں ۔ اور

والبدعة. و ليستبين سبيل المجرمين. فهذا امر اقتضته ذاته لتعرف به

کھل جائے کہ مجرموں کی یہ راہ ہے پس یہ وہ امر ہے جس کو خدا تعالیٰ کی ذات نے چاہا تا اس کے ساتھ

صفاته ولينقطع دابر المفترين. فقد يأتى وقت علٰى هذه النشأة لا يبقى

اس کی صفات پہچانیں اور تا مفتریوں کا پیچھا کاٹا جائے پس اس عالم پر کبھی وہ وقت آجاتا ہے کہ بجز

وجود الا وجود الحضرة. ويحفش السيل على كل تلعة الخلقة. و تدرس

خدا تعالیٰ کے ایک فرد بھی باقی نہیں رہتا ۔ اور فنا کا سیلاب ہر یک پیدائش کی اونچی اور نیچی زمین پر چڑھ

اطلال الكينونة ولا ينفع خبط احدا من الخابطين. ثم ياتى وقت تبدو سلسلة

جاتا ہے اور ہستی کے نشان معدوم ہو جاتے ہیں اور کسی کو ہاتھ پیر مارنا نفع نہیں دیتا پھر ایک دوسرا وقت

المخلوقات. فهذا ان اثران متعاقبان من رب الكائنات لئلّا يلزم تعطل

آتا ہے کہ مخلوقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے پس یہ دونوں نشان خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک دوسرے کے

الصفات فاذا ثبت هذا الدور فى صفات الرحمٰن. وثبت الافناء والانشاء من

پیچھے چلتے ہیں تا کہ تعطل صفات لازم نہ آوے پس جبکہ یہ دور خدا تعالیٰ کی صفات میں ثابت ہوا اور پیدا

سنن المنان. من قديم الزمان فقد بطل منه راى قدم نوع الانسان. و كيف

کرنا اور مارنا خدا تعالیٰ کی قدیم عادتیں ثابت ہوئیں پس اس سے نوع انسان کی قدامت کا مسئلہ باطل ہو گیا

الۤقدم مع ازمنة العدم والفقدان. و اٰوان الفناء والبطلان. فانظر كالمجدين ﴿۶۱﴾

اور باوجود عدم اور فقدان کے اور فنا کے کیونکر قدم باقی رہ سکتا ہے پس کوشش کرنے والوں کی طرح سوچ اور

ولا تتكلم كالمستعجلين.

جلدی کرنے والوں کی طرح مت بول۔

واعلم ان القدم الحقيقي لا يوجد الا فى ذى الجلال والاكرام.

اور یہ بات جان کہ قدم حقیقی بجز ذات خدائے ذی الجلال کے کسی چیز میں بھی نہیں پایا جاتا اور روحوں اور

ويدور رحى الفناء على الارواح والاجسام. واحديته تقتضى فناء الغير فى

جسموں پر فنا کی چکی چل رہی ہے اور خدا تعالیٰ کی احدیت ذاتی بعض ایام میں غیر کی نیستی چاہتی ہے بجز ان لوگوں کے جو

بعض الايام الا الذين دخلوا فى دار اللّٰه. وغسلوا بجار اللّٰه. وحفّت بهم

باایمان فوت ہو کر خدا تعالیٰ کے گھر میں داخل ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے دریاؤں سے غسل دیئے گئے اور الٰہی نور ان پر محیط

انوار اللّٰه. وازيل اثر الغير بآثار اللّٰه. و ماتوا و هم كانوا فانين. فى حُبّ

ہو گیا اور خدا تعالیٰ کے نشانوں سے غیر کے نشان مٹائے گئے اور فنا فی اللہ ہو کر خدا تعالیٰ کی محبت میں فوت ہو گئے پس یہ وہی

ربّ العالمين. فاولئک الذين لا يذوقون الموت بعد موتتهم الاولٰى. رحمة

لوگ ہیں جو اپنی پہلی موت کے بعد پھر موت کا مزہ نہیں چکھیں گے یہ تمام رحمت ان کے بزرگ رب کی طرف سے ہے

من ربّهم الاَعلٰى. فلا يرون اَلما و لا بَلْوٰى. ويبقون فى جنة اللّٰه خالدين.

پس نہ وہ کوئی درد اور نہ سختی دیکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی بہشت میں ہمیشہ رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کو اپنی زندگی میں سے

ويعطيهم اللّٰه حياتًا من حياته. وكمالات من كمالاته ولا تفنيهم غيرته بما

زندگی بخشتا ہے اور اپنے کمالات میں سے کمال عطا کرتا ہے اور اس کی غیرت ان کو فنا نہیں کرتی کیونکہ اس کی وحدانیت ان

احاطت عليهم احديته فطوبٰى للّذين ضلّوا فى حُبّ مولٰى قوىّ متين.

پر محیط ہو جاتی ہے پس مبارک وے لوگ جو اس کی محبت میں کھوئے گئے جو زبردست آقا ہے۔

ثم نعود الى كلمتنا الاُولٰى. و نقولُ ان اللّٰه الاقنٰى جعل

پھر ہم اپنے پہلے کلمہ کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ خدائے بے نیاز نے ہر یک چیز کو پانی سے

﴿۶۲﴾

كـلّ شـيءٍ مـن الـماء حيًّا. والماء نزل من السّماء بانواع البركات والعطاء

زندہ کیا ہے اور پانی کئی قسم کی برکتوں اور بخششوں کے ساتھ آسمان سے اترا ہے پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

فـالنتيجة ان كل فيض جاء من حضرة الكبرياء. و هو مبدء كل خير لجميع

ہر یک فیض خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی آیا ہے اور وہ تمام چیزوں کے لئے مبدء خیر ہے اور یہ منکروں پر

الاشيـاء و هـٰذا ردٌّ اٰخـر على المنكرين. الذين يقولون ان اللّٰه خلق الانسان

ایک اور ردّ ہے یعنی ان پر جن کا قول ہے جو انسان گونگے کی طرح پیدا کیا گیا ہے اور خدا نے ان کو نہ کچھ

كـابـكـم. و مـا فهّـم و ما علّم و خلقه كالناقصين. هٰذا ما كتبنا لِلمُلحدين.

سکھلایا اور نہ سمجھایا اور ناقصوں کی طرح ان کو پیدا کیا۔ یہ تو ہم نے ملحدوں اور طبیعوں کیلئے لکھا ہے جو

والـطبيـعيـن. الـذين لا يؤمنون بدين اللّٰه ويقولون ما يقولون مُجترئين. واما

دین اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور دلیری کی راہ سے جو چاہتے ہیں بول اٹھتے ہیں مگر وے لوگ جو

الـذين يومنون بما جاء به رسول اللّٰه خاتم الـنبيين. فيكفى لهم ما اثبتنا من

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے پس ان کے لئے تو اسی قدر کافی ہے جو قرآن شریف سے ہم نے

كتاب مبين. أيامرهم توحيدهم ان ينسبوا فعل اللّٰه الٰى غير الربّ القدير. او

ثابت کیا ہے کیا ان کی توحید ان کو اجازت دے سکتی ہے جو خدا تعالیٰ کے فعل کو اس کے غیر کی طرف منسوب

يـقسموا خلق اللّٰه بيـن الـرب و الـعبـد الحقير . او يحسبوا خلقه الاشرف

کریں یا خدا اور بندہ میں پیدائش کو تقسیم کریں۔ یا اس کی اشرف المخلوقات کو ناقص اور ناقصوں کی طرف

ناقصًا محتاجًا الى الناقصين. كلا بل هى كلمة لا تخرج من افواه المؤمنين

محتاج خیال کریں ہرگز نہیں بلکہ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو مومنوں موحدوں کے منہ سے نکل نہیں سکتا اور نطق کے

الموحّديـن. ولـلـنـطق شان خاص كشان الحيٰوة و قد خصّه اللّٰه بالبشر من

لئے ایک شان خاص جیسا کہ حیات کے لئے ایک شان خاص ہے اور خدا تعالیٰ نے تمام جانداروں میں

جـميـع الـحيـوانـات. فـكـمـا ان البشـر ما وجد الحيات الّا من الرحمان.

سے نطق کو بشر کے ساتھ خاص کیا ہے پس جیسا کہ انسان نے زندگی کو صرف خدا تعالیٰ سے پایا ہے

فکذٰلک ما وجد النطق الا من ذلک المنان. و ھذا ھو الحق افانت من ﴿۶۳﴾

اسی طرح اس نے بولنے کو بھی صرف اس محسن حقیقی سے پایا ہے اور یہی سچی بات ہے کیا تو ان لوگوں میں

المرتابین. وان کنت تظنّ انّ امّک علمک اللسان فمن عَلّم اُمّک

سے ہے جو شک کرتے ہیں اور اگر تجھے یہ گمان ہے کہ تیری ماں نے تجھے بولنا سکھلایا سو تیری پہلی ماں کو

الاولٰی و علّمھا البیان. فلا تکوننّ من الجاھلین. و ان اللّٰہ اومٰی فی مقامات

کس نے بولنا سکھایا تھا اور کس نے اس کو فصاحت کا سبق دیا تھا پس تو جاہلوں میں سے مت ہو اور

من الفرقان الٰی انّ العربیۃ ھی **اُمّ الالسنۃ** و وحی الرحمان. و لاجل ذٰلک

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کے کئی مقامات میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ زبانوں کی ماں اور

سمّی مکۃ مکۃ و **اُمّ القرٰی**. فان الناس ارضعوا منھا لبان اللسان والھدی.

خدا کی وحی صرف عربی ہے۔ اور اسی واسطے اس نے مکہ کا نام مکہ اور اُمّ القُرٰی رکھا کیونکہ لوگوں نے

فھٰذہ اشارۃ الی انھا ھی **منبع النطق والنّھٰی**. ففکر فی قول ربّ

اس سے ہدایت اور زبان کا دودھ پیا پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف عربی زبان ہی نطق

الورٰی. قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا[1] لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى[2]. وفی ذٰلک اٰیۃ للذی یتق

اور عقل کا منبع ہے پس خدا تعالیٰ کے اس قول میں فکر کر کہ یہ قرآن عربی ہے تا تو مکہ کو کہ جو تمام آبادیوں

اللّٰہ ویخشی. ویطلب الحق ولا یابی ولا یتبع سبل المعرضین. ثم انت

کی ماں ہے ڈراوے اور اس میں اس شخص کے لئے نشان ہے جو خدا سے ڈرے اور حق کو ڈھونڈے اور

تعلم ان رسولنا خاتم النبیین. **کان نذیرًا لِلعَالَمین**. وکذٰلک سماہ

انکار نہ کرے اور کنارہ کش لوگوں کا پیرو نہ ہو پھر تو جانتا ہے کہ ہمارا رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

ربہ وھو اصدق الصادقین. فثبت ان مکۃ **اُمّ الدُّنیا کلھا** ومولد کثرھا

تمام دنیا کے لئے نذیر ہے اور یہی خدا تعالیٰ نے اس کا نام رکھا ہے اور وہ اصدق الصادقین خدا ہے پس

وقلّھا ومبدأ اصل اللغات ومرکز الکائنات **اجمعین**. وثبّت معہ

اس سے ثابت ہوا کہ مکہ تمام دنیا کی ماں ہے اور تمام قلیل وکثیر کا مولد ہے اور اسی کے ساتھ یہ بھی ثابت ہو گیا

[1] یوسف:۳ [2] الانعام:۹۳

﴿۶۴﴾ ان العربية ام الالسنة بما كانت مكة ام الامكنة من بدء الفطرة و ثبت انّ

کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے کیونکہ مکہ تمام مکانوں کی ماں ہے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ قرآن

القراٰن اُمّ الصحف المطهرة. ولذٰلک نزل فی اللغة الكاملة المحيطة.

تمام الٰہی کتابوں کی ماں ہے اور اسی لئے کامل زبان میں اترا ہے جو محیط کل ہے اور الٰہی ارادوں

و اقتضت حكم ارادات الالٰهية ان ينزل كتابه الكامل الخاتم فی اللهجة

کے حکمتوں نے تقاضا کیا کہ اس کی کامل کتاب جو خاتم الکتب ہے اس زبان میں نازل ہو جو جڑ زبانوں کی

التی هی اصل الالسنة و امّ كلّ لغت من لغات البرية. وهی عربی مبين. وقد

ہے اور تمام مخلوقات کی زبانوں کی ماں ہے اور وہ عربی ہے۔ اور تو سن چکا ہے کہ قرآن میں

سمعت ان اللّٰه جعل لفظ البيان صفة للعربية فی القراٰن. و وصف العربية

اللہ تعالیٰ نے بلاغت فصاحت کو عربی کی صفت ٹھہرایا ہے اور عربی کو عربی مبین کے لفظ سے موسوم کیا ہے۔

بعربیّ مبين . فهذه اشارة الٰی فصاحت هذا اللسان و علوّ مقامها عند

پس یہ بیان اس زبان کی فصاحت کی طرف اشارہ ہے اور نیز اس کے مرتبہ عالیہ کی طرف ایما ہے مگر

الرحمٰن. و اما الالسنة الاخرٰی فما وصفها بهذا الشان بل ما عزاها الٰی

خدا تعالیٰ نے دوسری زبانوں کو اس وصف سے موصوف نہیں فرمایا بلکہ ان کو اپنی ذات کی طرف

نفسه لتعليم الانسان. وسمّا غير العربية اعجميا ففكر ان كنت زكيًا.

منسوب بھی نہیں فرمایا اور ان کا نام اعجمی رکھا پس اگر تو زکی ہے تو اس بات کو سوچ لے اور مبارک

وطوبٰی للمتفكّرين. و ما نطق التورات بهذا الدعوٰی. و لا ويد الهنود

ہیں وہ جو اس بات کو سوچتے ہیں اور توراۃ نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہندوؤں کے وید نے یہ

و لا كتبٌ اُخرٰی. و ما اشار احد و ما اومٰی. فلا تعز الی احدٍ منها ما لا

دعویٰ کیا اور کسی نے اس طرف اشارہ بھی نہیں کیا پس تو ان کی طرف اس دعویٰ کو منسوب نہ کر جو

عزا. او اخرج لنا هذا الدعوی ان كنت تزعم ان احدًا ادعٰی

انہوں نے نہیں کیا یا ہمیں دعویٰ نکال کر دکھلا اگر تیرا یہ گمان ہے کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے

ولن تستطیع ان تخرجها فلا تتبع سبیل المفترین. ثم اعلم ان العرب ﴿۶۵﴾

اور تو ہرگز نہیں نکال سکے گا پس تو افترا پردازوں کا پیرو مت ہو پھر تجھے معلوم ہو کہ عرب کا

مشتق من الاعراب. وھو الافصاح فی التکلم والسؤال والجواب. یقال

لفظ اعراب سے مشتق ہے اور وہ بلیغ وفصیح کلام کو کہتے ہیں جیسا کہ یہ مقولہ ہے کہ اَعْرَبَ الرَّجُلُ

اعرب الرجل اذا کانت فی کلامه الابانة والایضاح والرزانة. وما کان

یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی کی زبان فصیح ہو اور بستہ زبان نہ ہو مگر اعجم کا لفظ اس پر بولا

کرجل لا یکاد یبین. و اما الاعجم فھو الذی **لا یفصح** کلامه. ولا

جاتا ہے جو فصاحت بلاغت سے عاری ہو۔ جس کا نظام تقریر عمدہ نہ ہو زبان میں شیرینی نہ

یحفظ نظامه. ولا یری حلاوۃ اللسان. ولا یرتب اعضاء البیان. بل

ہو بیان کے اعضا میں ترتیب نہ ہو بلکہ کچھ کہا جائے اور کچھ بیان کرے اور بات کو بوٹی

یاکل اکثرھا ویری بعضھا کعضین فھذان لفظان متقابلان و مفھومان

بوٹی کر دے۔ پس یہ دو لفظ باہم متقابل ہیں اور دو متضاد مفہوم ہیں اور کسی نے جوانوں

متضادان. وما اخترعھما احد من الشیوخ والشبان. بل ھما من خالق

اور بڈھوں میں سے ان کو اپنی طرف سے نہیں بنایا۔ بلکہ یہ دونوں خدا تعالیٰ کی طرف سے

الانسان لقوم متدبّرین. وقد جاء لفظ **العرب** فی کتبٍ اُوْلٰی صُحف

ہیں ان کے لئے جو سوچتے ہیں۔ اور عرب کا لفظ پہلی کتابوں میں بھی آیا ہے۔ یعنی یسعیاہ نبی

یسعیاہ و موسٰی و فی **الانجیل** تقرء و ترٰی. فثبت انّه من اللّٰه الاعلٰی.

کی کتاب اور موسیٰ کی کتاب اور انجیل میں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ لفظ خدا تعالیٰ کی طرف سے

ولیس کھذا الاسم اسم لسان من الالسنة الاعجمیة ولن تجد نظیرہ فی

ہے اور کسی دوسری زبان میں ایسا نام نہیں اور کسی ولایت میں تو اس کی نظیر نہیں پائے گا۔

العبرانیة وغیرھا من اللھجة ففکّر ھل تعلم لھا سمیا فی تلک الالسنة

پس تو عبرانی اور دوسری زبانوں میں فکر کر کیا عربی کے ہمنام کسی اور زبان کو تو پاتا ہے

﴿۲۶﴾

فثبت انّ العربیة ھی اللسان. ولا یوجد فی غیرھا ھذا الشان. ففکر ان

پس ثابت ہوا کہ حقیقی زبان عربی زبان ہی ہے اور اس کے غیر میں یہ شان پائی نہیں جاتی۔

کنت من المشککین. ومن اجلی العلامات ان اللسان الذی کان من

پس اگر تجھے کچھ شک ہے تو شرم کرو۔ اور یہ بات بہت روشن باتوں میں سے ہے کہ وہ زبان

ربّ الکائنات. وکان من احسن اللغات. وابھی فی الصفات. ھو

جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور درحقیقت عمدہ زبان ہے وہ وہی زبان ہے جس کا

اللسان الذی مدحہ اللّٰہ وسماہ باسم حسنٍ کما ھی سنۃ ربّ ذی مِنَنٍ.

خدا تعالیٰ نے آپ تعریف کے ساتھ نام رکھا۔ جیسا کہ یہی سنت اللہ ہے۔ پس ایسی زبان کا

فانبئوا بذٰلک اللسان ان کنتم فی شکٍّ من ھٰذا البیان. و لن تجدوا

مجھے نشان دو اگر تم اس زبان کے بارے میں شک میں ہو اور ایسا اسم جیسا کہ عربی ہے ہرگز

کالعربیۃ اسمًا فی الحُسن واللمعان. ففی ذٰلک اٰیات للمتوسّمین.

نہیں پاؤ گے اور اس میں غور کرنے والوں کے لئے نشان ہیں اور عجم خدا تعالیٰ کے نزدیک

وامّا العجم فھم عند اللّٰہ کبکم لالسان لھم. اوکبھائم لابیان لھم. فان

ان گونگوں کی طرح ہیں جن کی زبان نہ ہو یا ان چارپایوں کی طرح جو بول نہ سکیں کیونکہ ان

تکلمھم ما حصل لھم الا بالعربیۃ. ولیس لفظ عندھم الا من ھذہ

کو صرف عربی کے ذریعہ سے بولنا حاصل ہوا ہے اور ان کے پاس بجز اس زبان کے ایک لفظ

اللھجۃ. و لا یقدرون من دون العربیۃ علی المکالمات. فیتحقق حینئذ

بھی نہیں اور بجز عربی لفظوں کے بات کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ پس اس وقت ثابت ہوتا ہے

انھم کالعجماوات. فقابل بوجہ طلیق او خاصم بلسان ذلیق. انک من

کہ وہ چارپایوں کی طرح ہیں پس کشادہ زبانی کے ساتھ سامنے آ یا تیز زبان کے ساتھ جھگڑ

المغلوبین. فاوصیک ان تفکر فی ھذا الدعوٰی. وتذکر قومًا نوکی ان کنت

بے شک تو مغلوب ہے پس تو اس دعویٰ میں غور کر اور بے وقوفوں کو یاد دلا اگر تو عقل مند ہے

مِنَ العاقلین. واشکر اللّٰہ علی ما جاءک من البراھین. و لا تنس ان لفظ ﴿۶۷﴾

اوران دلائل کی وجہ سے جو تجھ کو ملے خدا تعالیٰ کا شکر کر اور اس بات کو فراموش مت کر کہ عجم کا لفظ عجما سے مشتق

العجم قد اشتق من العجماء وھو البھیمۃ فی ھٰذہ اللغۃ الغراء. فتدبر وجہ

ہے اور عجماء لغت عربی میں چار پائے کو کہتے ہیں پس اس وجہ تسمیہ کو سمجھ لے تا کہ تیرے پر حقیقت کا مغز کھلے

التسمیۃ لینکشف علیک لب الحقیقۃ ولتکون من الموقنین. وکم من اٰیۃ

اور تا کہ تو یقین کرنے والوں سے ہو اور بہت سے نشان اس پر دلالت کرتے ہیں اگر تو طالب ہو ان نشانوں

تدل علیھا لو کنتم طالبین. ومنھا ان اللّٰہ سمی الانسان سمیعًا فی الفرقان.

میں سے ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کا نام سمیع رکھا ہے۔ پس اس سمیع کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے کہ پہلے

فیفھم منہ انہ اسمعہ فی اول الزمان. و ماترکہ کالمخذولین.

زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ہی اس کو سنایا اور اس کو خذلان کی حالت میں نہ چھوڑا۔

و منھا انہ اوضح فی البقرۃ ھذا الایماء وقال عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ[1]

اور ان نشانوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے سورہ بقرہ میں اس اشارہ کو زیادہ واضح کر کے لکھا ہے

فھٰذا التعلیم یدل علی اشیاء منھا انہ کان معلم الکلمات بتوسط

اور کہا ہے کہ خدا نے آدم کو نام سکھائے پس یہ سکھلانا کئی باتوں پر دلالت کرتا ہے ان میں سے ایک یہ کہ

المسمیات و نعنی بالمسمیات کلما یمکن بیانہ بالاشارات فعلا کان او من

خدا تعالیٰ نے کلمات کو مسمیات کے ذریعہ سے سکھلایا اور مسمیات سے مراد ہمارے ایسے امور ہیں جن کا بیان کرنا

اسماء المخلوقات. ومنھا انہ کان معلم حقایق الاشیاء وخواصھا المکتومۃ

اشارات کے ذریعہ سے ممکن ہے خواہ وہ فعل ہوں یا اسماء مخلوقات میں سے ہوں اور پھر دوسرا امر یہ ہے کہ حقائق

المخزونۃ فی حیز الاختفاء بلغۃ عربی مبین. وان قلت ان النحویین خصصوا

اشیاء اور ان کے جو چھپے ہوئے خواص ہیں وہ زبان عربی میں سکھلائے گئے۔ اور اگر تو یہ بات کہے کہ نحویوں نے لفظ

لفظ الاسم بالاسماء المخصوصۃ التی لھا معانی ولا تقترن باحد

اسم کو اسماء مخصوصہ سے خاص کیا ہے۔ یعنی وہ اسماء جن کے واسطے معانی ہیں اور تین زمانوں میں سے کسی سے اقتران

[1] البقرۃ: ۳۲

﴿۶۸﴾

مِنَ الازمنة الثلاثة. فجوابه ان ذلک اصطلاح لھٰذہ الفرقة. ولا اعتبار بهٖ

رکھتے ہیں پس جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اس فرقہ کی اصطلاح ہے اور جب ہم حقیقی طور پر نظر

عند نظر الحقیقة فانظر کالمبصرین. وان قیل ان المشهور بین العامة من

کریں تو یہ اصطلاح ساقط الاعتبار ہوگی پس دیکھنے والوں کی طرح سوچ۔ اور اگر کوئی کہے

اھل الملة. ان اللّٰہ علم اٰدم جمیع اللغات المختلفة. فکان ینطق بکل لغت

کہ عوام مسلمانوں میں تو یہ مشہور ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو تمام بولیاں سکھا دی تھیں اور

من العربیة والفارسیة وغیرها من الالسنة فجوابه ان ھذا خطأ نشأ من

وہ ہر یک بولی عربی فارسی وغیرہ بولتا تھا پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خطا ہے اور اس کی

الغفلة. لا یلتفت الیه احد من اھل الخبرة بما خالف امرًا ثبت بالبداهة.

طرف کوئی عقلمند توجہ نہیں کرے گا کیونکہ یہ بدیہی الثبوت امر کے مخالف ہے اور بے خبروں کا

وما ھو الا زعم الغافلین. بل العربیة ھی اللسان من مستانف الایّام

گمان باطل ہے بلکہ پہلی زبان اور پہلے زمانہ کی بولی صرف عربی ہے اور اس کا غیر اس کا

ومستطرفها ولیس غیرها الا کمرجان من درر صدفها وانت تعلم ان

مال موروثی ہے۔ یا کوئی چھوٹا سا موتی اس کے موتیوں میں سے ہے اور تو جانتا ہے کہ

القراٰن والتورات قد اثبتا ما قلنا واکملا الاثبات الا تعلم ما جاء فی

قرآن اور توراۃ نے جو کچھ ہم نے کہا وہ ثابت کر دیا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ توریت

الاصحاح الحادی العشر من التکوین. فانه شھد انّ اللسان کانت

کتاب پیدائش گیارھویں باب میں لکھا ہے کہ ابتدا میں تمام زمین کی بولی ایک تھی پھر جب

واحدة فی الارضین. ثم اختلفوا ببابل معرقین. و اما القراٰن فقد سبق فیه

وہ عراق عرب میں داخل ہوئی۔ تو بابل شہر میں بولیوں میں اختلاف پڑا اور قرآن کا بیان

البیان. ففکر کالمحققین. ثم ھٰھنا طریق اٰخر لطلاب الحق

تو تُو سن چکا۔ پس تحقیق کرنے والوں کی طرح سوچ۔ پھر اس جگہ ایک اور طریق ثبوت حق

وآلمعرفة و هو انا اذا نظرنا فی سنن اللّٰه ذی الجلال و الحکمة فوجدنا نظام ﴿۶۹﴾

اور معرفت کے طالبوں کے لئے ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم اللہ ذوالجلال کی سنتوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہم اس

خلقه علی طریق الوحدة. و ذٰلک امر اختاره اللّٰه لهدایة البریة لیکون علٰی

کی پیدائش کا نظام وحدت کے طور پر پاتے ہیں اور یہ وہ امر ہے جس کو خدا تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے

احدیة احد من الادلة. و لیدل علٰی انه الخالق الواحد لا شریک له فی

اختیار کیا ہے تا کہ اس کی وحدانیت پر دلیل ہو۔ اور اس دلیل پر دلالت کرے کہ وہ اکیلا پیدا کرنے والا واحد

السماء و الارضین. فالّذی خلق الانسان من نفس واحدة کیف تعزٰی الیه

لاشریک ہے کوئی اس کا شریک زمین و آسمان میں نہیں پس جس نے انسان کو نفس واحد سے پیدا کیا کیونکر اس کی

کثرة غیر مرتبة و لغات متفرقة غیر منتظمة. الا تعلم انه راعی الوحدة فی

طرف ایک ایسی کثرت منسوب کی جائے جو غیر مرتب ہے اور کیونکر ایسی زبانیں اس کی طرف سے سمجھی جائیں جو

کل کثرة. و اشار الیه فی صحف مطهرة. و کتاب امام العارفین. و ابان فی

غیر منتظم ہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس نے ہر یک کثرت میں وحدت کی رعایت رکھی ہے اور اپنی پاک کلام میں

صحفه الغراء انه خلق کل شیء من الماء. فانظر الی سنة حضرة الکبریاء کیف

اس کی طرف اشارہ کیا ہے جو عارفوں کی امام ہے اور اس نے اپنی کتاب روشن میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے

رد الکثرة الٰی وحدة الاشیاء وجعل الماء امّ الارض والسماء ففکر کالعقلاء

ہر یک چیز کو پانی سے ہی پیدا کیا ہے پس خدا تعالیٰ کی سنت کی طرف دیکھ کیونکر اس نے کثرت کو وحدت کی طرف

فانه عنوان الاهتداء و لا تستعجل کالجاهلین و انّ هٰذه الأیة دلیل واضح علٰی

رد کیا ہے اور پانی کو زمین اور آسمان کی ماں ٹھہرایا ہے پس عقلمندوں کی طرح سوچ کہ یہ ہدایت پانے کی

سنة خالق الرقیع والغبراء. وفیها تبصرة لاهل الانظار والاراء واللّٰه وتر یحب

علامت ہے اور جاہل مت بن۔ اور یہ آیت خدا تعالیٰ کی سنت پر دلیل واضح ہے اور اس میں اہل نظر کے لئے

الوتر یا معشر الطلباء. هو الذی نوّر من نورٍ واحد نجوم السماء

بصیرت کی راہ ہے اور خدا تعالیٰ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے وہی ہے جس نے ایک نور سے تمام ستاروں کو بنایا

﴿۷۰﴾ وؔ خلق نفوسًا متشابهة على الغبراء. وجعل الانسان عالمًا جامع جميع

اور زمین پر تمام نفوس متشابہ پیدا کئے اور انسان کو ایک عالم جمیع حقائق اشیاء کا جامع بنایا

حقائق الاشياء. فلولم يكن نظام الخلق مبنيًا على الوحدة لما وجدت فى

پس اگر مخلوقات کا نظام وحدت پر مبنی نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ کی پیدائش میں یہ مشابہت نہ پائی

خلق اللّٰه وجود هٰذه المشابهة. ولكان خلق اللّٰه كالمتفرقين. بل لو لم يكن

جاتی اور مخلوق متفرق چیزوں کی طرح ہوتی بلکہ اگر نظام وحدانی نہ ہوتا تو حکمت باطل

النظام الوحدانى لبطلت الحكم وضاع السر الروحانى. وسُدّ الصراط

ہو جاتی اور سِرّ روحانی ضائع ہو جاتا اور ربانی راہ بند ہو جاتی اور سالکوں کا امر مشکل

الربانى وعسر امر السالكين. فمالك لا تفهم وحدة دالة على الوحيد.

ہو جاتا۔ پس تجھے کیا ہوگیا کہ تو اس وحدت کو نہیں سمجھتا جو اس یگانہ پر دلالت کرتی ہے اور

وهى فى الاسلام مدار التوحيد و اصل كبير للتعظيم والتمجيد. و سراج منير

وہی اسلام میں توحید کا مدار ہے اور اس کی تعظیم اور تمجید کے لئے اصل کبیر ہے اور خدا

لمعرفة الوحدانية الالٰهية والاحدية الربانية. وانّها من علوم اختصت

تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی یکتائی کے پہچاننے کے لئے ایک چراغ روشن ہے اور ان

بالمسلمين. ثم اعلم ان الاٰثار النبويّة والنصوص الحديثية. قد بلغت فى هذا

علوم میں سے ہے جو اہل اسلام سے خاص ہے پھر جان کہ آثار نبویہ اور نصوص حدیثیہ اس

الٰى كمال الكثرة. حتى اعطت ثلج القلب ونور السكينة. كما لا يخفٰى على

بارے میں اس کثرت تک پہنچ گئے ہیں کہ جن سے دل کو تسلی اور اطمینان کا نور حاصل ہوتا ہے

المحدّثين و اخرج **ابن عساكر** فى التاريخ و هو المقبول الثقة. قال قال **ابن**

جیسا کہ محدثوں پر پوشیدہ نہیں اور ابن عساکر جو مقبول اور ثقہ ہے ابن عباس سے اپنی تاریخ

عباس ان اٰدم كان لغته فى الجنة **العربية** وكذٰلك اخرج **عبد الملك**

میں بیان کرتا ہے کہ بہ تحقیق آدم کی بولی جنت میں عربی ہی تھی اور اسی طرح عبد الملک آنحضرت

﴿۱۷﴾

حدّیثا من خیر الورٰی و رجال اٰخرون اولوا العلم والنُّھٰی. وحدّثوا بروایة اخرٰی

صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث لایا ہے اور دوسرے اہل علم بھی دوسری روایتوں سے بیان کرتے ہیں سو

فقالوا ان العربیة ھی اللسان الاولٰی من اللّٰہ المولٰی. نزلت مع اٰدم من الجنة

انہوں نے کہا ہے کہ عربی ہی پہلی زبان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور آدم کے ساتھ بہشت سے

العلیا. ثم بعد طول العھد حرّفت وحدثت لغات شتّٰی. و اول ما ظھر بعد

اتری ہے۔ پھر ایک زمانہ کے بعد محرف ہوگئی اور اس سے اور زبانیں پیدا ہوگئیں اور تحریف کے بعد جو پہلی

التحریف کان سریانیًا باذن اللّٰہ اللطیف. و صرف اللّٰہ الیہ لھجة المبدلین.

زبان ظاہر ہوئی وہ سُریانی تھی اور خدا تعالیٰ نے زبان کے بدلانے والوں کا لہجہ ویسا ہی کردیا اور اسی واسطے

و لاجل ذٰلک سمی العربی الاول عند المتقدمین. وکان عربیا بادنٰی تصریف

متقدمین اس کو پہلی عربی کہا کرتے تھے۔ اور وہ ادنیٰ تغیر کے ساتھ عربی ہی تھی پھر اور اور زبانیں پیدا ہوگئیں

المتصرّفین ثم حدثت السنة اخرٰی کما حدثت الملل والنحل فی الدّنیا. وھذا

جیسا کہ اور اور مذاہب پیدا ہوگئے اور یہی بات عقلمندوں کے نزدیک حق ہے۔ پھر پہچاننے کے طریقوں میں

ھو الحق فتدبر کالعاقلین. ثم من سبل العرفان. انک تجد فی القران ذکرًا

سے ایک یہ ہے کہ تو قرآن میں زبان اور رنگ کے اختلاف کے بارہ میں ایک ہی جگہ ذکر پائے گا پس

واحدًا فی اختلاف اللسان والالوان. فاللّٰہ یشیر الٰی ان اللسان کانت واحدة فی

خدا تعالیٰ ان دونوں کو ایک جگہ ذکر کرنے سے یہی اشارہ کرتا ہے کہ زبان ایک زمانہ میں ایک تھی چنانچہ رنگ

زمان کما کان اللون لونًا واحدًا قبل الوان. ثم اختلفا بعد زمان وحین ثم من

بھی ایک زمانہ میں ایک تھا پھر طول زمانہ کے بعد دونوں میں اختلاف ہوگیا پھر ایک لطیف اشارہ یہ ہے کہ

لطایف الایماء ان خاتم الانبیاء. جعل نفسه شریک اٰدم فی تعلم الاسماء کما

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو اسماء کے سکھائے جانے میں آدم کا شریک ٹھہرایا ہے جیسا کہ

اخرج الدیلمی فی حدیث الطین والماء ففکر فیما قال خاتم النبیین.

دَیلمی نے حدیث طِین اور مَاء میں روایت کی ہے پس تو اس قول میں فکر کر جو آنحضرت صلعم نے فرمایا

﴿۷۲﴾

مُثِّلَتْ لی امّتی فی الماء و الطین. وعُلّمت الاسماء کما علّم اٰدم الاسماء.

کہ میری امت میرے لئے پانی اور مٹی میں متمثل کی گئی اور مجھے نام سکھلائے گئے جیسا کہ آدم کو نام سکھلائے

فانظر الٰی ما اشار فخر المرسلین. وانت تعلم انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان

گئے۔ پس اس امر میں فکر کر جس کی طرف آنحضرت صلعم نے اشارہ فرمایا اور تو جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اُمِّیًّا لا یعلم غیر العربیة. نعم اُوتی جوامع الکلم فی هٰذه اللهجة. ظهر ان

اُمّی تھے بجز عربی کے کسی اور زبان کو نہیں جانتے تھے۔ ہاں آپ کو جوامع الکلم زبان عربی میں ملی تھی پس ظاہر

المراد من الاسماء فی قصة اٰدم و حدیث خیر الانبیاء هی العربیة

ہوا کہ اسماء سے مراد حضرت آدم کے قصہ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں زبان عربی ہے جیسا

المبارکة. کما تدل علیه النصوص القطعیة من کتاب مبین. الا تنظر الی

کہ نصوص قطعیہ کلام الٰہی کی اس پر دلالت کرتی ہیں کیا تو زبانوں کے اشتراک کی طرف نہیں دیکھتا کیونکہ وہ بہت

اشتراک الالسنة. فانه یوجد فی کثیر من الالفاظ المتفرقة ولا یمکن هذا الا

سے الفاظ متفرقہ میں پایا جاتا ہے اور ایسا اور اس قدر اشتراک بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ تمام زبانیں ایک

بعد کونها شعب اصل واحد فی الحقیقة. وانکارها کانکار العلوم الحسیة

ہی زبان کی شاخیں ہوں اور اس کا انکار علوم حسیہ کے انکار کی مانند ہے اور ان امور کے انکار کی طرح جو ثابت

والامور الثابتة المرئیة. فان کان تغایر الالسنة من اول الفطرة فکیف وجد

اور مرئی ہوں پس اگر زبانوں کا اختلاف ابتدا سے چلا آتا ہے پس کیونکر باوجود اس اختلاف قدیم کے زبانوں

الاشتراک مع عدم الاتحاد فی الاصل والجرثومة فلا بد من ان نقر بلسان هی

میں اشتراک ہوگیا پس یہ بات ضروری ہے کہ ہم ایک ایسی زبان کا اقرار کریں کہ وہ تمام زبانوں کی ماں ہو

ام کلها لکمال بیان وانکاره جهل و سفاهة واللدد تحکم ومکابرة. وقد تبین

اور انکار اس بات کا جہالت اور کم عقلی ہے اور جھگڑنا ناحق کی حکومت اور ناحق کا کبر ہے اور تم طالب ہو تو حق تو

الحق لو کنتم طالبین. و فی العربیة کمالات و خواص و اٰیات تجعلها اُمّ غیرها

کھل چکا اور زبان عربی میں وہ کمالات اور نشان ہیں جو محققوں کے نظر میں اس کو اس کے

عنّد المحققين و انها وقعت لها كالظل او كالعصفور عند البازى المطل فاسمع ﴿۷۳﴾

غیر کی ماں ٹھہرایا ہے۔ اور وہ زبانیں عربی کے لئے سایہ کی طرح واقع ہوئی ہیں یا باز صید گیر کے آگے چڑیا کی طرح پس تو

بعض اياتها و كن من المنصفين فمنها ان التحقيق العميق و النظر الدقيق يُلجئنا

انصاف سے عربی کے بعض نشان سن۔ پس ان کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ تحقیق عمیق اور نظر دقیق کے بعد مشاہدہ اور

بعد المشاهدات و رؤية البينات الٰى ان نقرّ بانّ لغت العرب اوسع اللغات

رؤیت بیّنات کے ہمیں اس اقرار کے لئے مجبور کرتی ہے کہ لغت عرب تمام لغتوں سے وسیع تر ہے اور وہ مدارج میں سب

وارفعها فى الدرجات و اعظمها فى البركات و ابرقها بالمعارف و النكات.

سے بلند اور برکات میں سب سے بزرگ تر اور معارف اور نکات میں سب سے زیادہ چمکنے والے اور مفردات کے نظام میں

وا تمها فى نظام المفردات و ابلغها فى ترصيف المركبات و ادلها على اللطائف

سب سے زیادہ کامل اور مرکبات کے درجہ بدرجہ رکھنے میں سب سے زیادہ محل مناسب تک پہنچے ہوئے اور لطائف اور اشارات

والاشارات. واكملها فى جميع الصفات من الله رب العالمين. وتوجد علوم

پر سب سے زیادہ دلالت کرنے والے اور سب صفتوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے سب سے زیادہ کامل اور اس کے اسماء کی

كثيرة فى لف اسماء ها. و تلمع لطائف فى تراكيبها. وطرق ادائها. وسنذكرها

بناوٹ میں بہت سے علوم پائے جاتے ہیں اور اس کی ترکیبوں اور ادا کے طریقوں میں لطائف چمک رہے ہیں اور ہم عنقریب

فى مقاماتها لكشف غطاء ها. ونُبيّن علوم مفرداتها و فنون مركباتها لقوم

ان کا ذکر حقیقت نمائی کے لئے اپنے مقام پر کریں گے اور اس کے مفردات کے علوم اور مرکبات کے فنون طالب ہدایت لوگوں

مسترشدين والاٰن نثبت كمال نظام المفردات. فانها اول علامة لغة هى اُمّ اللغات

کے لئے بیان کریں گے اور اب ہم مفردات کے نظام کا کمال ثابت کرتے ہیں کیونکہ وہ پہلی علامت اس زبان کی ہے جس کو

و وحى من حكيم قوىّ متين. فانا نرى ان فطرة الانسان. قد اقتضت من اول الاٰوان

اُمّ الالسنہ کہنا چاہئے اور جس کو خدا تعالیٰ کی وحی ماننا چاہئے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی پیدائش نے پہلے ہی سے یہ تقاضا کیا

ان يعطى لها مفردات فيها كمال البيان كما هى كاملة من احسن الخالقين

ہے کہ اس کو وہ مفردات دیئے جائیں جن میں کمال درجہ کا بیان ہو جیسا کہ وہ فطرت خدا تعالیٰ کی طرف سے کامل ہے

﴿۴۷﴾

وؔ نرٰی ان الفطرة الانسانية والجبلة البشرية قد كملت بقوى مختلفة

اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ فطرت انسانی اور جبلت بشری مختلف قوتوں کے ساتھ کامل کی گئی ہے اور ایسا ہی قسما

وتصورات متنوعة. وارادات متفننة. وحالات متفرقةٍ وخيالات متغائرة.

قسم کے تصورات کے ساتھ اور قسما قسم کے ارادات کے ساتھ اور حالات متفرقہ اور خیالات متغائرہ اور

واخلاق متلوّنة. وجذبات متضادة. ومحاورات موضوعة للاٰباء والبنين.

اخلاق متلونہ اور جذبات متضادہ کے ساتھ اس کا کمال ہوا ہے اور ایسا ہی وہ محاورات جو باپوں اور بیٹوں اور

والاعداء والمحبين. والاكابر. والصاغرين. ثم انضمت بها افعال تصدر

دشمنوں اور دوستوں اور چھوٹے اور بڑوں میں ہوتے ہیں۔تتمہ کمالات خلقت انسانی ہیں پھر ان کے ساتھ وہ

من جوارح الانسان كالايدى والارجل والاعين والاٰذان. وكذلك كلما

افعال بھی ہیں جو انسان کے ہاتھ پیر سے صادر ہوتے ہیں جیسا کہ ہاتھ پیر اور آنکھ اور کان سے اور اسی طرح

يطلب بوسيلة هذه الاعضاء من علوم الارض والسماء و ما يتعلق بها

وہ تمام چیزیں جو ان اعضاء کے ذریعہ سے طلب کی جاتی ہیں جیسا کہ علوم ارضی اور علوم سماوی اور جو ان کے

كالخادمين. فلما خلق اللّٰه الانسان بهذه القوٰى والاستعدادات. والافعال

متعلق ہیں پس جبکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ان قوتوں اور استعدادوں اور صناعتوں کے ساتھ پیدا کیا اور ان

والصناعات. والمقاصد والنيّات. اقتضت رحمته ان يكمل فطرته بعطاء

مقاصد اور نیتوں کے ساتھ اس کو بنایا تو اس کی رحمت نے تقاضا کیا کہ انسانی فطرت کو نطق کے ساتھ مشرف کر

نطق يساوى الحاجات و يمده فى جمع الضرورات والمهمات ولا يتركه

کے حاجات پیش آمدہ کے ساتھ برابر اور ہموزن کر دے اور تمام مہموں اور ضرورتوں میں اس کی مدد کرے

كالناقصين. وكان تمشية هذه الارادات موقوفا على لغت هى كامل النظام

اور اس کو ناقصوں کی طرح نہ چھوڑے اور ان ارادوں کا پورا ہونا ایسی زبان پر موقوف تھا جو مفردات کے

فى المفردات ليساوى ضمائر الانسان و جميع الخيالات و يعطى

نظام میں کامل ہو تا کہ وہ انسان کے ضمیروں اور اس کے تمام خیالات کے ساتھ برابر اترے

﴿۷۵﴾

حلل الالفاظ للطالبین. فھذہ ھی العربیة. وخصت بھا ھذہ الفضیلة ھی

اورطلب گاروں کے لئے الفاظ کے (حلل) عطا کرے پس یہ زبان عربی ہے اور یہ فضیلت اس کے ساتھ خاص کی گئی

الّتی اعطی اللّٰہ لہ نظامًا کاملاً فی المفردات. وجعل دائرتھا مساویة

ہے یہ وہی زبان ہے جس کو خدا تعالیٰ نے مفردات میں کامل نظام بخشا ہے اور اس کے دائروں کو ضرورتوں

بالضرورات و لاجل ذٰلک احاطت دقائق الافعال. و أرت تصویر الضمائر

کے ساتھ برابر کر دیا ہے اور اسی واسطے یہ عربی باریک معانی کے الفاظ پر مشتمل ہے اور ضمیروں کی تمام وکمال

بالتمام والکمال کالمصوّرین. وان اردنا ان نکتب فیہ قصّة. او نملی

تصویروں کو دکھلا رہی ہے جیسا کہ مصور دکھلاتے ہیں۔ اور اگر ہم عربی زبان میں کوئی قصہ لکھنا چاہیں یا کوئی

حکایةً او واقعةً او نؤلف کتابًا فی الالٰھیات. فلا نحتاج الی المرکبات. ولا

حکایت یا واقعہ لکھیں یا کوئی کتاب الٰہیات میں تحریر کریں تو ہم مرکبات کی طرف محتاج نہیں ہوتے اور ہم

نضطرّ ان نورد الترکیبات مورد المفردات کالھائمین المتخبطین. بل

اس بات کی طرف بے قرار نہیں ہوتے کہ ترکیبات کو مفردات کی جگہ میں لاویں بلکہ ہمیں عربی کا نظام کامل

یمدنا نظامہ الکامل فی کل میدانٍ ومضمارٍ. ونجد مفرداتھا کحلل کاملة

ہر یک میدان میں مدد دیتا ہے اور ہم اس کے مفردات کو معانی اور اسرار کے لئے کامل لباسوں کی طرح

لانواع معانی واسرار. و لا نجدھا فی مقام کابکم غیر مبین. وذلک

پاتے ہیں۔ اور ہم اس کو کسی مقام میں گونگے کی طرح نہیں پاتے اور یہ اس لئے کہ اس کا نظام کامل ہے اس

لکمال نظامھا وعلوّ مقامھا و غزارة موادھا و کثرة افرادھا. وتناسبھا

کا مقام عالی ہے اس کے مواد بہت ہیں اس کے مفردات زیادہ ہیں اس میں تناسب اور سامان بہت ہے

ورشادھا واطراد اشتقاقھا واتحاد انتساقھا ولکونھا متساویة بآمال

اس کا اشتقاق لمبا ہے اس کے انتساق میں اتحاد ہے اور وہ امیدوں کے سلسلہ سے برابر ہے اور قانون

الآملین. وان صحیفة القدرة و مواد ھذہ اللھجة قد صدغتا کثوری فلاحة

قدرت اور اس زبان کے مواد دوش بدوش چلے جاتے ہیں جیسے کلبہ رانی کے دو بیل یا ایک

﴿۷۶﴾

وؔ تقابلتا کجداری باحة فانظر کالمُبصرین. و من العجائب انها کانت لسان

صحن کے مقابل کی دو دیواریں ہیں۔ پس تو سوجاکھوں کی طرح دیکھ۔ اور عجائب میں سے یہ بات ہے کہ وہ امیوں کی

الاُمّیین. و ما کانوا ان یصقلوها کالعُلماء المتبحرین. ولم یکن لهم فلسفة

زبان ہے اور وہ اس کو علماء متبحر کی طرح صیقل نہیں کرتے تھے۔ اور ان کو یونانیوں کے فلسفہ میں سے کچھ حصہ نہیں تھا

الیونانیین. و لا فنون الهنود و الصینیین. ومعذٰلک نجدها افصح الالسنة

اور نہ ہندوؤں اور چینیوں کے ان کے پاس علوم تھے اور باوصف اس کے ہم اس زبان کو حکماء کے نازک خیالوں

لتعبیر خواطر الحکماء و اراء ة صور اراء اهل الاراء کانها تصورها کما

کے ادا کرنے اور ہر یک رائے کی صورت دکھلانے کے لئے تمام زبانوں سے زیادہ فصیح پاتے ہیں گویا یہ زبان ان

یُصوّر فی البطن الجنین. و من فضائلها انها ما مدت قط ید المسئلة الی

خیالات کی ایسی تصویر کھینچتی ہے جیسا کہ جنین کی تصویر پیٹ میں کھینچی جاتی ہے اور اس کی فضیلتوں میں سے ایک یہ

الاغیار. و ما زیّنها احد من الحکماء والاحبار. و لیست علیها منة احد من

ہے کہ اس نے کبھی غیر کی طرف سوال کا ہاتھ لمبا نہیں کیا اور کسی حکیم اور دانشمند نے اس کو زینت نہیں دی اور اس پر

دون القادر الجبار. هو الذی اکملها بید الاقتدار. و صانها من کل مکروه فی

سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کا احسان نہیں۔ اسی ذات نے اس کو اپنے ہاتھ سے کامل کیا ہے اور ہر یک ایسی حالت

الانظار. و عصمها من موجبات الملال والاستحسار. فهی ربیبة خدر الازل

سے بچایا ہے جن سے نظریں کراہت کرتی ہیں اور تھکنے اور ملال کے موجبات سے اس کو محفوظ رکھا ہے پس یہ بولی

کالبنات و کقاصرات الطرف والقانتات. وهی حاملة باجنّة الحکم والنکات. لا

پردہ ازل کی خانہ پروردہ ہے جیسا کہ لڑکیاں اور پرہیزگار بیویاں ہوتی ہیں اور یہ بولی طرح طرح کی حکمتوں اور

تسمع صوتها فی مجمع الهاذین. والحکمة تبرق من اسرّة وجهها بنور یزین.

معارف دقیقہ کے ساتھ حاملہ ہے بےہودہ گوئیوں کا مجمع اس کی آواز نہیں سنتا اور خدا تعالیٰ نے اس کی سرشت کو

واللّٰه احسن خلقها کخلق الانسان. واعطاها کل ما هو من کمال اللسان

ایسا ہی نیک پیدا کیا ہے جیسا کہ انسان کی سرشت کو اور جو زبان کا کمال ہونا چاہئے سب کچھ اس کو عطا کیا

و اَعطاها حسنًا يصبی قلوب المبصرين. فلأجل هٰذه الكمالات و وجازة ﴿۷۷﴾

اور اس کو ایسا حسن عطا کیا ہے جو دیکھنے والوں کے دلوں کو کھینچتا ہے پس انہیں کمالات کی وجہ سے اور کلمات

الكلمات تعصمنا عن اضاعة الاوقات. و تُسعدنا الٰی ابلغ البيانات. وتحفظنا

کے اختصار سے اوقات کے ضائع ہونے سے بچاتی ہے اور نہایت بلیغ بیانات کی طرف ہمیں رہبر ہوتی ہے

عن فضوح الحَصَرِ وتعضدنا فی قيد ظبأ المعانی والشصر. فلا نقف موقف

اور زبان کی بستگی سے ہمیں نگہ رکھتی ہے اور معانی کے ہرنوں اور آہو بچوں کے قید کرنے میں ہمیں مدد دیتی

مندمة فی ميدان. و لا نرهق بمعتبة عند بيان. وتكشف علينا كلام رب العالمين

ہے پس ہم کسی میدان میں شرمندہ نہیں ہوتے اور نہ کسی بیان کے وقت مورد عتاب ہوتے ہیں اور ہمارے پر

وان القراٰن والعربية كضرتی الرحٰی. والامر من غيرهما لا يتأتی. ومثلهما كمثل

رب العالمین کا کلام کھولا جاتا ہے اور قرآن اور عربی ایک چکی کے دو پاٹ ہیں اور ان دونوں کے ملنے کے

العروسين. فالعربية كزوجة كملت فی الحُسنِ والزين. ومن خواص العربية

سوا امر مقصود حاصل نہیں ہوتا یا ان دونوں کی مثال میاں بیوی کی طرح ہے اور عربی اس بیوی کی طرح ہے جو

وعجائبها المختصة انها لسان زيّنت بلطائف الصنع ووضع فيها بازاء معانی

حسن اور زینت میں کامل ہو اور عربی کے خواص اور اس کی خاص عجائب باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایک

متعددة بالطبع لفظ مفرد فی الوضع ليخفّ النطق به حتی الوسع ولا يحدث

ایسی زبان ہے جو لطائف صنعت سے زینت دی گئی ہے اور جو طبعًا معانی متعددہ ہیں۔ ان کے مقابل پر ایک

ملالة الطبع. وهذا امر ذو شان ممد عند بيان. لا يوجد نظيره فی لسان من

ہی لفظ وضع میں رکھا گیا ہے تا حتی الوسع بولنا اس کا آسان ہو اور ملالت طبع پیدا نہ ہو اور یہ ایک امر ذوشان

السن الاعجمين. فلذٰلك تجد تلك الالسنة غير برية من معرة اللكن.

ہے جو بیان میں مدد کرتا ہے اور کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی اسی لئے تو دیکھے گا کہ تمام زبانیں لکنت

وخالية من فضيلة اللسن. و مع ذٰلك لا تعصم عن الفضول فی الكلام.

کے عیب سے خالی نہیں ہیں اور فصاحت کے ہنر سے محروم ہیں اور پھر وہ زبانیں فضول گوئی سے بچا نہیں سکتیں

﴿۸۷﴾ ولَا تكفى مفرداتها فى استيفاء انواع المرام. و لا توجد فيها ذخيرة المفردات.

اوران کے مفردات مقصودوں کے حاصل کرنے کے لئے کفایت نہیں کرسکتے اوران میں مفردات کا ذخیرہ نہیں پایا جاتا

سيما مفردات مشتملة على المعارف والالٰهيات ودقايق الدينيات. بل لا

بالخصوص وہ مفردات جو معارف اورالٰہیات اور دینی دقائق پر مشتمل ہیں بلکہ تجھے یہ طاقت نہ ہوگی کہ اس کے مفردات کے

تستطيع ان تؤلّف بمفرداتها قصةً او تكتب حكايةً مبسوطة من امور الدنيا

ساتھ کوئی قصہ تالیف کرے یا کوئی لمبی چوڑی حکایت لکھے خواہ دنیا کے متعلق خواہ دین کے متعلق کیونکہ وہ بولیاں ناقص

والدّين فانها ممسوخة مبدلة. و نا قصة مغيرة فلا طاقت فيها و لا قوة. ولا نظام

بولیاں ہیں جو بدلائی گئی ہیں اوران کی صورت مسخ ہوگئی ہے پس ان بولیوں میں کچھ طاقت اور قوت نہیں اور نہ کچھ نظام اور

ولا عظمة. ولا كمال كعربى مبين. و لاجل ذلك لا يفوز اهلها غلبة عند

نہ عظمت اور نہ عربی کی طرح کچھ کمال اسی لئے ان بولیوں کے بولنے والا مقابلہ کے وقت غالب نہیں آسکتا اور جنگ

مقابلة. ويفر كزمّل عند مناضلة. ويرهق بمعتبة ومذلة. و يرٰى يوم تبعة كالمخذولين.

میں ایک بزدل نامرد کی طرح بھاگتا ہے اور ذلت اور ملامت اٹھاتا ہے اور انجام بدی کا دن دیکھتا ہے جیسا کہ ذلیل اور

وانها قد بلغت مخارم الجبال. فى علو الشان وانواع الكمال. وخرجت كفاتكٍ

نامراد لوگ دیکھتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ زبان عربی اپنی شان میں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گئی ہے اور ایک بہادر

ماضى العزيمة و تنادى رجل الكريهة. فهل من مبارزٍ فى المخالفين. و هل فى

پورے ارادے والے کی طرح میدان میں نکلی ہے اور مقابل کے آدمی کو بلا رہی ہے پس کیا کوئی مخالفوں میں بہادر ہے

ندوة حيّهم احدٌ من الباسلين. وما هذا من الدعاوى التى لا دليل عليها. بل ترٰى

اور کیا کوئی ان کی مجلس میں دلیر موجود ہے اور یہ وہ دعویٰ نہیں ہے جن پر کوئی دلیل نہ ہو بلکہ تو دلائل کے لشکر اس دعوے کے

عساكر البراهين لديها كالطوافين. وترى انها قائمة كجحيش شيحان وتجول

پاس پائے گا جیسا کہ طواف کرنے والے ہوتے ہیں اور اس بولی کو تو ایسا قائم پائے گا جیسا کہ ایک بہادر مستقل ارادہ اور

بمفصل و سنان . فمن ارته شعاعًا . طارت نفسه شعاعًا و سقط كميتين

تلوار اور نیزہ کے ساتھ جولان کر رہی ہے پس جس کو اس نے اپنا شعاع دکھلایا سو اس کی ہوائیاں اڑ گئیں اور مُردوں

وما کان للاعداء ان یا توا ببرھان علٰی دعواھم. اویخرجوا من مثواھم وان ھم ﴿۷۹﴾

اور دشمنوں کو یہ توفیق نہیں کہ اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل لاویں یا اپنی خواب گاہ سے باہر نکلیں اور وہ تو دفن شدہ مردوں کی طرح

الا کالمدفونین. وما تری وجہ السنھم ببشریشف ونضرۃ ترف بل تراھا

ہیں۔ان کی زبانوں کا ایسا منہ نہیں جو پورا اور باآب اور بھرا ہوا ہو اور نہ ایسی تازگی جو چمکیلی ہو بلکہ ان زبانوں کو تو ایسا پائے

کموماۃ لیس فیھا من غیر رمل و حصاۃٍ و لا تجد فیھا عین ماء معین. والذین

گا جیسا کہ جنگل بے آب ودانہ جس میں بجز ریت اور سنگریزہ کے اور کچھ نہیں اور ان میں تو پانی صاف کا چشمہ نہیں پائے گا

مارسوا اللغات وفتشوھا. واطلعوا علی عجائب العربیۃ و نظروھا. و رأوا لطائف

اور جو لوگ زبانوں کے مشاق اور تفتیش کرنے والے ہیں جو عربی کے عجائبات پر اطلاع رکھتے ہیں انہوں نے اس کے

مفرداتھا و وزنوھا. وشاھدوا ملح مرکباتھا و ذاقوھا. فاولئک یعلمون بعلم

مفردات دیکھے اور ان کو وزن کیا اور اس کے مرکبات کے ملیح جملوں کا مشاہدہ کیا اور ان کو چکھا سو وہ لوگ علم یقینی سے اس

الیقین. ویقرّون بالعزم المتین بانّ العربیۃ متفرّدۃ فی صفاتھا. وکاملۃ فی

بات کو جانتے اور پختہ عزم سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ عربی اپنی صفات میں یگانہ اور اپنے مفردات میں کامل اور

مفرداتھا. ومعجبۃ بحسن مرکّباتھا ومُصْبِیَۃ بجمال فقراتھا. ولا یبلغھا لسان

اپنے مرکبات کے حسن میں عجب انگیز اور اپنے فقروں کے جمال کے ساتھ دلکش زبان ہے اور دنیا کی زبانوں میں سے کوئی

من الالسن الارضین ویعلمون انھا فائزۃ کل الفوز فی نظام المفردات و ما نول

زبان اس کے کمال تک نہیں پہنچتی اور وہ لوگ جانتے ہیں کہ عربی مفردات کے نظام میں کمال کے مرتبہ تک پہنچی ہوئی ہے اور کسی

لسان ان یساویھا فی ھذہ الکمالات. و انھا کلمۃ جُرّبت مرارًا و سکّتت

زبان کی مجال نہیں جو اس کے کمالات میں اس کی برابری کر سکے اور یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو بارہا آزمایا گیا اور دشمنوں اور شریروں

اعداءً. واشرارًا. وذادت کل من صال انکارًا. فان کنت تنکر باصرار. فات کمثلھا

کا اس نے منہ بند کر دیا اور ہر یک ایسے شخص کو دفع کیا جو انکار کی راہ سے حملہ آور ہوا۔پس اگر تو اصرار سے انکار کرتا ہے تو اس کی

من اغیار. ولن تقدر ولو تموت کجراد الفلا. او تنتحر کالنوکی. فلا تکن

مثل دکھلا اور ہرگز تو مثل دکھلا نہیں سکے گا اگرچہ تو جنگل کی ٹڈیوں کی طرح مر جائے یا نادانوں کی طرح خودکشی کرے

﴿۸۰﴾

مِنَ الجاهلين. والأسف كلّ الأسف على بعض المستعجلين من المسيحيين

پس جاہلوں میں سے مت ہو اور بعض اُن جلد بازوں پر نہایت افسوس ہے جو عیسائیوں میں سے حد سے

والغالين المعتدين. انهم حسبوا اللسان الهندية اعظم الالسنة. ومدحوها

زیادہ تجاوز کر گئے ہیں ۔ انہوں نے سنسکرت زبان کو سب زبانوں میں سے بہتر سمجھ لیا ہے اور واہی

بالخيالات الواهية وفرحوا بالأراء الكاذبة و ليسوا الا كحاطب ليل او اٰخذ غثاء

خیالات کے ساتھ اس کی تعریف کی ہے اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی رات کو لکڑیاں اکٹھی

من سيل او مغترف من كدرٍ لا ماء معين. الا ترٰى الى اللسان الويدية الهندية

کرے یا پانی کا خس و خاشاک لے لے اور پانی کو چھوڑ دے یا مکدر پانی میں سے ایک گھونٹ لے اور

وغيره من الالسنة الاعجمية كيف توجد اكثر الفاظها من قبيل البرى والنحت و

صاف پانی کو چھوڑ دے کیا تو ہندی زبان یعنی سنسکرت وغیرہ عجمی زبانوں کو نہیں دیکھتا کہ کیونکر اکثر الفاظ

شتان ما بينها وبين المفرد البحت فخداج مفرداتها وقلّة ذات يدها و عسر حالاتها

ان کے تراش خراش کے قبیل سے ہیں یعنی مرکب ہیں پس ان کو خالص مفردات سے کیا نسبت ہے پس

يدل علٰى ان تلك الالسنة ليست من حضرة العزة. و لا من زمان بدو البرية. بل

ان کی مفردات کا ناقص ہونا اور ان کی پونجی کم ہونی اس بات پر صاف دلیل ہے کہ وہ زبانیں خدا تعالیٰ

تشهد الفراسة الصحيحة و يفتي القلب والقريحة انها نُحتت عند هجوم الضرورات

کی طرف سے نہیں اور نہ ابتدائی زمانہ سے ہیں بلکہ فراست صحیح اور دل اور طبیعت فتویٰ دیتی ہے کہ وہ

وصيغت عند فُقدان المفردات. ليتخلص اهلها مخالب الفقر وانياب الحاجات وما

تمام زبانیں ضرورتوں کے وقت اور مفردات کے نہ ہونے کی وجہ سے گھڑی گئی ہیں تا ان زبانوں

خطرت ببال الاعند ما مسّتِ الحاجة اليها. و ما ركبت الا اذا حث الوقت عليها

والے محتاجگی کے داموں سے نجات پاویں اور وہ ترکیبیں حاجت پیدا ہونے سے پہلے کسی کے دل میں نہیں

وقد اقربها زمر المعادين بل يحكم الرأى المستقيم. و يشهد العقل السليم

گزریں اور تبھی یاد آئیں جب وقت نے ان کی طرف رغبت دی بلکہ رائے مستقیم اور عقل سلیم حکم کرتی ہے

انّ اھل تلک الالسنة. واللغات المتفرقة. قوم تطاول علیھم زمان الغی ﴿۸۱﴾

کہ ان زبانوں اور لغت والی وہ قوم ہے جن پر گمراہی اور خذلان کا لمبا زمانہ گذر گیا۔ اور ان کی خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے مدد

والخذلان. وما اعانتھم ید الرحمان. وما وجدوا ما یجد اھل الحق والعرفان.

نہ کی۔ اور انہوں نے اس حقیقت کو نہ پایا جو حق اور معرفت کی اہل پاتی ہیں سو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی زبان کو

فحلوا السنتھم بایدیھم لا بایدی الفیاض المنان. فکان غایة سعیھم ان ینحتوا

آراستہ کیا اور خدا تعالیٰ کے ہاتھوں سے اس زبان سے آرائش نہیں پائی پس ان کی سعی زیادہ سے زیادہ یہ تھی کہ مفردات

بازاء مفرداتٍ انواع ترکیباتٍ. ففرحوا بحیلة فاسدة مصنوعة. وبعدوا من ثمار

کے مقابل پر ترکیبات کو گھڑیں پس وہ ایک حیلہ فاسد بناوٹی کے ساتھ خوش ہو گئے اور ایسے لطیف پھلوں سے دور جا پڑے

لطیفة لا مقطوعة ولا ممنوعة نافعة للاٰکلین. فبدت سوئتھم لاجل منقصة

جو نہ کاٹے جائیں اور نہ منع کئے جائیں جو عقلمندوں کو نفع دیتے تھے پس بباعث ناقص ہونے زبان کے ان کا عیب کھل گیا

اللغات. وانتقاص المفردات. وظھر انھم کانوا کاذبین. وکانوا یحمدون

اور مفردات کی کمی نے ان کی پردہ دری کی اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ جھوٹے تھے۔ اور وہ لوگ اپنی زبانوں کی ایسے غلو سے

السنتھم بصفات لا تستحق بھا وکانوا فیھا مفرطین فھتک اللّٰہ اسرارھم

تعریف کرتے تھے جن کی وہ حق دار نہیں تھی اور ان بے جا تعریفوں میں حد سے زیادہ گذر گئے تھے سو خدا تعالیٰ نے ان

واذاقھم استکبارھم بما کانوا معتدین. وتراھم یعادون الحق والفرقان ولا

کے پردے پھاڑ دیئے اور ان کو ان کے تکبر کا مزہ چکھایا کیونکہ وہ حد سے زیادہ گذر گئے تھے اور تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ

یقبلون المحمود والمشھود والعیان ولا یترکون الحقد والعدوان ویمشون

حق اور فرقان کے دشمن ہیں اور کینہ اور ظلم کو نہیں چھوڑتے اور اندھوں کی طرح چلتے ہیں خاص کر کہ ہندو لوگ کہ ان کی

کالعمین . سیما الھنود فان سیرتھم الصدود وزادھم العنود وھم المزھوون. لا

سیرت حق سے روکنا ہے اور ان کا عناد حد سے بڑھ گیا ہے اور عُجب اور خود پسندی ان میں بہت ہے۔ خدا تعالیٰ سے

یخشون ولا یتواضعون ولا یتدبّرون کالخاشعین. وظنّوا ان لغتھم اکمل اللغات.

نہیں ڈرتے اور نہ تواضع اختیار کرتے ہیں اور نہ ڈرنے والوں کی طرح تدبر کرتے ہیں اور ان کا گمان ہے جو ان کی

﴿۸۲﴾

بلؔ قالوا انّها هی وحی رب السمٰوٰت و کذالک رضوا بالخزعبلات و خدعوا

زبان سب زبانوں سے زیادہ کامل ہے بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ یہی الہامی زبان ہے اور اسی طرح وہ باطل باتوں

قلوبهم بالمفتريات و ما كانوا مستبصرين. و تجد لسانهم مجموعة التركيبات خالية

پر خوش ہو گئے اور اپنے دلوں کو افترا کی باتوں سے فریب دیا اور صاحب بصیرت نہیں تھے اور تُو ان کی زبان کو

عن نظام المفردات كانّ ربهم ماقدر الا على تاليف المركبات كما ما قدر الاعلى

محض ترکیبوں کا ایک مجموعہ پائے گا اور مفردات کے نظام سے خالی دیکھے گا گویا ان کا خدا صرف مرکبات کی

تاليف الابدان من الذرات و كان من العاجزين. و اما العربية فقد عصمها اللّٰه من هذه

تالیف پر قادر تھا جیسا کہ وہ صرف اس بات پر قادر تھا کہ ذروں کے جوڑنے سے بدنوں کو بناوے اور عاجزوں

الاضطرارات. واعطاها نظامًا كاملًا من المفردات. وان فی ذلک لاٰية للمتوسّمين.

میں سے تھا۔ مگر عربی زبان کو خدا تعالیٰ نے ان تمام بے قراریوں سے بچایا اور مفردات کا نظام کامل اس کو بخشا

ولا يخفى على لبيب ولا على منشى اديب اِنّ الالسنة الاُخرٰى قد احتاجت الٰى

اور اس میں فراست والوں کے لئے نشان ہے اور کسی دانا پر پوشیدہ نہیں اور نہ کسی انشا پرداز ادیب پر کہ دوسری زبانیں

تركيبات شتّٰى و ما استخدمت المفردات كعربی مبين. وانت تعلم ان للمفردات.

انواع اقسام کی ترکیبوں کی محتاج ہیں اور وہ مفردات سے عربی کی طرح خدمت نہیں لیتیں اور تو جانتا ہے کہ مفردات کو

تقدم زمانی علی المركبات. فانها مناط افترار ثغر التركيب وعليها تتوقف سلسلة

مرکبات پر تقدم زمانی ہے کیونکہ ترکیب کے باترتیب دانت اُسی سے ظاہر ہوتے ہیں اور انہیں پر سلسلہ تالیف اور

التأليف والترتيب فالذی كان مقدما فی الطبع والزمان فهو الذی صدر من الرّحمٰن

ترکیب کا موقوف ہے۔ پس وہ جو از رو زمانہ اور طبع کے مقدم ہے وہ وہی ہے جو خدا تعالیٰ سے صادر ہوا ہے اور ہر یک

واليها ينحل كل مركب عند ذوی العرفان. فهل ترٰی كما نرٰی او كنت من

ترکیب اسی کی طرف منحل ہوتی ہے پس کیا تو اس بات کو دیکھتا ہے جس کو ہم دیکھتے ہیں یا پردہ میں ہے پھر اس میں کچھ

المحجوبين. ثم لا شک ان الالفاظ التی جمعت عند فقدان المفردات.

شک نہیں کہ جو الفاظ مفردات کے نہ ہونے کی وجہ سے جمع کئے گئے اور ضرورت پیش آنے سے

﴿۸۳﴾

و اقیـمـت مقامها عند هجوم الضرورات. قد نطقت بلسان الحال. انها ما اُبرزت

ان کے قائم مقام کی گئی وہ بزبان حال بول رہے ہیں کہ ضرورت کے وقت لئے گئے پس جبکہ ثابت ہوگیا

فی بـزتهـا الاعـنـد قـحـط الـمفردات والامحال. فاذا ثبت انها تلفيقات انسانية

کہ وہ انسانی جوڑوں سے جمع کئے گئے اور ترکیبات اضطراریہ سے اکٹھے کئے گئے تو وہ اس بے نمونہ

وتـركيبات اضـطـرارية فـكيف تـنـسـب الـى البـديع الكامل الذى يسلك سبيل

بنانے والے کامل کی طرف منسوب نہیں ہوسکتے کہ جو اختصار اور حکمت کے طریق کو اختیار کرتا ہے اور

الوجازة والـحـكـمة و يـحب طريق البساطة والوحدة. و لا يلجاء الٰى تركيبات

بساطت اور وحدت کے طریق کو دوست رکھتا ہے اور غافلوں کی طرح نئی نئی ترکیبوں کی طرف محتاج نہیں

مستـحـدثة كـالـغـافـلين. بل هو اللّٰه الذى فطن من اول الامر الى معان مقصودة.

ہوتا بلکہ وہ خدا وہی ہے جس کے علم میں پہلے ہی سے معانی مقصودہ ہیں سو اس نے ان کے مقابل پر ہر یک

فـوضـع بـازائهـا كـل لفظٍ مفردٍ باوضاع محمودة. و كذٰلک سلک سبيل حكمة

لفظ مفرد رکھ دیا۔ سو اسی طرح وہ اپنی حکمت معہودہ کو عمل میں لایا اور وہ ایسا تو نہیں تھا جیسا کہ سونے کے

معهودة وما كان كالذى استيقظ بعد النوم او تنبّه بعد اللؤم. بل وضع بازاء كل طيفٍ

بعد جاگے یا ملامت کے بعد متنبہ ہو بلکہ ہر یک معنوی خیال کے مقابل پر ہر یک لفظ مفرد رکھ دیا ہے جو

معنویّ لفظًا مفردًا ككوكب درّى. ببيان جلیّ الا تعرفه وهو احسن الخالقين. اتظن

چمکدار موتی کی طرح ہے کیا تو اس کو نہیں پہچانتا اور وہ احسن الخالقین ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ

ان اللّٰه نسى سبيل الحكمة او بطّأ به مانع من هٰذه الارادة او ما كان قادرًا علٰى وضع

حکمت کی راہ کو بھول گیا یا کسی مخالف نے اس کو اس ارادہ سے روک دیا یا وہ معانی مقصودہ کے ظاہر کرنے

الالفاظ المفردة لاظهـار الـمـعـانى المقصودة. فالجأه عجزه الى الكلمات المركبة

کے لئے الفاظ مفردہ کے بنانے پر قادر نہیں اس لئے اس کے عجز نے ترکیب اور نئے نئے جوڑوں کی

والتـركيـات الـمستـحـدثة. واضـطـر الـى ان يلفق لها الفاظ بـاستـعـانة التراكيب

طرف اس کو بے قرار کیا اور وہ اس بات کے لئے مضطر ہوا کہ معانی مقصودہ کے ادا کرنے کے لئے

﴿۸۴﴾ وؔ یعتمد علیها لا علی الطباع العجیب ویسلک مسلک المتکلفین. و انت

ترکیبوں کے جوڑ توڑ سے مدد لیوے اور ان ترکیبوں پر بھروسہ رکھے نہ مفردات کے طبعی اور عجیب نظام پر اور تکلف کرنے والوں کی راہ پر

تریٰ انّ بَنّآءً عاقلا ذا معرفة اذا اراد ان یبنی صرحًا فی بلدة. او قصرًا فی جردة.

چلے اور تو دیکھتا ہے کہ ایک معمار عقلمند تجربہ کار جبکہ ایک حویلی کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے یا کسی زمین پر ایک محل بنانا چاہتا ہے سو وہ اپنے

فیفطن فی اول امره الٰی کل ضرورة و ینظر کلما سیحتاج الیه عند سکونة.

کام کی ابتدا میں اپنی ہر یک ضرورت کو سمجھ جاتا ہے اور ہر یک امر کو جس کے بسنے کے وقت کسی وقت حاجت پڑے گی پہلے سے دیکھ لیتا

و ان کان یبنی لغیره فینبّهه ان کان فی غفلة. و لا یعمل عمل العمین بل یتصور فی

ہے اور اگر کسی غیر کے واسطے وہ مکان بناتا ہے تو اگر وہ غیر غفلت میں ہو تو اس کو خبردار کر دیتا ہے اور اندھوں کی طرح کوئی کام نہیں کرتا بلکہ

قلبه قبل البناء کل ما سیضطر الیه احد من الثُنّاء کالحجرات و الرفّ و الفناءِ

وہ عمارت بنانے سے پہلے ہی تمام ان باتوں کا اپنے دل میں تصور کر لیتا ہے جن کی طرف اس مکان میں رہنے والوں کو حاجت ہوگی جیسا

والمداخل والمخارج للسکناء. ومنافذ النور والهواء. ومجالس الرجال والنساء.

کہ حُجرے اور مچان اور صحن اور آنے جانے کا مکان اور ہوا اور روشنی کے لئے کھڑکیاں اور روشندان اور مردوں کے بیٹھنے کی جگہ اور عورتوں

وبیت الخبز وبیت الخلاء وبیت الاضیاف والواردین من الاحبّاء ومقام السائلین

کے رہنے کا مکان اور باورچی خانہ اور پاخانہ اور مہمانوں اور مسافروں اور دوستوں کے رہنے کی جگہ اور سوال کرنے والوں کے لئے

والفقراء. وما یحتاج الیه فی الصیف والشتاء. وکذٰلک لا یغادر حاجة الا و یبنی

ٹھہرنے کی جگہ اور ایسے مکان جو گرمی کے موسم کے مناسب حال ہوں اور ایسے مکان جو جاڑے کے لئے ضروری ہوں اسی طرح کوئی

لها ما یسدّ ضرورة. حجرة کان او عُلّة سُلّما کان او مصطبة. او ما یسرّ القلب

ایسی حاجت نہیں ہوتی جس کے رفع کے لئے بقدر سدّ ضرورت کوئی مکان نہیں بناتا خواہ وہ حجرہ ہو یا بالا خانہ ہو یا زینہ ہو یا چبوترہ یا کوئی

کالبساتین. فالحاصل انه یبصر فی اول نظره کل ما سَتَؤُولُ الیه لوازم

باغ ہو پس حاصل کلام یہ کہ وہ پہلی نظر میں ہی ان تمام امور کو دیکھ لیتا ہے جن کی طرف اس کے امر کے لوازم منجر ہوں گے اور ایسی کسی چیز کو

امره و لا ینسی شیئا سیطلبه احد من زمره ویتم الصرح کالمتدبّرین.

نہیں بھولتا جو کوئی اس کے گروہ میں سے کسی وقت اس کا طالب ہو اور اپنے مکان کو ایک مدبر انسان کی طرح پورا کرتا ہے

﴿۸۵﴾

وَ امّا الجاهل الغبی و القلب المخطی فلا یرٰی خیره و شرّه الا بعد البناء. ویسلک
مگر جاہل غبی اور خطا کرنے والا دل اپنے مکان کی برائی بھلائی پر اس وقت اطلاع پاتا ہے جبکہ مکان بن کر تیار ہو جاتا ہے

مسلک العشواء. ولا یرٰی المآل فی اول الحال. ولا ینظر الی ما سیحتاج الیه
اور اندھی اونٹنی کی طرح چلتا ہے اور انجام کار کو اول حال میں دیکھ نہیں سکتا اور جو کچھ آخر کسی وقت حاجتیں پڑیں گی ان پر اس

فی بعض الاحوال. فیبنی من غیر تقدیر وتنسیق وترتیب ولا یتدبر کذی معرفة
کی نظر نہیں ہوتی۔ پس وہ مکان کو بغیر کسی اندازہ اور ترتیب کے یوں بنا ڈالتا ہے۔ اور ایک دانشمند عارف کی طرح نظر نہیں

لبیبٍ ولا یفطن الٰی ما یلزم لمبناه. الا بعد ما سکنه وجرّب مثواه ووجده ناقصًا
کرتا اور نہیں سوچ سکتا کہ اس کی اس بنا کا انجام کیا ہوگا مگر اس وقت اس کو پتہ لگتا ہے جبکہ اس میں آباد ہوا اور آزمالیوے اور

وراه. فیشعر حینئذ انه لا یکفی لمباء ته فیتألم برویته بعد خبرته. ویبکی مرّة علی
نکما پاوے سو اس وقت اس کو سمجھ آتی ہے کہ اس کی بود و باش کے لئے کافی نہیں ہے سو اس مکان کے مشاہدہ اور آزمائش

فقدان مُنیته. واُخرٰی علٰی حُمقه وجهالته وضیعته فِضّته. وتطلع علٰی قلبه نار
کے بعد دردناک ہوتا ہے اور کبھی اپنی نامرادی پر روتا ہے اور کبھی اپنے حمق اور جہالت اور نقصان مایہ پر گریہ وزاری

حسرته بما لم یدر فی اول الامر مآل خطته کالعاقلین. فیتدارک ما فرط منه بعد
کرتا ہے اور اس کے دل پر حسرت کی آگ بھڑکتی ہے اس خیال سے کہ کیوں پہلے ان حرجوں اور نقصانوں پر میری نظر

ماری التفرقة واشتات. متأسّفا علٰی ما فات. و باکیا کالمتندّمین. فهٰذا الذهول
نہیں پڑی پس اب تجربہ کے بعد اور تفرقہ اور پریشانی اٹھانے کے پیچھے اپنے نقصانوں کا تدارک کرتا ہے۔ مگر دل

الذی یخالف العقل والحکمة. ویبائن القدرة والمعرفة الکاملة لا یُعزٰی الٰی
تأسف اور افسوس سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور روتا ہوا بگڑے ہوئے کی اصلاح کرتا ہے پس ایسا نسیان جو عقل اور حکمت

قدیرٍ الذی هو ذوالجلال والقوة. و خبیرٍ الذی یحیط الاشیاء بالعلم
کے مخالف اور معرفت کاملہ کے مغایر ہے اس خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا جو قادر اور بزرگ اور قوی اور علم اور

والحکمة. سبحانه هو یعلم الخفی والاخفٰی والقریب والاقصٰی ویعلم الغیب
حکمت کے ساتھ ہر یک چیز پر محیط ہو رہا ہے اور وہ پوشیدہ بلکہ پوشیدہ تر کو اور نزدیک و دور کو جانتا ہے اور وہ غیب کو

﴿۸۶﴾

وّ غیب الغیب. وفعله منزه عن المعرّة والعیب. وانه لا یخطی کالناقصین

اور غیب الغیب کو جانتا ہے اور اس کا فعل ہر یک عیب سے منزہ ہے اور ناقصوں کی طرح خطا نہیں کرتا اس کی

اُنظر الٰی ما خلق من قدرة کاملة. هل ترٰی فیه من فتور او منقصةٍ ثم ارجع

مخلوقات کی طرف دیکھ جو اس نے قدرت کاملہ سے پیدا کی ہے تو کیا اس میں کچھ فتور یا نقصان پاتا ہے پھر

البصر هل ترٰی من فتور فی خلق ربّ العالمین. فکفاک لفهم الحقیقة ما

دوبارہ نظر کو پھیر کیا تو خدا تعالیٰ کی پیدائش میں کچھ فتور پاتا ہے پس تجھے حقیقت کے سمجھنے کے لئے وہ باتیں کافی

ترٰی فی صحیفة الفطرة. ولن ترٰی اختلافًا فی خلقة حضرة الاحدیة فهٰذا

ہیں جو تو صحیفہ فطرت میں دیکھ رہا ہے اور تو خدا تعالیٰ کی پیدائش میں ہرگز اختلاف نہیں پائے گا پس زبانوں کی

هو المعیار المعرفة الالسنة فخذ المعیار. واعرف ما انار. واتق اللّٰه الذی

پہچان کے لئے یہی معیار ہے پس معیار کو پکڑ اور جو کچھ روشن ہوا اس کو دیکھ لے اور اس خدا سے ڈر جو متقیوں

یحبّ المتقین. واستفق ولا تکن من الغالین.

کو دوست رکھتا ہے اور ہوش میں آ اور غلو مت کر۔

ولا یریبک ما تجد فی اللسان الهندیة وغیرها من الالسنة قلیلًا

اور تجھ کو یہ بات شک میں نہ ڈالے کہ تو سنسکرت وغیرہ میں کچھ مفرد الفاظ پاتا ہے کیونکہ وہ الفاظ ان

من الالفاظ المفردة فانّها لیست من دارهم الخربة ولا من عیبتهم الممزقة

کے ویران گھر کی جائیداد نہیں ہے اور نہ ان کے پھٹے ہوئے جامہ دان کے یہ کپڑے ہیں بلکہ وہ تمام الفاظ چوری

بل هی کالاموال المسروقة. اوالامتعة المستعارة فی بیت المساکین.

کے مال کی طرح ہیں یا مانگے ہوئے اسباب کی مانند ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ اطراد مواد سے خالی ہیں اور

والدلیل علیها انها خالیة عن اطراد المادة وغزارتها المُنْتَسَقَةِ مع فقدان وجوه

نیز ایسے مفردات کی کثرت سے بھی جو ترتیب تناسب کے ساتھ باہم واقعہ ہوں۔ اور ساتھ اس کے ان کی وجوہ

التسمیة. ولا یتحقق کنهها الا بعد ردها الی العربیة ولا یخدعک قلیلها

تسمیہ بھی مفقود ہیں اور ان کی کنہ ثابت نہیں ہوتی مگر بعد اس کے جو ہم ان کو عربی کی طرف رد کریں اور اس بات

﴿۸۷﴾ فیّ تلک اللغات. فانّھا لا یوصل الی الغایات. ولا تکشف عن ساق معانی

سے دھوکا نہ کھانا کہ کچھ کچھ وجوہ تسمیہ ان زبانوں میں موجود ہیں کیونکہ اس قدر پایا جانا اصل مقصود کی طرف رہبر

المفردات علٰی سبل اطراد اشتقاق المشتقات ونَبْشِ معادن الکلمات. بل

نہیں ہوسکتا اور مفردات کے معانی کے بھید کو نہیں کھولتا ایسے طور سے کہ الفاظ کا اطراد اشتقاق کر کے دکھلاوے اور

ھی تفھیم سطحی لخدع ذوی الجھلات وقوم عمین. وکلما یردّ لفظ الٰی

کلمات کی کانیں کھودے بلکہ وہ تو نادانوں کے لئے ایک سرسری سمجھ ہوتی ہے اور اندھوں کو دھوکا دیا گیا ہے۔ اور

منتھا مقام الردّ ویفتش اصلہ بالجھد والکد. فترٰی انہ عربیۃٌ ممسوخۃٌ

جب کوئی ایک لفظ اس کی اصل تلاش کرتے کرتے محنت اور کوشش کے ساتھ انتہائی درجہ تک پہنچایا جاوے پس تو

کانھا شاۃٌ مسلوخۃٌ. وترٰی کل مضغۃ من ابداء عربی مبین. ولا نذکر

دیکھے گا کہ وہ عربی مسخ شدہ ہے گویا کہ وہ ایک بکری ہے جس کی کھال اتار لی گئی ہے اور تو ہر یک اس کے ٹکڑے کو

عبرانیۃ ولا سریانیۃ فی ھٰذا الکتاب فان اشتراک ذینک اللسانین مسلّم

عربی کے ٹکڑوں میں سے پائے گا اور ہم عبرانی اور سُریانی کا اس کتاب میں کچھ ذکر نہیں کرتے کیونکہ ان کا

عند ذوی الالباب من غیر الامتراء والارتیاب. وانھما مُحرّفتان من العربیۃ

اشتراک عقلمندوں کے نزدیک مسلّم امر ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ دونوں زبانیں خالص عربی کی تحریف سے

الخالصۃ. مع ابقاء اکثر القوانین الادبیۃ والتراکیب المتناسبۃ وانھم

پیدا ہوئی ہیں اور باوجود تحریف کے پھر اکثر قوانین ادبی باقی رہے ہیں اور ایسا ہی اکثر ترکیبیں بھی محفوظ رہی ہیں

کالسارقین. وکانت دار العربیۃ آنق من حدیقۃ زھرٍ و خمیلۃ شجرٍ ما راٰی

اور یہ چوروں کی طرح ہیں اور عربی کا گھر پھولوں کے باغ اور سبزہ درختوں کی جھاڑی سے زیادہ خوشنما تھا اور اس

اھلھا حر الھوی ولا حرق الجوٰی ذات عِقْیان وعقار وغرب ونضار

کے اہل نے کسی خواہش کی گرمی اور کسی بھوک کی آگ نہیں دیکھی تھی اور یہ کہ صاحب زر اور مال اور چاندی اور

وحدائق وانھارٍ. وزھر وثمار. وعبید واحرارٍ. وجرد مربوطۃ. وجدۃٍ

خالص سونے کا مالک تھا اس میں باغ تھے اور اس میں نہریں تھیں اور اس میں پھول تھے اور پھل تھے اور غلام تھے

﴿۸۸﴾ مَغبوطة. وعمارات مرتفعة ومجالس منعقدة مزينةٍ. ثم انتشرت عقود الزحام من

اور آزاد تھے اور عمدہ عمدہ گھوڑے اس کے طویلہ میں تھے اور قابل رشک حشمت اور دولت تھی اور اونچی عمارتیں اور

الفساد. فسافروا واخذوا ما راج من الزاد. واحتمل كلّ بحسب الاستعداد

خوب سجی ہوئی مجلسیں تھیں پھر وہ تمام مجلسیں فساد کی وجہ سے اٹھ گئیں پس انہوں نے سفر کیا اور جو کچھ توشہ ملا وہ ہمراہ لے

وركبوا متن مطايا التفرقة والتضاد. وبدلو الصور بترك السداد. حتى جعلوا

لیا اور ہر یک نے اپنی حسب استعداد توشہ اٹھا لیا اور تفرقہ اور اختلاف کی سواریوں پر سوار ہو گئے اور بوجہ ترک سداد

الغدق جريمة. واللعل وثيمة. والوليمة وظيمة والحسنة جريمة والضليع حمارًا

اپنی صورتوں کو بدل ڈالا یہاں تک کہ کھجور کے درخت کو گٹھلی بنا دیا اور لعل کو پتھر بنا دیا اور شادی کے کھانے کو ماتم کا کھانا

والروضة مقفارًا وغادروا بيت الفصاحة انقٰى من الراحة وابعد من التلذذ والراحة

کر دیا اور نیکی کو بدی بنا دیا اور عمدہ گھوڑے کو گدھا کر دیا اور باغ کو بجز زمین کر دیا اور فصاحت کے گھر کو ہتھیلی کی طرح

و ما بقيت حدائقها ولا ركيتها ولا مروجها ولا نضرتها و ما برح يمطر عليها مطر

خالی کر دیا اور لذت اور راحت سے دور پھینک دیا ان کے باغ باقی نہ رہے اور نہ ان کا کنواں اور ان کے سبزہ زار اور نہ

الشدائد وتتلقاها يد النوائب بالحصائد حتّٰى رمٰى متاعها بالكسا دو بدل صلاحها

ان کی تازگی اور سختیوں کا مینہ زبانوں پر برسنے لگا اور حوادث نے ان کو تلف کر دیا یہاں تک کہ ناروا جی سے ان کے مال

بالفساد فاصبحت دارها كالمنهوبين. كانّ اللص ابلطها او الغريم قعطها وكسح

کی تباہی ہوگئی اور اس کی صلاحیت فساد کے ساتھ بدل گئی پس ان گھروں کا ایسا حال ہو گیا کہ گویا چور نے ان کو لوٹ لیا

بيتها وخلى سفطها فصارت كالمعترين. وانت سمعت ان العربيّة نزلت فى

اور کچھ بھی نہ چھوڑا یا قرض خواہ نے اس کو سخت مواخذہ کیا اور ان کے گھر کو خالی کر دیا اور ان کی بستی میں کچھ بھی نہ چھوڑا

بدو الفطرة و جاء ت من حضرة الاحدية. ثم اذا تجرم ذٰلک القرن فطرٰى

پس وہ محتاجوں کی طرح ہو گئے اور تو سن چکا ہے کہ عربی زبان ابتدائے زمان میں نازل ہوئی ہے پھر جب وہ زمانہ گذر

على اذيالها الدرن. فالعبرية وغيرها كوسخ العربية. وفُضلة هذه المائدة

گیا تو اس کے دامنوں پر کچھ میل چڑھ گئی پس عبری اور دوسری زبانیں عربی کی میل ہیں اور اسی مائدہ کا فضلہ ہیں

﴿۸۹﴾

وَالعربية اوّل درٍّ لارضاع الفطرة الانسانية .و اول خرسة لتغذية ام البريّة

اورعربی وہ پہلا دودھ ہے جو انسانی فطرت کو پلایا گیا اور وہ پہلی اچھوانی ہے جو مخلوقات کی ماں کو کھلائی گئی

من خير المطعمين. واليه اشار معطى القياس والحواس. ودافع وساوس

اور اسی کی طرف اس ذات نے اشارہ کیا ہے جس نے قیاس اور حواس کو پیدا کیا اور جس نے خناس کے

الخناس اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ[1]

وساوس کو دفع کیا۔ جو پہلا گھر یعنی بیت اللہ وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت واسطے عالموں کے

فاومٰى الى ان العربية سبقت الالسنة واحاطت الامكنة وهى اول غذاء

پس اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو عربی تمام زبانوں پر سبقت لے گئی اور تمام مکانوں پر محیط ہے

للناطقين. فان البيت لا يخلوا من مجمع الناس. والمجمع يحتاج الى الكلام

اور وہ بولنے والوں کی پہلی غذا ہے کیونکہ گھر لوگوں کے مجمع سے خالی نہیں ہوتا اور مجمع دفع حاجت اور باہم

لدفع الحوائج والاستيناس. فان المعاشرة موقوفة على الفهم والتفهيم كما

انس پکڑنے کے لئے کلام کی طرف محتاج ہوتا ہے کیونکہ معاشرت فہم اور تفہیم پر موقوف ہے جیسا کہ زیرک

لا يخفى على الزكى الفهيم وكذالك قوله تعالى وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ

اور فہیم پر یہ بات پوشیدہ نہیں اور اسی طرح خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ یاد کر جب ہم نے ابراہیم کو دوبارہ بنانے

الۡبَيۡتِ[2] دليل على كون مكة اول العمارات فلا تسكت كالمَيْت وكن من

کے لئے وہ مکان دکھلایا جہاں ابتدا میں بیت اللہ تھا۔ یہ قول صاف بتلا رہا ہے کہ مکہ دنیا میں پہلی عمارت ہے

المتيقظين. فحاصل المقالات ان مكة كانت اول العمارات. ثم خربت

پس مردہ کی طرح چپ مت ہو جا اور جاگنے والوں کی طرح ہو۔ پس حاصل کلام یہ کہ مکہ دنیا میں پہلی عمارت

من الحادثات وسيل الأفات. فلزم ذلك البيان. ان العربية كانت اول

تھی پھر حادثات اور سیل آفات سے خراب ہو گیا پس اس بیان سے یہ لازم آیا کہ ہر یک زبان کے وجود

كل ما كان. وعلمها اللّٰه اٰدم وكمل بها الانسان. ثم حرفت هٰذه

سے پہلے عربی زبان تھی اور خدا نے آدم کو ہی زبان سکھلائی تھی اور اسی کے ساتھ انسان کو کامل کیا گیا

پانے کا ذریعہ ہوا تو اس میں صاف اشارہ ہے کہ وہ اسلئے مکرم تر واقع ہے جس کی زبان تمام دنیا کی زبانوں سے مشارکت رکھتی ہے اور یہی اُمّ الالسنہ ہونے کی حقیقت ہے۔ منہ

نوٹ: جبکہ بیت اللہ تمام عالم کے لئے ہدایت

[1] اٰل عمران:۹۷ [2] الحج:۲۷

﴿۹۰﴾ الّلغت الاصلیة. ومسخت الکلمات النورانیة. و فات النظام الکامل الموزون.

پھر یہ زبان محرف اور مبدل کی گئی اور وہ نورانی کلمے مسخ کئے گئے اور نظام کامل فوت ہوگیا اور موتی چھپا ہوا ضائع ہوگیا اور

وضاع الدرّ المکنون. وخلف من بعدھم خلف تباعدوا عن العربیة. ومسخوھا

ناخلف لوگ بعد میں آئے جو عربی سے دور جا پڑے اور عربی زبان کو مسخ کر دیا اور بدل ڈالا یہاں تک کہ ان زبانوں کو نئی

وبدلوھا حتی جعلوھا کالالسنة الجدیدة وما بقی الا قلیل یتکلمون بھا من

زبانوں کی طرح کر دیا اور عربی تھوڑی رہ گئی جس کو تھوڑے آدمی زمین پر بولتے تھے اور دوسرے لوگوں نے تو کل الفاظ

بعض الاٰدمیّین. والاٰخرون حرفوا کلمھا عن مواضعھا وبعّدوا جواھرھا عن

عربی کو اس کے مواضع سے بدل ڈالا اور اس کے جواہر کو ان کی معدنوں اور مکانوں سے دور ڈال دیا۔ لہٰذا وہ

معادنھا و اماکنھا فصارت السنة جدیدة فی اعین الغافلین. ونضی منھا خلعة

زبانیں لوگوں کی نظر میں نہیں دکھائی دیں۔ اور نفیس پیرایوں کا خلعت ان سے اتارا گیا اور وہ ننگی جلد والی اور کھلی کھلی

حللھا النفیسة و جعلت عاری الجلدة بادی العورة تبذء ھا اعین الناظرین.

ننگی کی گئیں جن کو دیکھ کر نظریں کراہت کرتی ہیں اور اسی وجہ سے تو ان زبانوں کو دیکھتا ہے کہ وہ نظام سے گری ہوئی

فلاجل ذٰلک تراھا ساقطة عن النظام والقواعد الطبعیة. ومتفرقة غیر منتظمة.

اور قواعد طبعیہ سے خالی اور متفرق جنگلوں کی لکڑیوں کی طرح غیر منتظم اور ایک دوسری سے دور پڑی ہیں اور تو دیکھتا

کخشب الفلا المتباعدة وتشاھد انھا تائھةٌ لا ذرا لھا و لا دار و لا سکک و لا

ہے کہ وہ آوارہ ہیں نہ ان کا کوئی گھر اور نہ ہمسایہ۔ اور تو یہ بھی دیکھتا ہے کہ ان کے مفردات اور ان کی نظر میں کوئی

جوار وتری ان مفرداتھا متبدّدة لا انساب بینھا وعاریة ابدت وصُمتھا وشینھا

نسبت باہم باقی نہیں رہی اور وہ ایسی ننگی ہیں کہ ان کا عیب اور داغ کھل گیا اور یہ اس لئے ہوا کہ نظام ضائع ہوگیا اور

وذالک بما ضاع النظام و ما بقی القوام ورعتھا الانعام فترٰی کانھا ارض بذیّة

قوام باقی نہ رہا اور چار پائے بولیوں کو چر گئے اور تو دیکھتا ہے کہ گویا وہ ایسی زمین ہے جس میں کوئی سبزہ وغیرہ نہیں

او موماة مخوفة مجنّة تبذء ھا عین المحقّقین. و ما حسن الاٰن شانھا

اور ایسا خوفناک جنگل ہے جس میں جن رہتے ہیں جس سے محققوں کی آنکھیں کراہت کرتی ہیں اور اب ان کی

﴿۹۱﴾

وَمَا ابدء صبیانها. ولکن الظالمین یخدعون الجاهلین. اضاعت نسبًا متماثلة
حالت کچھ اچھی نہیں ہوگئی اور ان کے بچوں نے بعد گر جانے کے پھر دانت نہیں نکالے مگر ظالم لوگ جاہلوں کو دھوکہ دیتے ہیں بلکہ ان
واقدامًا متشابهة. فصارت کاناسٍ متفرقة الاراءِ او اوباش مختلفة الاهواء متغائرین
زبانوں نے نسب متماثلہ کو ضائع کر دیا اور ایسا ہی اقدام متشابہ کو بھی پس وہ زبانیں ایسی ہوگئیں جیسا کہ مختلف رایوں کے لوگ ہوتے ہیں
غیر متحدین. فکانّ بعضها علٰی رباوة متخصرًا بهراوة وبعضها فی وهاد ساقطا
یا جیسے اوباش جو متفرق آرزوئیں رکھتے ہیں جن کی ایک دوسرے کے مخالف خواہش ہوتی ہے پس گویا بعض ان کے ایک ٹیلے پر ہیں
کجماد و بعضها فقدت اساریر وجه التسمیة. کانه اغمی علیها او اخذتها مرض
ایک سوٹے کے ساتھ اپنی تہیگاہ کو سہارے دیئے ہوئے اور بعض گڑھے میں پڑے ہوئے جیسے بے جان اور بعض وجہ تسمیہ کے نشانوں کو
السکتة او کانت من المحقّوین. وبعضها بدا کریه الشکل کثیر الاختلال کانه
کھو بیٹھے ہیں گویا ان کو غشی پڑی ہے یا سکتہ کی مرض ہوگئی یا پیٹ کی درد نے پکڑا اور بعض بری شکل کے ساتھ ظاہر ہوئے اور صورت بگڑ گئی
ابدی کالاطفال حتی بذء تها اعین الناظرین. والبعض لفع وجهه برداءٍ ونکّر
گویا ان کو بچوں کی طرح چیچک نکل آئی یہاں تک کہ دیکھنے والوں نے ان سے کراہت کی۔ اور بعض نے چادر کے ساتھ اپنا منہ لپیٹ لیا
شخصه لحیاءٍ. والبعض الاٰخر صبّغ الاطمار ودلّس و اٰری کانه تطلّس. ومنها الفاظ
اور اپنی ہیئت کو مارے حیا کے بدلا لیا اور بعض نے اپنے کپڑے رنگین کر ڈالے اور تدلیس کی اور ظاہر کیا کہ گویا اس نے طیلسان پہنا ہے
بقیت علٰی صورها الاصلیة. و ما غیّر وجهها. حرّ هواجر الغربة. وما زلزل اقدامها
اور بعض ایسے ہیں جو اپنی اصلی صورتوں پر باقی رہی اور پردیس کی دھوپ اور دوپہر کی گرمی نے ان کے چہروں کو متغیر نہیں کیا اور تفرقہ کی
اعصار التفرقة. بل بقی لها نشرتنم نفحا ته و ترشد الٰی روض الحق فوحا ته و تُعرف
سخت ہوا نے ان کے قدموں کو جنبش نہیں دی بلکہ ان کی ایک خوشبو باقی رہ گئی جس کی لہریں پوشیدہ بھید کو ظاہر کر رہی ہیں اور جن کا مہکنا
بتارّج عُرفها. ومناعت غرفها. وتصبی القلوب کجمیل خدین. بید انّها اخرجت
حق کے باغ کی خبر دے رہا ہے اور اپنی خوشبو کے مہکنے سے پہچانی جاتی ہیں۔ اور اپنی کھڑکیوں کی بلندی سے دیکھی جاتی ہیں اور خوبصورت
من المنازل المقرّرة. و بعدت من الاوطان الموروثیة. و بوعدت من الاتراب
انسان کیطرح دل کو کھینچتی ہیں ہاں اتنا ہے کہ وہ اپنے منازل مقررہ سے نکالے گئے اور اپنے موروثی وطنوں سے دور کئے گئے

﴿۹۲﴾ وَہیل علیہا الزواید کھیل التراب واخفیت کالمیّتین. بل دُفنت کالموء ود .

اوراپنے ہم عمروں سے الگ کئے گئے اوران پرزوائد ڈالے گئے جیسا کہ مٹی ڈالی جاتی ہے اورمردوں کی طرح وہ چھپائے گئے بلکہ وہ زندہ

فما مادھا احد کالودود. ثم رُدّ علیہا عہد تذکار الوطن. والحنین الی العطن.

درگورانسان کی طرح دفن کئے گئے پس کسی نے دوست کی طرح ان کوکھانا نہ کھلایا پھران پروطن یاد کرنے کازمانہ رد کیا گیااوروطن کی محبت

فاستعدت لتقویض خیام الغیبۃ. واسرجت جواد الاوبۃ. بعد ما کانت کالامعۃ

پیدا ہوگئی پس وہ غربت کے خیموں کواکھاڑنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور بازگشت کے گھوڑوں پر زینیں کھینچ لیں بعداس کے کہ وہ ایک

وکانت کرفاقٍ مستعدّین. غیر انّھا کانت محتاجۃ الٰی رجل یؤمّھا فی المسیر.

ہرجائی آدمی کی طرح تھےاورہم سفر یاروں کی طرح مستعد ہوگئے مگرصرف اتنی بات تھی کہ وہ ایسے شخص کے محتاج تھے جوراہ میں ان کا پیشوا

و ما کان سبیل من دون استصحاب الخفیر. فاتیناھا واخذناھا کاخذ الوارث

ہواوربجزرہبر کےاورکوئی سبیل نہیں تھاپس ہم ان کے پاس پہنچ گئےاورہم نے انہیں یوں لےلیا جیسا کہ کوئی اپنی وراثت کا مال لے لیتا ہے

متاع المیراث وبعثناھا من الاجداث بعد ما سمع نعیہا من الزمن النّثاث. فھی

اورہم نے انہیں قبروں میں سے اٹھایابعداس کے جوخبر دینے والے زمانہ نے ان کی موت کی خبر دی۔پس ایک زمانہ کے بعدانہوں نے اپنا

بعد امدٍ رأتْ کناسہا. و وافت اناسہا. ونقلت الٰی قصرھا. بعد ما حصلہا

گھر دیکھااوراپنے لوگوں کو ملےاوراپنے محل کی طرف آئے بعداس کے جوسختیوں نے انہیں اپنی قید میں کر دیا تھاپس گویاوہ اس دوست کی

الشدائد تحت اَسْرِھا. وکانہا کانت کالف یُفقد. و یسترجع لہ بعد مناحۃ تُعقد

طرح تھے جومفقودالخبر ہوجائےاورماتم داری کی مجلس کے بعداس پرانااللہ کہاجائے سوہم نے انہیں مردے کی لاش کی طرح نکالایااس غلام کی

فاخرجناھا کنعش المیت او الغلام الأبق من البیت. او کطیب الاعراق. اللاحق

طرح پکڑاجوگھر سے بھاگ گیاہویااس شریف نجیب کی طرح ان کوواپس لیاجوبدکاروں سے جاملاہویااس صاحب نسب کی طرح ہم نے

بالفساق اوالنسیب المھجور من الاقارب. او الابن الغائب الھارب. اواطفال

ان کولےلیاجواپنے عزیزوں سے دور پڑ گیاہویااس بیٹے کی طرح جوگم ہوگیاہواور بھاگ گیاہویاان بچوں کی طرح جوڈوب گئے ہوں سو

منغمسین. فمنہا ما لم یر انثلام حبّۃ فی زمن فُرقۃٍ متطاولۃ وازمنۃ بعیدۃ مخوفۃٍ

بعض ان میں سے ایسے ہیں جنہوں نے جدائی کے زمانہ میں ایک دانہ کانقصان نہ اٹھایااورصحت سلامت کے ساتھ اپنے وطن میں لوٹ آئے

وقفل کما سافر بصحة وسلامة وصلاح وعافية. و منها ما غيرها حر السقام ﴿۹۳﴾

اور بعض الفاظ ایسے ہیں جن کو بیماری نے متغیر کر دیا یہاں تک کہ بیخ کنی تک نوبت پہنچا دی اور جنازوں کی

حتی بلغ الٰی الاخترام. وصارت كالجنائز. بعد ما كانت من اهل الجوائز.

طرح ہو گئے بعد اس کے جو صاحب جود اور کرم تھے اور لمبے سے منہ نکل آئے۔ بعد اس کے جو موتی کی طرح

وظهرت بوجه مسنون بعد ما كانت كدُرٍّ مكنونٍ و ذهب حُسنها و بهائها و غاب

تھے اور ان کی خوبصورتی اور خوبی سب جاتی رہی اور تمام نور گم ہو گیا۔ اور وہ اس بڑھے کی طرح نکل آئے

نورها وضيائها. وتراء ت كشيخ مسلوب الطاقة بعد ما كانت كغيد مليح

جس کی طاقت سب جاتی رہی بعد اس کے جو وہ نازک اندام اور خوش قامت عورتوں کی طرح تھے یا اس

الرشاقة. او كظليع لذيذ السياقة. او كجمازة لا يلحقها العناء. ولا تواهقها وجناء.

گھوڑے کی طرح تھے جس کی مزہ دار چال ہو یا اس تیز رو اونٹنی کی طرح جس کو ماندگی کے رنج پہنچ نہ سکے اور

ولا يخالف هذا البيان الا الذى جهل الحقيقة او مان. فلا شك ان الحق ابلج.

اس بیان کا بجز ایسے شخص کے کوئی مخالف نہیں ہوگا۔ جو حقیقت سے بے خبر اور دروغ گو ہو۔ پس کچھ شک نہیں کہ

والباطل لجلج. وشن على الباطل عسكر الحق واليقين. هذا شان مفردات

حق روشن ہو گیا اور باطل گم ہو گیا اور باطل پر حق اور یقین کا لشکر ٹوٹ پڑا یہ تو عربی کے مفردات کی شان ہے مگر

العربية و اما مركباتها فهى ارفع شاناً عند اهل البصيرة. فان المسك واللّؤلؤ

اس کے مرکبات تو اس سے بھی بڑھ کر اہل بصیرت کے نزدیک شان بلند رکھتے ہیں کیونکہ مشک اور موتی جب

اذا خُلطا لغرض من الاغراض فلا شك ان هذا المركب اشدوا قوى لدفع

کسی غرض سے ملائے جائیں تو کچھ شک نہیں کہ یہ مرکب دفع امراض کے لئے نہایت قوی ہوگا اور تو جانتا ہے

الامراض وانت تعلم ان مركبات النبات قد تحدث فيها كيفية خارقة للعادات

کہ کبھی نباتات کے مرکبات میں کوئی ایسی کیفیت خارق للعادت پیدا ہوتی ہے جو بہت سی آفات سے نفع دیتی

نافعة لكثير من الأفات. فكيف تركيب مفردات قد علی شانها. واشرق بُرهانها

ہے۔ پھر کیونکر ان مفردات کی ترکیب عجیب وغریب نہ ہو جن کی شان بلند اور جن کی برہان روشن ہے

﴿۹۴﴾ وَ اعجب الخلق لمعانها فانها نورٌ علٰی نورٍ. ومفتاح لسرّ مستور و اٰية عظيمة

اور جن کی چمک نے لوگوں کو تعجب میں ڈال دیا کیونکہ وہ ترکیب نورعلیٰ نور ہے اور پوشیدہ بھید کے لئے کنجی ہے اور ہدایت

للمسترشدين والسرّ فی عظمته مرکبات العربية انها رکّبت من المفردات

طلب کرنے والوں کے لئے نشان بزرگ ہے اور عربی کے مرکبات کا عظیم الشان ہونا اس وجہ سے ہے جو بابرکت مفردات

المبارکة التی توجد فيها غزارة المادة. والنظام الکامل علی سبيل الحکمة.

سے ان کی ترکیب ہے وہ مفردات جن میں مواد بکثرت پائے جاتے ہیں اور نیز نظام پُر حکمت پایا جاتا ہے لہٰذا ان کے

فتولد فی مرکباتها معانی کثيرة بتأثير المفردات. ثم بادخال اللام والتنوينات.

مرکبات میں مفردات کی تاثیر سے بہت سے معانی پیدا ہوتے ہیں۔ پھر بوجہ الف لام اور تنوین اور انواع اقسام کی ترتیب

و بکشحٍ مخصر من لطائف الترتيبات. واَمّا لغات اُخریٰ والسنة شتّٰی. فستعلم

کے نئے نئے معنے نکلتے ہیں مگر دوسری زبانیں اور متفرق بولیاں یہ مرتبہ نہیں رکھتیں اور عنقریب تو ان کی حقیقت کو جان لے گا

عجرها وبجرها وسنبدی لک حصاتها وحجرها وندعوا الی الحق قومًا

اور ہم عنقریب ان کے سنگریزے اور پتھر تیرے پر ظاہر کر دیں گے تا کہ ہم منصف لوگوں کو حق کی طرف بلاویں۔ وہ بولیاں

منصفين. انّها اَلسنة ما اعطی لها بيان ولا لمعان. الا غمغمة ودُخان. ولذالک

کچھ ایسی بولیاں ہیں کہ ان کو بیان اور چمک نہیں دی گئی مگر ناک میں بولنا اور دھواں سو اس لئے ہم نے ارادہ کیا کہ ہر یک جستجو

اردنا لنظهر علٰی کل مستطلع دخيلة امرها وحقيقة سرّها وکسوف قمرها

کرنے والے پر ان کی اندرونی حقیقت ظاہر کر دیں اور ان کے بھید کی حقیقت کھول دیں اور ان کے قمر کا کسوف بیان کر دیں

لتستبين تصلف الکاذبين فان کنتم لا تؤمنون ببراعة العربية وعزازتها. ولا تقرون

تا کہ جھوٹوں کی لاف زنی کھل جائے پس اگر تم عربی کی بزرگی اور ارجمندی پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی تیزرو اونٹنی کی بزرگی

بعظمة جمازتها. فارونی فی لسانکم مثل کمالاتها. ومفردات کمفرداتها.

کے تم قائل نہیں ہوتے پس تم اس کے کمالات کا نمونہ اپنی زبان میں مجھے دکھاؤ اور اس کے مفردات کے مقابل پر مفردات

ومرکبات کمرکباتها. ومعارف کمعارفها ونکاتها ان کنتم صٰدقين.

اور مرکبات کے مقابل پر مرکبات اور معارف کے مقابل پر معارف مجھ کو دکھلاؤ اگر تم سچے ہو۔

وَ لا حیٰوۃ بعد الخزی یا معشر الاعداء. فقوموا ان کانت ذرۃ من ﴿۹۵﴾

اور ذلت کے بعد اے مخالفو کیا زندگی ہے پس اگر ذرا بھی حیا ہے تو اٹھو یا کسی گہرے کوئیں میں

الحیاء. او ابخعوا فی غیابۃ الخوقاء. و موتوا کالمتندّمین. وان کنتم تنھضون

ڈوب کر ہلاک ہو جاؤ۔ اور شرم زدہ لوگوں کی طرح مر جاؤ اور اگر مقابلہ کے لئے اٹھتے ہو تو میں تم کو بطور

للمقابلۃ فانی مجیزکم خمسۃ اٰلاف من الدراھم المروّجۃ بعد ان تکملوا

انعام پانچ ہزار روپیہ دوں گا بشرطیکہ تم موافق شرائط جواب دو اور دو ثالث قسم کے ساتھ گواہی دیں۔

شرائط ھٰذہ الدعوۃ ویشھد حَکمان بالحلف عند الشھادۃ لیتمّ حجّتی عند

تا عقلمندوں کے نزدیک میری حجت پوری ہو جائے اور کسی عذر کی کوئی گنجائش نہ رہے اور یہ میرے پر تاوان

النحاریر. ولا یبق ندحۃ المعاذیر. وھذا علیّ غرامۃ لو کنتُ من الکاذبین.

ہے اگر میں کاذب ہوں پس اس انعام کے لینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ یا اپنی زبانوں کی حمایت کرنے کے

فقومُوا لاخذ ھٰذہ الصلۃ او لحمایۃ لغاتکم الناقصۃ. ان کنتم حامین واجمعوا

لئے کچھ ہمت کرو اور میری شرط کا روپیہ جہاں چاہو جمع کرا لو اگر کچھ شک ہو یا ڈرتے ہو اور جو تم طلب کرو

عین شریطتی این تشاء ون. ان کنتم ترتابون او تخافون وانی اقبل کلما

میں سب قبول کروں گا اور جو لکھواؤ میں لکھوں گا اور جو تم پوچھو میں جواب شافی دوں گا تا ہو کہ تم مطمئن ہو

تطلبون. واکتب کلما تستملئون. واُبضع فی کلّ ما تسئلون. لعلکم تطمئنون

جاؤ اور تا ہو کہ تم یقین کرو اور جو کچھ تم کہو میں کروں گا اگر تم انصاف کے ساتھ حکم کرو۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تم

بھا ولعلکم تستیقنون. وافعل کلما تأمرون لو امرتم منصفین. و ما ارید ان اشق

پر کچھ مشقت ڈالوں اور میں ان میں سے نہیں ہوں جو بدی کے ساتھ کسی پر دوڑتے ہیں اور مجھ کو انشاء اللہ

علیکم وما کنت من المتترعین. وستجدونی انشاء اللّٰہ من المقسطین. و انی

انصاف پسند پاؤ گے اور میں دیکھتا ہوں کہ عنقریب زبانیں بند ہو جائیں گی اور وساوس قید میں ڈالے

ارٰی انّ الالسنۃ ستزم والوساوس تجذع. والحجۃ تتم. ویفر الاعداء مشفقین مما

جائیں گے اور حجت پوری ہو جائے گی اور دشمن ہماری دستاویزوں کو دیکھ کر بھاگ جائیں گے

﴿۹۶﴾

فِی ایدینا و مرتعدین. و انا لملاقوھم بعون اللّٰہ ذی الجلال ولو فرّوا علٰی لاحقة

کانپتے ہوئے بھاگیں گے اور ہم بفضلہٖ تعالیٰ تعاقب کر کے ان کو جاملیں گے اور ان کو جائے گریز نہیں اگرچہ

الآطال. ثم مفرّوھم مُحجرین. ولا مناص لھم ولو نزوا فی السکاک. الا بعد

وہ پتلی کمر والے گھوڑوں پر دوڑے ہوں پھر ہم زور دیں گے تا وہ بھاگیں یہاں تک کہ بھاگتے بھاگتے

سواد الوجہ والاحلیلاک. و اذا اشرعنا الرمح علٰی العدا. و ارینا المدٰی

سوراخ میں جا گھسیں اور جب ہم نے نیزہ کو دشمنوں پر ہلایا اور کاردیں دکھلائیں اور موت کے گھوڑوں کو

وعبطنا افراس الردا. فترٰی انّھم یبدون نواجذھم غیر ضاحکین. وما کتبت من

سرپٹ دوڑایا پس تو انہیں دیکھے گا کہ بغیر ہنسنے کے دانت نکال رہے ہیں اور میں نے اپنی طرف سے نہیں لکھا

عندی ولکن الھمنی ربّی. و ایّدنی فی امری. فتاقت نفسی الی ان افض ختم

بلکہ میرے خدا نے مجھے الہام کیا اور میرے امر میں مجھے تائید کی پس میرے نفس نے خواہش کی کہ میں اس بھید کی

ھذا السر. و اُری الخلق ما ارانی ذو الفضل والنصر و انہ ذو الفضل المبین.

مہر کھولوں اور لوگوں کو وہ معارف دکھلاؤں جو خدا تعالیٰ نے مجھے دکھلائے اور وہ صاحب فضل مبین کا ہے۔

وحاصل ما کتبنا فی ھذہ المقدمة ان العربیة اُمّ الاَلسنة و وحی اللّٰہ ذی

اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ عربی اُمّ الالسنہ ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی ہے جو صاحب مجد اور

المجد والعزّة و غیرھا کرشٌ من ھٰذہ المطرة القاشرة. و ما لھا سبدٌ ولا لبدٌ الا من

عزت ہے اور دوسری زبانیں اس بزرگ مینہ میں سے چند قطرے ہیں اور ان کا قلیل و کثیر تمام اسی زبان میں سے ہے اور

ھٰذہ اللھجة. وان العربیة تقسّم الامور وضعًا کما قسمھا اللّٰہ طبعًا وفی ذٰلک

عربی زبان وضع کی رو سے امور کو ایسے طور سے تقسیم کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں طبعی تقسیم کی ہے اور اس میں

اٰیات للمتوسّمین. وانّھا تجری فی کل سکک بھٰذا الاشتراط و تتجافٰی عن

فراست والوں کے لئے نشان ہے اور وہ ہر یک کوچہ میں اسی شرط سے چلتی ہے اور تجاوز سے پرہیز کرتی ہے اور خدا تعالیٰ

الاشتطاط و نزھھا اللّٰہ عن ضیق الربع. و وسع مربعھا لاضیاف الطبع

نے اس کو گھر کے تنگ ہونے سے پاک کر دیا ہے اور اس کے گھر کو طبع کے مہمانوں کے لئے وسیع کر دیا ہے

فدّعت ضيوف الفطرة الی القُریٰ. و مطائب ما تُشتهٰی. واثبتت انها من ﴿۹۷﴾

پس اس نے نیچرل مہمانوں کو دعوت کے لئے بلایا اور عمدہ اور قابل رغبت کھانے تیار کر کے ان کو مدعو کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ مالداروں اور

المتمولين المُعطِين. فلا تمل الٰی زبون. و لا تُغض علی صفقةٍ مغبون اتستبدل

دینے والوں میں سے ہے پس تو کسی مغلوب کی طرف میل مت کر اور خسارہ کی بیع پر چشم پوشی مت کر کیا تو اچھی اور بہتر کو چھوڑ کر ادنیٰ کو

الذی هو ادنٰی بالذی هو خير فافكر ساعة يا عار العير. واطلب سبل الموفقين.

اختیار کرے گا پس کچھ تھوڑی دیر فکر کر اے گدھے کی جائے ننگ اور توفیق یافتہ لوگوں کی راہ ڈھونڈ اور جان کہ وہ برگزیدہ علوم کی طرف رہنما

واعلم انّها خفير الی العلوم النخب من غير الوجٰی والتعب. فمن قصدها فقد

ہے بغیر اس کے کہ کچھ ماندگی اور فرسودگی پیش آوے پس جس نے اس کا قصد کیا وہ سونے کی طرف گیا اور جو شخص جدا ہونے کے ساتھ اس

ذهب الی الذهب ومن باعدها بالهجر. فقد رضی بايثار الهجر وهوی فی هوة

سے دور ہو گیا۔ وہ بے ہودہ گوئی پر راضی ہو گیا اور نیچے رہنے والوں کے گڑھے میں گر گیا۔ اور عربی اپنے جمال کے ساتھ غیر کی حاجت سے

السافلين. وانّها غانية زيّنت نفسها بكمال النظام. وتجلّت بالحسن التام ولكل

لاپرواہ ہے اور کمال نظام کے ساتھ اپنے نفس کو اس نے آراستہ کیا ہے اور حسن تام کے ساتھ اس نے تجلی فرمائی ہے اور ہر یک سائل کا سوال

سائل قامت بالاجابة حتی ثبتت ثروتها. وانجابت غشاوة الاسترابة واعتقبت

قبول کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ اس کی دولتمندی ثابت ہوگئی اور شک دور ہو گیا اور وہ فطرت اور نیچر کے اسباب کے پیچھے

دواعی الطبع. ووسعت لهافناء الربع. وحلّت بكل ماحل تقسيم طبعیٌّ بل حمله

پیچھے چل رہی ہے اور ان کے لئے اپنے گھر کو بہت وسیع بنا رکھا ہے اور وہ ہر یک ایسی جگہ میں اترے جہاں تقسیم طبعی اتری بلکہ اس کو ایسے

كما يحمل اوزارًا مهری. وطابقت حتی اعجبت الناظرين. فهی شجرة مباركة

اٹھالیا جیسے اونٹ بوجھ کو اٹھاتا ہے اور اس سے ایسی مطابق آ گئی کہ دیکھنے والے کو تعجب میں ڈالا پس وہ ایسا درخت ہے جس کی شاخیں بال

اغصانها كالبريد. واصولها كالوصيد. وموادها كاليقطين. وانا لا نسلم ان

مرتب کی طرح ہیں اور اس کے اصول اس بوٹے کی طرح ہیں جس کی جڑ ہیں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور ہم اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے

كمال نظامها يوجد فی غيرها. او يبلغها لسان فی سيرها. نعم نسلم ان كل

کہ اس کے نظام کا کمال اس کے غیر میں بھی پایا جاتا یا اس کے سیر میں کوئی زبان اس کے برابر ہے ہاں ہم اس قدر قبول کرتے ہیں کہ

﴿۹۸﴾

لغت من اللغات. تشتمل علی قدر من المفردات لکنّها ناقصة کالبیوت

ہر یک زبان زبانوں میں سے کسی قدر مفردات پر مشتمل ہے۔ مگر وہ زبانیں خراب شدہ اور مسمار شدہ گھروں کی طرح ناقص

المنهدمة الخربة او کالقفة التی یئس اهلها من الزهر و الثمرة. و لا ترٰی

ہیں یا وہ ایسی ہیں جیسے ایک بوسیدہ اور خشک درخت جس کا مالک اس کے پھل اور پھول سے نا امید ہو چکا اور تو مفردات کی

دهوم المفردات فی تلک الالسن المحارفة المقلوبة الّا قلیلًا غیر کافٍ

کثرت کو ان نامبارک زبانوں میں نہیں پائے گا۔ مگر کچھ تھوڑا سا جو مہمات مطلوبہ کے لئے غیر کافی ہے اور تو سن چکا ہے کہ

للمهمات المطلوبة. وانت سمعت انها کانت عربیة فی اوائل الازمنة. ثم

وہ زبانیں ابتداء زمانہ میں عربی تھیں پھر مسخ ہو کر ایک نہایت بُری صورت میں ظاہر ہوئیں سو اسی وجہ سے تو ان کو مردار کی

مسخت فبدت باقبح الصورة. فلذٰلک تراها مُنتنةً کالجیفة. وخاوی

طرح بدبودار پاتا ہے اور ان کے ترکش کو شکست یافتہ لوگوں کی طرح خالی دیکھتا ہے اور تو ان زبانوں کو کھلی کھلی ذلت میں

الوفاض کاهل الذل والهزیمة. وتجد انها السنة بادیة الذلة. لیس بیدها

پاتا ہے ان کے ہاتھ میں مواد لغات کا کوئی بھاری ذخیرہ نہیں اور نہ اشتقاق کی دولت اور وجہ تسمیہ ان کے پاس ہے اور ان کے

غزارة المادة. ولا دولة الاشتقاق ووجه التسمیة و لصقت الفاظها بمعانیها کقتین.

الفاظ اُن کے معانی کو ایسے چمٹے ہیں جیسے چچڑی یعنی معانی کا خون پیتے ہیں اور ان کو بے رونق اور کمزور کرتے ہیں اور اپنے

وانها بتلادها لا توفی النظام. ولا تکمل الکلام وما کان لاهلها ان یکتبوا بها قصّةً.

گھر کے سرمایہ کے ساتھ جو وراثت سے اس کو ملا ہے۔ کسی قصہ کے نظام کو پورا نہیں کر سکتے اور کسی کلام کو کامل نہیں بنا سکتے اور

او یملوا حکایةً مبسوطة بحیث ان تواغد القصص نظام المفردات وتقابل

ان کے اہل کو یہ طاقت نہیں کہ ان کے ساتھ کوئی قصہ لکھیں یا کوئی مفصل حکایت تحریر میں لاوے اس طرح پر کہ مفردات کا

التقسیم الطبعی فی جمیع الخطوات و انّ هذا حق ولیس من الترهات

نظام قصوں کے ساتھ دوش بدوش چلا جائے اور ہر یک قدم میں طبعی تقسیم کے مقابل پڑے اور یہ بیان حق ہے واہیات باتوں

و لاجله کتبنا فی العربیة هذه العبارات. و قدمنا هذه المقدمة کالکماة.

میں سے نہیں ہے اور اس کیلئے ہم نے ان عبارتوں کو عربی میں لکھا ہے اور اس مقدمہ کو بہادر سپاہیوں کی طرح آگے کیا ہے

لـنقطع عرق الخصومات. و لعل العدا يتفكرون فی حللها. اوی يأتون بألسنها من ﴿۹۹﴾

تاہم جھگڑوں کی جڑ کاٹ دیں تا کہ ہمارے مخالف ان عبارتوں کے پیرایوں میں غور کریں یا اگر سچے ہیں تو

مثلها ان كانوا صادقين. وقد سمعتم ان مفردا تها تواضخ نقوش تقسيم الفطرة.

اپنی اپنی زبانوں میں ان عبارتوں کی نظیر پیش کریں۔ اورتم سن چکے ہو کہ عربی کے مفردات فطرتی تقسیم کے

وتعطى كلما أعطى عند التقاسيم الطبعية. و تصنع كل لفظ فی المواضع التی

دوش بدوش چلے جاتے ہیں اور جو کچھ طبعی تقسیم نے دیا وہ سب مال دیتے ہیں اور ہر ایک لفظ کو ایسے موقعہ پر

طلبتها الضرورة الداعية او اقتضتها الصفات الإلٰهية ولا تمشی كالتّائهين.

رکھتے ہیں جس کو پیش آمدہ ضرورت نے طلب کیا ہے یا صفات الٰہیہ نے اس کو چاہا ہے۔ اورآوارہ گرد لوگوں

و ترٰی فروق الكلمات كما ارت فروقها دواعی الضرورات. وتظهر فی نظام

کی طرح نہیں چلتے اورکلمات کے فرقوں کو وہ ایسے دکھاتے ہیں جیسا کہ ضرورتوں کے وجوہ نے ان کو دکھایا ہے

المفردات كلما اظهر القسّام فی مرأة الواقعات. فكذٰلک نطلب من

اورمفردات کے نظام میں وہ تمام باتیں ظاہر کرتے ہیں جوقسّام ازل نے واقعات کے آئینہ میں ظاہر کی ہیں

المخاصمين. وما قلنا هذا القول كصفير اللاعبين. بل ارينا كلها كالمحققين.

پس انہیں باتوں کی نظیر ہم مخالفوں سے مانگتے ہیں اور ہم نے اس قول کو کھیلنے والوں کی سیٹی کی طرح نہیں کہا بلکہ

واثبتنا ان العربية قد وقعت كرجل رحيب الباع خصيب الرباع متناسبة

ہم نے اس کو محققوں کی طرح دکھلایا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ عربی اس مرد کی طرح ہے جوفراخ دست اور

الاعضاء موزون الطباع. مطّلعة علٰی ذات صدر الفطرة. وحامل فوائد ها

کثیر المال ہواور نیز متناسب الاعضاء اورموزوں الطبع ہو۔عربی زبان فطرت کے اسرار پر مطلع ہے اوراس کے یکتا

كالمطيّة فان كنتم من خيل هٰذا الميدان. او للسانكم كمثلها يدان. فاتوا بها

موتیوں کے لئے یہ سواری کی طرح ہے پس اگرتم اس میدان کے سوار ہو یاتمہاری زبان کو اس کے موافق طاقت

يامعشر اهل العدوان وحزب المتعصبين. و ان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا اللّٰه الذی

ہے پس اے ظالم لوگو اپنے زبانوں کو پیش کرو اور اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے سو اس خدا سے ڈرو

﴿۱۰۰﴾ یخزی الکاذبین.

جو جھوٹوں کو ذلیل کرتا ہے۔

والاٰن نکشف علیکم سرفروق الکلمات لعل اللّٰہ یھدیکم الٰی طرق

اور اب ہم تم پر کلموں کے فرقوں کا بھید کھولتے ہیں تا شاید خدا تعالیٰ تمہیں راست روی اور ثابت قدمی

الصواب والثبات. او تکونون من المتفکرین. فاعلموا ان فروق الکلمات تتبع

کی راہ دکھاوے یا تم سوچنے والے بن جاؤ۔ پس اب جان لو کہ کلموں کے فرق ان فرقوں کے تابع ہیں جو کائنات

فروقا توجد فی الکائنات. وکذالک قضٰی احسن الخالقین. وامّا الفروق

میں پائے جاتے ہیں اور اسی طرح احسن الخالقین نے ارادہ فرمایا ہے۔ مگر وہ فرق جو کائنات کی پیدائش میں

التی توجد فی خلقة الکائنات. وتترایٰ فی صحف الفطرة کالبدیھیات

پائے جاتے ہیں اور فطرت کے صحیفوں میں بدیہیات کی طرح نظر آتے ہیں پس ہم تیرے پر ان کا ایک نمونہ

فنکشف علیک نموذجًا منھا فی خلقة الانسان لعلک تفھم الحقیقة کذوی

انسان کی پیدائش کے بارے میں کھولتے ہیں تا تو اس کو اہل عرفان کی طرح سمجھ جائے یا تو طالبوں میں سے ہو

العرفان او تکون من الطالبین. فانظر ان الانسان اذا قُلّب فی مراتب الخلقة.

جائے پس تو دیکھ کہ جب انسان پیدائش کے مراتب میں پھیرا گیا اور حیز فعل سے قوت کی طرف لایا گیا اور طبعی

و اُخرح الٰی حیز الفعل من القوة. واعطی صورًا فی المجالی الطبعیّة وقفّا

جلوہ گاہوں میں قسم قسم کی صورتیں دیا گیا اور بعض قسم پیدائش بعض کے پیچھے آئیں اور ان میں باہم تفرقہ اور تمیز

بعضھا بعضًا بالتمایز والتفرقة. فجمعت ھٰھنا مدارج تقتضی لانفسھا الاسماء

ہوا پس اس جگہ کئی مدارج پیدا ہوئے جو اپنے لئے ناموں کو چاہتے تھے پس عربی نے ان کو ان کے نام عطا کئے

فاعطتھا العربیة و اکملت العطاء. کالاسخیاء المتموّلین. وتفصیله ان اللّٰہ اذا

اور اپنے عطیہ کو کامل کیا جیسے سخی اور مالدار لوگوں کا کام ہوتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے

اراد خلق الانسان. فبدء خلقه من سلالة طین مطھر من الادران فلذٰلک

انسان کو پیدا کرنا چاہا تو اس کو اس مٹی سے پیدا کیا جو زمین کے تمام قویٰ کا عطر تھا اور میلوں سے پاک تھا

﴿۱۰۱﴾

سمّاہ اٰدم عند الخطاب و فی الکتاب لما خلقہ من التراب و لما جمع فیہ

اس کا نام خطاب اور کتاب میں آدم رکھا اس لئے کہ اسے مٹی سے پیدا کیا اور سارے جہان

فضائل العالمین. و کذٰلک خمر فی طینہ اُنسانِ. اُنس ما خُلق منہ وانس

کی خوبیاں اس میں بھر دیں اور نیز اس کی طینت میں دو اُنس رکھ دیئے ایک تو اُسی شے کا اُنس

الخالق الرحمان کما یوجد اُنس الاُمّ والاب فی الصبیان. فدعاہ باسم الانسان.

جس سے وہ مخلوق ہوا دوسرا خالق رحمان کا اُنس جیسے بچوں میں ماں باپ کا اُنس پایا جاتا ہے

وھذا مبنیٌّ علی التثنیۃ من المنان. لیدل لفظ الانسین علٰی کلتی الصفتین الی

اس لئے اس کا نام انسان رکھا۔ یہ اسم تثنیہ ہے تا کہ ہمیشہ کے لئے ان دو اُنسوں کا لفظ ان دو

انقطاع الزمان ویکون من المتذکّرین. ثم بدل قانون القدرۃ باذن اللّٰہ ذی العزّۃ

صفتوں کو بتاتا رہے پھر خدا تعالیٰ کے ارادہ سے قانون قدرت میں یوں تبدیلی واقع ہوئی کہ کئی

والحکمۃ وخلق الانسان بعد تغیرات فی اَرْحامِ اُمّھاتٍ. فسمی **التغیّر الاُوْلٰی**

تغیرات کے بعد ماؤں کے رحموں کے معرفت اس کی آفرنیش ہونے لگی سو پہلے تغیر کا نام

ماءً دافقًا و **نُطْفۃً**. والثّانی الذی یزداد فیہ اثر الحیات **علقۃً** والثالث الذی زاد

ماء دافق اور نطفہ رکھا۔ اور دوسرے کا نام جس میں زندگی کا نشان ترقی کرتا ہے علقہ رکھا اور

الی قدر المضغ شدۃ وضاھا فی قدرہ لقمۃ فسمی لھذا **مضغۃ** والرابع الذی

تیسرے کا نام جو درشتی میں ایک لقمہ کے اندازہ کی مانند ہوا مضغہ رکھا اور چوتھا تغیر جو صلابت

زاد من قدر اللقمۃ. و مع ذٰلک بلغ الٰی مُنتھی الصلابۃ و اَودعھا اللّٰہ حِکمًا

اور قدر میں لقمہ سے ترقی کر گیا اور بڑی بڑی حکمتوں پر اس کا نظام خلقت مشتمل ہوا وہ عظام کے

عظیمۃ خلقۃ ونظامًا فسمّاھا **عظامًا** بما بلغت العظمۃ و زادت شرفًا وکما

نام سے موسوم ہوا اس لئے وہ عظمت اور شرف اور قدر و مقام میں انتہا کو پہنچ گیا اور اس لئے

ومقامًا و بما رکب بعضھا بالعظام من رب العالمین. والخامس **اللحم** الذی

بھی کہ ہڈیوں سے اس کے بعض حصے ترکیب پذیر ہوئے اور پانچویں کا نام لحم ہوا اس لئے کہ

﴿۱۰۲﴾ **زادَ** علیها کالحُلّة و صار سبب کمال الحسن والزینة فسمی **لحمًا** بما لُوحِم بالعظام

لحم عربی میں ایک چیز کے پیوند اور لحوق کو کہتے ہیں جب وہ چیز دوسرے سے ملتی

الصلبة وصاربها کذوی اللحمة والسادس خلق اٰخر و سمی **نفسًا** لنفاستها ولطافتها

اور پیوند کرتی ہے سو گوشت کپڑا کی طرح باقی جسم پر ملتا ہے اور نیز اس لئے

و سرائتها فی الاعضاء وعزّتها. وسمی جمیعها باسم **الجنین**. فَتبارک اللّٰہ اَحْسَنُ

بھی کہ گوشت سخت ہڈیوں سے ملتا ہے اور ان کو باہم ملاتا ہے اور خویشی

الخالقین. ثم اذا خرج الجنین من بطن الاُمّة. و تولّد باذن اللّٰہ ذی القدرة فسمی

قرابت ان میں بخشتا ہے اور چھٹے کو خلق آخر کہا اور اسے کمال نفاست اور

ولیدًا فی هذه اللهجة. ثم اذا صبا الٰی ثدی الاُمّ للرضاع فسمی **صبیًّا** و **رضیعًا** الی

اعضاء میں سرایت کرنے کے سبب سے نفس بھی کہا اور پھر اس سارے مجموعہ کا نام

مُدی الارضاع. ثم بعد الفطام سمی **فطیما** و**قطیعا** فی هذا اللسان ثم اذا دبّ و نما

جنین ہوا پھر جنین جب ماں کے پیٹ سے نکلا تو اس کا نام ولید ہوا پھر جب دودھ

و اری اکثر اٰثار الحیوان فسمی **دارجًا** فی ذٰلک الزمان ثم اذا بلغ طوله اربعة اشبار

پینے کو پستان مادر کی طرف جھکا تو صبی نام ہوا اور ایّام شیرخوارگی تک رضیع

فهو **رباعی** عند اولی الابصار. واذا بلغ خمسة فهو **خماسی**. واذا سقطت رواضعه

نام ہوا پھر دودھ چھڑانے کے بعد فطیم و قطیع ہوا پھر ذرا نشو و نما کے بعد

فهو **مثغور** عند العرب. واذا نبتت بعد السقوط فهو **ومثغر** عند ذوی الادب. واذا

دارج پھر جو چار بالشت کا ہوا تو رباعی اور جو پانچ کا ہوا تو خماسی اور

تجاوز عشر سنین فهو **مترعرع** عند العربیین. واذا شارف الاحتلام و کرب الماء

جب دودھ کے دانت جھڑ گئے تو مثغور اور جو پھر اُگے تو مثغر اور جو دس برس کا ہوا

لیمطر الجهام فهو **یافع** و**مراهق** قد بلغ البلوغ التام. واذا احتلم

تو مترعرع اور جو احتلام کے قریب پہنچا تو یافع اور مراهق اور جب

واجتمعت قوته وکملت طاقته فھو حَزُوَرٌ. ثم من الثلٰثین الی الاربعین شاب ففرح مسرور. ثم ﴿۱۰۳﴾

پوری طاقت اور کمال جوانی کو پہنچا تو حزور پھر تیس سے چالیس تک شباب پھر ساٹھ

بعد ذٰلک کھل الی ان یستوفی الستین. ثم بعد ذلک شیخ ثم خرف مفند ومن

برس تک کہل پھر شیخ پھر خرف اسی طرح ہر یک حصہ عمر کے لئے عربی زبان میں الگ

المستضعفین. وکذالک بازاءِ کل حصة عمر اسم علحدة فی عربی مبین واذا مات فھو

الگ نام ہے اور جب مرا تو متوفی نام ہوا اور یہ وہی لفظ ہے جس میں نادانوں

المتوفی الذی یختصم فی لفظه حزب الجاھلین. وکذلک کلما تحقق فی الانسان طبعا

کا گروہ اب تک جھگڑ رہا ہے اسی منوال پر انسان کی ہر طبعی حالت کیلئے عربی میں

یوجد فی العربیة وضعًا و کلما تریٰ فی الحس والعیان تجد بازائه لفظًا فی ھذا اللسان و لا

ایک لفظ موضوع ہوگا اور ہر یک مشہود و محسوس کے لئے اس میں ایک لفظ ضرور ہے

تجد نظیرہ فی العالمین. و أیُّ حجّةٍ اکبر من ھٰذا لو کنتم مُبْصرین. فتامل تامل المنتقد. وا نظر

جس کی دوسری زبانوں میں نظیر نہیں اور جب اس کی نظیر کہیں نہیں تو اس سے بڑھ

بالمصباح المتقد . واحلل محل المستبصرین. و ان کنت تقترح ان تسمع منی فی اشتراک

کر اور کیا حجت ہوسکتی ہے دانشمندی کے چراغ لے کر ڈھونڈو اور غور کرو اور

الالسنة فکفاک لفظ الاُمّ والاُمّة. فان ھذا لفظ تشارک فیه اللسان الھندیة والعربیة. و کذٰلک

اگر اشتراک السنہ کی مثال پوچھنا چاہو تو لفظ ام اور امہ کافی ہے یہ لفظ ہندی

اللسان الفارسیة والانکلیزیة. بل کلھا کما تشھد التجربة الصحیحة فانظر کالمنقدین و قد ظھر

عربی فارسی انگریزی بلکہ سب زبانوں میں مشترک ہے اور تجربہ اس پر گواہ ہے

من وجه التسمیة. ان ھذا اللفظ دخل فی الالسن الا عجمیة من العربیة فان التسمیة بحقیقة لا

اور وجہ تسمیہ بتاتی ہے کہ یہ لفظ عربی زبان سے عجمی بولیوں میں گیا کیونکہ حقیقی وجہ

تُوجد الّا فی ھٰذا اللسان. و اما غیرہ فلا یخلوا من التصنع فی البیان. فان من شان التسمیة

تسمیہ اسی زبان میں ہے اور اوروں میں بناوٹ اور تکلف ہے کیونکہ حقیقی وجہ تسمیہ

﴿۱۰۴﴾

الحقیقیة التی ھی من حضرة العزة. ان لا تنفک بزمن من الازمنة الثلثة وتکون للمسمی
کی شان یہ ہے کہ کسی زمانہ میں بھی وہ مسمّٰی سے الگ نہ ہو اور کبھی بھی کوئی اس سے اس کو
کالعرض اللازم و ان تجایؤہ فی ھذہ النشأة ولا یفرض فرض فارض کونھا فی وقت من الامور
الگ نہ کر سکے اور انسانی تصنع کی بُو بھی اس میں نہ پائی جائے اور دیکھنے سننے والا اس کی
المنفکة و لا تکون کالامور المستحدثة المصنوعة و لا توجد فیھا ریح التصنعات الانسیّة و
نسبت پکار اٹھے کہ لاریب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میزان سے سچ اور جھوٹ کو
یقرّ من استشف جوھرھا بانھا من رب العالمین. فخذ بیدیک ھٰذا المیزان. ثم اعرف بھا من
وزن کرو اور مفتری کی راہ نہ چلو بس یہی ہے جو اس مقدمہ میں ہم نے لکھنا چاہا اور نظام
صدق ومان. ولا تتبع سبل المفترین. وھٰذا اٰخر ما اردنا من ایراد المقدمة. و کتبناھا لِاراة
کے دکھانے کو ہم نے یہ سب قلم بند کیا تم سب کچھ سن ہی چکے ہو اب اس سے فائدہ اٹھاؤ
النظام فی الرسالة و قد وعیتَ ما قصصنا علیک من الادلّة. ففکّر فیھا واجتن ثمرة البراعة.
اور خدا سے بصیرت مانگو اور اسی کے ساتھ فیصلہ کرو اور اگر عربی زبان کی اس ملک کے
واحکم بما اراک اللّٰہ و لا تکن کالمتجاھلین. و لا یختلج فی قلبک ان العربیة قد حقرت فی
لوگوں نے قدر نہیں کی۔ تو اس کی کیا پروا ہے اس لئے کہ ان بگڑی طبیعت کے لوگوں کا
اعین سُکّانِ ھٰذہ البلاد. وان جواھرھا قد رمیت بالکساد فان ھذا من فساد اھل الزمان وان
قبلہ ہمت بجز چاندی سونے اور کھانے پینے کے برتنوں کے اور کچھ نہیں جب میں نے ان
قصوی بغیتھم طلب الصریف والعقیان وحُمادیٰ ھمتھم ھوی الموائد والجفان وانھم من
موتیوں کو انتظام کے سلک میں منسلک کرنا چاہا تو میرے دل میں ڈالا گیا کہ عربی زبان میں
المفتونین وانی لما اردت ان انضد جواھر الکلام واسلکھا فی سمط الانتظام. القی فی روعی ان
ہی انہیں منضبط کروں اور زبان ہندی میں لکھ کر ان کی آب و تاب کو تباہ نہ کروں اور
اکتبھا فی ھٰذہ اللھجة. و لا اخفی بروقھا فی البُرقة الھندیة. و أسرح النواظر فی النواظر الاصلیة
میں نے چاہا کہ آنکھوں کے مویشی کے لئے اصلی چراگاہ پیش کروں جو عربی ہے۔

ٹائیٹل بار اوّل

اَکَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِہَا عِلْمًا

الجزو نمبر۲۰ سورۃ النمل

ضیاء الحق

در مطبع ضیاء الاسلام قادیان باہتمام حکیم فضل دین صاحب
بھیروی مالک مطبع مطبوع ہوا

۱۸۹۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ

اشتہار کتاب منن الرحمٰن

یہ ایک نہایت عجیب و غریب کتاب ہے جس کی طرف قرآن شریف کی بعض پُرحکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی سو قرآن عظیم نے یہ بھی دنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلاف لغات کا اصل فلسفہ بیان کر دیا اور ہمیں اس دقیق حکمت پر مطلع فرمایا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں اور کیسے وہ لوگ دھوکہ میں رہے جنہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ جو انسانی بولی کی جڑھ **خدا تعالیٰ کی تعلیم** ہے اور واضح ہو کہ اس کتاب میں تحقیق الالسنہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اس زبان میں نازل ہوا ہے **جو اُمّ الالسنہ** اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سر چشمہ ہے یہ بات ظاہر ہے کہ الٰہی کتاب کی تمام تر زینت اور فضیلت اسی میں ہے جو ایسی زبان میں ہو جو خدا تعالیٰ کے منہ سے اور اپنی خوبیوں میں تمام زبانوں سے بڑھی ہوئی اور اپنے نظام میں کامل ہو اور جب ہم کسی زبان میں وہ کمال پاویں جس کے پیدا کرنے سے انسانی طاقتیں اور بشری بناوٹیں عاجز ہوں اور وہ خوبیاں دیکھیں جو دوسری زبانیں ان سے قاصر اور محروم ہوں اور وہ خواص مشاہدہ کریں جو بجز خدا تعالیٰ کے قدیم اور صحیح علم کے کسی مخلوق کا ذہن ان کا موجد نہ ہو سکے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ زبان خدا تعالیٰ

بقیہ اخیر میں پڑھو (صفحہ ۳۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿۱﴾

حمد و شکر آن خدائے کرد گار — کز وجودش ہر وجودے آشکار

این جہان آئینہِ دارِ روئے او — ذرّہ ذرّہ رہ نماید سوئے او

کرد در آئینہِ ارض و سما — آن رخ بے مثل خود جلوہ نما

ہر گیاہے عارفِ بنگاہ او — دست ہر شاخے نماید راہ او

نور مہر و مہ ز فیضِ نور اوست — ہر ظہورے تابعِ منشورِ اوست

ہر سرے سرّے ، زخلوت گاہ اُو — ہر قدم جوید ، درِ با جاہ اُو

مطلبِ ہر دل جمالِ روئے اوست — گمرہی گرہست، بہر کوئی اوست

مہر و ماہ و انجم و خاک آفرید — صد ہزاران کرد ، صنعت ہا پدید

این ہمہ صُنعش کتابِ کار اوست — بے نہایت ، اندرین اسرار اوست

این کتابے پیش چشم ما نہاد — تا ازو راہ ہدی داریم یاد

تاشناسی آن خدائے پاک را — کو نماند خاکیان و خاک را

تا شود معیار بہر وحی دوست — تا شناسی از ہزاران آنچہ زوست

﴿۲﴾

تاؔ خیانت را نماند ہیچ راہ
تا جدا گردد سفیدی از سیاہ

بس ہمان شد آنچہ آن دادار خواست
کار دستش شاہد گفتار خاست

مشرکان و انچہ پوزش مے کنند
این گواہان تیر دوزش مے کنند

گر بگوئی غیر را رحمان خدا
تف زند بر روئے تو ، ارض و سما

در تراشی ، بہر آن یکتا ، پسر
بر تو بارد ، لعنتِ زیر و زبر

با زبانِ حال گوید ، این جہان
کان خدا ، فرد است و قیوم و یگان

نے پدر دارد ، نہ فرزند و نہ زن
نے مبدّل شد زِ ایّام کُہن

یک دمے گر رشح فیضش کم شود
این ہمہ خلق و جہان برہم شود

یک نظر ، قانون قدرت را بہ بین
تا شناسی شانِ ربُّ العالمین

کاخ دنیا را چہ دید استی بنا
کز پئے آن میگذاری صدق را

عابد آن باشد ، کہ پیشش فانی است
عارف آن کو گویدش لاثانی است

ترک کن ناراستی ، ہم عذر خام
میل سوئے راستی چوں شد حرام

راہِ بد را نیک اندیشیدۂ
اے ھداک اللّٰہ چہ بدفہمیدۂ

روئے خود ، خود مے نماید آن یگان
تو کشی تصویر او ، چوں کودکان

آن رخے کان فعل حق بنمودہ است
درحقیقت روئے حق آن بودہ است

وانچہ خود کردی بتے داری براہ
بت پرستی ہا کنی شام و پگاہ

اے دو چشمے بستہ از انوار اُو
چون نہ بینی روئے او درکار او

این چنین در افتراہا چون پری؟
یا مگر از ذات بے چون منکری

دل چرا بندی درین دنیائے دون
ناگہان خواہی شدن زین جابرون

از پئے دنیا بریدن از خدا
بس ہمین باشد نشانِ اشقیا

چون شود بخشائش حق بَر کسے
دل نمے ماند بدنیائش بسے

﴿۳﴾

لیکؔ ، ترکِ نفس کے آسان بود | مردن و از خود شدن یکسان بود
آن خدا خود را نمود از کار خویش | کرد قائم شاہد گفتارِ خویش
ہرچہ او را بود از حُسن مزید | حلیۂ آن پیش چشمِ ماکشید
تو کشی از پیش خود تصویر اُو | خالق او مے شوی اے تیرہ خو
آنکہ خود ، از کارِ خود جلوہ نما است | آن خدانے آنکہ خوداز دست ماست
اے ستمگر این ہمہ مولائے ماست | آنکہ قرآن مادحِ اُو جا بجا است
ہر چہ قرآن گفت مے گوید سما | چشم بکشا تا بہ بینی این ضیا
بس ہمیں فخرے بُود ، اسلام را | کو نماید ، آن خدائے تام را
گوئدش ز انسان کہ ازصُنعش عیاں | نے تراشد ، از خودش چون دیگران
غیر مسلم ، خود تراشد پیکرش | خود تراشد ، قامت و پا و سرش
خود تراشیدہ ، نمیگردد خدا | ہمچو طفلان ، بازی است و افترا
زین تراشیدن جہانے شد تباہ | کم کسے ، سوئے خدا بر دست راہ
چون تو کورے نیستی ، چشمے کُشا | بین ، چہ ظاہر مے کند ارض و سما
ہرطرف بشنو صدائے القدیر | ذوالجلال و ذوالعلٰی نورے منیر
ہیچ مخلوقے خدائے خود مگیر | کے شود ، یک کرمکے چون آن قدیر
پیش او لرزد زمین و آسمان | پس تو مشت خاک رامثلش مدان
گر خدا گوئی ضعیفے را بزور | جان تو گوید کہ کذّابی و کور
دل نمے داند خدا جز آن خدا | این چنین افتاد فطرت ز ابتدا
از رہِ کین و تعصب دور شو | یک نظر از صدق کن پُر نور شو
کین ریاض عقل را ویران کند | عاقلان را گمراہ و نادان کُند
کے بشر گردد خدائے لایزال | داوری ہا کم کن اے صید ضلال

﴿۴﴾

آبِ شور اندر گفت ہست اے عزیز ۔۔۔ نازہا کم کن ، اگر داری تمیز
تو ہلاکی ، گر نجوئی آن خدا ۔۔۔ آنکہ بنمائد ترا ارض و سما
ہم بقرآن بین ، جمال آن قدیر ۔۔۔ قول و فعلِ حق ، زُلالِ یک غدیر
مردُم اندر ، حسرتِ این مدّعا ۔۔۔ چون نمے خواہند خلق ، این چشمہ را
ہست قرآن، در رہِ دین رہ نما ۔۔۔ در ہمہ حاجاتِ دین ، حاجت روا
آن گروہِ حق ، کہ از خود فانی اند ۔۔۔ آب نوش ، از چشمۂ فرقانی اند
فارغ اُفتادہ ، زِ نام عزّ و جاہ ۔۔۔ دل ز کف ، و از فرق افتادہ کُلاہ
دور تر از خود بیار آمیختہ ۔۔۔ آبرو ، از بہر روئے ریختہ
از برون چون اجنبی ، دل پُر زِ یار ۔۔۔ کس نداند رازِ شان جز کردگار
دیدنِ شان میدہد یاد از خدا ۔۔۔ صدق ورزان در جناب کبریا
آن ہمہ را بود ، فرقان رہ برے ۔۔۔ ہر یکے زان درشدہ ہمچون درے
آن ہمہ زان دلبرے جان یافتند ۔۔۔ جان چہ باشد روئے جانان یافتند
چشم شان شد پاک از شرک و فساد ۔۔۔ شد دل شان ، منزل ربّ العباد
سیّد شان ، آنکہ نامش مصطفٰے است ۔۔۔ رہبرِ ہر زمرۂ صدق و صفا است
مے درخشد روئے حق در روئے او ۔۔۔ بوئے حق آید ز بام و کوئے او
ہر کمال رہبری بر وے تمام ۔۔۔ پاک روی و پاک رویان را امام
اے خدا ، اے چارۂ آزار ما ۔۔۔ کن شفاعت ہائے او در کار ما
ہرکہ مہرش در دل و جانش فتد ۔۔۔ ناگہان جانے در ایمانش فتد
کے ز تاریکی بر آید آن غراب ۔۔۔ کورمدزیں مشرقِ صدق و صواب
آنکہ او را ظلمتے گیرد براہ ۔۔۔ نیستش چون روئے احمد مہرو ماہ
تابعش بحرِ معانی مے شود ۔۔۔ از زمینی آسمانی مے شود

﴿۵﴾

ہرؔ کہ در راہ محمدؐ زد قدم ۔ انبیاء را شد مثیل آن محترم
تو عجب داری ز فوزِ این مقام ۔ پائے بند نفس گشتہ صبح و شام
اے کہ فخر و ناز بر عیسیٰ تراست ۔ بندۂ عاجز بچشمِ تُو خدا ست
شد فراموشت خداوندے ودود ۔ پیش عیسیٰ او فتادی در سُجود
من ندانم این چہ عقل ست و ذکا ۔ بندۂ را ساختن ربُّ السّما
فانیان را نسبتے با او کُجا ۔ از صفاتِ او کمال است و بقا
چارہ سازِ بندگان قادر خدا ۔ آنکہ ناید تا ابد بر وے فنا
حافظ و ستار و جوّاد و کریم ۔ بیکسان را یار و رحمان و رحیم
تو چہ دانی آن خدائے پاک را ۔ آن جلال و ، تُو دادی خاک را
ہان دمے ہردم زِ کفّارہ زنی ۔ پس نہ مرد استی کہ کمتر از زنی
نسخۂ سہل است گر یابد سزا ۔ زید ، و گردد بکر زان فعلش رہا
لیک زین نُسخہ نمے یابی نشان ۔ در ورق ہائے زمین و آسمان
تا خدا بنیاد این عالم نہاد ۔ ظالمے ہم ننگ دارد زین فساد
چوں ندارد فاسقے آن را پسند ۔ چون پسندد حضرتِ پاک و بلند
ماگنہ گاریم نالان نیز ہم ۔ او غیورے ہست رحمان نیز ہم
زہر و تریاق است ، درما مُستتر ۔ آن کشد این مے دہد جان دگر
زہر را دیدی ، نہ دیدی چارہ اش ۔ آنکہ بودہ از ازل کفّارہ اش
چوں دو چشمت دادہ اند ، اے بے خبر ۔ پس چرا پوشی یکے وقتِ نظر
یک نظر بین سوئے این دنیائے دون ۔ چون بگردی از پئے آن سرنگون
آنچہ داری ، از متاع و منزلت ۔ بے مشقت ہا نگشتہ حاصلت
بایدت تا مدتے جہدے دراز ۔ تا خوری از کِشت خود نانے فراز

﴿۶﴾

چوں ہمین قانون قدرت اوفتاد	بس ہمیں یاد آر در کشتِ معاد
خوب گفت آن قادر ربّ الوریٰ	لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی [1]
ہم درین معنی ست گر تو بشنوی	یادگار مولوی در مثنوی
’’گندم از گندم بروید جَو زِ جو	از مکافاتِ عمل غافل مشو‘‘
آنکہ بر کفّارہ ہا خاطر نہاد	عقل و دین از دست خود یکسر بداد
دین و دنیا جہد خواہد ہم تلاش	رو براہش جہد کن نادان مباش

اَمَّا بَعْد واضح ہو کہ اس رسالہ کی تحریر کا یہ باعث ہے کہ ہم نے پہلے اس سے چار قطعہ اشتہار **آتھم صاحب** کے بارے میں شائع کئے تھے جن میں پادری صاحبان کو بخوبی سمجھایا گیا تھا کہ درحقیقت وہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے جو ہم نے مسٹر عبداللہ آتھم کے بارے میں کی تھی لیکن افسوس کہ پادری صاحبوں نے ہمارے ان اشتہارات کو توجہ سے نہیں پڑھا اور اب تک بدگوئی اور بے اعتدالی اور سب وشتم سے باز نہیں آتے۔ اور اس بے ہودہ بات پر بار بار زور دیتے ہیں کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ لیکن ہم نے جو ہمارے ذمہ فرض تھا ادا کر دیا یعنی یہ کہ اگر آتھم صاحب نے رجوع بحق نہیں کیا جو پیشگوئی کی ضروری اور قطعی شرط تھی تو وہ جلسہ عام میں قسم کھا کر چار ہزار روپیہ بطور تاوان کے ہم سے لے لیں۔ مگر آتھم صاحب نے قسم کھانے سے انکار کیا۔ اور ہم چار ہزار کے اشتہار میں ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عذر ان کا کہ قسم ان کے مذہب میں منع ہے سراسر دروغ بے فروغ ہے۔ اور ان کے بزرگ ہمیشہ قسم کھاتے رہے ہیں۔ مگر آتھم صاحب نے ان ثبوتوں کا کچھ جواب نہ دیا۔ ہاں ڈاکٹر

[1] النجم:۴۰

مارٹن کلارک نے امرتسر سے ایک گندہ اشتہار جو اُن کی بدبودار فطرت کا ایک نمونہ تھا جاری کیا۔ جس کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا ایسا ہی منع ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں میں سؤر کا گوشت کھانا۔ مگر افسوس کہ ان کو یہ خیال نہ آیا کہ اگر قسم کھانا سؤر کے گوشت کے برابر ہے۔ تو یہ سؤر قسم کھانے کا **پولوس** صاحب اپنی تمام زندگی میں کھاتے رہے۔ **پطرس** نے بھی کھایا۔ تو پھر **آتھم** صاحب پر کیوں حرام ہوگیا۔ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ قسم کھانا عیسائیوں میں صرف جائز ہی نہیں بلکہ بعض موقعوں میں واجبات سے ہے۔ انگریزی عدالتیں جو کسی شخص کو خلاف مذہب مجبور نہیں کرتیں انہوں نے بھی عیسائی مذہب کو قسم کھانے سے باہر نہیں رکھا۔ اور خود آتھم صاحب کا عدالتوں میں قسم کھانا ثابت ہے۔ اس لئے چاہیئے تھا کہ حضرات پادری صاحبان یا تو آتھم صاحب کو قسم کھانے پر مجبور کرتے یا ان سے نالش کرواتے تا اسی کے ضمن میں ان کو قسم کھانی پڑتی اور یا عام اشتہار دیتے کہ درحقیقت آتھم صاحب ہی دروغ گو ہیں لیکن انہوں نے بجائے اس کے سراسر ہٹ دھرمی سے گالیاں دینی شروع کر دیں اور یہ نابکار عذر پیش کیا کہ آتھم کھلے کھلے کب اسلام لایا مگر ایک سلیم طبع انسان سمجھ سکتا ہے کہ وہ شرط جو پیشگوئی میں درج ہے اس شرط کے یہ لفظ نہیں ہیں کہ اگر آتھم کھلے کھلے طور پر اسلام لے آوے گا تو وہ موت سے بچے گا ورنہ نہیں۔ بلکہ پیش گوئی میں صرف رجوع کی شرط ہے اور رجوع کا لفظ پوشیدہ طور پر حق کے قبول کرنے پر بھی دلالت کرتا ہے پس اس صورت میں کھلے کھلے اسلام کا مطالبہ سراسر حماقت ہے۔

سوچنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کا اپنے الہام میں ان الفاظ کا ترک کرنا کہ

﴿۷﴾

آتھم کھلے کھلے طور پر اسلام لے آئے گا اور اس کے مقابل پر رجوع کا لفظ استعمال کرنا جو ایک ادنیٰ حالت التفات الی الحق پر بھی صادق آ سکتا ہے۔ صاف یہ پیرایہ یہاں دلالت کر رہا تھا کہ کھلا کھلا اسلام لانا ضروری منشاء پیشگوئی کا نہیں☆۔ اگر یہی ضروری ہوتا تو اصل الفاظ جن سے یہ مطلب بوضاحت ادا ہوتا ہے کیوں چھوڑ دیئے جاتے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر ایک منصف کے لئے غور کرنے کی جگہ ہے۔ اور میں یقین نہیں کرتا کہ کوئی پاک دل آدمی ایک لحظہ بھی اس پر غور کر کے پھر شکوک وشبہات کی مشکلات میں پڑے۔ مخالفوں کا سارا سیاپا تو اس بات پر ہے کہ آتھم نے اپنی زبان سے عام لوگوں میں اقرار اسلام کیوں نہ کیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ایسے کھلے کھلے اسلام لانے کی پیشگوئی میں شرط تھی کیا اس تحریر میں جس پر فریقین کے دستخط بروز مباحثہ ہو گئے تھے یہ درج تھا کہ عذاب نہ وارد ہونے کی یہ شرط ہے کہ آتھم کھلے کھلے طور سے مشرف باسلام ہو جائے۔ بلکہ کھلے کھلے تو کیا اس تحریر میں تو اسلام کا بھی کچھ ذکر نہیں تھا صرف رجوع الی الحق کی شرط ہے اور ظاہر ہے کہ رجوع کا لفظ جیسا کہ کبھی کھلے کھلے اسلام لانے پر بولا جا سکتا ہے ایسا ہی کبھی دل میں تسلیم کرنے پر بھی اطلاق پاتا ہے اس سے تو یہی ثابت ہوا کہ آتھم کے کھلے کھلے اسلام لانے پر کوئی قطعی شرط نہ تھی غایت کار یہ کہ دو احتمالوں میں سے یہ بھی ایک احتمال تھا پھر اسی پر زور دینا کیا ایمانداری

﴿۸﴾

☆ نوٹ: خدائے علیم وحکیم کا پیشگوئی کی شرط میں کھلے کھلے اسلام کا ذکر نہ کرنا خود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پوشیدہ طور پر رجوع کرے گا فقط۔ منہ

کا کام تھا۔ جبکہ ایک احتمال کی رو سے خود آتھم نے اپنی کنارہ کشی اور خوف زدہ حالت دکھلا کر پیشگوئی کی صداقت ظاہر کر دی تو کیا یہ ایک بد ذاتی نہیں جو اس نتیجہ کو چھپایا جائے جو اس کی خود اپنی کنارہ کشی سے اور پُر خوف حالت سے پیشگوئی کی نسبت قائم ہو گیا۔ ہم نے کب اور کس وقت آتھم کے کھلے کھلے اسلام لانے کی شرط درج کی تھی۔ پھر جنہوں نے کھلا کھلا اسلام لانا ضروری سمجھا۔ کیا انہوں نے سراسر بد دیانتی سے حق پوشی نہیں کی۔ کیا انہوں نے ہمارے الفاظ کو نظر انداز کر کے مجرمانہ خیانت کا ارتکاب نہیں کیا۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یہ کہنا کہ بشرطیکہ کھلا کھلا لوگوں کے روبرو اسلام لے آوے اور یہ کہنا کہ حق کی طرف رجوع کر لے یہ دونوں فقرے ایک ہی وزن کی کیفیت نہیں رکھتے اور یہ کہنا کہ زید جو ایک نصرانی ہے اس نے رجوع بحق کیا ہے ہرگز اپنی دلالت میں اس دوسرے قول کے مساوی نہیں کہ زید کھلے کھلے طور پر مشرف باسلام ہو گیا بلکہ رجوع بحق ہونے کی خبر میں اس بات کا احتمال باقی ہے کہ بعض قرائن قویہ سے اسلام لانے کا نتیجہ نکالا گیا ہو اور ہنوز کھلے کھلے طور پر زید مشرف باسلام نہ ہوا ہو اسی وجہ سے ایسی خبر کا سننے والا بار ہا سوال بھی کرتا ہے کہ کیا وہ کھلے کھلے طور پر مشرف باسلام ہوا یا ہنوز مخفی ہے۔ اور بار ہا یہ جواب پاتا ہے کہ نہیں کھلے طور پر نہیں بلکہ بعض قرائن سے اس کا رجوع معلوم ہوا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ رجوع کا لفظ کھلے کھلے اسلام لانے پر قطعی الدلالت نہیں بلکہ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں دونوں احتمالوں پر مشتمل ہے۔ اور ایک شق میں اس کو محصور کرنا ایسی بے ایمانی ہے جس کو بجز ایک خبیث النفس کے اور کوئی شریف الطبع استعمال نہیں کر سکتا۔ ہاں ایسے

﴿۹﴾

موقعہ پر مخالف یہ حق رکھتا ہے کہ قرائن قویّہ کا مطالبہ کرے جن کی وجہ سے کہہ سکتے ہوں کہ ضرور اس نے در پردہ رجوع بحق کیا گو زبان سے اس کا قائل نہیں۔ پس اس جگہ یہ سوال ضرور پیش ہوسکتا ہے کہ آتھم نے اپنے رجوع بحق ہونے کے کون سے قرائن ظاہر کئے جن سے پیشگوئی کا پورا ہونا ثابت ہوا۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ آتھم کا باوجود سخت اصرار عیسائیوں کے نالش نہ کرنا جس کے ضمن میں اس کو ہمارے مطالبہ سے قسم کھانا بھی پڑتا اول قرینہ اس کے **رجوع بحق** ہونے کا ہے۔ اور پھر بعد اس کے اس کا ڈرتے رہنے کا اپنی زبان سے رو رو کر اقرار کرنا یہ دوسرا قرینہ ہے۔ اور پھر ایک خوفناک حالت بنا کر اور سراسیمہ ہو کر شہر بشہر اس کا بھاگتے پھرنا یہ تیسرا قرینہ ہے۔ اور پھر یہ کہنا کہ خونی فرشتوں نے تین مقام پر تین حملے میرے پر کئے یہ چوتھا قرینہ ہے۔ اور پھر باوجود چار ہزار روپیہ پیش کرنے کے قسم نہ کھانا یہ پانچواں قرینہ ہے اور تفصیل ان کی حسب ذیل ہے۔

(۱) اوّل یہ کہ آتھم نے اپنے اس خوف زدہ ہونے کی حالت سے جس کا اس کو خود اقرار بھی ہے جو نور افشاں میں شائع ہو چکا ہے۔ بڑی صفائی سے یہ ثبوت دے دیا ہے کہ وہ ضرور ان ایام میں پیشگوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا یعنی اس نے اپنی مضطربانہ حرکات اور افعال سے ثابت کر دیا کہ ایک سخت غم نے اس کو گھیر لیا ہے اور ایک جان کا اندیشہ ہر وقت ہر دم اس کے دامنگیر ہے جس کے ڈرانے والے تمثلات نے آخر اس کو امرتسر سے نکال دیا۔

واضح ہو کہ یہ انسان کی ایک فطری خاصیت ہے کہ جب کوئی سخت خوف اور گھبراہٹ اس کے دل پر غلبہ کر جائے اور غایت درجہ کی بے قراری

اور بے تابی تک نوبت پہنچ جائے تو اس خوف کے ہولناک نظارے طرح طرح کے تمثلات میں اس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور آخر وہ ڈرانے والے نظارے مضطربانہ حرکات اور بھاگنے کی طرف مجبور کرتے ہیں۔ اسی کی طرف توریت استثنا میں بھی اشارہ ہے کہ قوم اسرائیلی کو کہا گیا کہ جب تو نافرمانی کرے گا اور خدا تعالیٰ کے قوانین اور حدود کو چھوڑ دے گا تو تیری زندگی تیری نظر میں بے ٹھکانہ ہو جائے گی۔ اور خدا تجھ کو ایک دھڑکا اور جی کی غمناکی دے گا اور تیرے پاؤں کے تلوے کو قرار نہ ہوگا۔ اور جا بجا بھٹکتا پھرے گا۔ چنانچہ بارہا ڈرانے والے تمثلات بنی اسرائیل کی نظر کے سامنے پیدا ہوئے اور خوابوں میں دکھائی دیئے جن کے ڈر سے وہ اپنے جینے سے ناامید ہو گئے۔ اور مجنونانہ طور پر شہر بشہر بھاگتے پھرے۔ ﴿۱۰﴾

غرض یہ ہمیشہ سے سنت اللہ ہے کہ شدت خوف کے وقت کچھ کچھ ڈرانے والی چیزیں نظر آجایا کرتی ہیں۔ اور جیسے جیسے بے آرامی اور خوف بڑھتا جاتا ہے وہ تمثلات شدّت اور خوف کے ساتھ ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ اب یقیناً سمجھو کہ **آتھم** کو انذاری پیشگوئی سننے کے بعد یہی حالت پیش آئی۔

جلسہ مباحثہ کے بافراست حاضرین پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ پیشگوئی کے سننے کے ساتھ ہی آتھم کے چہرہ پر ایک خوفناک اثر پیدا ہو گیا تھا اور اس کے حواس کی پریشانی اسی وقت سے دکھائی دینے لگی تھی کہ جب وہ پیشگوئی اس کو سنائی گئی۔ پھر وہ روز بروز بڑھتی گئی۔ اور آتھم کے دل و دماغ پر اثر کرتی گئی۔ اور جب کمال کو پہنچ گئی۔ جیسا کہ نور افشاں

میں آتھم نے خود شائع کرا دیا تو ڈرانے والی تمثلات کا نظارہ شروع ہوگیا۔ اور ابتدا اس سے ہوئی کہ آتھم کو خونی سانپ نظر آنے لگے پھر تو غیر ممکن تھا کہ سانپوں والی زمین میں وہ بود و باش رکھتا۔ کیونکہ سانپ کی ہیبت بھی شیر کی ہیبت سے کچھ کم نہیں ہوتی۔ پس اس نے ناچار ہو کر اس زمین سے جہاں سانپ دکھائی دیا تھا جو اس کی نگاہ میں خاص اسی کے ڈسنے کے لئے آیا تھا کسی دور دراز شہر کی طرف کوچ کرنا قرین مصلحت سمجھا۔ یا یوں کہو کہ سانپ کی رویت کے بعد پیشگوئی کی تصویر ایک ایسی چمک کے ساتھ اس کو نظر آئی کہ اس چمک کے مقابل پر وہ ٹھہر نہ سکا۔ اور اندرونی گھبراہٹ نے بھاگنے پر مجبور کیا اور آتھم صاحب کا یہ قول کہ وہ سانپ تعلیم یافتہ تھا اور ان کے ڈسنے کو ہماری جماعت کے بعض لوگوں نے چھوڑا تھا اس کی بحث ہم جدا بیان کریں گے۔ بالفعل یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ بموجب اقرار آتھم صاحب کے امرتسر چھوڑنے کا باعث وہ سانپ ہی تھا۔ جس نے آتھم صاحب کو خوفناک صورت دکھا کر عین گرمی کے موسم میں ان کو سفر کرنے کی تکلیف دی اور بڑی گھبراہٹ کے ساتھ بیوی بچوں سے انہیں علیحدہ کر کے **لدھیانہ** میں پہنچایا۔ مگر افسوس کہ وہ سانپ نہ مارا گیا۔ اور نہ اس کا کوئی چھوڑنے والا پکڑا گیا۔ کیونکہ وہ صرف نظر ہی آتا تھا اور کوئی جسمانی وجود نہ تھا۔ غرض کہ سانپ کی قہری تجلی اور اس کو دیکھ کر آتھم صاحب کا امرتسر کو چھوڑنا ایک ایسا امر ہے کہ ایک منصف حق جو کے سب عقدے اسی سے حل ہو جاتے ہیں۔ دنیا سب اندھی نہیں ہر ایک باتمیز سمجھ سکتا ہے کہ یہ الزام کہ گویا ہم نے آتھم صاحب کو ڈسنے کے لئے ایک تعلیم یافتہ سانپ ان کی کوٹھی میں چھوڑ دیا تھا۔ عند العقل اصل

﴿۱۱﴾

حقیقت کیا رکھتا ہے۔غرض یہ پہلا الزام ہے یا یوں کہو کہ یہ وہ پہلا غیبی حملہ ہے جس کے معنے ہم میں اور عیسائیوں میں متنازعہ فیہ ہیں۔جس میں ہمارے مخالف مولوی اور ان کے اوباش چیلے بھی عیسائیوں کے ساتھ ہیں۔

مگر آتھم صاحب نے اس تعلیم یافتہ سانپ کا اور نیز اس بات کا کہ وہ ہماری طرف سے چھوڑا گیا تھا اب تک کوئی ثبوت نہیں دیا۔اور ہم ابھی معقولی طور پر بیان کر چکے ہیں کہ یہ سانپ ہرگز باہر سے نہیں آیا۔ بلکہ آتھم صاحب کے ہی دل ودماغ سے نکلا تھا۔

چونکہ آتھم صاحب کے دل پر پیشگوئی کا نہایت قوی اثر ہو چکا تھا اور ہر وقت ایک شدت خوف اس کی نظر کے سامنے رہتا تھا۔اس لئے ضرور تھا کہ کوئی خوفناک نظارہ بھی ان کی آنکھوں کے سامنے پھر جائے لہٰذا ان کی دہشت زدہ متخیلہ کو خونی سانپ نظر آ گیا جس کو عربی میں **حَیَّہ** کہتے ہیں۔کیونکہ سانپ انسان کی نسل کا پہلا اور ابتدائی دشمن ہے اور بزبان حال کہتا ہے کہ **حَیَّ عَلَی الْمَوتِ** یعنی موت کی طرف آ جا اس لئے اس کا نام **حَیَّہ** ہوا۔

پس چونکہ سانپ موت کا اوتار ہے اس لئے آتھم صاحب کو پہلے یہی دکھائی دیا جس کا آتھم صاحب نے نور افشاں میں رو رو کر اقرار کیا ہے کہ ضرور میں موت سے ڈرتا رہا پس ایسے ڈرنے والے کو اگر سانپ نظر آ گیا تو کوئی حقیقت شناس اس سے تعجب نہیں کرے گا۔اور ایسا نظارہ آتھم صاحب پر ہی کچھ حصر نہیں رکھتا بلکہ یہ تو عام قانون قدرت ہے کہ شدت خوف کے وقت ایسے اعجوبے ضرور دکھائی دیا کرتے ہیں بھلا یہ تو سانپ ہے بعض لوگ کمال خوف کے وقت جب وہ اندھیری رات میں اکیلے چلتے ہیں ﴿۱۲﴾

بھوت کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ جب اندھیری رات اور تنہائی اور قبرستان کے بیابان میں دل پر خوف غالب ہوا اور پُر دہشت تخیلات زمانہ آتش کی طرح اڑنے لگے تو پھر کیا تھا فی الفور آنکھوں کے سامنے ایک **دیو** مہیب شکل کے ساتھ حاضر ہوگیا۔ اور شکل یہ دکھائی دی کہ گویا ایک کالا بھوت دور سے دوڑا چلا آتا ہے جس کی شکل نہایت ہولناک ایک پہاڑ کا پہاڑ کوتہ گردن سیاہ رنگ چوٹی آسمان پر پیر زمین پر موٹے موٹے ہونٹ زرد زرد دانت اور پھر بہت لمبے اور باہر نکلے ہوئے چپٹی ناک دبا ہوا ماتھا۔ سرخ سرخ آنکھیں باہر نکلی ہوئیں۔ سر پر لمبے دو سینگ مونہہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ پس جبکہ ایسی حالتوں میں بھوت بھی نظر آجایا کرتے ہیں۔ پھر اگر آتھم صاحب نے سانپ دیکھ لیا تو کیا غضب ہوا۔ ایسا سانپ دیکھنے سے کون انکار کرے گا کلام تو اس میں ہے کہ کوئی **تعلیم یافتہ سانپ** کسی انسان نے چھوڑا تھا۔ جو آتھم صاحب کی شکل و شباہت سے خوب واقف تھا۔ افسوس کہ آتھم صاحب نے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ کاش وہ **قسم** ہی کھا لیتے تا وہ اسی طرح اپنے تئیں اس الزام سے بَری کرتے جو ان بناوٹ کی باتوں سے ان پر عائد ہوگیا ہے۔ مگر خیر ہم اب بھی ان کے بکلّی مکذّب نہیں۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ ضرور ان کو سانپ نظر آیا تھا۔ مگر یہ سانپ انہیں کے تخیلات کا نتیجہ تھا۔ اور اس بات پر قطعی دلیل تھا کہ پیشگوئی کی پوری عظمت ان کے دل پر طاری ہوگئی تھی۔

یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح **یونس** کی قوم کو ملائک عذاب کے تمثلات میں دکھائی دیتے تھے۔ اسی طرح ان کو بھی سانپ وغیرہ

تمثلات دکھائی دیئے۔ مگر ساتھ ہی ضروری طور پر اس بات کو ماننا پڑتا ہے کہ جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیشگوئی سے اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کو سانپ وغیرہ ہولناک چیزیں نظر آویں یہاں تک کہ وہ ہراساں اور ترساں اور پریشان اور بے تاب اور دیوانہ سا ہو کر شہر بشہر بھاگتا پھرے۔ اور سراسیموں اور خوف زدوں کی طرح جابجا بھٹکتا پھرے۔ ایسا شخص بلا شبہ یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا ہے جس کی تائید میں وہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ اور یہی معنی **رجوع الی الحق** کے ہیں۔ اور یہی وہ حالت ہے جس کو بالضرور رجوع کے مراتب میں سے کسی مرتبہ پر محمول کرنا چاہیئے اور میں جانتا ہوں کہ آتھم صاحب کا اس پیشگوئی سے جو دین اسلام کی سچائی کے لئے کی گئی تھی جس کے ساتھ **رجوع بحق کی شرط** بھی تھی اس قدر ڈرنا کہ سانپ نظر آنا اور نیزوں اور تلواروں والے دکھائی دینا یہ ایسے واقعات ہیں جو ہر ایک دانشمند جو ان کو نظر یکجائی سے دیکھے گا وہ بلا تامل اس نتیجہ تک پہنچ جائے گا کہ بلا شبہ یہ سب باتیں پیشگوئی کے پُرزور نظارے ہیں۔ اور جب تک کسی کے دل پر ایسا خوف مستولی نہ ہو جو کمال درجہ تک پہنچ جائے تب تک ایسے نظاروں کی ہرگز نوبت نہیں آتی جو شخص مکذب اسلام ہو۔ اور حضرت عیسٰیؑ کے دور تک ہی الہام پر مہر لگا چکا ہو کیا وہ اسلامی پیشگوئی سے اس قدر ڈر سکتا ہے بجز اس صورت کے کہ اپنے مذہب کی نسبت شک میں پڑ گیا ہو اور عظمت اسلامی کی طرف جھک گیا ہو۔

﴿۱۳﴾

اگر باوجود ان قرائن کے پھر بھی آتھم صاحب کو ان کی حق پوشی پر نہ پکڑا جائے اور بہت ہی نرمی کی جاوے تاہم یہ مطالبہ انصافاً اُن کے ذمہ باقی رہتا ہے۔ کہ جب کہ وہ اپنے خوف کے وجوہات کو یعنی **تین حملوں** کو اس

پہلو پر ثابت نہیں کر سکے جس سے وہ تمام حملے انسانی حملے سمجھے جاتے۔ تو اب اس سوال سے بچنے کے لئے کہ کیوں یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ بعید از قیاس مشاہدات ان کے جن میں سے سب سے پہلے سانپ کے حملے کا مشاہدہ ہے۔ انہیں کے پُرخوف تخیلات کا نتیجہ اور انہیں کے خوف زدہ دماغ سے متمثّل ہوگئے ہیں کم سے کم یہ ضروری تھا کہ وہ اس قریب العقل الزام سے اپنی بریت ظاہر کرنے کے لئے **قسم** کھا جاتے۔

یعنی جلسہ عام میں قسماً یہ بیان کر دیتے کہ وہ **الہام کو منجانب اللہ الہام** سمجھ کر نہیں ڈرے اور نہ حقیّت اسلام کی ان کے دل میں سمائی بلکہ واقعی طور پر **تعلیم یافتہ سانپ** سے لے کر اخیر تک تین متواتر حملے ہماری جماعت کی طرف سے ان پر ہوئے جن سے وہ ڈرتے رہے۔ کیونکہ اس مقدمہ کی صورت ایسی ہے کہ صرف ہمارا ہی الہام ان کو ملزم نہیں کرتا بلکہ ساتھ اس کے ان کو انہیں کا قول و فعل بھی ملزم کر رہا ہے۔

اور یہ یاد رہے کہ یہ وہی آتھم صاحب ہیں جنہوں نے بحث سے پہلے ایک اپنی دستخطی نوشت ہم کو دے دی تھی کہ کوئی نشان دیکھنے پر ضرور میں اپنے مذہب کی اصلاح کر لوں گا جس سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ کسی قدر اصلاح کی اپنے اندر جرأت بھی رکھتے تھے سو خوفناک نظارے جو ان کے لئے نشان کے حکم میں تھے اس پوشیدہ **رجوع** کے محرک ہوگئے۔ ﴿۱۴﴾

(۲) **پھر دوسرا قرینہ** یہ ہے کہ جب آتھم صاحب امرتسر سے تعلیم یافتہ سانپ کے حملہ سے ڈر کر بھاگے اور لدھیانہ میں اپنے داماد کے پاس پناہ گزین ہوئے تو اس جگہ بھی شدید خوف کے دورہ کے وقت وہی تمثّلی نظارہ آتھم صاحب کی آنکھوں کے آگے پھر گیا جو غلبہ خوف کے وقت پھرا

کرتا ہے۔مگر اب کی دفعہ ان کو سانپ دکھائی نہیں دیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک خوفناک حالت پیدا ہوئی یعنی یہ کہ بعض مسلّح آدمی نیزوں کے ساتھ ان کو دکھائی دیئے کہ گویا وہ ان کے احاطہ کوٹھی کے اندر آ کر بس قریب ہی آ پہنچے ہیں اور قتل کرنے کے لئے مستعد ہیں۔ہمیں معتمد ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس حملہ کے بعد آتھم صاحب اپنی کوٹھی میں بہت روتے رہے اور کبھی یہ بیان نہیں کیا کہ کسی انسان نے حملہ کیا بلکہ ہر وقت ایک پوشیدہ ہاتھ کا خوف ان کے چہرہ پر نمایاں تھا اور وہ خوف اور بے آرامی بڑھتی گئی اور دل کی غمناکی اور دھڑکا زیادہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ قہر زدہ یہودیوں کی طرح پاؤں کے تلوہ نے پھر بے قراری ظاہر کی۔اور وہ کوٹھی بھی کچھ ڈراؤنی سی معلوم ہوئی۔اور سچ بھی تھا کہ جس کوٹھی کے احاطہ میں ایسے مسلّح پیادے یا سوار گھس آئے کہ باوجود سخت انتظام اور اہتمام پولیس کے لوگوں کے جو حفاظت کے لئے دن رات وہیں جمے رہتے تھے پکڑے نہ گئے۔اور نہ ان کا حلیہ دریافت ہوسکا۔اور نہ یہ پتہ لگا کہ کس راہ سے آئے اور کس راہ سے چلے گئے اس خوفناک کوٹھی میں آتھم صاحب کیونکر رہ سکتے تھے۔

انسان فطرتاً یہ عادت رکھتا ہے کہ جس جگہ سے ایک مرتبہ اس کو خوف آوے تو پھر اسی جگہ رات رہنا پسند نہیں کرتا۔غرض انہیں وجوہ سے آتھم صاحب کو لدھیانہ بھی چھوڑنا پڑا۔

لیکن اب بحث یہ ہے کہ کیا حقیقت میں کوئی جماعت نیزوں یا تلواروں والی بمقام لدھیانہ آتھم صاحب کی کوٹھی میں گھس آئی تھی؟

اس بحث کو ہم صرف ان دو کلموں سے طے کر سکتے ہیں کہ اگر بمقام امرتسر آتھم صاحب پر فی الحقیقت کسی تعلیم یافتہ سانپ نے حملہ کیا تھا

تو پھر اس جگہ بھی نیزوں تلواروں والے آتھم صاحب پر ضرور آ پڑے ہوں گے اور اگر آتھم صاحب اس پہلے حملے کے بیان کرنے میں صادق ہیں تو اس دوسرے حملہ میں بھی صادق ہوں گے۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جیسے آتھم صاحب بمقام امرتسر سانپ پکڑنے سے ناکام رہے اور اس کو مار بھی نہ سکے یہی ناکامی آتھم صاحب کو اس جگہ بھی نصیب ہوئی۔ باوجودیکہ پولیس کا انتظام اور داماد کی احتیاطیں امرتسر سے زیادہ تھیں۔

اور یہ افسوس اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ آتھم صاحب جیسا ایک تجربہ کار سرکاری ملازم پنشنر جو مدت دراز تک اکسٹرا اسسٹنٹی کا کام کرتا رہا کیا وہ اس فوجداری قانون سے ناواقف تھا۔ کہ جب اس اقدام قتل تک نوبت پہنچی تھی تو وہ بذریعہ عدالت باضابطہ ہمارا مچلکہ تحریر کروا کر امن سے لدھیانہ میں لیٹا رہتا۔

یہ بات کچھ تھوڑی نہیں تھی کہ بقول ان کے جو بعد میں بنائی گئی ہے کہ اقدام قتل کے لئے ان پر حملہ ہوا۔ مگر ان سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس ظالمانہ واقعہ کو چند اخباروں میں ہی درج کروا دیتے۔ بلکہ بقول شخصے کہ ''مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔'' ان باتوں کو اس وقت ظاہر کیا جب وہ وقت ہی گذر گیا۔ اور پندرہ[۱۵] مہینے کی میعاد منقضی ہوگئی۔ پھر بھی یاروں دوستوں نے بہت زور مارا کہ آتھم صاحب اب بھی نالش کر دیں۔ مگر چونکہ وہ اپنے دل میں جانتے تھے کہ یہ سب آسمانی امور ہیں اور سمجھتے تھے کہ نالش کرنا تو آپ اپنے ہاتھ سے ہلاکت کا سامان جمع کرنا ہے۔ اور خود اس قدر شوخی بھی خطرناک ہے کہ اپنے خوف اور رجوع کو اور پہلو میں لاکر چھپا دیا

اور خدا تعالیٰ کے احسان کو یاد نہ رکھا!!!! اس لئے انہوں نے باوجود ڈاکٹر کلارک کے بہت سے سیاپے کے نالش نہ کی۔ اور یہ بھی انہیں معلوم تھا کہ نالش کی تقریب پر قسم بھی دی جائے گی۔ پس اسی خرخشہ سے جو ان کی جان پر وبال لاتا تھا کنارہ کیا۔

مگر تاہم یہ کنارہ کشی بے سود ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ نادان پادریوں کی تمام یاوہ گوئی آتھم کی گردن پر ہے۔

﴿۱۶﴾ اگرچہ آتھم نے نالش اور قسم سے پہلوتہی کر کے اپنے اس طریق سے صاف بتلا دیا کہ ضرور رجوع بحق کیا۔ اور تین[۳] حملوں کی طرز وقوع سے بھی بتلا دیا کہ وہ حملے انسانی حملے نہیں تھے۔ مگر پھر بھی **آتھم اس جرم سے بری نہیں ہے کہ اس نے حق کو علانیہ طور پر زبان سے ظاہر نہیں کیا**!!! صرف اس کے افعال پر غور کرنے سے عقلمندوں پر حقیقت ظاہر ہو گئی۔

(۳) **تیسرا قرینہ** یہ ہے کہ جب آتھم صاحب لودیانہ میں بھی آسمانی سلاح پوشوں کا مشاہدہ کر چکے تو اُن کا دل وہاں رہنے سے بھی ٹوٹ گیا۔ اور حق کے رعب نے ان کو دیوانہ سا بنا دیا۔ تب وہ اپنے دوسرے داماد کی طرف دوڑے جو فیروز پور میں تھا۔ شاید اس سے یہ غرض ہوگی کہ وہ اپنے ان عزیزوں کی آخری ملاقاتیں سمجھتے ہوں گے کہ شاید پوشیدہ رجوع معتبر نہ ہو اور دل میں ٹھان لیا ہوگا کہ اگر میں باوجود اندرونی توبہ اور رجوع کے پھر بھی بچ نہ سکوں تو بارے اپنی لڑکیوں اور عزیزوں کو تو مل لوں۔ بہرحال وہ افتان خیزان **فیروز پور** پہنچے اور پیشگوئی کی عظمت نے ان کی وہ حالت بنا

رکھی تھی جس سے ہراس اور ترس اور پریشانی ہر وقت مترشح ہو رہی تھی اور حق سے خائف ہونے کی حالت میں جو جو دہشتیں اور قلق اس شخص پر وارد ہوتا ہے جو یقین رکھتا ہے یا ظن رکھتا ہے کہ شائد عذاب الٰہی نازل ہو جائے یہ سب علامتیں ان میں پائی جاتی تھیں۔

چنانچہ جب خوف اس جگہ بھی اپنی نہایت کو پہنچا تو **دوری مرض** کی طرح وہی نظارہ پھر نظر آیا جو لدھیانہ میں نظر آیا تھا۔ مگر اب کی دفعہ وہ کرشمہ قدرت نہایت ہی جلالی تھا جس نے آتھم صاحب کے دل پر بہت ہی کام کیا۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ پھر میں نے **فیروز پور** میں دیکھا کہ بعض آدمی تلواروں یا نیزوں کے ساتھ آپڑے۔

غرض معتبر وسائل سے معلوم ہوا ہے کہ اب کی دفعہ ان پر خطرناک خوف طاری ہوا۔ اور خواب میں بھی ڈرتے رہے اور اس عرصہ میں ایک حرف بھی اسلام کے برخلاف منہ سے نہیں نکالا۔ اور نہ کسی کے پاس یہ شکایت پیش کی کہ میرے پر یہ تیسری مرتبہ حملہ ہوا۔

﴿۱۷﴾ ان تمام حملوں پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک پہلو سے آتھم صاحب قابل الزام ٹھہر گئے ہیں۔ کیونکہ باوجودیکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ تین[۳] حملے ہوئے جن میں سے پہلا حملہ **تعلیم یافتہ سانپ** کا حملہ ہے مگر آتھم صاحب نے نہ تو حملہ کرنے والوں کو پکڑا اور نہ حسب ضابطہ کسی تھانہ میں رپورٹ لکھوائی اور نہ کسی عدالت میں نالش کی اور نہ امن حاصل کرنے کے لئے عدالت کے ذریعہ سے ہمارا مچلکہ لکھوایا۔ اور نہ مجرموں کے پکڑنے کے لئے اندھی پولیس نے کچھ مدد دی اور نہ مجلسوں میں اس بات کا تذکرہ کیا۔ اور نہ

اخباروں میں ان متواتر تین۳ واقعات کو قبل گزرنے میعاد کے چھپوایا۔ اور نہ مجرموں کا کوئی حلیہ بیان کیا۔ اور نہ ان کے بھاگنے کے وقت کوئی کپڑا وغیرہ ان کا چھین لیا۔

یہ تمام وہ امور ہیں جو آتھم صاحب کو جو اکسٹرا اسسٹنٹی وغیرہ کرتے بوڑھے ہوگئے کامل طور پر ملزم کر رہے ہیں ان کو چاہیے تھا کہ ان الزاموں سے بریّت ثابت کرانے کے لئے اگر پہلے نہیں ہو سکا تو بعد میں ہی نالش کر دیتے۔ اور تین۳ حملوں کا عدالت میں ثبوت دے کر ایک تو جھوٹی پیشگوئی کی سزا دلواتے۔ اور دوسرے اقدام قتل کی سزا سے بھی خالی نہ چھوڑتے لیکن وہ ایسے چپ ہوئے کہ ان کی طرف سے آواز نہ اٹھی۔

بعض اخبار والوں نے بھی بہت سیاپا کیا مگر انہوں نے کسی کی نہ سنی۔ ڈاکٹر کلارک مارٹن سر کھپا کھپا کر رہ گیا مگر انہوں نے اس کے جواب میں بھی دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے حالانکہ عقلاً و انصافاً و قانوناً ان کا دامن اسی حالت میں پاک ہوسکتا تھا۔ جبکہ وہ اپنے ان دعووں کو جن پر خوف کی بنیاد رکھی گئی تھی بذریعہ نالش یا جس طرح چاہتے ثابت کر دکھاتے۔

اوران کی یہ تین۳ حالتیں کہ **ایک۱** طرف تو انہوں نے اپنے اقرار اور اپنے افعال وحرکات سے اثناء پیشگوئی میں اپنا سخت درجہ پر ڈرتے رہنا ظاہر کیا۔ اور **دوسرے۲** یہ کہ اس ڈر کی وجہ تین۳ حملے بتلائے جو بغیر پورے ثبوت کے کسی عقلمند کے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہیں بلکہ قیاس اور عقل سے بھی دور ہیں۔ اور **تیسرے۳** یہ کہ ان تین۳ حملوں اور بے جا الزاموں کا کچھ بھی ثبوت نہیں دیا نہ عدالت کے ذریعہ سے نہ دوسرے کسی طریق سے۔ یہ تینوں حالتیں ان کو اس بات کی طرف مجبور کرتی تھیں کہ اگر ان کے پاس

﴿۱۸﴾ ان بے جا الزاموں کا کوئی بھی ثبوت نہیں تو وہ **قسم** ہی کھا لیتے۔

پس ان کے دروغ گو اور ناحق ہونے پر **چوتھا قرینہ** یہی ہے کہ وہ قسم سے بھی گریز کر گئے۔ اور چار ہزار روپیہ ان کے لئے نقد پیش کیا گیا۔ مگر مارے خوف کے انہوں نے دم نہ مارا۔

ہمارا قسم لینے سے کیا مدعا تھا یہی تو تھا کہ جس ڈر کے وہ اقراری ہوکر پھر خلاف واقعہ اور خلاف قیاس یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ وہ ڈر تین متواتر حملوں کی وجہ سے تھا یہ غیر معقول عذر انہوں نے ثابت نہیں کیا۔ اور نہ یہ ثابت کر سکے کہ یہ عاجز کوئی مشہور ڈاکو اور خونی ہے جو ان سے پہلے بھی کئی خون کر چکا ہے۔ لہٰذا انصافاً ان پر لازم تھا کہ ایسی بے جا تہمتوں کے بعد جو قانوناً بھی ایک سخت جرم کی صورت رکھتی ہیں۔ قسم کھانے سے ہرگز دریغ نہ کرتے۔ اگر واقعی طور پر ان کے مذہب میں قسم کھانے کی ممانعت ہوتی تو ہم سمجھتے کہ مذہب نے ان کو قسم سے جو بریت کا مدار تھا محروم رکھا۔ لیکن ہم نے تو اپنے اشتہار چہارم میں ان کی بائیبل ان کے سامنے کھول کر رکھ دی اور ثابت کر دیا کہ ان کے عام بزرگ قسم کھاتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا **پولوس** رسول بھی جس کے اجتہاد اور طریق سے منہ پھیرنا ایک عیسائی کے لئے کفر اور بے ایمانی میں داخل ہے۔ وہ بھی قسم کھانے سے نہیں بچ سکا (دیکھو قرنتیان ۱۵ باب ۳۱ آیت)

ان قسموں کی تفصیل کے لئے ہمارا اشتہار چہارم مورخہ ۲۷/ اکتوبر ۱۸۹۴ء پڑھنا چاہئے۔ تا معلوم ہو کہ جواز قسم میں ہم نے کس قدر ثبوت دیا ہے۔ اور نہ صرف انجیل بلکہ تمام بائبل کے حوالے دیئے ہیں مگر آتھم صاحب نے اپنی انجیل کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کی۔ وجہ یہ کہ وہی آسمانی رعب ان کے دل

پر غالب ہوا جس نے تین۳ حملوں کا نظارہ دکھلایا تھا تب پادریوں کو فکر پڑی کہ آتھم نے ہمارے منہ پر سیاہی کا دھبہ لگایا اس لئے **ڈاکٹر کلارک** نے سراسر بے ایمانی کا طریق اختیار کر کے ایک گندہ اشتہار نکالا جس کا حاصل مطلب یہ تھا کہ مذہب عیسائی میں قسم کھانا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ مسلمانوں میں **خنزیر** کا گوشت کھانا۔ مگر اس حیا کے دشمن کو ذرہ بھی انجیل اور پطرس اور پولوس کی عزت کا خیال نہ آیا اور نہ یہ سوچا کہ اگر یہی مثال سچ ہے تو پھر **پولس** رسول کو ایماندار کہنا بے جا ہے جس نے سب سے پہلے اس ناپاک چیز کا استعمال کیا۔ ﴿۱۹﴾

جس حالت میں ایک مسلمان خنزیر کو حلال سمجھنے والا تمام فرقوں کے اتفاق سے **کافر** ہو جاتا ہے اور اس کو کھانے والا پرلے درجے کا فاسق بدکار کہلاتا ہے۔ تو پھر ہمیں **ڈاکٹر کلارک** صاحب اس بات کا ضرور جواب دیں کہ وہ اپنے حضرت **پولس** کی نسبت ان دونوں خطابوں میں سے کس خطاب کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

سچی بات کو چھپانا بے ایمانوں اور لعنتیوں کا کام ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے؟ کہ **پولس** نے قسم کھائی **پطرس** نے قسم کھائی۔ اور **زبور میں لکھا ہے کہ جو جھوٹا ہے وہی قسم نہیں کھاتا** (دیکھو زبور ۶۳ آیت ۱۱)

کیا! ہم تسلیم کریں کہ فقط آتھم صاحب ہی قسم کھانے سے بچے۔ اور دوسرے تمام بزرگ عیسائی **قسم کا خنزیر** کھاتے رہے اور اب بھی بجز اس قسم کے **خنزیر** کھانے کے کوئی اعلیٰ درجہ کی ملازمت جو متعہد عہدہ داروں کو ملتی ہے کسی عیسائی کو نہیں مل سکتی ہے۔

اور طرفہ تر یہ کہ آتھم صاحب کا دو مرتبہ عدالت میں قسم کھانا ثابت ہو چکا ہے اگر وہ انکار کریں تو ہم نقل لے کر دکھلاویں۔

سچ تو یہ ہے کہ ان عیسائیوں میں سے شاید شاذ و نادر کوئی ایسا ہو جس کو قسم کھانے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ بلکہ انگریزی قانون نے قسم کھانا عیسائیوں کے لئے خاص حق رکھا ہے اور دوسروں کے لئے اقرار صالح۔

اب ہم منصفین سے پوچھتے ہیں کہ جن لوگوں نے قسم سے گریز کرنے کے لئے عمداً اپنے سوانح کو چھپایا اور وہ جانتے تھے کہ پہلے اس سے ہم کئی دفعہ قسمیں کھا چکے ہیں مگر ارادتاً ان قسموں کو پوشیدہ رکھا اور ایک نہایت مکروہ جھوٹ بولا اور کہا کہ قسم ہمارے مذہب میں ایسا ہی بدکاری کا کام ہے کہ جیسے مسلمانوں میں خنزیر۔ اور اپنے بزرگوں کو اپنی زبان سے فاسق فاجر قرار دیا۔ کیا ان کے اس طریق سے اب تک ثابت نہ ہوا کہ اگر وہ اپنے تئیں حق پر جانتے تو اس ذلت اور رسوائی کو ہرگز ہرگز اختیار نہ کرتے۔ ﴿۲۰﴾

پس یہ **پانچواں**[۵] **قرینہ** ہے کہ ان لوگوں نے ایک سچائی کے چھپانے کے لئے اپنے **پولس** رسول کو ایک ایسے آدمی سے تشبیہ دی کہ جو مسلمان کہلا کر پھر سؤر کھاوے اسی بات سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ در پردہ آتھم اور اس کے دوستوں کو کس بات کا رعب کھا گیا کہ انہوں نے بے ہودہ حیلہ بازیوں اور رسوائی والے طریق کو اختیار کیا مگر آتھم قسم کھانے سے ایسا ڈرا کہ گویا وہ کھا جانے والا بھیڑیا ہے۔

دانشمندوں کو چاہئے کہ بار بار ان باتوں کو ذہن میں لاویں کہ کیونکر اول آتھم صاحب نے رو رو کر یہ اقرار کیا کہ میں ضرور پیشگوئی

کی میعاد میں ڈرتا رہا۔ اور پھر سوچیں کہ جس پیشگوئی کو بے ہودہ سمجھا گیا تھا اس سے اس قدر ڈرنا کیا معنی رکھتا تھا۔ بہتیری بے ہودہ باتیں انسان سنتا ہے مگر ان کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ پھر اگر فرض بھی کر لیں کہ امرتسر میں کسی تعلیم یافتہ سانپ نے اس پر حملہ کیا تھا تو اس قدر بے حواسی اور سراسیمگی دکھلانا اور شہر بشہر پھرنا کیا ضروری تھا۔ کوئی قانونی تدبیر کی ہوتی جس سے امن کے ساتھ امرتسر میں بیٹھے رہتے کیا امرتسر کی پولیس ناکافی تھی۔ یا تمام قانونی علاج مسدود تھے۔ جو اس قدر خرچ اخراج کر کے شدت دھوپ کے دنوں میں پیرانہ سالی میں اپنی آرام گاہ کو چھوڑا اور لطف یہ کہ وہ چھوڑنا بھی بے سود رہا۔ امرتسر میں سانپ نظر آیا۔ لدھیانہ میں نیزوں والے دکھائی دیئے۔ فیروز پور میں تلوار کے ساتھ حملہ ہوا یہ بیانات بہت ہی غور کے لائق ہیں۔

ناظرین! ان تین[۳] حملوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھیں اور خوب سوچیں۔ کیا فی الحقیقت سچ ہے کہ پہلا نظر آنے والا فی الحقیقت ایک تعلیم یافتہ سانپ تھا جس پر کسی کا سوٹا چل نہ سکا۔ اور وہ پچھلی مرتبوں میں جو نظر آئے وہ جنگ آزمودہ ہماری جماعت کے سپاہی تھے جن کو کسی موقع پر آتھم صاحب پکڑ نہ سکے۔ اور نہ ان کے دامادوں کا ان پر ہاتھ دراز ہوسکا نہ پولس کے نالائق کانسٹیبل ان کے مقابلہ کی جرأت کر سکے۔ پھر عجیب پر عجیب یہ کہ یہ لوگ ناجائز ہتھیاروں کے ساتھ کئی مرتبہ ریل پر سوار ہوئے۔ بازاروں میں ہو کر نکلے آتھم صاحب کے احاطہ میں اِدھر اُدھر پھرتے رہے۔ مگر بجز آتھم صاحب کے کوئی بھی ان کو دیکھ نہ سکا۔ کیا ان تمام قرینوں سے ثابت نہیں ہوتا کہ درحقیقت یہ تمام روحانی نظارہ تھا جس نے آتھم صاحب کے دل کو ﴿۲۱﴾

حق کی طرف رجوع دلایا اور ان کا دل خوف سے بھر گیا۔ اور منہ پر مہر لگ گئی۔ ان کا فرض تھا کہ پہلے حملہ میں ہی تھانہ میں رپورٹ کرتے گورنمنٹ کو اطلاع دیتے اور حلیہ لکھواتے اور صورت شکل اور وردی اور تمام قرائن سے حکام کو مطلع کرتے۔ تا گورنمنٹ اشتہار دے کر ایسے بدمعاشوں کو ماخوذ کرتی اور ایسے پلید مجرموں کو واجبی سزا کا مزہ چکھاتی۔ اور کم سے کم یہ تو چاہیئے تھا کہ وکیلوں کے مشورہ سے ایک عرضی دے کر مجرموں کو سزا دلاتے۔ یا احتیاطی طور پر اس عاجز سے اس مضمون کا مچلکہ لکھواتے کہ اگر آتھم پیشگوئی کی میعاد میں مارا گیا تو یہ جرم قتل عمد تمہارے ذمہ لگایا جائے گا۔ کیونکہ جو شخص پہلے ان کی موت کی جھوٹی پیشگوئی کر چکا اور پھر اس کی جماعت کی طرف سے قتل کرنے کے لئے تین حملے بھی ہوئے کیا ایسے شخص کا مچلکہ لینے سے گورنمنٹ کو کچھ تامل ہوسکتا ہے۔

کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ آتھم صاحب پندرہ ماہ تک ایک جلتے ہوئے تنور میں پڑے رہے اور بار بار خوفناک حملوں سے کچلے گئے۔ مگر انہوں نے کسی مقام پر باضابطہ تحقیقات نہ کرائی۔ امرتسر سے سانپ کے حملہ پر چپکے ہی نکل آئے۔ پھر لدھیانہ پہنچے اور ساتھ ہی حملے والے بھی پہنچ گئے اور مارنے میں کچھ بھی کسر نہ رکھی۔ تب بھی آتھم صاحب نے گورنمنٹ میں جا کر سیاپا نہ کیا کہ یہ دشمن میرے قتل کے درپے ہیں۔ میری کوٹھی پر مسلح ہو کر آئے سرکار ان کا مچلکہ لے اور مجھ کو ان کے شر سے بچا لے۔ بلکہ ان کو چاہیے تھا کہ تعلیم یافتہ سانپ کے حملہ پر ہی دہائی دیتے کہ لوگو دیکھو پیشگوئی کی حقیقت معلوم ہوئی۔

اب اے ہمارے ناظرین! اے اخباروں کے ایڈیٹرو!

اے رسالوں کے شائع کرنے والو! آپ لوگوں نے آتھم صاحب کی ہمدردی تو بہت کی بلکہ بعض نے لکھا کہ آتھم صاحب خلق اللہ پر بہت ہی احسان کریں گے اگر ایسے کذاب پر نالش کر کے اس کو سزا دلائیں گے مگر اب آنکھیں کھول کر دیکھو کہ قرائن قویہ کس کو کذاب ثابت کرتے ہیں۔

ہم تم سے اسلام کی ہمدردی نہیں چاہتے ہم تم کو یہ الزام نہیں دیتے کہ مسلمانوں کی اولاد کہلا کر پھر پادریوں کی ناحق کی حمایت کیوں کی۔ کیونکہ یہ بات کہنے والا اور پوچھنے والا ایک ہی ہے۔ جو مطالبہ کے دن میں ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا۔

﴿۲۲﴾ ہم تمہاری گالیوں اور لعنتوں سے بھی ناراض نہیں۔ کیونکہ بہ نسبت پہلے راستبازوں کے یہ بہت ہی تھوڑا دکھ ہے جو ہم کو تم سے پہنچا ہے لیکن اگر ہمیں افسوس ہے تو صرف یہی کہ تم نے دین کی سچی حمایت کو بھی چھوڑا اور پادریوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائی۔ مگر آخری نتیجہ تمہارے لئے اس ندامت کا حصہ ہوا جس کو دوسرے لفظوں میں خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ کہتے ہیں۔ اس بات کا ہم کو بھی افسوس ہے کہ باوجودیکہ دین کو تم نے اس طرح پھینک دیا کہ جس طرح ایک ناکارہ تنکا پھینکا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی تم کسی ایسی تعریف کے لائق نہ ٹھہرے جو کسی عقلمند عمیق الرائے کے بارہ میں ہوسکتی ہے بلکہ وہ خفت اور خجالت اٹھائی جو ہمیشہ جلد باز اور شتاب کار اٹھایا کرتے ہیں درحقیقت جو شخص نفسانی جوش میں آکر یا جلد بازی کی وجہ سے اللہ اور رسول کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتا اس کو ایسے دن دیکھنے پڑتے ہیں۔

کیا کبھی تم نے سنا کہ کسی ایسے مباحثہ میں کہ جس کی حمایت

میں عیسائی مذہب کو کوئی زد پہنچتی ہو یا کسی فرد کی نظر میں اس مذہب کی بیخ کنی ہوتی ہو کوئی پادری تمہارے ساتھ ہو گیا ہو بلکہ وہ تو باوجود صدہا اندرونی اختلافات کے اپنی ہوا نکلنے نہیں دیتے۔ پھر تم پر افسوس کہ تم نے چند خود غرض مولویوں کے پیچھے لگ کر ایک دینی معاملہ میں پادریوں کی وہ حمایت کی اور اہل حق کو وہ گالیاں دیں جس کی نظیر کسی قوم میں نہیں پائی جاتی۔ سو اب بھی میں نصیحت کرتا ہوں کہ توبہ کرو اور پاک دل اور بے لوث نظر کے ساتھ اس پیشگوئی کو دیکھو اور تمام امور کو یک جائی نظر سے تصور میں لا کر وہ سچی رائے ظاہر کرو جو تمہاری پہلی جلد بازیوں کا کفارہ ہو جائے یقیناً سمجھو کہ دین اسلام ہی حق ہے اور ہر ایک انسان کو اپنے ان تمام خیالات کا حساب دینا پڑے گا جن کو وہ ردی اور ناپاک پا کر پھر بھی اپنے سینہ سے باہر نہیں پھینکتا۔ اور بخل اور تعصب سے اپنی طبیعت کو الگ نہیں کرتا۔

سو اٹھو اور جاگو اور پھر دوبارہ ایک حق طلب اور سوچنے والا دل لے کر آتھم والی پیشگوئی پر نظر ڈالو۔ پیشگوئی میں کوئی بھی تاریکی نہیں تھی تمہاری اپنی ہی تاریکی اور موٹی عقل اور جلد بازی نے ایک تاریکی پیدا کر لی۔ اور وہ صریح شرط تمہاری آنکھوں سے نظر انداز کی گئی جو حکیم ازلی نے تمہاری آزمائش کے لئے پہلے ہی الہامی عبارت میں داخل کی تھی یہ فعل بھی اسی حکیم مطلق کا ہے تا وہ تمہیں جانچے اور آزماوے اور تم پر ظاہر کرے کہ کس قدر تم تدبر اور تقویٰ اور اخوت اسلامی سے دور جا پڑے۔ بھائیو جلد توبہ کرو تا ہلاک نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ کوئی عمل بد نہیں جس پر مواخذہ نہ ہوگا اور کوئی بد دیانتی نہیں جس کی وجہ سے انسان پکڑا نہ جائے جس نے کسی بخل کی وجہ سے اپنا دین خراب کر لیا۔ اور کسی تعصب کی وجہ سے حق کو چھوڑ دیا وہ کیڑا ہے

﴿۲۳﴾

نہ انسان اور درندہ ہے نہ آدمی۔ لیکن نیک آدمی ایک پاک خیال کے ساتھ سوچتا ہے۔ اور اس کا حکمت اور حق کے ساتھ کلام ہوتا ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی کے رنگ میں اور وہ صداقت اور انصاف کے پاک جذب سے بولتا ہے نہ غضب اور غصہ کی کشش سے اس لئے خدا اس کی مدد کرتا ہے اور روح القدس اس کے دل پر روشنی ڈالتا ہے لیکن ناپاک دل اور گندی طبیعت والا سچائی کے استخراج کے لئے کچھ بھی کوشش نہیں کرتا اور ایک دھوکا جو پہلے دن سے ہی اس کو لگ جاتا ہے اس کی پیروی کرتا چلا جاتا ہے اور پھر تعصب اور کج بحثی کی وجہ سے خدا تعالیٰ اس کے دل کا نور چھین لیتا ہے اور اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

مگر نیک سرشت آدمی اپنی رائے کے بدلنے سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ جب دیکھتا ہے کہ ایک صداقت کی تکذیب میں مجھ سے غلطی ہوئی تو اس کا بدن کانپ جاتا ہے اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ اور سچائی کے خون سے اس مجرم سے زیادہ ڈرتا ہے جس نے ایک بے گناہ اور معصوم بچہ کو ناحق قتل کر دیا ہو۔ سو خدا جو کریم و رحیم ہے اسے قبول کر لیتا ہے اور اس کی عظمت دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ مجلس میں ایک شخص بہادر دل کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے بولا کہ صاحبو میں فلاں امر میں غلطی پر تھا۔ اور جو کچھ میں نے ایک مدت تک بحثیں کیں یا جو کچھ میں نے مخالفت ظاہر کی وہ سب نادرست امر تھا۔ اب میں اس سے محض للہ رجوع کرتا ہوں۔ ایسے شخص کی ایک ہیبت دلوں میں طاری ہو جاتی ہے۔ اور ولایت کا نور اس کے چہرہ پر دکھائی دیتا ہے اور دل بول اٹھتا ہے کہ یہ شخص متقی اور قابل تعظیم ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان سے پیار کرتا ہوں کہ جو گناہ اور خطا کا طریق چھوڑ کر حق کی طرف قدم اٹھاتے ہیں۔ پس جس سے خدا پیار کرے ضرور اس سے تمام نیک بندے پیار کریں گے۔ کیونکہ نیک روحوں کا پیار خدا کے پیار کے تابع ہے۔ سو مبارک وہ جو خدا تعالیٰ کی مرضی کی راہیں ڈھونڈے۔ اور زید و بکر کی بک بک کی کچھ پرواہ نہ رکھے۔ ﴿۲۴﴾

اب میرے دوستو ذرہ نظر اٹھا کر دیکھو اور اپنی کانشنس اور نرم قلب سے فتویٰ لو اور ذرا نظر اور فکر کو ہشیاری اور بردباری کے ساتھ دوڑا کر دیکھو کیا آتھم کا طریق اور روش اس کی سچائی پر دلالت کر رہا ہے۔ کیا تمہارے دل ان باتوں کو قبول کرتے ہیں کہ ضرور آتھم پر بمقام امرتسر کسی تعلیم یافتہ سانپ نے حملہ کیا تھا۔ اور ضرور ہماری جماعت کے بعض لوگ تلواروں اور نیزوں کے ساتھ لدھیانہ اور فیروز پور میں اس کی کوٹھی میں قتل کرنے کے لئے جا گھسے تھے۔

کیا آپ لوگوں کی روحیں اس بات کو مانتی ہیں کہ باوجود اس مذہبی مقدمہ کے جس کی بنیاد پر یہ مباحثہ شروع ہوا تھا۔ یعنی ایک شخص اسماعیل نام کا عیسائی ہونے سے رک جانا اور اس اشتعال سے عیسائیوں کا مباحثہ کرنا اور پھر پیشگوئی کی صداقت مٹانے کے لئے یہ جھوٹی تاویلیں کرنا کہ ڈاکٹر کی قطعی رائے ہے کہ چھ۶ مہینے کے اندر آتھم مر جائے گا۔ ایسے لوگ جنہوں نے مذہبی ہار جیت کے خیال سے پہلے ہی جھوٹی تاویلیں شروع کر دیں اور فتح کے حریص رہے وہ واقعی طور پر تین حملے ہماری جماعت کی طرف سے دیکھیں اور حملے بھی وہ جو ایسے شخص کے قتل کرنے کے ارادہ سے ہوں جو عیسائی پارٹی کا سر ہو۔ اور پھر یہ حضرات عیسائیاں

خاموش رہیں۔ نہ گورنمنٹ میں ان حملوں کی شکایت لے جائیں۔ اور نہ تھانہ میں رپورٹ دیں۔ اور نہ حاکم ضلع کے پاس نالش کریں اور نہ ہمارا مچلکہ عدالت میں داخل کرائیں۔ اور نہ میعاد کے اندر اخباروں میں اس موقعہ کا اشتہار دیں اور نہ باوجود ہمارے چار ہزار روپیہ نقد پیش کرنے کے قسم کھاویں اور نہ چار ہزار روپیہ لے کر ہمیں سزا دیں۔ **صاحبو** آپ للہ سوچو کہ آخر مر جانا اور اس نابکار دنیا کو چھوڑ جانا ہے اور ذرہ غور کرو کہ جس شخص پر یہ ظلم ہو کہ موت کی خبر سنا کر ناحق اس کا دل ستایا جائے اور پھر اسی دل آزاری پر کفایت نہ ہو بلکہ برابر اس پر تین حملے بھی ہوں۔ اور معاملہ مذہبی ہو جس میں بالطبع تعصب بڑھ جاتے ہیں کیا ایسی صورت میں آپ قبول کر لیں گے کہ یہ سب کچھ واقعہ ہوا مگر آتھم اور اس کے دوستوں نے نہ چاہا کہ بدی کے مقابل پر بدی کریں۔ پھر صاحبو یہ بھی سوچو کہ دنیا میں کوئی دعویٰ بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں ہوتا۔ پس ایسا دعویٰ جو خلاف قیاس اور غیر معقول ہو اور جس کے افترا کرنے کے لئے عیسائیوں کو ضرورتیں پیش آئی تھیں وہ کیوں بغیر ثبوت پیش کرنے کے قبول کیا جاتا ہے۔ ﴿۲۵﴾

آتھم صاحب نالش نہیں کرتے کہ یہ نیک بختی کا تقاضا نہیں قسم نہیں کھاتے کہ مذہب میں ہمارے قسم ایسی ہے جیسے مسلمانوں میں خنزیر کھانا۔ کوئی اور ثبوت نہیں دیتے کہ ہم اب لڑنا اور جھگڑنا نہیں چاہتے پس کیا اب یہ تمام بے ثبوت باتیں آتھم صاحب کی قبول کر لو گے اور کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ ہماری سب باتیں جھوٹی اور آتھم صاحب کی یہ ساری کہانیاں سچی ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو ہم آپ لوگوں سے اعراض کرتے ہیں جب تک کہ وہ دن آوے کہ رب العرش کے سامنے ہم سب لوگ

کھڑے ہوں گے۔

صاحبو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ جھگڑا دنیوی جھگڑوں کی طرح چیف کورٹ یا ہائی کورٹ کے اجلاس میں پیش ہوتا تو آخر بغور دیکھے جانے کے بعد ہمارے ہی حق میں فیصلہ ہوتا۔

عزیزو! آپ لوگوں پر لازم تھا کہ اس نور ایمان سے کام لے کر جو حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک سچے ایماندار کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا ہے۔ آتھم کے اس منصوبہ پر جو گویا اس پر تین حملے ہوئے نظر غور کرتے اور اس کو ملزم کرتے کہ جب تک وہ تعلیم یافتہ سانپ اور مسلح قاتلوں کا پتہ نہ لگاوے یا عدالت میں نالش نہ کرے یا قسم نہ کھاوے تب تک وہ قانون انصاف کی رو سے دروغ گو اور حق پوش ہے۔

اور ہماری جماعت کے لئے تو تین حملوں کا الزام موجب زیادت ایمان اور یقین اور آتھم کے جھوٹے ہونے کا بدیہی ثبوت ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص ہماری جماعت میں سے یقین دل سے جانتا ہے کہ ایسے حملوں کی مجھے تعلیم نہیں ہوئی۔ اور نہ ایسا پلید مشورہ کبھی اس جماعت میں ہوا۔ ہم اپنی تمام جماعت کو فرد فرد کر کے اس وقت مخاطب کرتے ہیں کہ کیا ان کو ایسی صلاح دی گئی کہ تم کوئی زہریلا اور کالا سانپ لے کر اور اس کو خوب تعلیم دے کر آتھم کو ڈسنے کے لئے اس کی کوٹھی میں چھوڑ دو۔ اگر وہاں موقعہ نہ پاؤ تو پھر لودھیانہ میں جا کر اور اگر وہاں بھی موقعہ نہ ملے تو پھر فیروز پور میں جا کر کام تمام کر دو۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کبھی ایسا مشورہ دیا ہے

﴿۲۶﴾

تو سخت بے ایمانی ہوگی کہ وہ اس کو ظاہر نہ کرے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مرشد پر مریدوں کا اسی وقت سچا اعتقاد رہ سکتا ہے کہ جب تک اس کو راست باز اور صادق اور حق گو یقین کریں اور دروغگو اور متفنی اور منصوبہ باز ہونا اس کا ثابت نہ ہوا اور جبکہ یہ بات ہے تو ہمارے مریدوں میں سے ہر ایک شخص اپنے دل میں سوچے کہ کیا کوئی ان سے ہمارے کہنے سے یا خود بخود آتھم پر حملہ کرنے کے لئے امرتسر اور لودھیانہ اور فیروز پور گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ سب کا یہی جواب ہوگا کہ میں نہیں گیا اور نہ ایسی گندی تعلیم مجھ کو ہوئی۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اگر اس چھوٹی سے جماعت میں کوئی ایسا پلید مشورہ ہوتا تو جماعت کے کل یا اکثر افراد کو ضرور اس کی خبر ہوتی خاص کر جب کہ اس جماعت کے بہت سے فاضل احباب اس جگہ جمع رہتے ہیں۔ اور بعض وقت سوؔ کے قریب یا زیادہ ہوتے ہیں وہ تو ضرور اس پردہ کی بات کو پا جاتے اور توبہ پر توبہ کرتے کہ ہم نے اس مکار آدمی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے ایمان کو ضائع کیا۔ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بتلائی اور اب کہتا ہے کہ کوئی تم میں سے آتھم کو قتل کر دے تا کسی طرح پیشگوئی پوری ہو۔ اس وقت ہم اپنے فاضل دوست **مولوی حکیم نوردین** صاحب کو جنہوں نے اپنے وطن سے ہجرت کر کے کئی برس سے مع اہل و عیال دائمی رہائش میرے پاس اور میرے مکان کے ایک حصہ میں اختیار کی ہے۔ اور احباب کے ہر ایک نیک اور پاک مشورہ میں صدر نشین ہیں اور صرف نیک ظن کی وجہ سے اپنی جان مال سے حاضر ہیں مخاطب کر کے پوچھتے ہیں کہ کیا کبھی ایسے پلید مشورہ کا آپ سے ذکر آیا۔

ایسا ہی ہم اپنے تمام دوستوں کو مخاطب کر کے پوچھتے ہیں کہ کیا کسی ایسے نالائق مشورہ میں آپ لوگ بھی شریک ہوئے یا کوئی صاحب آپ لوگوں میں سے آتھم صاحب کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یقیناً آپ لوگوں کے دل بول اٹھیں گے کہ ہماری طرف ان باتوں کا منسوب کرنا سراسر افترا ہے اور یقیناً اس بے اصل منصوبہ کے تصور سے آپ لوگوں کا ایمان زیادہ ہوگا لیکن غیروں کو بباعث اجنبیت یہ حق الیقین نصیب نہیں۔

مگر افسوس تو یہ ہے کہ وہ ان قرائن قویہ سے بھی کنارہ کشی کرتے ہیں جو صریح آتھم کو ملزم ٹھہراتے ہیں وہ نہیں سوچتے کہ جس حالت میں آتھم نے اپنے خوف کی تین حملوں پر بنا رکھی اور اس بات سے انکار کیا کہ وہ خوف اور گریہ وزاری اسلام کے رعب سے تھا تو ان تین حملوں کا کچھ ثبوت بھی تو پیش کرنا چاہیئے تھا کیونکہ خوف کو پیشگوئی کی طرف منسوب کرنے کے وقت تو قرائن موجود ہیں۔ وجہ یہ کہ پیشگوئی نہایت زور سے کی گئی تھی۔ اور نہ صرف آتھم بلکہ اسی وقت اس مجلس کے تمام عیسائیوں پر اس کا اثر ہو گیا تھا۔ اور پیش بندی کے طور پر اسی دم کہنا شروع کر دیا تھا کہ آتھم کے مرنے کی تو ایک ڈاکٹر نے بھی خبر دے رکھی ہے کہ چھ ماہ تک مر جائے گا ظاہر ہے یہ تمام باتیں پیشگوئی کا رعب قبول کرنے سے منہ سے نکلی تھیں۔ اور آتھم صاحب کے دل پر ایک بھاری مؤثر کام کر رہا تھا اور یہ تمام قرائن چاہتے تھے کہ آتھم صاحب سے وہ حرکتیں صادر ہوں جو شدت

﴿۲۷﴾

خوف کے وقت صادر ہوا کرتی ہیں۔ اور وہ نظارے ان کو نظر آویں جو شدت خوف کے وقت نظر آیا کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے انسانی حملوں کا کیا ثبوت دیا جو اب ان کی خوف کی بنیاد قرار دیئے گئے ہیں۔

پھر جس حالت میں کچھ بھی ثبوت نہیں دیا تو کیا یہ بے جا مطالبہ تھا کہ وہ اپنی بریت ظاہر کرنے کے لئے قسم کھا لیتے سو اب **وہ دنیا پرست مولوی جو عیسائیوں کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں** ہمیں جواب دیں کہ انہوں نے کیوں ہماری عداوت کے لئے اپنا منہ کالا کیا۔ کیا یہی منہ کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائیں گے جن کے دین کی تکذیب کے لئے ناحق بے موجب وہ شریک ہوئے۔ کیا وہ قسم کھا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک آتھم ہی سچا ہے۔ ایسے معرکہ کے مطالبہ میں آتھم کا قسم نہ کھانا ایک قسم کی موت تھی جو اس پر وارد ہوگئی۔ اور وہ بیّنہ کے ساتھ بے شک ہلاک ہوگیا اور جو بار ثبوت اس کے ذمہ تھا وہ اس سے سبکدوش نہ ہو سکا اور جسمانی **موت بھی شوخی کے بعد ٹل نہیں سکتی** لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ[1]۔

افسوس کہ ہمارے بعض مولویوں اور ان کے نالائق چیلوں نے جو نام کے مسلمان تھے اس جگہ اپنی فطرتی بد ذاتی سے بار بار حق کی تکذیب کی اور اسلام کی مخالفت میں یہ سیاہ دل اور شریر مولوی عیسائیوں سے کچھ کم نہ رہے۔ اور بہت ہی زور لگایا کہ کسی طرح اسلام کو سُبکی پہنچے اور جاہل مسلمان جو چارپایوں کی طرح تھے ان کے دلوں میں جما دیا کہ اس شخص یعنی اس عاجز نے اسلام کو بدنام کیا اور شکست دلوائی۔

ناظرین! اب یہ تمام مقدمات اور واقعات آپ لوگوں

[1] الانعام:۳۵

کی نظر کے سامنے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ صرف مذہبی حمایت اور بے جا تعصب سے ہمیں سچا ٹھہرا دو۔ اور عیسائیوں اور ان کے ہم مادہ نیم عیسائی مولویوں کو جھوٹا قرار دو بلکہ مقدمات موجودہ پر ایک گہری اور عمیق نظر ڈالو پھر ان سے وہ نتیجہ نکالو جو عقل اور انصاف کے پورے استعمال کے بعد نکلنا چاہئے۔ ہم اس بات کو قبول کرتے اور مانتے ہیں کہ اگر آتھم صاحب اس پیشگوئی کے بعد اپنی جگہ پر استقامت کے ساتھ بیٹھے رہتے اور اپنی جا بجا کی مجنونانہ گردش سے اپنی سراسیمگی اور خوف زدہ حالت کو ظاہر نہ کرتے اور یہ باتیں میعاد کے بعد منہ پر نہ لاتے کہ اس جماعت کے بعض لوگ تین دفعہ تین مختلف شہروں میں نیزوں اور تلواروں اور سانپوں کے ساتھ میرے احاطہ کوٹھی میں گھس آئے اور اپنے منہ سے رو رو کر یہ اقرار نہ کرتے کہ حقیقت میں میعاد کے اندر میں ڈرتا رہا۔ اور پھر قسم پر بلانے کے لئے بلا توقف حاضر ہو جاتے تو بے شک ہم ہر ایک مخالف اور موافق کی نظر میں جھوٹے ٹھہرتے۔ اور ہمارا آخری الہام کہ شرط رجوع کی پوری ہونے کی وجہ سے عذاب الٰہی ٹل گیا ایک بہانہ سا یا باطل تاویل سب کو دکھائی دیتا۔ ﴿۲۸﴾

پیارے ناظرین! آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس پیشگوئی میں بتصریح یہ شرط موجود تھی کہ اس حالت میں عذاب نازل ہوگا کہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور میں اس مضمون میں لکھ چکا ہوں کہ لفظ رجوع کھلے کھلے اسلام لانے کا ہم وزن اور ہم پایہ نہیں بلکہ ادنیٰ استعداد کا آدمی بھی جانتا ہے کہ کبھی یہ لفظ کھلے کھلے اسلام پر بولا جا سکتا ہے۔ اور کبھی جب انسان پوشیدہ طور پر کسی قدر اپنی اصلاح کرے تب بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے رجوع بحق کیا۔ اور پیشگوئیوں میں یہی قاعدہ قدیم سے

ہے کہ اگر کوئی لفظ دو معنوں کا متحمل ہو تو پیشگوئی کے انجام کے بعد جو معنے واقعات موجودہ سے ظاہر ہوں وہی لئے جائیں گے۔

سو واقعات ظاہر کر رہے ہیں کہ آتھم صاحب نے پوشیدہ طور پر اسلام کا خوف اپنے دل پر غالب کیا۔ اور اپنے عیسائی تعصب کی اندر ہی اندر اصلاح کی۔ اور اندر ہی اندر رجوع بحق کیا۔ اس لئے وہ شرط پوری ہوگئی جو عذاب کے عدم نزول کے لئے بطور روک کے تھی۔ کیا ضرور نہ تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی شرطوں کا لحاظ رکھتا۔

چونکہ ہمارے اس الہام میں صریح اور صاف شرط تھی کہ حق کی طرف رجوع کرنے سے عذاب ٹل جائے گا۔ اور آتھم کی حرکات مذکورہ بالا نے رجوع کے مفہوم کو پورا کر دیا اس لئے پیشگوئی حقاً وصدقاً پوری ہوگئی۔

﴿۲۹﴾ آتھم کا یہ بیان تھا کہ میں ڈرتا تو ضرور رہا مگر پیشگوئی کی سچائی سے نہیں بلکہ مجھے بار بار خونی فرشتے نیزوں اور تلواروں کے ساتھ نظر آتے رہے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ڈر کا صاف اقرار آتھم کے منہ سے نکل گیا۔ لیکن آتھم نے اس بات کا کچھ بھی ثبوت نہیں دیا۔ کہ ہماری جماعت نے فی الحقیقت نیزوں اور تلواروں اور سانپوں کے ساتھ تین مرتبہ اس پر حملہ کیا۔ اور خوف کرنے کا دوسرا پہلو اسی بات پر مبنی تھا کہ آتھم معتبر شہادتوں سے اس بات کا ثبوت دیتا کہ ہماری جماعت کا فلاں فلاں آدمی نیزوں اور تلواروں کے ساتھ تین شہروں میں اس کی کوٹھی پر پہنچا تھا۔ یا گورنمنٹ کے ذریعہ سے اس بات کو ثابت کرتا۔ اور ہم پر اس بارے میں نالش کرتا۔ مگر آتھم اس ثبوت کے دینے سے عاجز رہا۔ بلکہ ہم نے

سنا ہے کہ بعض اس کے دوستوں نے بھی کہا کہ غلبہ خوف کی وجہ سے کچھ اپنے ہی خیالات نظر آئے ہوں گے جو سانپ یا سواروں یا پیادوں کی شکل پر دکھائی دیئے۔ ورنہ تین مرتبہ تین مختلف مقاموں میں نظر آنا اور پکڑا نہ جانا بلکہ کچھ بھی پتہ نہ لگنا۔ اور پھر ہر دفعہ صرف آتھم کا ہی مشاہدہ ہونا۔ ایک ایسا امر ہے جس کو عقل سلیم تجویز نہیں کرسکتی۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جو ان کے بعض ہم مذہب اور گھر کے بھیدی ہی اپنی مجالس میں ذکر کرتے اور آتھم صاحب کے خوفوں کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑاتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اور بعض خبریں فیروز پور کی ایک میم کی روایت سے مشہور ہوئیں۔ اور لاہور میں پھیل گئیں۔ لیکن اس وقت ہم ناظرین کے سامنے صرف یہ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ آتھم نے اپنا خوف زدہ ہونا بیان کر کے بلکہ اپنے افعال اور حرکات سے اپنی سراسیمگی دکھلا کر پھر یہ ثابت نہ کیا۔ کہ وہ تین حملے جن کی رو سے وہ اپنا ڈرنا بیان کرتے ہیں کبھی ہماری طرف سے ان پر ہوئے بھی تھے؟ اور جب وہ ثابت نہ کر سکے بلکہ یہ بھی ثابت نہ کر سکے کہ ایسی بدچلنی کی پلید عادات کبھی پہلے اس سے بھی ہم سے ظہور میں آئے تھے۔ تو وہ ڈرنا پیشگوئی کے اثر کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ پیشگوئی جس قوت اور شدت کے ساتھ کی گئی تھی عیسائی ایمان جو ایک مخلوق کو خدا بناتا ہے ہرگز اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے ہی ڈرا۔ اور ہماری جماعت میں سے کوئی نیزہ باز اور تیغ کش اس کی کوٹھی پر ہرگز نہیں پہنچا۔ پس چونکہ ڈرنا خود اس کے اقرار اور قول اور فعل سے ثابت اور ایسی شدید الرعب پیشگوئی سے کسی مشرک مخلوق پرست کا ڈرنا قرین قیاس بھی ہے تو یہ عذر کہ ہماری جماعت کے تین حملے نیزوں تلواروں سانپوں کے ساتھ اس پر ہوئے سراسر دروغ بے فروغ ﴿۳۰﴾

ہے جس کو آتھم ایک ذرہ بھی ثابت نہیں کر سکا۔ اور جب ہم نے آتھم کے ہی فائدہ کے لئے یہ ثبوت حلف کے ذریعہ سے اس سے لینا چاہا تو ایک دوسرا جھوٹ بول کر جو ہمارے مذہب میں قسم کھانا ہرگز جائز نہیں ! گریز اختیار کی ۔غرض نہ اس نے نالش کے ذریعہ سے جس کا اس کو اس کے بیان کے موافق حق پہنچتا تھا خوف کی بنا یعنی تین حملوں کو ثابت کیا اور نہ چند گواہوں کے ذریعہ سے اس بنا کو بپایۂ ثبوت پہنچایا۔ اور نہ ہماری درخواست قسم سے جو سراسر اسی کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے تھی باوجود چار ہزار روپیہ پیش کرنے کے کچھ بھی توجہ کی ۔

تو اب اے **ایماندارو**۔ اے **منصفو**۔ اے **خدا ترس بندو**۔ اے **عقل سلیم والو**۔ ذرہ سوچو کہ کیا وہ اس بار ثبوت سے سبکدوش ہو سکا جس کے نیچے وہ اب تک دبا ہوا ہے۔ کیا اس خوف کا اقرار کر کے جو ہماری شرط کا مؤید تھا وہ اس بات سے عہدہ برا ہو سکا کہ وہ خوف ان حملوں کی وجہ سے تھا جو اس پر وارد ہونے شروع ہو گئے تھے۔ **پھر عزیزو ! کیا اب تک وہ شرط پوری نہ ہوئی** جس میں نرم الفاظ میں رجوع بحق کی شرط تھی کھلے کھلے اسلام کا تو ذکر نہ تھا۔ اے صداقت کے دوستو کیا ان باتوں سے کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا کہ آتھم نے اپنے قول وفعل سے خوف زدہ ہونا ظاہر کیا۔ اور جو خوف کی بنا قائم کی تھی یعنی ہماری جماعت کے تین حملے ان کو وہ ثابت نہ کر سکا۔ نہ نالش کے ذریعہ سے نہ شہادت سے نہ قسم کھانے سے ۔ بہتر تھا کہ **شیخ بٹالوی** یا اس کے دوست ہندو زادہ لودھیانوی کو جو سیہ دلی سے عیسائیت کے قریب قریب جا پہنچے ہیں اپنے مکان پر بٹھا رکھتا۔ اور جب سانپ تعلیم یافتہ اس کے ڈسنے کو یا نیزوں اور تلواروں والے اس کے قتل

کرنے کو اس پر حملہ آور ہوتے تو ان دونوں کو دکھلا دیتا تا کہ اس کمبخت فرقہ کا ایمان عیسائیوں کی حمایت میں مفت ضائع نہ جاتا۔ اور فخر کے ساتھ ایسے منحوس مکانوں میں بیٹھ کر قسم کے ساتھ کہہ سکتے کہ درحقیقت اس شخص مکار یعنی اس عاجز نے اسلام کو سبکی اور شکست دلائی۔ اور ہم بچشم خود دیکھ آئے ہیں کہ ایک تعلیم یافتہ سانپ جوان کی جماعت نے چھوڑا تھا آتھم کو کاٹنے کے لئے بے شک اس کی کوٹھی میں گھس گیا تھا۔ اگر ہم نہ ہوتے تو وہ ضرور اس کو **نگل ہی تو جاتا**۔ ہم نے نیم ﴿۳۱﴾ عیسائیت کے لحاظ سے **برادر** آتھم کو بچا لیا تا کچھ تو برادری کا حق ادا ہو۔ پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مولوی حکیم نورالدین اور مولوی سید محمد احسن امروہوی اور حکیم فضل الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ سوداگر اور منشی غلام قادر صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حاجی سیٹھ عبدالرحمان صاحب تاجر مدراس اور مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری اور میر مردان علی صاحب حیدرآبادی اور ایسے ہی اور بہت سے مردان کارزار اس جماعت کے نیزے ہاتھوں میں لئے ہوئے اور تلواریں حمائل کئے ہوئے آتھم کی کوٹھی پر موجود تھے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ تین[۳] دفعہ ان مسلح سواروں کا آتھم پر حملہ ہوا۔ آتھم بے چارہ ان حملوں سے ڈرتا اور بھاگتا رہا۔ اور خوف کے مارے اُتھم ہو گیا جو کسی جگہ تھم نہ سکا۔

اگر مولوی ایسا کرتے تو بے شک ان کی گواہی کے بعد آتھم کا کام کچھ بن جاتا۔ مگر افسوس کہ اب ان بدبخت دین فروشوں کا مفت میں ایمان بھی گیا اور آتھم بھی وہی خسر الدنیا والآخرۃ رہا۔

غضب کی بات ہے کہ یہ لوگ اس طرح صداقت کا

خون کر رہے ہیں یہ خوب جانتے ہیں کہ آتھم اس اقرار کے بعد کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا۔ بلکہ ہماری جماعت کے حملوں سے ڈرا قانونی اور شرعی طور پر اس مواخذہ کے قابل ٹھہر گیا تھا کہ اپنے اس دعویٰ کو یا تو نالش کے ذریعہ سے ثابت کرتا یا شہادتوں سے۔ اور یا بالآخر قسم کھا کر اپنی صفائی ظاہر کرتا۔ پھر جبکہ اس نے خوف کا اقرار کئی دفعہ رو رو کر کیا۔ مگر تین حملوں کا ثبوت کچھ بھی نہ دے سکا تو کیا اب تک ان کی نظر میں آتھم بری الذمہ اور پاک دامن رہا۔ کیا ان کے دل قبول کرتے ہیں کہ ہماری جماعت ہتھیار باندھ کر تین دفعہ آتھم کے قتل کرنے کے لئے گئی تھی۔ کیا ان کا کانشنس اس بات کو صحیح سمجھتا ہے کہ ہم نے آتھم پر ایک تعلیم یافتہ سانپ چھوڑا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ ہرگز ان کا دل یقین نہیں کرتا ہوگا۔ گو یہ تو امید نہیں کہ منہ کی بک بک مرتے دم تک بھی چھوڑیں مگر ان کا دل ضرور ان باتوں کو جھوٹا منصوبہ سمجھے گا۔ کیونکہ اس قدر ناپاک جھوٹ خبیث سے خبیث انسان قبول نہیں کر سکتا۔ تو اب جب خوف کا اقرار موجود اور وجوہات پیش کردہ آتھم کے باطل ٹھہرے تو ایسے وقت میں تو ہمارے مخالف مولویوں کی ایمانداری کو بھی ذرہ ترازو میں رکھ کر وزن کر لو کہ ایک عیسائی کے بدیہی جھوٹ کو سچے کر کے ظاہر کرنا اور پادریوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملانا اور اسلام کا دعویٰ کر کے نصرانیت کا حامی ہونا کیا یہ نیک بختوں کا کام ہے۔ یا ان کا جو آخری زمانہ کے دین فروش ہیں۔ ﴿۳۲﴾

اے شریر مولویو! اور ان کے چیلو اور غزنی کے ناپاک سکھو! تمہاری حالت پر افسوس اگر تم اس سے پہلے مر جاتے تو کیا اچھا ہوتا۔ مسلمانوں کو تم نے کافر بنایا! عیسائیوں کو تم نے سچا ٹھہرایا اور پادریوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائی۔ اور آخر ہر ایک بات میں جھوٹے اور روسیہ

نکلے۔ کیا ایسا کرنا عقل یا شرافت یا ایمان کا کام تھا۔

ہم اپنے پہلے اشتہاروں میں آثار نبویہ کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ فتنہ اور مکر جو عیسائیوں کا ہوا یہ **مہدی موعود** کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ صاف اشارہ کرتے ہیں کہ مہدی کے وقت میں مسلمانوں کا عیسائیوں کے ساتھ کچھ مناظرہ واقعہ ہوگا اور پہلے تھوڑا ہوگا اور پھر اس کو طول ہو کر ایک فتنۂ عظیمہ ہو جائے گا۔ اس وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی۔ کہ ''حق آل مہدی میں ہے۔'' اور شیطان سے یہ آواز کہ ''حق آل عیسیٰ کے ساتھ ہے۔'' یعنی عیسائی سچے ہیں۔ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ اس فتنہ کے وقت جس قدر لوگ عیسائیوں کا ساتھ دیں گے وہ شیطان کی ذریات ہیں اور ان کی آواز شیطان کی آواز ہے اور اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انہیں دنوں میں خسوف کسوف بھی رمضان میں ہوگا۔ چنانچہ ایک خسوف کسوف تو مباحثہ کے بعد ہوا اور ایک خسوف کسوف رمضان میں اس فتنہ کے بعد اب امریکہ میں ہوگیا۔ یہ دوبارہ خسوف کسوف ایک قطعی علامت ظہور مہدی کی تھی جو کبھی کسی مدعی کے ساتھ جب سے کہ دنیا کی بنیاد ڈالی گئی جمع نہیں ہوا اور یہ آسمانی آواز تھی جو مصدق مہدی موعود تھی۔

اب بٹالوی اور لدھیانوی ہندو زادہ کچھ حیا اور شرم کو کام میں لا کر کہیں کہ ان کی یہ آوازیں جو عیسائیوں کی حمایت میں ہوئیں جن کا باطل ہونا ہم نے ظاہر کر دیا ہے۔ یہ سب شیطانی آوازیں ہیں یا نہیں۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ان آوازوں میں انہوں نے سچائی کو ترک کر دیا اور حرف حرف میں ظلم اور خیانت سے کام لیا اور عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملائی تو

بلا شبہ وہ اس حدیث کا مصداق ٹھہر گئے۔ غرض اس واقعہ کی صحت کی یہ حدیث بھی ایک گواہ ہے جو گیارہ سو برس سے کتابوں میں درج ہو چکی ہے۔

﴿۳۳﴾ اور اسی موقعہ پر ایک اور گواہ ہے یعنی ہمارا وہ الہام جو براھین میں درج ہے جس کو قریباً سولہ برس گذر چکے ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے وَ لَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَ لَا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ وَ یَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ اَلْفِتْنَۃُ ھٰھُنَا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوالْعَزْمِ. تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ مَا کَانَ لَہٗ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْھَا اِلَّا خَائِفًا وَ مَا اَصَابَکَ فَمِنَ اللّٰہِ یعنی یہود [ان سے مراد اس جگہ یہودی صفت علماء ہیں] اور نصاریٰ جن پر ہر ایک فتنہ آخری زمانہ کا ختم ہوا ہرگز تجھ سے راضی نہ ہوں گے جب تک تو انہیں کے خیالات کا تابع نہ ہو، ان کو کہہ دے کہ خدا ایک ہے اس کی ذات اور صفات کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں نہ اس طرح پر جو عیسائی کہتے ہیں اور نہ اس طرح پر کہ جو یہودی صفت مسلمان مسیح میں غلو کر کے کہتے ہیں نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا نہ اس کا کوئی ہم کفو اور یہ مسلمان یہودی صفت اور نیز عیسائی آئندہ تجھ سے ایک مکر کریں گے اور خدا بھی ان سے ایک مکر کرے گا اور خدا کا مکر بہتر یعنی چل جانے والا ہے۔ اس وقت ان یہودی صفت مسلمانوں اور عیسائیوں کی طرف سے بالاتفاق ایک فتنہ ہوگا سو تو اس وقت صبر کر جیسا کہ اولوالعزم رسول صبر کرتے رہے۔ ابولہب کے ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس فتنہ کے درمیان آتا، مگر ڈرتا ڈرتا۔ ابولہب سے مراد وہ شخص ہے جس نے فتنہ کی آگ کو مسلمانوں میں بھڑکایا اور اہل اسلام کو کافر قرار دیا اور عیسائیوں

کی تائید کی۔ پس چونکہ اس کا کام آگ کا بھڑکانا اور مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا تھا اس لئے اس کا نام ابولہب ہوا، کیونکہ **لَھَبْ** **زبانۂ آتش** کو کہتے ہیں اور لسان عرب میں ایک چیز کے موجد کو اس کا باپ قرار دے دیتے ہیں پس چونکہ فتنہ کی آتش کا زبانہ اس شخص سے پیدا ہوا ہے جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے اس لئے وہ اس زبانہ آتش کا باپ ہوا اور **ابو لھب** کہلایا اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس جگہ **ابو لھب** سے مراد **شیخ محمد حسین بٹالوی** ہے **واللّٰہ اعلم**۔ کیونکہ اس نے کوشش کی کہ فتنہ کو بھڑکاوے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اگر دخل دیتا تو چاہیے تھا کہ ڈرتے ڈرتے دخل دیتا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی بات کسی مجدد وقت کی کسی کو سمجھ نہ آوے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ ڈرتے ڈرتے نیک نیتی اور پاک دل کے ساتھ اس مسئلہ میں بحث کرے۔ مگر عداوت اور بدزبانی تک اس معاملہ کو نہ پہنچاوے کہ انجام اس کا سلب ایمان اور **اَبُوْ لَھَبْ** کا خطاب ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اس فتنہ میں جو تجھے ایذا پہنچے گی وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ کیونکہ ہمیشہ ترقی مدارج ابتلا ہی سے ہوتی ہے، ضرور ہے کہ مومن آزمایا جائے اور اس کو دکھ دیں اور طرح طرح کی باتیں اس کے حق میں کہیں اور اس سے ہنسی اور ٹھٹھہ ہو، جب تک کہ تقدیر اپنے وقت مقدر تک پہنچ جائے۔ ﴿۳۴﴾

اب حضرات منصفین اس پیشگوئی پر بھی انصافاً نظر ڈالیں کہ یہ قریباً سولہ برس سے کتاب **بَرَاھِیْن اَحْمَدِیَّہ** میں چھپ کر تمام پنجاب ہندوستان اور عرب تک شائع ہو چکی ہے۔ کیا یہ صاف اور صریح لفظوں میں اس واقعہ کی خبر نہیں دیتی جس میں عیسائیوں کے ساتھ یہودی صفت علماء نے اپنے

مکر کا پیوند کیا، کیا یہ پیشگوئی اس واقعہ عظیمہ کی خبر نہیں دیتی جس کی طرف حدیث نے اشارہ کیا تھا۔

پس ایک عقلمند کے لئے آثار نبویّہ اور یہ الہام حق الیقین تک پہنچانے والا ہے۔ اور جو شرط آتھم کے مقابلہ پر الہام میں درج کی گئی۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس غرض سے تھی کہ وہ دلوں کو پرکھے اور آزماوے اور انسانی عقلوں کا غرور توڑے اور تا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے جو تیرہ سو برس پہلے اس زمانہ سے ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور تا وہ الہام بھی پورا ہو جو اس وقت سے سولہ برس پہلے براھین احمدیہ میں درج اور شائع ہو چکا تھا۔

پس دانشمندوں کے لئے یہ خوشی کا موقعہ تھا کہ آتھم کے مقابلہ پر جو پیشگوئی کی گئی۔ اس کی تقریب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔

منصفو! اب پھر نظر اٹھاؤ اور سوچ لو کہ جبکہ پیشگوئی میں رجوع الی الحق کی صریح شرط موجود تھی اور آتھم سے وہ بدحواسی وہ سراسیمگی وہ سرگردانی اور خوف زدہ حالت ظہور میں آئی تھی کہ وہ اس مواخذہ کے نیچے آ گیا تھا کہ کیوں اس قدر قلق اور کرب اس نے ظاہر کیا اور اس قدر اس کے ہراساں ہونے کی جا بجا شہرت پھیل گئی تھی کہ آخر میعاد گذرنے کے بعد خود اس کو فکر پڑ گئی کہ میں اس خوف اور گریہ وزاری اور جزع فزع کو کسی طرح چھپا نہیں سکتا جو مجھ سے میعاد کے اندر ظاہر ہوتا رہا۔ اس لئے نہ خوشی اور آزادی سے بلکہ مجبور ہو کر اس کو خوف کا اقرار کرنا پڑا اور اس حد تک تو اس نے سچ بولا کہ مجھ کو تین نظارے نظر آئے۔ مگر آگے چل کر قوم کی رعایت سے جھوٹ

﴿۳۵﴾

بول گیا کہ وہ انسانی حملے تھے مگر وہ اس جھوٹے منصوبہ کو ثابت نہ کر سکا۔

پس اگر ہمارے مولویوں اور اخبار نویسوں میں کچھ بھی دیانت اور حمایت دینی کا جوش ہوتا تو وہ ایسی بے ثبوت تہمت پر اس کو پکڑ لیتے اور سمجھ جاتے کہ اس مکار دنیا پرست نے یہ جھوٹ محض اس لئے باندھا ہے کہ تا اس خوف کو جس کو وہ چھپا نہیں سکتا تھا ان تاویلوں سے پوشیدہ کر لے۔ لیکن یہ اندھے مولوی اور جاہل اخبار نویس تو دیوانہ درندوں کی طرح اپنے ہی گھر کے مسمار کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اگر ذرہ ہوش سنبھال کر الہام کی شرط کو دیکھتے اور ایک با فراست دل لے کر آتھم کے ان حالات پر نظر ڈالتے جو اس نے میعاد کے اندر ظاہر کئے تو ان پر کھل جاتا کہ ضرور پیشگوئی پوری ہوگئی۔ لیکن بد بخت انسان ہمیشہ شتاب کاری سے اپنی عاقبت خراب کرتے رہے ہیں۔ افسوس ان لوگوں نے نہ سوچا کہ کیا عیسائی قوم ایسی راستباز قوم ہے جس کی ہر ایک بات خواہ نخواہ تسلیم ہی کر لینی چاہئے۔

جب بقول آتھم امرتسر میں اس پر حملہ ہوا یعنی ایک تعلیم یافتہ سانپ نے اس کو ڈس کر ہلاک کرنا چاہا اس پر آتھم کا یہ جواب ہے کہ چونکہ عیسائی نہایت ہی نیک طینت اور راستباز ہیں۔ اس لئے اس حملہ کے بارہ میں گورنمنٹ میں شکایت نہیں کی گئی اور نہ عدالت میں کوئی نالش ہوئی بلکہ دیدہ و دانستہ مجرموں کو چھوڑ دیا کیونکہ عیسائی بُردباری ایسی ہی مروت اور درگذر کو چاہتی تھی۔

پھر بقول اُس کے دوسری دفعہ ہماری جماعت کے بعض لوگوں نے بمقام لودیانہ نیزوں کے ساتھ اس پر حملہ کیا۔ مگر بقول اس کے اب بھی اس کی صاف دلی جو پولس رسول سے بطور وراثت چلی آتی ہے انتقام

لینے اور مجرموں کے پکڑنے سے مانع ہوئی۔ اس لئے اس مرتبہ بھی اس نے اپنے خونی دشمنوں کو عمداً چھوڑ دیا اور کہا کہ چلو ان سے تو ہوا مگر ہم سے نہ ہوا۔ لیکن بد ذات دشمنوں نے پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا اور اس بوڑھے نیک بخت محسن کی اتنی بڑی نیکی کا ذرہ بھی پاس نہ کیا بلکہ جب یہ فیروز پور چھاؤنی میں گیا تو وہاں بھی سایہ کی طرح پیچھے پیچھے پہنچ گئے اور جان ستانی کے لئے تلواروں کے ساتھ احاطہ کوٹھی میں جا موجود ہوئے۔ مگر چونکہ وہ بوڑھا نہایت ہی پاک دل کم آزار اور پوری تصویر پولس رسول کی اپنے اندر رکھتا تھا اس لئے اس نے اب کی دفعہ بھی نہ پکڑا! اور نہ پولس کے لوگوں کو پکڑنے دیا اور کہا کہ میں مسلمانوں کی طرح نہیں میں بدی کے عوض ہرگز بدی نہ کروں گا اور وہ اوباش بھی کیسے خوش قسمت کہ اس مجرمانہ حالت میں کسی بازاری آدمی اور رہگذر نے بھی ان کو آتے جاتے ہتھیاروں کے ساتھ نہ دیکھا اور آتھم صاحب وہ عالی حوصلہ کہ یہ تو برکنار کہ گورنمنٹ میں ان خونی دشمنوں کی اطلاع دیتے یا عدالت فوجداری میں باضابطہ نالش کر کے اس عاجز کا مچلکہ لکھواتے انہوں نے میعاد پیشگوئی میں اخباروں میں بھی یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ شاید یہ بھی گناہ میں داخل نہ ہو۔ ﴿۳۶﴾

اے حضرات مولویو! اور اخبار نویسو کیا آپ کا یہ گمان ہے کہ یہ مرتدین متنصّرین کا فرقہ ایسا ہی نیک بخت ہے اور ایسے ہی دیانت دار ہیں کہ کبھی جھوٹ منہ سے نہیں نکلتا اور نہیں جانتے کہ مکر اور منصوبہ بازی کیا شے ہے۔ اور چھل، فریب اور جعل کس کو کہتے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تمام دیانتیں شعبہ ایمان ہیں۔ جن لوگوں نے پیسہ پیسہ کے لئے یا عورتوں کی خواہش سے اپنا دین بیچ ڈالا اور اسلام سے باہر نکل کر راست بازی کے چشمہ کی توہین کی

ہے ان کو نیک سمجھنا نہایت پلید طبع انسان کا کام ہے۔

اے پیارے دوستو! آپ لوگ اس قوم کو اور اس قوم کی جعلسازیوں کو خوب جانتے ہو کہ کہاں تک ان لوگوں کو جھوٹ کی بندشوں میں کمال ہے۔ پورت صاحب اپنی کتاب مؤیّد الاسلام میں پادریوں کی مکّاریاں نمونہ کے طور پر لکھتے ہیں۔ کہ ایک بزرگ پادری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح میں ایک کتاب لکھی اور اس میں ایک موقعہ پر بیان کیا کہ گویا نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کبوتر ہلایا ہوا تھا کہ وہ آنجناب کے کانوں پر آ کر اپنا منہ رکھ دیتا تھا اور یہ حرکت اس لئے سکھلائی گئی تا لوگ سمجھیں کہ یہ روح القدس ہے کہ وحی پہنچاتا اور خدا تعالیٰ کا پیغام لاتا ہے۔ مگر جب اس پادری کو لوگوں نے سخت پکڑا کہ یہ قصہ تو نے کہاں سے نقل کیا ہے تو اس نے صاف اقرار کیا کہ میں نے عمداً جھوٹ بنایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شریر پادری کو اس کبوتر کی نسبت شک ہوگا جو انجیل میں بیان کیا گیا ہے جو تمام عمر میں صرف ایک دفعہ حضرت مسیح پر نازل ہوا تھا۔ اور پھر کبھی منہ نہ دکھلایا اور کہتے ہیں کہ دراصل وہ کبوتر نہیں تھا بلکہ روح القدس تھا۔ خیر اس جھگڑے سے تو ہمیں کچھ علاقہ نہیں صرف یہ دکھلانا منظور ہے کہ اس بدطینت پادری نے یہ افترا اُسی انجیلی قصّہ کے تصور سے تراش لیا تھا اگر ایسا خیال حضرت عیسیٰ کی نسبت اس کو پیدا ہوتا تو کچھ بےجا نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کی نسبت ایسا بےہودہ قصہ انجیلوں میں موجود ہے۔ جس کا کوئی ثبوت اب تک کسی عیسائی نے نہیں دیا اور نہ وہ کبوتر محفوظ رکھا۔ اور پادری صاحبوں کی جعلسازیاں صرف اسی پر بس نہیں بلکہ یہ وہی حضرات ہیں جنہوں نے کئی جعلی انجیلیں بنا

﴿۳۷﴾

ڈالیں اور خدا تعالیٰ پر بھی افترا کرنے سے نہ ڈرے۔ ابھی حال میں ایک نئی انجیل کسی بزرگ عیسائی نے تبت کے ملک سے برآمد کی ہے جس کی بہت جوش سے خریداری ہو رہی ہے اور ان میں سے ایک بڑے مقدس کا یہ قول ہے کہ دین کی ترقی اور حمایت کے لئے جھوٹ بولنا نہ صرف جائز بلکہ ذریعہ نجات ہے اس قوم کا جھوٹ سے پیار کرنا اپریل فول کی رسم سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اپریل کی تحریروں اور اخباروں میں خلاف واقعہ باتیں اور خلاف قیاس امور شائع کئے جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ غالباً بہت سا حصہ انجیل کا اپریل میں ہی لکھا گیا ہے اور یقیناً تثلیث کے مسئلہ کی جڑ بھی یہی مہینہ ہے جس میں بے دھڑک جھوٹ بولا جاتا ہے اور خلاف قیاس باتیں شائع کی جاتی ہیں۔ غرض ان لوگوں کے نزدیک کسی ضرورت کے وقت جھوٹ کا استعمال کرنا کچھ کراہت کی بات نہیں، جب دیکھتے ہیں کہ کوئی پردہ دری ہونے لگی ہے تو فی الفور جھوٹ سے کام لیتے ہیں۔

عَبْدُ الْمَسِیْح اور **عَبْدُ اللّٰہ ھاشمی** کا کیسا جھوٹا قصہ بنالیا۔ کیا **ھَارُوْن** اور **مَامُوْن** کے وقت میں پروٹسٹنٹ کا نام ونشان بھی تھا جس کی تائید میں دو فرضی شخصوں کا عربی زبان میں مباحثہ لکھا گیا۔ پس جو لوگ کلوں کی ایجاد کی طرح آئے دن نئے نئے جھوٹ بھی ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ وہ کسی پیچ میں پھنس کر کیوں جھوٹ نہیں بولیں گے۔ یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ناحق جھوٹ بول دینا انہی لوگوں کا خاصہ ہے۔ دیکھو نور افشاں ۲۵؍جنوری ۱۸۹۵ء کے پرچہ میں بے چارے **اَکْبَرْ مَسِیْح** کو عناد مذہبی کی وجہ سے زندہ درگور کر دیا۔ چنانچہ پرچہ مذکورہ میں چھپ گیا کہ اکبر مسیح تثلیث کا دشمن ریل کے صدمہ سے

﴿۳۸﴾

جاں بحق ہوا۔ اور مرتے وقت وہ ایک پادری صاحب کی ہدایت سے تائب ہوا۔ اور حضرت مسیح کی خدائی کا قائل ہو کر مرا اور اپنی مخالفانہ کتابیں جلا دیں اور توبہ کر کے بہت رویا اور قائل ہوا کہ اب میں سمجھا کہ درحقیقت حضرت مسیح خدا ہی ہیں!!! حالانکہ نہ اس کو کوئی ریل کا صدمہ پہنچا اور نہ وہ مرا نہ توبہ کی نہ کتابیں جلائیں نہ حضرت مسیح کی خدائی کا قائل ہوا بلکہ زندہ موجود اور اب تک تثلیث کا دشمن ہے۔ ناحق ایک بدذات عیسائی نے اس بے چارے کے عیال اور دوستوں کو مصیبت میں ڈالا۔ افسوس کہ ہمارے بخیل طبع مولویوں کو یہ خیال نہ آیا کہ یہ آتھم بھی اسی دروغ باف قوم میں سے ہے۔ اور یہ وہی ناپاک طبع ہے جس نے پہلے اس سے ہمارے سیّد و مولیٰ **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ اپنی کتاب میں دجال کے نام سے موسوم کیا **لَعْنَتُ اللّٰہ عَلٰی قائلہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃ** پھر اس کے بے ثبوت ہذیان کو باور کرنے والا بھی دجال سے کم نہیں۔ کیا عقلاً اور انصافاً اس پر یہ الزام قائم نہیں ہوا کہ وہ میعاد پیشگوئی میں اپنے ڈرنے کا اقرار کر کے پھر ان بے ہودہ جعلسازیوں کا ثبوت نہیں دے سکا کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے نہیں بلکہ سانپ وغیرہ کے حملوں کی وجہ سے ڈرتا رہا۔ وہ ان باتوں کو بذریعہ نالش ثابت نہ کر سکا۔ جو ڈر کی بنیاد اس نے قائم کی تھی یعنی تین حملے۔ اور اس نے یہ بھی نہ چاہا کہ قسم کھا کر اپنی صفائی کرے اور جب اس بات پر زور دیا گیا کہ ایسے عذرات کے پیش ہونے پر کیوں نہ یہ سمجھا جائے کہ یہ تین حملوں کا منصوبہ محض اسی غرض سے گھڑا گیا ہے کہ تا اس خوف اور جزع فزع کی کچھ پردہ پوشی کی جائے جس سے آتھم خواب سے بھی چیخیں مار کر اٹھتا رہا ہے اور امرتسر کے مقام میں بھی بیماری کی شدت میں اس نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ **ہائے میں پکڑا گیا** تو ان باتوں کا کوئی جواب اس

نے صفائی سے نہیں دیا۔ آخر اسی وجہ سے قسم کی ضرورت پیش آئی۔ مگر اس نے ایک جھوٹے عذر سے قسم کو بھی ٹال دیا۔ ہمارے مولویوں اور اخبار نویسوں میں اگر حق کی تائید کا کچھ مادہ ہوتا تو وہ اسی وقت دین کی تائید میں نتیجہ نکال لیتے جبکہ آتھم نے اپنے ڈرتے رہنے کی یہ وجہ بیان کر دی تھی کہ میرے پر تین حملے ہوئے اور اگر اس پر تسلی نہ پکڑ سکتے تو آتھم کو قسم پر مجبور کرتے۔ کیونکہ جب آتھم اپنے قول و فعل سے خوف شدید کا قائل ہو چکا تھا تو یہ مطالبہ قانوناً و شرعاً اس سے واجب تھا، کہ کیوں یہ یقین نہ کیا جائے کہ وہ تمام خوف پیشگوئی کی وجہ سے تھا خاص کر جب کہ وہ وجوہ خوف جو بیان کئے گئے بالکل جھوٹے اور نکمے اور بدبودار اور بناوٹی ثابت ہوئے اور یہ اسکی نہایت ہی رعایت کی گئی تھی کہ باوجودیکہ اس کی دروغ گوئی پر قرائن قویہ قائم ہو چکے تھے اور نامعقول عذروں سے جرم بپایہ ثبوت پہنچ گیا تھا پھر بھی ہم نے اس سے قسم کا مطالبہ کر کے وعدہ کیا کہ ہم اس کو قسم کے بدنتائج نہ پیدا ہونے پر راست باز سمجھ لیں گے اور نہ صرف یہی بلکہ چار ہزار روپیہ نقد دیں گے مگر وہ پھر بھی بھاگ گیا اور قسم نہ کھائی۔ مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ اس کے ایسے کھلے کھلے گریز پر فتح کا نقارہ بجاتے نہ کہ عیسائیوں کے ساتھ ہاں میں ہاں ملاتے لیکن جب تک انسان بخل سے خالی نہ ہو تب تک حقیقت میں اندھا ہوتا ہے۔ ﴿۳۹﴾

اور عیسائیوں کی حالت پر نہایت تعجب ہے کہ اس پیشگوئی پر جو ایسی صفائی سے اپنی شرط کے پہلو پر پوری ہوگئی انہوں نے محض شرارت سے وہ شور اور شر کیا اور وہ توہین اور گندی گالیاں دیں اور کوچوں بازاروں میں شیطانی بہروپ دکھلائے جو اپنی ساری فطرت کے پردے کھول دیئے، حالانکہ پیشگوئی میں ایک صاف شرط موجود تھی اور قرائن قویہ کی رو سے وہ شرط پوری ہو چکی

تھی۔اور ہر ایک بات میں قابل الزام آتھم تھا اور اس کی گفتار سے اس کا مکار اور جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا تھا۔افسوس کہ انہوں نے اس روشن پیشگوئی سے تو انکار کیا۔مگر ان کو حضرت مسیح کی وہ پیشگوئیاں یاد نہ رہیں جو اپنے ظاہری معنوں میں پوری نہ ہوئیں بلکہ ان کا خلاف واقعہ ہونا ایسے طور سے کھلا کہ کوئی تاویل بھی وہاں پیش نہیں کی جاسکتی۔ دیکھو حضرت مسیح کا کس زور سے دعویٰ تھا کہ اس زمانہ کے بعض لوگ ابھی زندہ ہوں گے کہ میں پھر آجاؤں گا۔لیکن وہ سب مر گئے اور اس پر اٹھارہ سو برس اور بھی گذر گئے۔اور وہ جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے اب تک نہ آسکے!!! پھر اس سے عجیب تر یہ کہ پہلی کتابوں میں حضرت مسیح کی نسبت یہ پیشگوئی درج تھی کہ ''ضرور ہے کہ پہلے اس سے ایلیا آوے یعنی وہ نبی ایلیا نام جو اس جہاں سے مدت پہلے گذر چکا تھا۔لیکن ایلیا نہ آیا اور یہودیوں نے حضرت مسیح کو الزام دیا کہ ایلیا تو ابھی آسمان سے اترا ہی نہیں آپ کیونکر نبی ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب حضرت مسیح کچھ بھی نہیں دے سکے بجز اس کے کہ یحییٰ زکریا کا بیٹا ہی ایلیا ہے۔مگر ظاہر ہے کہ یہ جواب تو ایک تاویل ہے جو پیشگوئی کے ظاہر الفاظ سے بالکل مخالف پڑی ہے۔اگر ایسی ہی تاویل سے کوئی پیشگوئی پوری ہوسکتی تھی تو ہر ایک شخص ایسی تاویل کرسکتا تھا۔اور تعجب تو یہ کہ حضرت یحییٰ کو ایلیا ہونے سے انکار ہے۔اب اس انکار سے وہ تاویل بھی بے ہودہ ہوگئی اور جبکہ تمام مدار حضرت مسیح کے سچا نبی ہونے کا اسی پیشگوئی کے پورا ہونے پر تھا اور یہ پوری نہ ہوئی تو حضرات پادری صاحبان تو حضرت مسیح کی خدائی کو روتے ہیں اور یہاں نبوت بھی ہاتھ سے گئی۔ بلکہ کاذب اور مفتری ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ایلیا کے آنے سے جو شخص پہلے مسیح ہونے کا دعویٰ کرے وہ دعویٰ اس کا صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ یہودی اب تک یہی حجت پیش کرتے ہیں اور ظواہر

﴿۴۰﴾

نص کتاب اللہ یہودیوں کے ساتھ ہیں۔ ان کی یہ حجت ہے کہ اگر ایلیا سے کوئی اور شخص مراد ہوتا تو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو دھوکا نہ دیتا بلکہ صاف لفظوں سے کہہ دیتا کہ ایلیا تو آسمان سے دوبارہ نہیں اترے گا۔ بلکہ اس کی جگہ یحیٰی زکریا کا بیٹا پیدا ہوگا اسی کو ایلیا سمجھ لینا۔ یہ پیشگوئی عیسائی مذہب کو نہایت اضطراب میں ڈالتی ہے۔ اگر قرآن حضرت مسیح کی نبوت کا مصدق ہو کر حضرت ابن مریم کو نبیوں میں داخل نہ کرتا تو کیا کوئی عقلمند قبول کر سکتا تھا کہ عیسیٰ بھی درحقیقت نبی ہے۔ کیونکہ کھلی کھلی نص کتاب اللہ کی یہودیوں کے ہاتھ میں ہے جس سے حضرت مسیح کسی طرح سچے نہیں ٹھہر سکتے۔

بعض مسلمان جہالت سے کہتے ہیں کہ شاید وہ پیشگوئی محرف ہوگئی ہوگی۔ مگر ایسا خیال کرنے والے سخت احمق ہیں۔ تحریف تو بے شک بعض مقامات بائبل میں ہوئی ہے۔ مگر جس مقام کو خود حضرت مسیح نے غیر محرف ٹھہرا دیا ہے وہ مقام بلاشبہ حضرت مسیح اور یہود کے اتفاق سے تحریف کے الزام سے پاک ہے اور قرآن کریم اور حدیث میں اس قصہ کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ تا ہم یہ کہہ سکیں کہ یہ قصہ احادیث اور قرآن کریم کے مخالف پڑا ہے پس ہم بہرحال اس قصہ کی تکذیب کے مجاز نہیں ہیں۔ اتنا کہنا ہمیں ضروری ہے کہ گو نص کتاب اللہ کے ظاہر الفاظ یہودیوں کے عذر کے مؤیّد ہیں۔ اور ﴿۴۱﴾ اگر ظاہر پر فیصلہ کریں تو بے شک حضرت مسیح کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ کذب اور افترا ثابت ہوتا ہے۔ اور کذب بھی ایسا کذب کہ جس کو **ایلیا** قرار دیا گیا وہ خود **ایلیا** ہونا منظور نہیں کرتا۔ اور مدعی سُست اور گواہ چُست کا معاملہ نظر آتا ہے۔ مگر چونکہ قرآن کریم نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کر دی ہے اس لئے ہم بہرحال **حضرت مسیح کو سچا نبی** کہتے اور مانتے ہیں اور انکی نبوت سے انکار کرنا

کفر صریح قرار دیتے ہیں۔

اور **ایلیا** کے قصہ میں یہودیوں کی یہ حجت کہ اگر یہی شخص درحقیقت **مسیح موعود** تھا تو ایلیا کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کیوں دھوکہ دیا۔ اس طرح پیشگوئی کے الفاظ کیوں نہ لکھے کہ ضرور ہے کہ مسیح سے پہلے یحیٰی بن زکریا آوے اور جبکہ نص کتاب اللہ کے ظاہر الفاظ پر ایمان لانا ضروری ہے تو ایسے موقعہ پر تاویلیں کرنا کفر ہے۔ یہ وہ حجت ہے جواب تک یہودی لوگ انکار نبوت مسیح میں پیش کرتے ہیں۔

لیکن اب ہم قرآنی معارف سے قوت پا کر کہہ سکتے ہیں کہ جبکہ مسیح کی نبوت قرآن کے نزول سے بپایہ صداقت پہنچ گئی ہے تو گو ظاہر الفاظ پیشگوئی کے کیسے ہی ان کے مخالف پڑے ہوں۔ تب بھی ہمیں ان کی تاویل کر لینی چاہیے۔ چونکہ پیشگوئیوں میں اکثر استعارات بھی ہوتے ہیں جن سے خلق اللہ کا ابتلا منظور ہوتا ہے۔ تو کیوں ایلیا کی پیشگوئی کو بھی استعارات کی قبیل سے نہ سمجھا جائے۔ یہودی لوگ خدا تعالیٰ کی ان سنتوں سے اچھی طرح واقفیت نہیں رکھتے تھے کہ کبھی الٰہی پیشگوئیوں میں اس طور کے استعارات بھی واقع ہو جاتے ہیں کہ نام کسی کا لیا جاتا ہے اور قرائن کی رو سے مراد کوئی اور ہوتا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اس امت پر احسان کیا کہ یہ تمام معارف اور سنن اللہ سمجھا دیئے بلکہ ان طریقوں کو کئی مواضع میں آپ اختیار کر کے بخوبی تفہیم کر دی۔ دیکھو کیونکر اپنے زمانہ کے یہودیوں کو ملزم کیا کہ تم نے موسیٰ کی نافرمانی کی۔ ھَارُوْن کا مقابلہ کیا۔ حالانکہ اس جرم کے مجرم وہ تو نہیں تھے۔ بلکہ ان کے باپ دادے تھے اور بخوبی بار بار سمجھا دیا کہ کوئی شخص دوبارہ دنیا میں نہیں آیا کرتا۔ مگر یہ سمجھ یہودیوں کو نہیں دی گئی تھی اور توریت کے طرز و طریق نے ان کو قیامت کی نسبت بھی شک و شبہ میں رکھا تھا اور قرآن شریف

﴿۴۲﴾

کی طرح نصوص صریحہ توریت سے ان پر نہیں کھلا تھا کہ کوئی شخص اس جہان سے گذر کر پھر اس دنیا میں آباد ہونے کے لئے نہیں آ سکتا اس لئے وہ اس گرداب میں پڑے اور ان کا اس بات پر زور دینا سراسر حماقت تھا کہ سچ مچ حضرت ایلیا علیہ السلام دوبارہ آسمان پر سے مسیح موعود سے پہلے تشریف لے آئیں گے اور ان کے پاس اس طرح دوبارہ آ جانے کی کوئی نظیر بھی نہیں تھی۔ ہاں آج کل کے ظاہری نیم ملاؤں کی طرح صرف الفاظ پر زور تھا۔ اور ایک نادان کی نظر میں بظاہر یہودیوں کی حجت ایلیا کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی میں قوی معلوم ہوتی تھی اور حضرت عیسیٰ کی تاویل کچھ رکیک اور بودی سی پائی جاتی تھی۔ کیونکہ ظاہر نص یہودیوں کا مؤیّد تھا۔ لیکن اس سنت اللہ پر نظر ڈالنے کے بعد جو قرآن کریم سے مفصل معلوم ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں کسی کے دوبارہ آنے اور دنیا میں دوبارہ آباد ہونے کے بارے میں یہ کتاب کریم صاف فیصلہ کرتی ہے کہ ایسا ہونا سنت اللہ کے خلاف ہے۔

پس جبکہ دوبارہ آنا دنیا میں ممتنع ہوا تو پھر حضرت ایلیا **علیہ السّلام** کا آسمان سے نازل ہونا اور یہودیوں کے دلوں کو مسیح موعود سے پہلے آ کر درست کرنا بدیہی البطلان ہوا۔ ہاں یہ مسئلہ بغیر قرآن کریم پر ایمان لانے کے سمجھ میں نہیں آتا اور اگر توریت پر ہی حصر رکھا جائے تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسیح ہرگز نبی صادق نہیں تھا!!! ایک مصیبت تو مسیح کے بارے میں یہی پیش آئی تھی۔ دوسرے ظالم عیسائیوں نے اپنے ہاتھوں سے مسیح کو توریت استثنا باب ۱۳ کا مصداق ٹھہرا کر سچے نبیوں کے طریق اور شان سے بکلّی بے نصیب اور محروم کر دیا۔

اور یاد رہے کہ نظر عمیق کے بعد حضرت مسیح کی تاویل یہودیوں

کے تمسک بالظاہر پر غالب ہے۔ گو ایک جلد باز اور دھوکا کھانے والا حضرت مسیح کی تاویل پر ٹھٹھا اور ہنسی کرے گا کہ اپنی نبوت کے ثابت کرنے کیلئے تاویلات رکیکہ سے کام لیا ہے۔ لیکن جو شخص قرآن کا علم رکھتا ہے۔ اور سنت اللہ کے سلسلہ پر اس کو نظر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ حتمی وعدہ خدا تعالیٰ کا یہی ہے کہ اس جہان سے گذرنے والے پھر آسمان سے نہیں اترا کرتے وہ نہ صرف حضرت مسیح کی تاویل کو قبول کرے گا بلکہ اس تاویل سے لذت بھی اٹھائے گا۔ کیونکہ وہ تاویل عہد قدیم کے مطابق ہے۔ اگرچہ نابکار یہودی اب تک یہی روتے ہیں کہ مسیح نے اپنی جھوٹی نبوت کو لوگوں میں جمانے کے لئے پاک کتابوں کی ظاہر نص کو چھوڑ دیا ہے اور جب ان سے کبھی گفتگو کا اتفاق پڑے تو یہی دھوکا دینے والا عذر پیش کرتے ہیں اور ایک ناواقف آدمی جب ان کے اس عذر کو سنے تو ضرور وہ حضرت مسیح کی نبوت کی نسبت کچھ متذبذب ہو جائے گا اور قریب ہے جو ان کو فریبی اور جھوٹا کہہ کر اپنے تئیں ہلاک کرے۔ اور غالباً یہ اعتراض حال کے ملحدوں نے یہودیوں سے ہی لیا ہے کہ جس حالت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح مردے زندہ کرتے تھے بلکہ ایک دفعہ تو تمام مردے اور تمام مقدس نبی زندہ ہو کر شہر میں بھی آ گئے تھے تو وہ ایلیا عَلَیہِ السَّلام جن کے نہ دوبارہ آنے کی وجہ سے حضرت مسیح نے ناچار ہو کر تاویلات رکیکہ سے کام لیا۔ کیوں ان کو اپنی تصدیق نبوت کے لئے کیوں یہودیوں کو دکھلا کر اس جھگڑے کو طے نہ کر لیا۔ اور کیوں تاویلات رکیکہ کی مصیبت میں پڑے۔ جو شخص اپنے اقتدار سے مردہ کو آپ زندہ کر سکتا تھا چاہئے تھا کہ پیشگوئی کی علامت پوری کرنے کے لئے زندہ کرتا یا آسمان سے ہی اتارا ہوتا۔ خدائی کے کام تو کُنْ فَیَکُوْنُ سے چلتے ہیں۔ مگر اس خدا کو کیا پیش آیا کہ شریر یہودی

﴿۴۳﴾

اس پر غالب ہو گئے اور ان کی حجت کو توڑ نہ سکا اور ظاہر نص کو چھوڑ کر کیوں ایک تاویل سے جہان کو تباہی اور فتنہ میں ڈال دیا تا کہ کسی طرح مسیح موعود بن جائے جس شخص کے ہاتھ میں زندہ کرنا ہو بلکہ اس کا معجزہ ہی احیاء موتٰی ہو اس پر کیا مشکل تھا کہ فی الفور ایلیا نبی کو زندہ کر کے یا آسمان سے اتار کر یہودیوں پر ظاہر الفاظ نص کے موافق اپنی حجت پوری کر دیتا۔ مگر ایسے اعتراض وہی کرے گا جو اپنی جہالت سے دنیا میں دوبارہ مردوں کے آنے کا قائل ہوگا۔

ہمارے اس وقت کے نام کے مولوی جو رجمًا بالغیب کہتے ہیں جو شاید ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کا قصّہ محرف ہو یہ سراسر ان کی خیانت ہے۔ جس قصّہ کی حضرت عیسیٰ نے تصدیق کی۔ اور تمام یہودیوں کا اس پر اتفاق ہے وہ کیونکر محرف ہوسکتا ہے اور پھر بطریق تنزل ہم کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول نے اس کی تحریف کی ہم کو خبر نہیں دی۔ لہٰذا ہم بموجب حدیث صحیح کے تکذیب کرنے کے مجاز نہیں ہیں اگر لَا تُصَدِّقُوْا پر نظر ہے تو لَا تُکَذِّبُوْا بھی ساتھ یاد رکھو۔ لیکن اس قصہ میں تو ہمارے مولویوں کو یہ دھڑکہ شروع ہوا۔ کہ اگر حضرت عیسیٰ کی اس تاویل کو تسلیم کر لیں اور قصہ کو صحیح سمجھیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے سے بھی ہاتھ دھو لینا چاہئے۔ جب ایک مرتبہ فیصلہ ہو چکا تو وہی مقدمہ پھر اٹھانا یہودی بن جانا ہے۔ مومن وہ ہوتا ہے جو دوسرے کے حال سے عبرت پکڑے۔ اگر نزول کا لفظ احادیث میں موجود ہے تو موت عیسیٰ کے الفاظ قرآن اور حدیث دونوں میں موجود ہیں اور تَوَفّی کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے بجز مار دینے کے اور ثابت نہیں ہوئے۔ پس جب اصل مسئلہ کی حقیقت یہ کھلی تو نزول اس کی فرع ہے اس کے وہی معنے کرنے چاہئیں جو اصل کے مطابق ہوں۔ اگر تمام دنیا کے مولوی متفق ہو کر

﴿۴۴﴾

آیت یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ [۱] اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ [۲] میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے بجز مار دینے کے کوئی اور معنے ثابت کرنے چاہیں تو ان کے لئے ہرگز ممکن نہیں۔ اگرچہ اس غم میں مر جائیں۔ اسی وجہ سے امام ابن حزم اور امام مالک اور امام بخاری اور دوسرے بڑے بڑے اکابر کا یہی مذہب ہے کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ افسوس کہ جاہل مولویوں نے ناحق شور مچایا اور آخر حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہی ہوئی جس کے ثبوت سے وہ ایسے نادم ہوئے کہ بس مر گئے۔ وحی اللہ پر کم توجہ رکھنے سے یہ تمام مصیبتیں ان پر پڑیں۔ مولویوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ خدا تعالیٰ نے آج سے سولہ برس پہلے الہام مندرجہ براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام عیسیٰ رکھا ہے کیا انسان اتنا لمبا منصوبہ کر سکتا ہے کہ جو افترا سولہ برس کے بعد کرنا تھا اس کی تمہید اتنی مدت پہلے ہی جما دی اور خدا نے بھی اس قدر لمبی مہلت دے دی جس کی دنیا میں جب سے دنیا شروع ہوئی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

وحی حق پُر از اشارات خداست — گر نفہمد جاہلے کج دل رواست
چشمۂ فیض است وحی ایزدی — لیکن آن فہمد کہ باشد مہتدی
وحی قرآن رازہا دارد بسے — نسبتے باید کہ تا فہمد کسے
واجب آمد نسبت اندر دین نخست — کار بے نسبت نمے آید درست
آن سعیدے کش ابوبکر است نام — نسبتے مے داشت با خیر الانام
زین نشد محتاج تفتیش دراز — جان او بشناخت روئے پاک باز
ہست فرقے در نظرہا اے سعید! — آنچہ ہارون دید آن قاروں ندید
بود ہارون پاک و ایں کرمے پلید — کے بماند با یزیدے بایزید

[۱] ال عمران: ۵۶ [۲] المآئدۃ: ۱۱۸

گر نباشد نسبتے در جائے گاہ ظلمتے در ہر قدم گیرد براہ
آن یکے رامہ عیان پیشِ نظر دیگرے را ابر کردہ کور و کر
آن نشستہ بانگارِ دل رُبا این ز کوریہا در اِنکار و اِبا
مہ نمے آید نظر در وقتِ ابر ہمچنین صدّیق در چشمان گبر
اے برادر از تامل کن تلاش ہان مرد چوں تو سنے آہستہ باش
اے پئے تکفیر ما بستہ کمر خانہ ات ویران تو در فکرِ دگر
صد ہزاراں کفر در جانت نہان رو چہ نالی بہر کفر دیگراں
خیزد اول خویشتن را کُن درست نکتہ چیں را چشم می باید نخست
لعنتی گر لعنتے برما کند او نہ بر ما خویش را رسوا کند
لعنتِ اہل جفا آسان بود لعنت آن باشد کہ از رحمان بود

الـراقـــــم

خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی

ماہ مئی ۱۸۹۵ء

﴿۱﴾

ضیاءُالحق

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رسالہ ضیاء الحق کی نسبت ہمارا یہ ارادہ تھا کہ **منن الرحمٰن** کے ساتھ اس کو شائع کریں اور اُسی کے حصّوں میں سے ایک حصّہ اس کو ٹھہراویں لیکن بالفعل ہم نے رسالہ مذکورہ کی چند کاپیوں کا شائع کرنا اس لئے مناسب سمجھا کہ بعض ناواقف اور متعصب اب تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ گویا وہ پیشگوئی جو آتھم کی نسبت کی گئی تھی وہ غلط نکلی۔ سو جس قدر ضیاء الحق کی کاپیاں اب ہم اپنے ہاتھ سے روانہ کرتے ہیں۔ اس کے سوا کسی کی درخواست پر ہرگز یہ رسالہ روانہ نہیں ہوگا۔ مگر اس صورت میں کہ درخواست کنندہ **منن الرحمٰن** کی خریداری کی درخواست کرے کیونکہ یہ رسالہ اسی کتاب کا ایک حصّہ کیا گیا ہے اور کتاب منن الرحمٰن انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر ۱۸۹۵ء تک چھپ جائے گی تب اس کے نکلنے کے وقت یہ رسالہ بھی ایک حصہ اس کا متصور ہو کر شائع کیا جائے گا۔ بالفعل ہم چند نسخے جو پچاس سے زیادہ نہیں محض اس غرض سے شائع کرتے ہیں کہ تا آتھم کے مقدمہ میں ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی جلد تر اس غلط فہمی کے گڑھے سے نکالیں کیونکہ ہمارے اندھے مخالف اب تک اس سچائی کو دیکھ نہیں سکے جو پیشگوئی

میں چمک رہی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ہم نے نور افشاں ۱۳؍ستمبر ۱۸۹۵ء میں پرچہ بھارت سدھار ۲۴؍اگست ۱۸۹۵ء کا ایک مضمون پڑھا ہے جس میں صاحب پرچہ یہ لکھتا ہے کہ ایک سال اور بھی گذر گیا اور عبد اللہ آتھم اب تک زندہ موجود ہیں فقط۔ جو لوگ ایسے خیالات شائع کرتے ہیں۔ ان کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں **ایک** تو یہ کہ شاید اب تک انہوں نے ہمارے رسالہ **انوار الاسلام** کو بھی نہیں دیکھا جس میں ان تمام وساوس کا جواب مفصل موجود ہے اور **دوسری** یہ کہ گو انہوں نے رسالہ انوار الاسلام کو دیکھا ہو بلکہ دوسرے تمام اشتہاروں کو بھی دیکھ لیا ہو مگر وہ تعصّب جو آنکھوں کو اندھا کر دیتا اور دل کو تاریک کر دیتا ہے اس نے دیکھا ہوا بھی اَن دیکھا کر دیا ہائے افسوس ان لوگوں کی عقل پر انہوں نے تو انسان بن کر انسانیت کو بھی داغ لگایا۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ ہم نے کب اور کس وقت کہا تھا کہ اگر عبد اللہ آتھم ہماری درخواست پر ہمارے سامنے وہ قسم نہیں کھائے گا جس کے الفاظ بارہا ہم نے اپنے اشتہاروں میں شائع کئے ہیں تب بھی وہ ضرور ایک سال تک مر جائے گا اور جب کہ ہم نے ایسا اشتہار کوئی شائع نہیں کیا بلکہ اس کا سال کے اندر فوت ہو جانا قسم کے ساتھ مشروط رکھا تھا۔ پس اس صورت میں تو اس کے ایک سال تک نہ مرنے کی وجہ سے ہماری ہی سچائی ثابت ہوئی کیونکہ اس نے اپنی اس گریز سے جو رجوع الی الحق پر ایک واضح دلیل تھی۔ کھلا کھلا فائدہ اٹھا لیا یہ الزام تو اس وقت زیبا تھا کہ وہ ہمارے مقابل پر میدان میں آکر اس قسم کو بالفاظہٖ کھا لیتا جو ہم نے پیش کی تھی اور پھر سال کے اندر فوت نہ ہوتا ہم نے تو چار ہزار روپیہ پیش کر کے صاف صاف یہ کہہ دیا تھا کہ آتھم صاحب شرطی روپیہ پہلے جمع کرا لیں اور جلسہ عام میں تین مرتبہ یہ قسم کھاویں کہ **پیشگوئی کے**

﴿۳۰﴾

دنوں میں ہرگز میں نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور ہرگز اسلام کی عظمت میرے دل پر مؤثر نہیں ہوئی اور اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو اے قادر خدا ایک سال تک مجھ کو موت دے کر میرا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر۔ یہ مضمون تھا جو ہم نے نہ ایک مرتبہ بلکہ کئی مرتبہ شائع کیا اور ہم نے ایک ہزار سے چار ہزار تک انعام کی نوبت پہنچائی اور کئی دفعہ کہہ دیا تھا کہ یہ زبانی دعویٰ نہیں پہلے روپیہ جمع کرا لو اور پھر قسم کھاؤ اور اگر ہم روپیہ داخل نہ کریں اور صرف فضول گوئی ثابت ہو۔ تو پھر ہمارے جھوٹے ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔ لیکن کوئی ہمیں سمجھا دے کہ آتھم نے ان باتوں کا کیا جواب دیا کیا وہ میدان میں آیا کیا اس نے قسم کھا لی۔ کیا اس نے ہم سے روپیہ کا مطالبہ کیا۔ کیا اس نے اپنے اس بیان کو بپایۂ ثبوت پہنچا دیا کہ میں ایام پیشگوئی میں ڈرتا تو ضرور رہا مگر اسلام کی عظمت سے نہیں بلکہ تین حملے بندوقوں اور تلواروں والوں نے میرے پر کئے جن میں سے پہلا حملہ تعلیم یافتہ سانپ کا تھا جس نے امرتسر سے نکالا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس الہام کا صاف یہ مطلب تھا کہ صرف اس صورت میں آتھم صاحب پندرہ مہینہ میں ہاویہ میں گرائے جائیں گے کہ جب وہ حق کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور آپ لوگوں کو اس بات کا بھی اقرار کرنا عقلاً وانصافاً ضروری ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ انہوں نے رجوع بحق کیا تھا تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ وہ مرنے سے محفوظ رکھا جاتا کیونکہ اگر تب بھی مر جاتا تو اس میں کیا شک ہے کہ اس صورت میں پیشگوئی کی شرط جھوٹی ٹھہرتی بلکہ پیشگوئی

﴿۳﴾

ہی باطل ثابت ہوتی وجہ یہ کہ پیشگوئی کا مفہوم یہی چاہتا تھا کہ شرط کے پوری کرنے کی حالت میں ضرور آتھم میعاد معینہ میں زندہ رہے۔ اب جب کہ یہ امر طے ہو گیا کہ پیشگوئی صرف موت کی ہی خبر نہیں دیتی تھی بلکہ اپنے دوسرے پہلو سے آتھم کو اس کی حیات کی بھی خوشخبری دیتی تھی اور شرط کے بجالانے کے وقت اس کا زندہ رہنا ایسا ہی پیشگوئی کی سچائی پر دلالت کرتا تھا جیسا کہ اس صورت میں دلالت کرتا کہ وہ بوجہ عدم پابندی شرط فوت ہو جاتا تو پھر یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ پیشگوئی کی شرط کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور نہ خدا سے ڈرتے ہیں اور نہ اس ذلت سے جو انصاف کو چھوڑنے کی حالت میں لعنت کی طرح دامن گیر ہو جاتی ہے۔ صاحبو اگر پہلے نہیں سمجھا تو اب سمجھ لو کہ **یہ پیشگوئی درحقیقت دو پہلو رکھتی تھی** جس کی تاثیر نہ صرف مرنا تھا بلکہ دوسرے پہلو کے لحاظ سے زندہ رہنا اور موت سے بچ جانا بھی اس کی ضروری تاثیر تھی۔ پھر اگر ہمارے مخالفوں اور جلد بازوں کے دلوں میں انصاف ہوتا تو صرف عدم موت پر سیاپا نہ کیا جاتا بلکہ شرط کے مفہوم کو تنقیح طلب امر ٹھہراتے یعنی یہ امر کہ آیا آتھم نے حق کی طرف رجوع کیا یا نہیں پھر اگر دیکھتے کہ اس کے ان حالات سے جو اس نے پیشگوئی کے اثناء میں ظاہر کئے اور ان حالات سے جو مطالبہ قسم کے وقت اس نے دکھلائے رجوع ثابت نہیں ہوتا تو جس طرح چاہتے شور مچاتے لیکن افسوس کہ ان ظالم بد اندیشوں نے اس طرف رخ بھی نہیں کیا۔ اے دنیا کے دانشمندو خدا کے لئے بھی کچھ عقل خرچ کرو اور ذرا سوچو کہ جس حالت میں پیشگوئی میں شرط موجود تھی اور آتھم نے نہ صرف اپنے مضطربانہ افعال سے ثابت کیا کہ پیشگوئی کے اثنا میں عیسائیت کا استقلال اس سے الگ ہو گیا تھا۔ اور اسلامی عظمت نے ایک دیوانہ سا اس کو بنا دیا تھا بلکہ اس نے اپنی زبان سے بھی اقرار کیا جو نور افشاں میں چھپ گیا کہ میں اثناء پیشگوئی میں ضرور ڈرتا رہا لیکن نہ اسلام سے بلکہ اس لئے کہ میرے پر

﴿۴﴾

متواتر تین حملے ہوئے یعنی امرتسر اور لودھیانہ اور فیروز پور میں مگر وہ ان حملوں کو ثابت نہ کر سکا بلکہ مارٹن کلارک وغیرہ نے نالش کے لئے اس کو بہت اٹھایا اور بہت ہی زور لگایا جس سے اس نے صاف انکار کر دیا اور میت کی طرح اپنے تئیں بنا لیا۔ اگر وہ سچا تھا تو سچائی کا جوش ضرور اس میں ہونا چاہئے تھا اور اگر اپنے لئے نہیں تو اپنے دین کے لئے ضرور اس بات کا ثبوت دینا اس کے ذمہ تھا کہ جس ڈر کا اس کو اقرار ہے وہ محض تین حملوں کی وجہ سے تھا نہ اسلامی عظمت کی وجہ سے اور ہر ایک ادنیٰ استعداد کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس نے اپنے اس دعویٰ کا ثبوت نہیں دیا جو بطور روک کے اس کی طرف سے پیش ہوا تھا بلکہ تین حملوں کا ڈر ایک بے ثبوت بناوٹ اور بے ہودہ روک تھی جو واقعی ڈر کے مخفی رکھنے کے لئے پیش کی گئی تھی۔ اگر وہ سچا ہوتا تو ضرور نالش کر کے اس کو ثابت کرتا یا کسی اور طور سے اس واقعہ کو بپایہ ثبوت پہنچاتا۔ پس جبکہ اس نے خوف کا اقرار تو کیا مگر ان وجوہ کو ثابت نہ کر سکا جو خوف کی بنیاد ٹھہرا لی تھی تو ضروری طور پر اس خوف کو پیشگوئی کی عظمت اور اسلام کے رعب کی طرف منسوب کرنا پڑا اس صورت میں ہمیں کچھ ضرور نہیں تھا کہ کوئی انعامی اشتہار دیتے یا قسم کے لئے اس کو مجبور کرتے کیونکہ ان قرائن نے جو اس نے آپ ہی اپنے اقوال ﴿۵﴾ اور افعال اور حرکات سے ظاہر کئے تھے اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا تھا کہ وہ ضرور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا اور قرآن کریم اور نیز عیسائیوں کی کتابوں کے موافق رجوع کے لئے اسی قدر بات کافی تھی کہ اس کے دل نے اسلامی عظمت کو مان لیا مگر ہم نے صرف اس قرائنی ثبوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ **متواتر چار اشتہار** مع انعام رقم کثیر کے جاری کئے اور ان میں لکھا کہ وہ قرائن جو تم نے آپ ہی اپنے

افعال اور اقوال اور حرکات سے پیدا کئے تمہیں اس امر کا ملزم کرتے ہیں کہ تم ضرور عظمت اسلامی سے ڈر کر اس شرط کو پورا کرنے والے ٹھہرے جو پیشگوئی میں درج تھی پھر اگر تم سے بہت ہی نرمی کریں اور فرض کے طور پر ثابت امر کو مشتبہ تصور کر لیں تب بھی اس اشتباہ کا دور کرنا جو تم نے اپنے ہاتھوں سے آپ پیدا کیا انصافاً و قانوناً تمہارے ہی ذمّہ ہے سو اس کا تصفیہ یوں ہے۔ کہ اگر وہ خوف جس کا تمہیں خود اقرار ہے۔ اسلام کی عظمت سے نہیں تھا بلکہ کسی اور وجہ سے تھا تو تم قسم کھا جاؤ اور اس قسم پر تمہیں چار ہزار روپیہ نقد ملے گا اور ایک سال گذرنے کے بعد اگر تم سالم رہ گئے تو وہ سب روپیہ تمہارا ہی ہو جائے گا لیکن اس نے ہرگز قسم نہ کھائی۔ میں نے اس کو اس کے خدا کی بھی قسم دی مگر حق کی ہیبت کچھ ایسی دل پر بیٹھ گئی تھی کہ اس طرف منہ کرنا بھی اس کو موت کے برابر تھا میں نے اس پر یہ بھی ثابت کر دیا کہ عیسائی مذہب میں کسی نزاع کے فیصلہ کرنے کے لئے قسم کھانا منع نہیں بلکہ ضروری ہے مگر آتھم ☆ نے ذرہ توجہ نہ کی اب ایماناً سوچو کہ یہ امر تنقیح طلب جو سچی رائے ظاہر کرنے کا مدار تھا کس کے حق میں فیصلہ ہوا اور کون بھاگ گیا۔

اے مخالف لوگو! کیا کوئی تم میں سے سوچنے والا نہیں! کیا ایک بھی نہیں؟ کیا کسی کو بھی خدا تعالیٰ کا خوف نہیں کیا کوئی بھی تم میں ایسا نہیں کہ جو سیدھے دل سے اس واقعہ میں غور کرے۔ اس قدر افترا کیوں ہے کیوں دلوں پر ایسے پردے ہیں جو سیدھی بات سمجھ نہیں آتی۔ اس

☆ **نوٹ**:۔ آتھم نے قسم کھا کر اس شبہ کو دور نہ کیا جو ڈرتے رہنے کے اقرار سے اس کی نسبت جم گیا تھا بلکہ قسم کھانے سے سخت گریز کر کے ایک اور شبہ اپنے پر قائم کر لیا۔ منہ

﴿۶﴾ بات کو کہتے ہوئے کہ پیشگوئی غلط نکلی کیوں تم کو خدا کا خوف نہیں پکڑتا کیوں تمہارا دل کانپ نہیں جاتا۔ کیا تم انسان ہو یا بالکل مسخ ہو گئے۔ وہ آنکھیں کہاں گئیں جو حق کو دیکھتی ہیں۔ وہ دل کدھر چلے گئے جو سچائی کو فی الفور سمجھ لیتے ہیں، اس سے کوئی بے ایمانی بڑھ کر نہیں کہ جو سچی بات کو ناحق جھوٹ بنایا جاوے اور نہ اس سے کوئی بد ذاتی زیادہ بدتر ہے جو جھوٹ پر خواہ نخواہ ضد کی جائے اب کون سے دلائل باقی ہیں جو ہم تمہارے پاس بیان کریں اور ثبوت میں کونسی کسر رہ گئی ہے جو وہ کسر نکالی جاوے **خدایا یہ کیسے اندھے** ہیں کہ اس بات کو منہ پر لانے کے وقت کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ پیشگوئی کی شرط کو بھول جاتے ہیں۔ **یا الٰہی یہ کیسی بے ایمانی اور بد ذاتی** ہے جو ہمیں ناحق بار بار ستایا جاتا ہے۔ اور کوئی بھلا مانس آتھم کو جاکر نہیں پوچھتا کہ **تم اس ضروری قسم سے کیوں گریز کر گئے اور کیوں عیسائی مذہب پر سیاہی مل دی** اور کیوں ایسی قسم نہ کھائی جو عقلاً و انصافاً و قانوناً نہایت ضروری تھی اور تم پر واجب ہو چکی تھی۔

اے لوگو اس قدر غلو سے باز آجاؤ اور ڈرو کیونکہ وہ ہستی حق ہے جس کو تم بھولتے ہو اور وہ پاک ذات سچ ہے جس کی اس تعصب میں تمہیں کچھ بھی پرواہ نہیں۔ اس سے ڈرو کیونکہ کوئی بے ہودہ بات نہیں جس کا حساب نہیں لیا جائے گا اور مجھے اسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آتھم **اب بھی قسم کھانا چاہے** اور انہی الفاظ کے ساتھ جو میں پیش کرتا ہوں ایک مجمع میں میرے روبرو تین مرتبہ قسم کھاوے اور ہم آمین کہیں تو میں اسی وقت چار ہزار روپیہ اس کو دوں گا۔ اگر

تاریخ قسم سے ایک سال تک زندہ سالم رہا تو وہ **اس کا روپیہ ہوگا**۔ اور پھر اس کے بعد یہ تمام قوم مجھ کو جو سزا چاہیں دیں اگر مجھ کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تو میں عذر نہیں کروں گا۔ **اور اگر دنیا کی سزاؤں میں سے مجھ کو وہ سزا دیں جو** سخت تر سزا ہے تو میں انکار نہیں کروں گا اور خود میرے لئے اس سے زیادہ کوئی رسوائی نہیں ہوگی کہ میں ان کی قسم کے بعد جس کی میرے ہی الہام پر بنا ہے جھوٹا نکلوں۔ ﴿۷﴾

پس اے یاوہ گو لوگو بد ذاتی کے منصوبوں کو چھوڑ دو اور کسی طرح **آتھم صاحب کو اس بات پر راضی کرو تا راستبازوں کے حق** میں وہ فیصلہ ہو جائے جو ہمیشہ سنت اللہ کے موافق ہوا کرتا ہے اور اگر صرف گالیاں دینا مطلب ہے تو ہم تمہارا منہ پکڑ نہیں سکتے۔ اور نہ کچھ اس سے غرض ہے کیونکہ قدیم سے **یہی سنت اللہ ہے کہ ہمیشہ نابکار اور بدسرشت سچوں کو گالیاں** دیا کرتے ہیں اور ہر یک طرف سے دکھ دیا جاتا ہے اور آخر انجام ان کے لئے ہوتا ہے۔

میں آج تم میں ظاہر نہیں ہوا بلکہ سولہ برس سے حق کی دعوت کر رہا ہوں تمہیں یہ بھی سمجھ نہیں کہ مفتری جلد ضائع ہو جاتا ہے اور خدا پر جھوٹ بولنے والا جھاگ کی طرح نابود کیا جاتا ہے جن کو لوگ اس صدی کے لئے سچے مجدد کہتے تھے وہ مدت ہوئی کہ مر گئے ☆ اور جو ان کی نظر میں جھوٹا ہے

☆**نوٹ**: شیخ بٹالوی محمد حسین نے مولوی نواب صدیق حسن خان کو مجدد صدی چہار دہم ٹھہرایا تھا

وہ اب تک صدی کے باراں برس گذرنے پر بھی زندہ ہے پس اے مسلمان مخالفو! **جو اپنے تئیں مسلمان سمجھتے ہو اپنی جانوں پر رحم کرو کیونکہ** یہ اسلام نہیں ہے جو تم سے ظاہر ہو رہا ہے۔ نئی صدی نے تمہیں ایک مجدد کی حدیث یاد دلائی **تم نے اس کی کچھ بھی پرواہ** نہیں کی۔ کسوف خسوف نے تمہیں **مہدی** کے آنے کی **بشارت** دی مگر تم نے اس کو بھی ایک بے ہودہ بات کی طرح ٹال دیا **تمام بزرگوں کی فراستیں اور مکاشفات مسیح موعود** کے لئے ایک اجماعی قول کی طرح **چودھویں صدی تک تم نے** سن لیں پر تم نے اس کو بھی رد کر دیا **قرآن** کو چھوڑا اور ان حدیثوں کو بھی ترک کر دیا جو قرآن کے مطابق ہیں مگر یاد رکھو کہ **تم کاذب** ہو ضرور تھا کہ تم اس **آخری صادق کے مکذّب** ہوتے کیونکہ جو کچھ اس پاک نبی نے تمہارے حق میں فرمایا تھا ضرور تھا کہ وہ سب پورا ہو۔

بعض لوگ نہایت ناسمجھی سے کہا کرتے ہیں کہ اس طور سے پیشگوئی کے پورے ہونے میں فائدہ کیا نکلا اور حق کے طالبوں کو کیا فیض حاصل ہوا۔ سو اُنہیں اگر دانشمند ہیں تو ان تمام **پیشگوئیوں** کو نظر کے سامنے لے آنا چاہئے جو خدا کے پاک **نبیوں** کی معرفت پوری ہوئیں تا معلوم ہو کہ پیشگوئیوں میں خدا تعالیٰ کی ایک خاص غرض نہیں ہوتی بلکہ بعض وقت قدرت کا ظاہر کرنا مدنظر ہوتا ہے اور بعض وقت **ان علوم اور اسرار کا** ﴿۸﴾

بقیہ نوٹ: سو وہ صدی کے آتے ہی اس جہان سے گذر گئے اور بعض ملاؤں نے مولوی عبدالحی لکھنوی کو اس صدی کا مجدد خیال کیا تھا۔ انہوں نے بھی پہلے ہی فوت ہو کر اپنے ایسے دوستوں کو شرمندہ کیا۔ منه

ظاہر کرنا مقصود الٰہی ہوتا ہے جو پیشگوئیوں کے متعلق ہیں جن کو عوام نہیں جانتے اور بعض وقت ایک باریک پیشگوئی تو لوگوں کے **امتحان کے لئے** ہوتی ہے۔ تا خدا تعالیٰ انہیں دکھلاوے کہ ان کی عقلیں کہاں تک ہیں اور ہم لکھ چکے ہیں کہ حدیث نبوی کی رو سے اس پیشگوئی میں کج دل لوگوں کا امتحان بھی منظور تھا۔ اس لئے باریک طور پر پوری ہوئی مگر اس کے اور بھی **لوازم** ہیں جو بعد میں ظاہر ہوں گے جیسا کہ **کشف ساق کی** پیشگوئی اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

والسّلام علٰی من اتّبع الھُدٰی

راقم

میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ

قادیان۔ گورداسپور

ہماری نئی تالیفات

ست بچن   آریہ دھرم

بقیہ صفحہ ۲۵۰ : کی طرف سے ہے سو کامل اور عمیق تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ **زبان عربی** ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان باتوں کی تحقیقات میں اپنی عمریں گذاری ہیں اور بہت کوشش کی ہے جو اس بات کا پتہ لگاویں کہ جو **اُمّ الالسنہ** کون سی زبان ہے مگر چونکہ ان کی کوششیں خط مستقیم پر نہیں تھیں اور نیز خدا تعالیٰ سے توفیق یافتہ نہ تھے اس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکے اور یہ بھی وجہ تھی کہ عربی زبان کی طرف ان کی پوری توجہ نہیں تھی بلکہ ایک بخل تھا لہٰذا وہ حقیقت شناسی سے محروم رہ گئے اب ہمیں خدا تعالیٰ کے مقدس اور پاک کلام قرآن شریف سے اس بات کی ہدایت ہوئی کہ وہ الہامی زبان اور **اُمّ الالسنہ** جس کے لئے پارسیوں نے اپنی جگہ اور عبرانی والوں نے اپنی جگہ اور آریہ قوم نے اپنی جگہ دعوے کئے کہ انہیں کی وہ زبان ہے وہ **عربی مبین** ہے اور دوسرے تمام دعوے دار غلطی پر اور خطا پر ہیں۔ اگرچہ ہم نے اس رائے کو سرسری طور پر ظاہر نہیں کیا بلکہ اپنی جگہ پر پوری تحقیقات کر لی ہے اور ہزار ہا الفاظ سنسکرت وغیرہ کا مقابلہ کر کے اور ہر یک لغت کے ماہروں کی کتابوں کو سن کر اور خوب عمیق نظر ڈال کر اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ زبان عربی کے سامنے سنسکرت وغیرہ زبانوں میں کچھ بھی خوبی نہیں پائی جاتی بلکہ عربی کے الفاظ کے مقابل پر ان زبانوں کے الفاظ لنگڑوں۔ لولوں۔ اندھوں۔ بہروں۔ مبروصوں۔ مجذوموں کے مشابہ ہیں جو فطری نظام کو بکلی کھو بیٹھے ہیں اور کافی ذخیرہ مفردات کا جو کامل زبان کے لئے شرط ضروری ہے اپنے ساتھ نہیں رکھتے لیکن اگر ہم کسی آریہ صاحب یا کسی پادری صاحب کی رائے میں غلطی پر ہیں اور ہماری یہ تحقیقات ان کی رائے میں اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ ہم ان زبانوں سے ناواقف ہیں تو **اوّل** ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جس طرز سے ہم نے

اس بحث کا فیصلہ کیا ہے اس میں کچھ ضروری نہ تھا کہ ہم سنسکرت وغیرہ زبانوں کے املاء انشاء سے بخوبی واقف ہو جائیں ہمیں صرف سنسکرت وغیرہ کے مفردات کی ضرورت تھی۔ سو ہم نے کافی ذخیرہ مفردات کا جمع کر لیا اور پنڈتوں اور یورپ کے زبانوں کے ماہروں کی ایک جماعت سے ان مفردات کے ان معنوں کی بھی جہاں تک ممکن تھا تنقیح کر لی۔ اور انگریز محققوں کی کتابوں کو بھی بخوبی غور سے سن لیا اور ان باتوں کو مباحثات میں ڈال کر بخوبی صاف کر لیا۔ اور پھر سنسکرت وغیرہ کے زبان دانوں سے مکرر شہادت لے لی جس سے یقین ہو گیا کہ درحقیقت وید ک سنسکرت وغیرہ زبانیں ان خوبیوں سے عاری اور بے بہرہ ہیں جو عربی زبان میں ثابت ہوئیں۔

پھر **دوسرا** جواب یہ ہے کہ اگر کسی آریہ صاحب یا کسی اور مخالف کو یہ تحقیقات ہماری منظور نہیں تو ان کو ہم بذریعہ اس **اشتہار** کے اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے زبان عربی کی فضیلت اور کمال اور فوق الالسنہ ہونے کے دلائل اپنی اس کتاب میں مبسوط طور پر لکھ دیئے ہیں جو بتفصیل ذیل ہیں

۱۔ عربی کی مفردات کا نظام کامل ہے۔

۲۔ عربی اعلیٰ درجہ کی علمی وجوہ تسمیہ پر مشتمل ہے جو فوق العادت ہیں۔

۳۔ عربی کا سلسلہ اطراد مواد اتم و اکمل ہے۔

۴۔ عربی کی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔

۵۔ عربی زبان انسانی ضمائر کا پورا نقشہ کھینچنے کے لئے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔

اب ہر یک کو اختیار ہے کہ ہماری کتاب کے چھپنے کے بعد اگر ممکن ہو تو یہ کمالات سنسکرت یا کسی اور زبان میں ثابت کرے یا اس اشتہار

کے پہنچنے کے بعد ہمیں اپنے منشاء سے اطلاع دے کہ وہ کیونکر اور کس طور سے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہے یا اگر اس کو ان فضائل میں کچھ کلام ہے یا سنسکرت وغیرہ کی بھی کوئی ذاتی خوبیاں بتلانا چاہتا ہے تو بے شک پیش کرے ہم غور سے اس کی باتوں کو سنیں گے مگر چونکہ اکثر وہمی مزاج اس قسم کے بھی ہر یک قوم میں پائے جاتے ہیں کہ یہ خدشہ ان کے دل میں باقی رہ جاتا ہے کہ شاید سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسے چھپے ہوئے کمالات ہوں جو انہیں لوگوں کو معلوم ہوں جو ان زبانوں کی کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار شائع کر دیا ہے اور یہ پانچ ہزار روپیہ صرف کہنے کی بات نہیں بلکہ کسی آریہ صاحب یا کسی اور صاحب کی درخواست کے آنے پر پہلے ہی ایسی جگہ جمع کرا دیا جائے گا جس میں وہ آریہ صاحب یا اور صاحب بخوبی مطمئن ہوں۔ اور سمجھ لیں کہ فتح یابی کی حالت میں بغیر حرج کے وہ روپیہ ان کو وصول ہو جائے گا۔ مگر یاد رہے کہ روپیہ جمع کرانے کی درخواست اس وقت آنی چاہئے جبکہ تحقیق السنہ کی کتاب چھپ کر شائع ہو جائے اور جمع کرانے والے کو اس امر کے بارے میں ایک تحریری اقرار دینا ہوگا کہ اگر وہ پانچ ہزار روپیہ جمع کرانے کے بعد مقابلہ سے گریز کر جائے یا اپنی لاف وگزاف کو انجام تک پہنچا نہ سکے تو وہ تمام حرجہ ادا کرے جو ایک تجارتی روپیہ کے لئے کسی مدت تک بند رہنے کی حالت میں ضروری الوقوع ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

☆

عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کا بقیہ

عبدالحق غزنوی نے اپنے بیہودہ اشتہار میں مباہلہ میں فتح یاب ہونے کا بہت سوچ فکر کے بعد یہ حیلہ نکالا تھا کہ بھائی کے مرنے سے اس کی بیوی میرے قبضہ میں آئے اور یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ آئندہ لڑکا پیدا ہونے کی امید ہے۔ اس کے جواب میں ہم نے اپنے رسالہ انوار الاسلام میں لکھ دیا تھا کہ بھائی کا مرنا اور اس کی ضعیفہ بیوہ کو نکاح میں لانا کوئی مرادیابی کی بات نہیں بلکہ اس کا ذکر کرنا ہی جائے شرم ہے وہ ضعیفہ جو اپنی جوانی کا اکثر حصہ کھا چکی تھی اس کو نکاح میں لاکر تو ناحق عبدالحق نے روٹی کا خرچ اپنے گلے ڈال لیا۔ اب معلوم ہوا ہوگا کہ ایسے بے ہودہ نکاح سے دکھ خریدا یا خوشی ہوئی۔ باقی رہا لڑکا پیدا ہونا اس کا عبدالحق نے اب تک کوئی اشتہار نہیں دیا شاید وہ پیٹ کے اندر ہی اندر گم ہوگیا۔ یا بموجب آیت فرقانی لڑکی پیدا ہوئی اور منہ کالا ہوگیا۔ لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے عبدالحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک **لڑکا** دیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم اسی رسالہ انوار الاسلام میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے سو **الحمد للّٰہ والمنة** کہ اس الہام کے مطابق ۲۷ ذی قعد ۱۳۱۲ھ میں مطابق ۲۴ رمئی ۱۸۹۵ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام **شریف احمد** رکھا گیا۔ **والسّلام علٰی من اتبع الھُدٰی**

راقم خاکسار **غلام احمد** عفی عنہ

ٹائیٹل بار اوّل

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

نور القرآن

اطلاع

یہ رسالہ نور القرآن بالفعل تین ماہ کے بعد یعنے چوتھے مہینے شایع ہوکر یگا

اور یہ نمبر تین ماہ یعنے جون۔ جولای۔ اگست ۱۸۹۵ء کے بابت ہے

قیمت بالفعل وہی ایک روپیہ سالانہ ہے

راقم خاکسار سراج الحق جمالی نعمانی

در مطبع ضیاء الاسلام قادیان حکیم فضل دین صاحب بھیروی کے اہتمام سے چھپا

﴿۳۲﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

اشتہار

کتاب مِنَنُ الرَّحمٰن

یہ ایک نہایت عجیب وغریب کتاب ہے جس کی طرف قرآن شریف کی بعض پُر حکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی۔ سو قرآن عظیم نے یہ بھی دنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلاف لغات کا اصل صرف بیان کر دیا اور ہمیں اس دقیق بات پر مطلع کر دیا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں اور کیسے وہ لوگ دھوکا میں رہے جنہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا جو انسانی بولی کی جڑ خدا تعالیٰ کی تعلیم ہے اور واضح ہو کہ اس کتاب میں تحقیق السنہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اس زبان میں نازل ہوا ہے۔ جو ام الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ الٰہی کتاب کی تمام تر زینت اور فضیلت اسی میں ہے جو ایسی زبان میں ہو جو خدا تعالیٰ کے منہ سے نکلی اور اپنی خوبیوں میں تمام زبانوں سے بڑھی ہوئی اور اپنے نظام میں کامل ہو اور جب ہم کسی زبان میں وہ کمال

﴿۳۳﴾

پاویں جس کے پیدا کرنے سے انسانی طاقتیں اور بشری بناوٹیں عاجز ہوں اور وہ خوبیاں دیکھیں جو دوسری زبانیں ان سے قاصر اور محروم ہوں اور وہ خواص مشاہدہ کریں جو بجز خدا تعالیٰ کے قدیم اور صحیح علم کے کسی مخلوق کا ذہن ان کا موجد نہ ہو سکے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ زبان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ سو کامل اور عمیق تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ **زبان عربی** ہے اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان باتوں کی تحقیقات میں اپنی عمریں گذاری ہیں اور بہت کوشش کی ہے جو اس بات کا پتہ لگاویں جو **اُمّ الالسنہ** کون سی زبان ہے مگر چونکہ ان کی کوششیں خط مستقیم پر نہیں تھیں اور نیز خدا تعالیٰ سے توفیق یافتہ نہ تھے اس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکے اور یہ بھی وجہ تھی کہ عربی زبان کی طرف ان کی پوری توجہ نہ تھی بلکہ ایک بخل تھا لہٰذا وہ حقیقت شناسی سے محروم رہ گئے اب ہمیں خدا تعالیٰ کے مقدس اور پاک کلام قرآن شریف سے اس بات کی ہدایت ہوئی کہ وہ الہامی زبان اور **اُمّ الالسنہ** جس کے لئے پارسیوں نے اپنی جگہ اور عبرانی والوں نے اپنی جگہ اور آریہ قوم نے اپنی جگہ دعوے کئے کہ انہیں کی وہ زبان ہے وہ **عربی مبین** ہے اور دوسرے تمام دعوے دار غلطی پر اور خطا پر ہیں۔ اگرچہ ہم نے اس رائے کو سرسری طور پر ظاہر نہیں کیا بلکہ اپنی جگہ پُوری تحقیقات کر لی ہے اور ہزار ہا الفاظ سنسکرت وغیرہ کا مقابلہ کر کے اور ہر یک لغت کے ماہروں کی کتابوں سے سن کر اور خوب عمیق نظر ڈال کر اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ زبان عربی کے سامنے سنسکرت وغیرہ زبانوں میں کچھ بھی خوبی نہیں پائی جاتی بلکہ عربی کے الفاظ کے مقابل پر ان زبانوں کے الفاظ لنگڑوں، لولوں، اندھوں، بہروں، مبروصوں، مجذوموں کے

مشابہ ہیں جو فطری نظام کو بکلی کھو بیٹھے ہیں۔ اور کافی ذخیرہ مفردات کا جو کامل زبان کے لئے شرط ضروری ہے اپنے ساتھ نہیں رکھتے۔ لیکن اگر ہم کسی آریہ صاحب یا کسی پادری صاحب کی رائے میں غلطی پر ہیں اور ہماری یہ تحقیقات ان کی رائے میں اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ ہم ان زبانوں سے ناواقف ہیں۔ تو اول ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ جس طرز سے ہم نے اس بحث کا فیصلہ کیا ہے اس میں کچھ ضروری نہ تھا کہ ہم سنسکرت وغیرہ زبانوں کے املاء انشاء سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ ہمیں صرف سنسکرت وغیرہ کے مفردات کی ضرورت تھی سو ہم نے کافی ذخیرہ مفردات کا جمع کر لیا ہے اور پنڈتوں اور یورپ کے زبانوں کے ماہروں کی ایک جماعت سے ان مفردات کے معنوں کی بھی جہاں تک ممکن تھا تنقیح کر لی اور انگریز محققوں کی کتابوں کو بھی بخوبی غور سے سن لیا۔ اور ان باتوں کو مباحثات میں ڈال کر بخوبی صاف کر لیا۔ اور پھر سنسکرت وغیرہ زبان دانوں سے مکرر شہادت لے لی جس سے یقین ہو گیا کہ درحقیقت وید ک سنسکرت وغیرہ زبانیں ان خوبیوں سے عاری اور بے بہرہ ہیں جو عربی زبان میں ثابت ہوئیں۔

پھر دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کسی آریہ صاحب یا کسی اور مخالف کو یہ تحقیقات ہماری منظور نہیں تو ان کو ہم بذریعہ اس اشتہار کے اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے زبان عربی کی **فضیلت** اور کمال اور فوق الالسنہ ہونے کے دلائل اپنی اس کتاب میں مبسوط طور پر لکھ دیئے ہیں جو بہ تفصیل ذیل ہیں۔

﴿۳۴﴾

(۱) عربی کے مفردات کا نظام کامل ہے۔

(۲) عربی اعلیٰ درجہ کی علمی وجوہ تسمیہ پر مشتمل ہے جو فوق العادت ہیں۔

(۳) عربی کا سلسلہ اطراد مواد اتم و اکمل ہے۔

(۴) عربی کی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔

(۵) عربی زبان انسانی ضمائر کا پورا نقشہ کھینچنے کے لئے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔

اب ہر یک کو اختیار ہے کہ ہماری کتاب کے چھپنے کے بعد اگر ممکن ہو تو یہ کمالات سنسکرت یا کسی اور زبان میں ثابت کرے یا اس اشتہار کے پہنچنے کے بعد ہمیں اپنے منشاء سے اطلاع دے کہ وہ کیونکر اور کس طور سے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہے۔ یا اگر اس کو ان فضائل میں کچھ کلام ہے یا سنسکرت وغیرہ کی بھی کوئی ذاتی خوبیاں بتلانا چاہتا ہے تو بے شک پیش کر دیوے ہم غور سے اس کی بات کو سنیں گے۔ مگر چونکہ اکثر وہمی مزاج اس قسم کے بھی ہر یک قوم میں پائے جاتے ہیں کہ یہ خدشہ ان کے دل میں باقی رہ جاتا ہے کہ شاید سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسے چھپے ہوئے کمالات ہوں جو انہیں لوگوں کو معلوم ہوں جو ان زبانوں کی کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے ہیں اس لئے ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچ ہزا۵۰۰۰ر روپیہ کا انعامی اشتہار بھی شائع کر دیا ہے اور یہ پانچ ہزار روپیہ صرف کہنے کی بات نہیں بلکہ کسی آریہ صاحب یا کسی اور صاحب کی درخواست کے آنے پر پہلے ہی ایسی جگہ جمع کرا دیا جائے گا جس میں وہ آریہ صاحب یا اور صاحب بخوبی مطمئن ہوں اور سمجھ لیں کہ فتح یابی کی حالت میں بغیر حرج کے وہ روپیہ ان کو وصول ہو جائے گا۔ مگر یاد رہے کہ روپیہ جمع کرانے کی اس وقت درخواست آنی چاہئے جبکہ تحقیق السنہ کی کتاب چھپ کر شائع ہو جاوے اور جمع کرانے والے کو اس امر کے بارے میں ایک تحریری اقرار دینا ہوگا کہ اگر وہ پانچ ہزار روپیہ جمع کرانے کے بعد مقابلہ سے گریز کر جائے یا اپنی لاف وگزاف کو انجام تک

پہنچا نہ سکے تو وہ تمام حرجہ ادا کرے گا جو ایک تجارتی روپیہ کے لئے کسی مدت تک بندر ہنے کی حالت میں ضروری الوقوع ہے۔

والسّلام علٰی من اتّبع الھُدٰی

المشتہر

غلام احمد قادیانی

۱۵ جون ۱۸۹۵ء

☆☆☆

﴿۱﴾

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ

ہدایت

چونکہ اس زمانہ میں طرح طرح کے غلط خیالات ہر ایک قوم میں ایسے طور سے پھیل گئے ہیں کہ ان کے بد اثر ان سادہ دلوں کو موت تک پہنچاتے جاتے ہیں جن میں دینی فلسفہ کی تصویر کامل طور پر موجود نہیں یا ایسی سطحی طور پر کھینچی گئی ہے جس کو سوفسطائی توہمات جلد مٹا سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے محض زمانہ کی موجودہ حالت پر رحم کر کے اس **ماہواری** رسالہ میں ان باتوں کو شائع کرنا چاہا جن میں ان آفات کا کافی علاج ہو اور جو راہ راست کے جاننے اور سمجھنے اور شناخت کرنے کا ذریعہ ہوں اور جن سے وہ سچا فلسفہ معلوم ہو جو دلوں کو تسلی دیتا اور روح کو سکینت اور آرام بخشتا اور ایمان کو عرفان کے رنگ میں لے آتا ہے اور چونکہ اس تالیف سے مقصود یہی ہے

کہ کلام الٰہی کے معارف اور حقائق لوگوں کو معلوم ہوں۔ اس لئے اس رسالہ میں ہمیشہ کے لئے یہ التزام کیا گیا ہے کہ کوئی دعویٰ اور دلیل اپنی طرف سے نہ ہو بلکہ قرآن کریم کی طرف سے ہو جو خدا تعالیٰ کا کلام اور اس دنیا کی تاریکیوں کے مٹانے کے لئے آیا ہے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ قرآن شریف میں ہی ایک اعجازی خاصیت ہے کہ وہ اپنے **دعوے اور دلیل** کو آپ ہی بیان کرتا ہے اور یہی ایک اول نشانی اس کی **منجانب اللہ** ہونے کی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا ثبوت ہر ایک پہلو سے آپ دیتا ہے اور آپ ہی دعویٰ کرتا اور آپ ہی اس دعویٰ کے دلائل پیش کرتا ہے اور ہم نے قرآن کی اس **اعجازی** خاصیت کو اس رسالہ میں اس لئے شائع کرنا چاہا کہ تا اس تقریب سے وہ تمام مذاہب بھی جانچے جائیں جن کے پابند اسلام کے مقابل پر ایسی کتابوں کی تعریف کر رہے ہیں جن میں یہ طاقت ہرگز نہیں کہ وہ اپنے دعوے کو دلیل کے ساتھ ثابت کر سکیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ الٰہی کتاب کی پہلی **نشانی** علمی طاقت ہے اور یہ امر ممکن ہی نہیں کہ ایک کتاب فی الحقیقت **الہامی کتاب** ہو کر کسی سچائی کے بیان میں جو عقائد دینیہ کی ضروریات میں سے ہے قاصر ہو یا ایک انسانی کتاب کے مقابل پر تاریکی اور نقصان کے گڑھے میں گری ہوئی ہو۔ بلکہ الٰہی کتاب کی اول نشانی تو یہی ہے کہ جس نبوت اور عقیدہ کی اس نے بنیاد ڈالی ہے اس کو معقولی طور پر ثابت بھی کرتی ہو کیونکہ اگر وہ اپنے دعاوی کو ثابت نہیں کرتی بلکہ انسان کو گرداب حیرت میں ڈالتی ہے تو ایسی کتاب کو منوانا اکراہ اور جبر میں داخل ہوگا۔ اور یہ بات نہایت صاف اور سریع الفہم ہے کہ وہ کتاب جو حقیقت میں کتاب الٰہی ہے وہ انسانوں کی طبیعتوں پر کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالتی اور ایسے

﴿۲﴾

امور مخالف عقل پیش نہیں کرتی جن کا قبول کرنا اکراہ اور جبر میں داخل ہو کیونکہ کوئی عقل صحیح تجویز نہیں کرسکتی جو دین میں اکراہ اور جبر جائز ہو اس واسطے اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[1]۔ جب ہم انصاف کے ساتھ سوچتے ہیں کہ الٰہی کتاب کیسی ہونی چاہیے تو ہمارا نور قلب بڑے زور سے شہادت دیتا ہے کہ الٰہی کتاب کے چہرہ کا حقیقی حلیہ یہی ہے کہ وہ اپنی روشنی سے علمی اور عملی طریقوں میں حق الیقین کا آپ راہ دکھاتی ہو اور پوری بصیرت بخش کر اسی جہان میں بہشتی زندگی کا نمونہ قائم کر دیتی ہو کیونکہ الٰہی کتاب کا **زندہ معجزہ** صرف یہی ہے کہ وہ علم اور حکمت اور فلسفہ حقّہ کی معلم ہو اور جہاں تک ایک سوچنے والے کے لئے روحانی حقائق کے سلسلہ کا پتہ لگ سکتا ہو وہ تمام حقائق اس میں موجود ہوں اور صرف مدعی نہ ہو بلکہ اپنے ہر یک دعویٰ کو ایسے طور سے ثابت کرے کہ پوری تسلی بخش دیوے اور جس تعمق اور امعان کے ساتھ اس پر نظر ڈالی جاوے صاف دکھائی دے کہ فی الواقعہ وہ ایسا ہی معجزہ اپنے اندر رکھتی ہے کہ دینی امور میں انسانی بصیرتوں کو ترقی دینے کے لئے اعلیٰ درجہ کی مددگار اور اپنے کاروبار کی آپ ہی وکیل ہے۔

بالآخر میں اپنے ہر ایک مخالف کو مخاطب کر کے علانیہ طور پر متنبہ کرتا ہوں کہ اگر وہ فی الواقع اپنی کتابوں کو منجانب اللہ سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ اس ذات کامل سے صادر ہیں جو اپنی پاک کتاب کو اس شرمندگی اور ندامت کا نشانہ بنانا نہیں چاہتا کہ اس کی کتاب صرف بے ہودہ اور بے اصل دعووں کا مجموعہ ٹھہرے جن کے ساتھ کوئی ثبوت نہ ہو تو اس موقعہ پر ہمارے دلائل کے مقابل پر وہ بھی دلائل پیش کرتے رہیں کیونکہ بالمقابل

[1] البقرۃ:۲۵۷

باتوں کو دیکھ کر جلد حق سمجھ آجاتا ہے اور دونوں کتابوں کا موازنہ ہو کر ضعیف اور قوی اور ناقص اور کامل کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے لیکن یاد رکھیں کہ آپ ہی وکیل نہ بن بیٹھیں بلکہ ہماری طرح دعویٰ اور دلیل اپنی کتاب میں سے پیش کریں اور مباحثہ کے نظام کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ بات بھی لازم پکڑیں کہ جس دلیل سے اب ہم شروع کرتے ہیں اسی دلیل کا وجود اپنے بالمقابل رسالہ میں اپنی کتاب میں سے نکال کر دکھلاویں۔ علیٰ ھٰذا القیاس ہمارے ہر یک نمبر ﴿۳﴾ کے نکلنے کے مقابل اسی دلیل کو اپنی کتاب کی حمایت میں پیش کریں جو ہم نے اس نمبر میں پیش کی ہو۔ اس انتظام سے بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا کہ ان کتابوں میں سے کونسی کتاب **اپنی** سچائی کو آپ ثابت کرتی ہے اور معارف کا لا انتہا **سمندر** اپنے اندر رکھتی ہے۔ اب ہم خدا تعالیٰ سے توفیق پا کر اول نمبر کو شروع کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی سچائی کی فتح کر اور باطل کو ذلیل اور مغلوب کر کے دکھلا **وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔** اٰمین

بُرہانِ اوّل

قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

قرآن شریف نے بہت زور شور سے اس دعویٰ کو پیش کیا ہے کہ وہ

خدا کا کلام ہے اور حضرت سیدنا ومولانا **محمّد صلی اللہ علیہ وسلم** اس کے سچے نبی اور رسول ہیں جن پر وہ پاک کلام اترا ہے چنانچہ یہ دعویٰ آیات مندرجہ ذیل میں بخوبی مصرح ومندرج ہے۔

(آل عمران ۱،۲) الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ[1]۔ یعنی وہی اللہ ہے۔ اس کا کوئی ثانی نہیں اسی سے ہر ایک کی زندگی اور بقا ہے۔ اس نے حق اور ضرورت حقّہ کے ساتھ تیرے پر کتاب اتاری اور پھر فرمایا يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ[2]۔ **الجزو نمبر ۵ سورۃ النساء** ۔ یعنی اے لوگو حق اور ضرورت حقّہ کے ساتھ تمہارے پاس یہ نبی آیا ہے اور پھر فرمایا وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ[3]۔ **الجزو نمبر ۱۵** یعنی ضرورت حقّہ کے ساتھ ہم نے اس کلام کو اتارا ہے اور ضرورت حقّہ کے ساتھ اترا ہے۔ اور پھر فرمایا يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا[4]۔ **الجزو نمبر ۶ سورۃ النساء** ۔ اے لوگو تمہارے پاس یہ یقینی برہان پہنچی ہے اور ایک کھلا نور تمہاری طرف ہم نے اتارا ہے۔ اور پھر فرمایا قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا[5]۔ **الجزو نمبر ۹** یعنی لوگوں کو کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف پیغمبر ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرمایا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ[6]۔ **الجزو نمبر ۲۶** یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور وہی حق ہے خدا ان کے گناہ دور کرے گا اور ان کے حال چال کو درست کر دے گا۔ ﴿۴﴾

ایسا ہی صدہا آیات اور ہیں جن میں نہایت صفائی سے یہ دعویٰ کیا گیا

[1] آل عمران:۲تا۴ [2] النسآء:۱۷۱ [3] بنی اسرآئیل:۱۰۶ [4] النسآء:۱۷۵ [5] الاعراف:۱۵۹ [6] محمد:۳

ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام اور حضرت **محمد مصطفٰی** صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے نبی ہیں لیکن ہم بالفعل اسی قدر لکھنا مناسب و کافی دیکھتے ہیں مگر ساتھ ہی اپنے مخالفوں کو یاد دلاتے ہیں کہ جس شد و مد سے قرآن شریف میں یہ دعویٰ موجود ہے کسی اور کتاب میں ہرگز موجود نہیں۔ ہم نہایت مشتاق ہیں اگر **آریہ** اپنے ویدوں میں اتنا بھی ثابت کر دیں کہ ان کے ہر چہار ویدوں نے الٰہی کلام ہونے کا دعویٰ کیا اور بتصریح بتلایا کہ فلاں فلاں شخص پر فلاں زمانہ میں وہ اترے ہیں۔ کتاب اللہ کے ثبوت کے لئے پہلا ضروری امر یہی ہے کہ وہ کتاب اپنے منجانب اللہ ہونے کی مدعی بھی ہو کیونکہ جو کتاب اپنے منجانب اللہ ہونے کی طرف آپ کوئی اشارہ نہیں کرتی اس کو خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ایک بے جا مداخلت ہے۔

اب **دوسرا امر** قابل تذکرہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں صرف دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ اس دعویٰ کو نہایت **مضبوط** اور **قوی دلیلوں** کے ساتھ ثابت بھی کر دیا ہے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ وار اُن تمام دلائل کو لکھیں گے اور ان میں سے پہلی دلیل ہم اسی مضمون میں تحریر کرتے ہیں تا حق کے طالب اول اسی دلیل میں دوسری کتابوں کا قرآن کے ساتھ مقابلہ کریں اور نیز ہم ہر یک مخالف کو بھی بلاتے ہیں کہ اگر یہ طریق ثبوت جس کا ایک کتاب میں پایا جانا اس کی سچائی پر بدیہی دلیل ہے ان کی کتابوں اور نبیوں کی نسبت بھی پایا جاتا ہے تو وہ ضرور اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے پیش کریں ورنہ ان کو اقرار کرنا پڑے گا کہ ان کی کتابیں اس اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے عاری اور بے نصیب ہیں اور ہم نہایت یقین اور وثوق سے کہتے ہیں

کہ یہ طریق ثبوت ان کے مذہب میں ہرگز پایا نہیں جاتا۔ پس اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہماری غلطی ثابت کریں اور وہ پہلی دلیل جو قرآن شریف نے اپنے منجانب اللہ ہونے پر پیش کی ہے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ عقل سلیم ایک سچی کتاب اور ایک **سچے** اور **منجانب اللہ** رسول کے ماننے کے لئے اس بات کو نہایت بزرگ دلیل ٹھہراتی ہے کہ ان کا ظہور ایک ایسے وقت میں ہو جبکہ زمانہ تاریکی میں پڑا ہو۔ اور لوگوں نے توحید کی جگہ شرک اور پاکیزگی کی جگہ فسق اور انصاف کی جگہ ظلم اور علم کی جگہ جہل اختیار کر لیا ہو اور **ایک مصلح** کی اشد حاجت ہو اور پھر ایسے وقت میں وہ رسول دنیا سے رخصت ہو جبکہ وہ اصلاح کا کام عمدہ طور سے کر چکا ہو اور جب تک اس نے اصلاح نہ کی ہو **دشمنوں** سے **محفوظ** رکھا گیا ہو اور نوکروں کی طرح حکم سے آیا ہو اور حکم سے واپس گیا ہو۔ غرض کہ وہ ایسے وقت میں ظاہر ہو جبکہ وہ وقت بزبان حال پکار پکار کر کہہ رہا ہو کہ ایک آسمانی مصلح اور کتاب کا آنا ضروری ہے اور پھر ایسے وقت میں الہامی پیشگوئی کے ذریعہ سے واپس بلایا جاوے کہ جب اصلاح کے پودہ کو مستحکم کر چکا ہو اور ایک **عظیم الشان** انقلاب ظہور میں آ چکا ہو۔ اب ہم اس بات کو بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ یہ دلیل جس طرح قرآن اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہایت **روشن چہرہ** کے ساتھ جلوہ نما ہوئی ہے کسی اور نبی اور کتاب کے حق میں ہرگز ظاہر نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ تھا کہ میں **تمام** قوموں کے لئے آیا ہوں سو قرآن شریف نے تمام قوموں کو ملزم کیا ہے کہ وہ طرح طرح کے شرک اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ [1] یعنی دریا بھی بگڑ گئے اور جنگل بھی بگڑ گئے۔ اور پھر فرماتا ہے لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ نَذِيرًا [2] یعنی ہم نے تجھے بھیجا تا کہ دنیا کی تمام قوموں

﴿۵﴾

[1] الروم:۴۲ [2] الفرقان:۲

کو ڈراوے یعنی ان کو متنبہ کرے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی بدکاریوں اور عقیدوں کی وجہ سے سخت گنہگار ٹھہری ہیں۔

یاد رہے کہ جو اس آیت میں نذیر کا لفظ دنیا کے تمام فرقوں کے مقابل پر استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی گنہگاروں اور بدکاروں کو ڈرانا ہے اسی لفظ سے یقینی سمجھا جاتا ہے کہ **قرآن** کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام دنیا بگڑ گئی اور ہر ایک نے سچائی اور نیک بختی کا طریق چھوڑ دیا کیونکہ **انذار** کا محل فاسق اور مشرک اور بدکار ہی ہیں اور انذار اور ڈرانا مجرموں کی ہی تنبیہہ کے لئے ہوتا ہے نہ نیک بختوں کے لئے۔ اس بات کو ہر یک جانتا ہے کہ ہمیشہ سرکشوں اور بے ایمانوں کو ہی ڈرایا جاتا ہے اور سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ نبی نیکوں کے لئے **بشیر** ہوتے ہیں اور بدوں کے لئے **نذیر**۔ پھر جبکہ ایک نبی تمام دنیا کے لئے نذیر ہوا تو ماننا پڑا کہ تمام دنیا کو نبی کی وحی نے بداعمالیوں میں مبتلا قرار دیا ہے اور یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ نہ توریت نے موسیٰ کی نسبت کیا اور نہ انجیل نے **عیسیٰ** علیہ السلام کے زمانہ کی نسبت بلکہ صرف قرآن شریف نے کیا اور پھر فرمایا کہ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ [1] یعنی تم اس نبی کے آنے سے پہلے دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر پہنچ چکے تھے اور عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی متنبہ کیا کہ تم نے اپنے **دجل** سے خدا کی کتابوں کو بدل دیا اور تم ہر یک شرارت اور بدکاری میں تمام قوموں کے پیشرو ہو اور بُت پرستوں کو بھی جابجا ملزم کیا کہ تم پتھروں اور انسانوں اور ستاروں اور عناصر کی پرستش کرتے ہو اور خالق حقیقی کو بھول گئے ہو اور تم یتیموں کا مال کھاتے اور بچوں☆ کو قتل کرتے اور شرکاء پر ظلم کرتے ہو اور ہر یک بات

﴿۶﴾

☆ **حاشیہ**: جیسا کہ فرماتا ہے يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ [2] یعنی مشرک اپنی لڑکی کو (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] آل عمران: ۱۰۴ [2] النحل: ۶۰

میں حد اعتدال سے گذر گئے ہو اور فرمایا اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا[1] یعنی یہ بات تمہیں معلوم رہے کہ زمین سب کی سب مرگئی تھی۔ اب خدا نئے سرے اس کو زندہ کرتا ہے۔ غرض تمام دنیا کو قرآن نے شرک اور فسق اور بت پرستی کے الزام سے ملزم کیا جو اُمّ الخبائث ہیں اور عیسائیوں اور یہودیوں کو دنیا کی تمام بدکاریوں کی جڑ ٹھہرایا اور ہریک قسم کی بدکاریاں ان کی بیان کر دیں اور ایک ایسا نقشہ کھینچ کر زمانہ موجودہ کا اعمال نامہ دکھلا دیا کہ جب سے دنیا کی بناء پڑی ہے بجز نوح کے زمانہ کے اور کوئی زمانہ اس زمانہ سے مشابہ نظر نہیں آتا اور ہم نے اس جگہ جس قدر آیات لکھ دی ہیں وہ اتمام حجت کے لئے اول درجہ پر کام دیتی ہیں۔ لہٰذا ہم نے طول کے خوف سے تمام آیات کو نہیں لکھا۔ ناظرین کو چاہیئے کہ قرآن شریف کو غور سے پڑھیں تا انہیں معلوم ہو کہ کس شدّ ومدّ اور کس قدر مؤثر کلام سے جا بجا قرآن شریف بیان کر رہا ہے کہ تمام دنیا بگڑ گئی۔ تمام زمین مرگئی اور لوگ دوزخ کے گڑھے کے قریب پہنچ گئے اور کیسے بار بار کہتا ہے کہ تمام دنیا کو ڈرا کہ وہ خطرناک حالت میں پڑے ہیں۔ یقیناً قرآن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرک اور فسق اور بت پرستی اور طرح طرح کے گناہوں میں سڑ گئی اور بدکاریوں

بقیہ حاشیہ: زندہ در گور کرتا ہے اور فرماتا ہے وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ[2] یعنی قیامت کو زندہ در گور لڑکیوں سے سوال ہوگا کہ وہ کس گناہ سے قتل کی گئیں یہ اشارہ ملک کی موجودہ حالت کی طرف کیا کہ ایسے ایسے بُرے کام ہو رہے ہیں اسی کی طرف عرب کے ایک پرانے شاعر ابن الاعرابی نے اشارہ کیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے

ما لقی المؤود من ظلم اُمّہ کما لقیت ذھل جمیعا و عامرٗ

یعنی زندہ درگور لڑکی پر اس کی ماں کی طرف سے وہ ظلم نہیں ہوتا جیسا کہ ذہل اور عامر پر ہوا۔ منہ

[1] الحدید:۱۸ [2] التکویر:۹،۱۰

کے عمیق کنوئیں میں ڈوب گئی ہیں۔ یہ بات سچ ہے کہ انجیل میں بھی کسی قدر یہودیوں کی بدچلنیوں کا ذکر ہے لیکن مسیح نے کہیں یہ ذکر تو نہیں کیا کہ جس قدر دنیا کے صفحہ میں لوگ موجود ہیں جن کو عالمین کے نام سے نامزد کر سکتے ہیں وہ بگڑ گئے مر گئے اور دنیا شرک اور بدکاریوں سے بھر گئی اور نہ رسالت کا عام دعویٰ کیا۔ پس ظاہر ہے کہ یہودی ایک تھوڑی سی قوم تھی جو مسیح کی مخاطب تھی بلکہ وہی تھی جو مسیح کی نظر کے سامنے اور چند دیہات کے باشندے تھے۔ لیکن قرآن کریم نے تو تمام زمین کے مر جانے کا ذکر کیا ہے اور تمام قوموں کی بری حالت کو وہ بتلاتا ہے اور صاف بتلاتا ہے کہ زمین ہر قسم کے گناہ سے مر گئی☆ یہودی تو نبیوں کی اولاد اور **توریت** کو اپنے اقرار سے مانتے تھے گو عمل سے **قاصر** تھے لیکن **قرآن** کے زمانہ میں علاوہ فسق اور فجور کے عقائد میں بھی فتور ہو گیا تھا۔ ہزارہا لوگ **دہریہ** تھے۔ ہزارہا وحی اور الہام سے **منکر** تھے اور ہر قسم کی بدکاریاں زمین پر پھیل گئی تھیں اور دنیا میں اعتقادی اور عملی خرابیوں کا ایک سخت طوفان برپا تھا۔ ماسوا اس کے مسیح نے اپنی چھوٹی سی قوم یہودیوں کی بدچلنی کا کچھ ذکر تو کیا جس سے البتہ یہ خیال پیدا ہوا کہ اس وقت یہود کی ایک خاص قوم کو ایک مصلح کی ضرورت تھی مگر جس دلیل کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **منجانب اللہ** ہونے کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فساد عام کے وقت میں آنا اور کامل اصلاح کے بعد واپس

﴿۷﴾

☆**نوٹ**: اگر کوئی کہے کہ فساد اور بدعقیدگی اور بداعمالیوں میں یہ زمانہ بھی تو کم نہیں پھر اس میں کوئی نبی کیوں نہیں آیا۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ توحید اور راست روی سے بالکل خالی ہو گیا تھا اور اس زمانہ میں چالیس کروڑ لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے والے موجود ہیں اور اس زمانہ کو بھی خدا تعالیٰ نے مجدد کے بھیجنے سے محروم نہیں رکھا۔ منہ

بلائے جانا اور ان دونوں پہلوؤں کا قرآن کا آپ پیش کرنا اور آپ دنیا کو اس کی طرف توجہ دلانا یہ ایک ایسا امر ہے کہ انجیل تو کیا بجز قرآن شریف کسی پہلی کتاب میں بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن شریف نے آپ یہ دلائل پیش کئے ہیں اور آپ فرما دیا ہے کہ اس کی سچائی ان دو پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتی ہے۔ یعنی ایک تو وہی جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایسے زمانہ میں ظہور فرمایا جبکہ زمانہ میں عام طور پر طرح طرح کی بدکاریاں بداعتقادیاں پھیل گئی تھیں اور دنیا حق اور حقیقت اور توحید اور پاکیزگی سے بہت دور جا پڑی تھی اور قرآن شریف کے اس قول کی اس وقت تصدیق ہوتی ہے۔ جبکہ ہریک قوم کی تاریخ اس زمانہ کے متعلق پڑھی جائے۔ کیونکہ ہریک قوم کے اقرار سے یہ عام شہادت پیدا ہوتی ہے کہ درحقیقت وہ ایسا پُرظلمت زمانہ تھا کہ ہریک قوم مخلوق پرستی کی طرف جھک گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ جب قرآن نے تمام قوموں کو گمراہ اور بدکار قرار دیا تو کوئی اپنا بری ہونا ثابت نہ کرسکا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے زور سے اہل کتاب کی بدیوں اور تمام دنیا کے ﴿۸﴾ مرجانے کا ذکر کرتا ہے اور فرماتا ہے وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ [۱] (سورۃ الحدید جزو نمبر ۲۷ رکوع ۱۷) یعنی مومنوں کو چاہیئے کہ اہل کتاب کی چال وچلن سے پرہیز کریں ان کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پس ان پر ایک زمانہ گذر گیا سو ان کے دل سخت ہوگئے اور اکثر ان میں سے فاسق اور بدکار ہی ہیں۔ یہ بات بھی جانو کہ زمین مرگئی تھی اور اب خدا نئے سرے سے زمین کو زندہ کر رہا ہے یہ **قرآن کی ضرورت اور سچائی کے نشان ہیں** جو اس لئے بیان کئے گئے تا کہ تم نشانوں کو

[۱] الحدید: ۱۷، ۱۸

دریافت کرلو۔

اب سوچ کر دیکھو کہ یہ دلیل جو تمہارے سامنے پیش کی گئی ہے یہ ہم نے اپنے ذہن سے ایجاد نہیں کی۔ بلکہ قرآن شریف آپ ہی اس کو پیش کرتا ہے اور دلیل کے دونوں حصے بیان کر کے پھر آپ ہی فرماتا ہے قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔[۱] یعنی اس رسول اور اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر یہ بھی ایک نشان ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا تا تم سوچو اور سمجھو اور حقیقت تک پہنچ جاؤ۔☆

☆حاشیہ قرآن شریف نے جس قدر اپنے نزول کے زمانہ میں ان عیسائیوں وغیرہ کی بدچلنیاں بیان کی ہیں جو اس وقت موجود تھے۔ان تمام قوموں نے خود اپنے منہ سے اقرار کرلیا تھا بلکہ بار بار اقرار کرتے تھے کہ وہ ضرور ان بدچلنیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور عرب کی تاریخ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ آباء واجداد کے جن کو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے خاص فضل وکرم سے شرک اور دوسری بلاؤں سے بچائے رکھا باقی تمام لوگ عیسائیوں کے بدنمونہ کو دیکھ کر اور ان کی چال وچلن کی بدتاثیر سے متاثر ہوکر انواع اقسام کے قابل شرم گناہوں اور بدچلنیوں میں مبتلا ہوگئے تھے اور جس قدر بدچلنی اور بداعمالی عربوں میں آئی وہ درحقیقت عربوں کی ذاتی فطرت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ایک نہایت ناپاک اور بدچلن قوم ان میں آباد ہوگئی جو ایک جھوٹے منصوبہ کفارہ پر بھروسہ کر کے ہر یک گناہ کو شیر مادر کی طرح سمجھتی تھی اور مخلوق پرستی اور شراب خواری اور ہر یک قسم کی بدکاری کو بڑے زور کے ساتھ دنیا میں پھیلا رہی تھی اور اول درجہ کی کذّاب اور دغاباز اور بدسرشت تھی۔ بظاہر یہ فرق کرنا مشکل ہے کہ کیا اس زمانہ میں فسق وفجور اور ہر یک قسم کی بدچلنی میں یہودی بڑھے ہوئے تھے یا عیسائی نمبر اول پر تھے۔مگر ذرہ غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ درحقیقت عیسائی ہی ہر ایک بدکاری اور بدچلنی اور مشرکانہ عادات

﴿۹﴾

[۱] الحدید:۱۸

﴿۹﴾ **دوسرا** پہلو اس دلیل کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ایسے وقت میں

بقیہ حاشیہ: میں پیش دست تھے۔ کیونکہ یہودی لوگ متواتر ذلتوں اور کوفتوں سے کمزور ہو چکے تھے اور وہ شرارتیں جو ایک سفلہ آدمی اپنی طاقت اور دولت اور عروج قومی کو دیکھ کر کر سکتا ہے یا وہ بدچلنیاں جو کثرت دولت اور روپیہ پر موقوف ہیں۔ ایسے نالائق کاموں کا یہودیوں کو کم موقعہ ملتا تھا مگر عیسائیوں کا ستارہ ترقی پر تھا اور نئی دولت اور نئی حکومت ہر وقت انگشت دے رہی تھی کہ وہ تمام لوازمات ان میں پائے جائیں جو بدی کے مؤیدات پیدا ہونے سے قدرتی طور پر ہمیشہ پائی جاتی ہیں۔ پس یہی سبب ہے کہ اس زمانہ میں عیسائیوں کی بدچلنی اور ہر یک قسم کی بدکاری سب سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی اور یہ بات یہاں تک ایک مشہور واقع ہے کہ **پادری فنڈل** باوجود اپنے سخت تعصب کے اس کو چھپا نہیں سکا اور مجبور ہو کر اس زمانہ کے عیسائیوں کی بدچلنیوں کا میزان الحق میں اس کو اقرار کرنا ہی پڑا۔ مگر دوسرے انگریز مؤرخوں نے تو بڑی بسط سے ان کی بدچلنیوں کا مفصل حال لکھا ہے چنانچہ ان میں سے ایک **ڈیون پورٹ** صاحب کی کتاب ہے جو ترجمہ ہو کر اس ملک میں شائع ہو گئی ہے۔ غرض یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ کے عیسائی اپنی نئی دولت اور حکومت اور کفارہ کی زہرناک تحریک سے تمام بدچلنیوں میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ ہر یک نے اپنی فطرت اور طبیعت کے موافق جدا جدا بے اعتدالی اور معصیت کی راہیں اختیار کر رکھی تھیں اور ان کی دلیریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائی سے بالکل نومید ہو چکے تھے اور ایک چھپے ہوئے دہریہ تھے اور ان کی روحانیت کی اس وجہ سے بہت ہی بیخ کنی ہوئی کہ دنیا کے دروازے ان پر کھولے گئے اور انجیل کی تعلیم میں شراب کی کوئی ممانعت نہیں تھی۔ قمار بازی سے کوئی روک نہ تھی پس یہی تمام زہریں مل کر ان کا ستیاناس کر گئیں۔ صندوقوں میں دولت تھی ہاتھ میں حکومت تھی۔ شرابیں☆

☆**نوٹ:** شراب بنانا حضرت عیسیٰؑ کا ایک معجزہ شمار کیا گیا ہے بلکہ شراب پینا عیسائی مذہب کی جزو اعظم ہے جیسا کہ عشاء ربّانی میں ہے۔ منہ ﴿۱۰﴾

دنیا سے اپنے مولیٰ کی طرف بلائے گئے جبکہ وہ اپنے کام کو پورے طور پر انجام دے چکے اور یہ امر قرآن شریف سے بخوبی ثابت ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ﴿۱۰﴾ ﴿۱۱﴾

بقیہ حاشیہ: خود ایجاد کرلیں۔ پھر کیا تھا۔ اُمّ الخبائث کی تحریکوں سے سارے برے کام کرنے پڑے۔ یہ باتیں ہم نے اپنی فطرت سے نہیں کہیں۔ خود بڑے بڑے مؤرخ انگریزوں نے اس کی شہادتیں دی ہیں۔ اور اب بھی دے رہے ہیں بزرگ **پادری باس ورتھ** اور **فاضل قسیس ٹیلر** نے حال ہی کے زمانہ میں کس صفائی سے انہیں باتوں پر لیکچر دیئے ہیں اور کس زور سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ عیسائی مذہب کی قدیم بدچلنیوں نے اس کو ہلاک کر دیا ہے چنانچہ قوم کے فخر پادری باس ورتھ صاحب اپنے لیکچر میں بآواز بلند بیان کرتے ہیں کہ عیسائی قوم ﴿۱۰﴾ کے ساتھ **تین لعنتیں** لازم ملزوم ہو رہی ہیں جو اس کو ترقی سے روکتی ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ زنا کاری۔ شراب خواری۔ قمار بازی۔ غرض اس زمانہ میں سب سے زیادہ یہ عیسائیوں کا ہی حق تھا کہ وہ بدکاریوں کے میدانوں میں سب سے پہلے رہیں۔ کیونکہ دنیا میں انسان صرف تین وجہ سے گناہ سے رک سکتا ہے (۱) یہ کہ خدا تعالیٰ کا خوف ہو (۲) یہ کہ کثرت مال جو بدمعاشیوں کا ذریعہ ہے اس کی بلا سے بچے (۳) یہ کہ ضعیف اور عاجز ہو کر زندگی بسر کرے حکومت کا زور پیدا نہ ہو۔ مگر عیسائیوں کو ان تینوں روکوں سے فراغت ہو چکی تھی اور کفارہ کے مسئلہ نے گناہ پر دلیر کر دیا تھا اور دولت اور حکومت ظلم کرنے کے لئے معین ہو گئے تھے۔ پس چونکہ دنیا کی راحتیں اور نعمتیں اور دولتیں ان پر بہت وسیع ہو گئی تھیں اور ایک زبردست سلطنت کے وہ مالک بھی ہو گئے تھے اور پہلے اس سے ایک مدت تک فقر و فاقہ اور تکالیف شاقہ میں مبتلا رہ چکے تھے اس لئے دولت اور حکومت کو پا کر عجیب طوفان فسق و فجور ان میں ظاہر ہوا اور جس طرح پُر زور سیلاب آنے کے وقت بند ٹوٹ جاتا ہے اور پھر بند ٹوٹنے سے تمام اردگرد کھیتوں اور آبادی کی شامت آ جاتی ہے اسی طرح ان دنوں میں وقوع میں آیا کہ جب عیسائیوں کو تمام اسباب شہوت رانی کے میسر آ گئے۔ اور دولت اور قوت اور بادشاہت میں تمام دنیا کے طاقتوروں

﴿۱۲﴾

ہے اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا [۱]

بقیہ حاشیہ: سے اول نمبر پر ہو گئے۔ تو جیسے ایک سفلہ آدمی فقر و فاقہ کا مارا ہوا دولت اور حکومت پا کر اپنے لچھن دکھلاتا ہے وہ سارے لچھن ان لوگوں نے دکھلائے اول وحشیوں اور سخت ظالموں کی طرح وہ خونریزیاں کیں اور ناحق بے موجب کئی لاکھ انسانوں کو قتل کیا اور وہ بے رحمیاں دکھلائیں جن سے بدن کانپ اٹھتا ہے اور پھر امن اور آزادی پا کر دن رات شراب خواری، زنا کاری، قمار بازی میں شغل رکھنے لگے۔ چونکہ ان کی بدبختی سے کفارہ کی تعلیم نے پہلے ہی ان کو بدکاریوں پر دلیر کر دیا تھا اور صرف ستر بی بی از بے چادری کا مصداق تھی۔ اب جو کچھی بھی ان کے گھر میں آ گئی تو پھر کیا تھا ہر یک بدکاری پر ایسے ٹوٹ پڑے جیسے ایک زوردار سیلاب اپنے چلنے کی ایک کھلی کھلی راہ پا کر زور سے چلتا ہے اور ملک پر ایسا بداثر ڈالا کہ غافل اور نادان عرب بھی انہیں کے بداثر سے پیسے گئے وہ تو اُمّی اور ناخواندہ تھے۔ جب انہوں نے اپنے اردگرد عیسائیوں کی بداعمالیوں کا طوفان پایا تو اس سے متاثر ہو گئے۔ یہ بات بڑی تحقیق سے ثابت ہوئی ہے کہ عربوں میں قمار بازی اور شراب خواری اور بدکاری عیسائیوں کے خزانہ سے آئی تھی **اخطل عیسائی** جو اس زمانہ میں ایک بڑا شاعر گذرا ہے۔ جس کا دیوان بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور حال میں **بیروت** میں ایک عیسائی گروہ نے بڑے اہتمام اور خوبصورتی سے وہ دیوان چھاپ کر جابجا شائع کیا ہے چنانچہ اس ملک میں بھی آ گیا ہے اس دیوان میں کئی ایک شعر اس کی یادگار ہیں۔ جو اس کی اور اس وقت کے عیسائیوں کی اندرونی حالت کا نقشہ ظاہر کر رہے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے

﴿۱۱﴾

"بان الشباب و ربما علّلته

بالغانیات وبالشراب الاصھب"

یعنی جوانی مجھ سے جدا ہو گئی اور میں نے اس کے روکنے کے لئے کئی مرتبہ اور بہت دفعہ یہ حیلہ کیا ہے کہ خوبصورت عورتوں اور سرخ شراب کے ساتھ اپنا شغل رکھا ہے۔

[۱] المآئدۃ:۴

﴿۱۳﴾

یعنی آج میں نے قرآن شریف کے اتارنے اور تکمیلؔ نفوس سے تمہارا دین تمہارے

بقیہ حاشیہ: اب اس شعر سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص باوجود پیرانہ سالی اور عیسائیوں کا ایک بزرگ فاضل کہلانے کے پھر بھی زنا کاری کی ایک خراب حالت میں مبتلا رہا اور زیادہ قابل شرم بات یہ کہ بڈھا ہوکر بھی بدکاری سے باز نہ آیا اور نہ صرف اسی پر بس کرتا تھا بلکہ شراب پینے کا بھی نہایت درجہ عادی تھا۔ اخطل کی لائف پر اطلاع رکھنے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ وہ اس زمانہ کی عیسائی قوم میں بہت ہی معزز اور علم اور فضیلت کی رو سے گویا ان میں صرف ایک ہی تھا اور اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اس خیال کو جو کفارہ کے مسئلہ سے اس کو ملا تھا شاعرانہ لباس میں ادا کرتا بلکہ وہ پادریوں کا بھی منصب رکھتا تھا۔ اور جن گرجاؤں کا اس نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ ان میں ایک پیشرو پادری کی حیثیت سے بلا ناغہ جاتا تھا اور سب لوگ اسی کے نقش قدم پر چلتے تھے کیا اس زمانہ کے تمام عیسائیوں میں سے اس کے یگانہ روزگار ہونےؔ میں یہ کافی دلیل نہیں کہ کروڑہا عیسائیوں اور پادریوں میں سے صرف وہی اس زمانہ کا ایک آدمی ہے جس کی یادگار تیرہ سو برس میں اس زمانہ میں پائی گئی غرض عیسائیوں میں سے صرف ایک اخطل ہی ہے جو پرانے عیسائیوں کے چال چلن کا نمونہ بطور یادگار چھوڑ گیا۔ اور نہ صرف اپنا ہی نمونہ بلکہ اس نے گواہی دے دی کہ اس وقت کے تمام عیسائیوں کا یہی حال تھا اور درحقیقت وہی چال چلن بطور سلسلہ تعامل کے اب تک یورپ میں چلا آتا ہے عیسائی مذہب کا پایہ تخت ملک کنعان تھا اور یورپ میں اسی ملک سے یہ مذہب پہنچا اور ساتھ ہی ان تمام خرابیوں کا تحفہ بھی ملا۔ غرض اخطل کا دیوان نہایت قدر کے لائق ہے جس نے اس وقت کے عیسائی چال چلن کا تمام پردہ کھول دیا اور تاریخ پتہ نہیں دے سکتی کہ اس زمانہ کے عیسائیوں میں سے کوئی اور بھی ایسا ہے جس کی کوئی تالیف عیسائیوں کے ہاتھ میں ہو۔ ہمیں اخطل کی **سوانح** پر نظر ڈالنے کے بعد ماننا پڑتا ہے کہ وہ انجیل سے بھی خوب واقف تھا

﴿۱۲﴾

﴿۱۴﴾ لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا

بقیہ حاشیہ: کیونکہ اس نے اس وقت کے تمام عیسائیوں اور پادریوں سے خصوصیت کے ساتھ وہ علمیت اور قابلیت دکھلائی کہ اس وقت کے عیسائیوں اور پادریوں میں سے کوئی بھی دکھلا نہ سکا۔ بہرحال ہمیں ماننا ہی پڑا کہ وہ اس وقت کے عیسائیوں کا ایک **منتخب نمونہ** ہے۔ مگر ابھی آپ سن چکے ہیں کہ وہ اس بات کا اپنے منہ سے اقراری ہے کہ میں خوبصورت عورتوں اور عمدہ شراب کے ساتھ پیرانہ سالی کے ملال کو دفع کرتا ہوں۔ اور اس وقت کے شعراء کا بھی یہی محاورہ تھا کہ وہ اپنی بدکاریوں کو انہیں الفاظ سے ادا کرتے تھے اور وہ لوگ حال کے نادان شاعروں کی طرح صرف فرضی خیالات کی بندش نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی زندگی کے واقعات کا نقشہ کھینچ کر دکھلا دیتے تھے اسی وجہ سے ان کے دیوان محققوں کی نظر میں نکمے نہیں سمجھے گئے۔ بلکہ تاریخی کتب کا ان کو پورا مرتبہ دیا گیا ہے اور وہ پرانے زمانہ کے رسوم اور عادات اور جذبات اور خیالات کو کامل طور پر ظاہر کرتے ہیں اسی واسطے اہل اسلام نے جو علم دوست ہیں ان کے قصائد اور دیوانوں کو ضائع نہیں کیا تا کہ ہر زمانہ کے لوگ بچشم خود معلوم کرسکیں کہ اسلام سے پہلے عرب کا کیا حال تھا اور پھر اسلام کے بعد قادر خدا نے کس تقویٰ اور طہارت سے ان کو رنگین کر دیا۔ اگر **اخطل** اور دیوان حماسہ اور **سبعہ معلقہ** اور **اغانی** کے ﴿۱۳﴾ وہ اشعار جو جاہلیت کے شعرا کے صاحب اغانی نے لکھے ہیں اور جو **لسان العرب** اور **صحاح جوہری** وغیرہ پرانی کتابوں میں موجود ہیں نظر کے سامنے رکھے جائیں اور پھر ان کے مقابل پر اسلام کو دیکھا جائے تو بداہت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تاریک زمانہ میں اسلام اس طرح پر چہرہ نما ہوا کہ جیسے کہ ایک نہایت درجہ کی تاریکی میں یک دفعہ آفتاب نکل آتا ہے۔ اس مقابلہ سے ایک نظارہ قدرت معلوم ہوتا ہے اور دل بول اٹھتا ہے کہ اللہ اکبر کیسی اس وقت قرآن شریف کے نزول کی ضرورت تھی۔ درحقیقت اس قوی دلیل نے تمام مخالفوں کو پاؤں کے نیچے کچل دیا ہے۔ پھر ہم اپنے پہلے مضمون کی طرف عود کر کے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ کوئی نادان **اخطل** کی نسبت

حاصل مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید جس قدر نازل ہونا تھا نازل ہو چکا اور مستعد دلوں

بقیہ حاشیہ: یہ سوال پیش کرے کہ کیوں یہ جائز نہیں کہ **اخطل** اپنی پیرانہ سالی کے زمانہ میں بہت سی خوبصورت عورتیں اپنے نکاح میں لایا ہو تو اس صورت میں زنا کا الزام اس پر کیونکر عائد ہوسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ **اخطل** نے اپنے شعر میں اس مضمون کو ہرگز ظاہر نہیں کیا۔ کہ وہ خوب صورت عورتیں میری بیویاں ہیں بلکہ ایسی طرز پر اپنے کلام کو ظاہر کیا ہے جیسا کہ بدکار اور بدچلن آدمی ہمیشہ ظاہر کیا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس نے خوب صورت عورتوں کے ساتھ عمدہ شراب کو بھی جوڑ دیا ہے کیونکہ شراب بدمعاشی کے لوازم میں سے ہے اور ماسوا اس کے یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ عیسائی مذہب میں صرف ایک جورو تک جائز ہے پھر کیونکر ممکن تھا کہ قوم کے لوگ اپنے مذہب اور رسم کے مخالف اس کو خوبصورت لڑکیاں دے دیتے۔ یہ قبول کیا کہ وہ اپنے علم اور فضل کے رو سے تمام قوم سے بہتر تھا اور جیسا کہ اس زمانہ میں ایک بڑے بھاری بشپ کو اپنی قوم میں ایک عام وجاہت ہوتی ہے۔ یہی وجاہت یا اس سے زیادہ اس کو حاصل تھی اور وہ مقتدا اور پیشوا اور ساری قوم کا برگزیدہ تھا۔ مگر تاہم یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ لوگ عمداً اپنی خوبصورت لڑکیاں قدیم رسم کے مخالف اس کے نکاح میں لائے ہوں اور اس کا یہ شعر بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ صرف زنا کے طور پر یہ ناجائز حرکتیں اس سے صادر ہوتی تھیں۔ تبھی تو شراب کباب کا سلسلہ بھی ساتھ جاری تھا کیا کوئی قبول کرسکتا ہے کہ ایک بڈھا آدمی اور پھر لڑکی والوں کو سوت کا دکھ اور پھر لڑکی پر لڑکی دینا مذہب کے مخالف رسم کے مخالف قومی اتفاق کے مخالف اور پھر لوگ اندھے ہو کر میاں **اخطل** کو اپنی خوبصورت لڑکیاں دیتے جائیں اور دو تین خم شراب کے بھی ساتھ لے آویں۔ بے شک اس خیال محال کو تو کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔ اصل بات تو وہی ہے جو ہم لکھ چکے جس کی نظیریں اب بھی یورپ میں نہ صدہا نہ ہزار ہا بلکہ لاکھوں موجود ہیں۔ یورپ کے سفر میں سمندر سے پار ہوتے ہی یہ نظارہ جا بجا نظر آ جائے گا۔ ماسوا اس کے **اخطل** کا صرف یہی شعر نہیں

﴿۱۴﴾

﴿۱۵﴾ میں نہایت عجیب اور حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک

بقیہ حاشیہ: بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دیوان اخطل میں ایک اور شعر ہے جو اس وقت ہم وہ بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:

"ان من یدخل الکنیسة یومًا
یلقٰی فیھا جاٰذر و ظباء"

ترجمہ اس شعر کا یہ ہے کہ اگر ہمارے گرجا میں کسی دن کوئی جائے تو بہت سے گوزن بچے اور ہرن اس میں پائے گا۔ یعنی بہت سی خوبصورت اور جوان اور باجمال اور چست عورتوں کو دیکھ کر حظ اٹھائے گا۔ یعنی گویا اس میں میاں اخطل لوگوں کو رغبت دیتے ہیں کہ ضرور گرجا میں جانا چاہئے اور یہ لطف اٹھانا چاہئے۔

اب اس شعر سے دو باتیں نکلتی ہیں۔ اول یہ کہا اخطل نے اپنی قوم کے لئے کوئی گرجا بھی بنایا ہوا تھا جس میں وہ ایک پادری کی حیثیت سے جایا کرتا تھا اور بظاہر انجیل اپنے ہاتھ میں لے کر لوگوں کی لڑکیوں اور بہوؤں کو تاڑا کرتا تھا اور انہیں سے ناجائز تعلقات کر رکھے تھے۔ دوسری یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ ان ناجائز تعلقات کو قوم کچھ بھی بُرا نہیں مانتی تھی اور ایسے نظر باز کو گرجا سے نہیں نکالتی تھی اور پادری کے منصب سے علیحدہ نہیں کرتی تھی حالانکہ ان کو کم سے کم یہ تو خبر تھی کہ یہ شخص ناپاک دل ہے اور ناپاک حرکات کا دل میں قصد رکھتا ہے کیونکہ اس کے گندے شعر جو یارانہ اور آشنائی پر دلالت کرتے تھے قوم سے مخفی نہیں تھے پس اس سے بڑھ کر اس بات پر اور کیا دلیل ہوگی کہ وہ ساری قوم ہی فسق و فجور میں مبتلا تھی اور ان کے گرجے طوائف کی کوٹھیوں کی طرح تھے اور ان مردوں عورتوں کے جمع ہونے کے لئے جو بدوضع اور ناپاک خیال تھے گرجوں سے بہتر اور کوئی مکان نہ تھا۔ یعنی وہ گرجوں ہی میں اپنے نفسانی جذبات کے پورا کرنے کے لئے موقعہ پاتے تھے۔ اور اخطل صرف اپنے ہی نفسانی جذبات میں مبتلا نہیں تھا بلکہ وہ عیسائیوں کی کسی عورت یا لڑکی کو بھی پاک دامن نہیں سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس کے دیوان اخطل میں جس کے ساتھ عیسائی محققوں نے اس کی لائف بھی شائع کی ہے۔ اس کی سوانح میں یہ درج کیا ہے ﴿۱۵﴾

پہنچا دیا اور اپنی نعمت کو ان پر پورا کر دیا اور یہی دو رکن ضروری ہیں جو ایک ﴿۱۶﴾

بقیہ حاشیہ: کہ وہ اسی عورتوں کے معاملہ میں ایک مرتبہ کنیسہ دمشق میں قید بھی کیا گیا اور یہ الزام لگایا گیا کہ وہ عیسائی عورتوں کی پاک دامنی کا قائل نہیں ہے چنانچہ ایک شریف اور معزز مسلمان کی فرمائش سے دمشق کے قسیس نے اس کو رہا کر دیا لیکن اخطل نے تادم مرگ اپنی رائے کو ہرگز تبدیل نہیں کیا چنانچہ عیسائی عورتوں کی نسبت اس کے اشعار اب تک زبان زدخلائق ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۹ میں اخطل کی لائف میں لکھا ہے کہ وہ اپنے اشعار میں شراب کی بہت تعریف کرتا تھا اور شراب کے فوائد پر وہ خوب مطلع اور تجربہ کار تھا۔ پھر اس کی لائف میں صفحہ ۳۳۷ میں لکھا ہے کہ اخطل ایک پکا عیسائی تھا اور اپنے دین پر مضبوط پنجہ مارا ہوا تھا اور گرجا کے وصایا کو خوب یاد رکھا ہوا تھا اور صلیب کو اپنے سینہ پر ہر وقت لٹکائے رکھتا تھا اسی لئے اس کا نام لوگوں میں ذوالصلیب مشہور تھا۔ پھر اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلطان عبدالملک بن مروان نے جس کے دربار میں یہ ملازم بھی تھا اس کو کہا کہ تو مسلمان ہو جا تو اس نے جواب دیا کہ ’’اگر شراب پینا میرے لئے حلال کر دو اور رمضان کے روزے بھی مجھے معاف ہو جائیں تو میں مسلمان ہونے کیلئے تیار ہوں۔‘‘ دیکھو ابھی کہا تھا کہ یہ پکا عیسائی اور ذوالصلیب اس کا نام ہے۔ اور اب یہ بھی لکھ دیا کہ یہ شخص ایک شراب کے پیالے پر عیسائی مذہب کو فروخت کرنے کے لئے تیار تھا۔ غرض اس کی لائف میں یہی لکھا ہے کہ یہ ایک شراب خوار آدمی تھا اور اس بات کا اس کو اپنے شعروں میں خود اقرار ہے کہ یہ بیگانہ عورتوں سے بالکل پرہیز نہیں کر سکتا تھا اور نیز یہ بھی اقرار ہے کہ اس زمانہ کے عیسائی مردوں اور عورتوں کا عموماً چال چلن اچھا نہیں تھا اور ایک خفیہ بدکاری ان میں جاری تھی۔ ہاں اس میں ایک بڑی دلیری یہ تھی کہ یہ بڑی جرأت کے ساتھ عیسائیوں کے فسق و فجور کو ظاہر کرتا اور ان کے گرجاؤں کو بدکاری کی جگہ بتلاتا تھا اور اپنی بدچلنی کو بھی نہیں چھپاتا تھا۔ چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۷ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک نے اس سے دریافت کیا کہ تجھے شراب پینے سے کیا حاصل ہے

نبی کے آنے کی علّت غائی ہوتے ہیں۔ اب دیکھو یہ آیت کس زور شور سے بتلا رہی

﴿۱۶﴾ **بقیہ حاشیہ:** تو اس نے فی الفور یہ دوشعر پڑھ کر سنا دیئے۔

اذا ما ندیمی علّنی ثم علّنی ثلٰث زجاجات لهن هدیر'

جعلت اجرّ الذیل منّی کانّنی علیک امیر المؤمنین امیر'

یعنی جب میرے ساقی نے تین ایسی بوتلوں کی مجھے شراب پلائی جن کے شراب نکالنے کے وقت ایک خوش آواز تھی تو میں مستی سے ایسا دامن کشاں چلنے لگا کہ گویا تیرے پر یا امیر المومنین میں امیر ہوں۔ غرض چونکہ اکابر اسلام نے مسلمان ہونے کے لئے کبھی کسی پر جبر نہیں کیا اس لئے بجز تبلیغ کے اور کچھ بھی اس پر رنجش ظاہر نہ کی گئی اور وہ مروانی ملوک کے دربار میں ہزار ہا روپیہ کا انعام پاتا رہا اور وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی پیدا ہوا تھا اور ہر چہار خلیفہ رضی اللہ عنہم کا اس نے زمانہ پایا تھا اور بلاد شام میں رہتا تھا اور خوب بڈھا ہو کر فوت ہوا۔ اس نے یہ نہایت عمدہ کام کیا کہ اپنے اشعار میں عیسائی چال چلن کا نقشہ کھینچ کر دکھلا دیا ہے اور نہایت صاف گواہی دے دی کہ اس وقت کے عیسائی لوگ نہایت مکروہ بدچلنیوں میں گرفتار تھے اور شراب خوری اور ہر قسم کی بدکاری ان پر غالب آ گئی تھی اور چونکہ عیسائی مذہب کا اصل مبدء اور منبع بلاد شام ہی ہے جن بلاد کا وہ متوطن تھا اور جن کا نقشہ کھینچ کر اس نے پیش کیا ہے اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ کفارہ کا مسئلہ کس قدر جھوٹا اور نابکار فریب ہے جس کا ابتدائے زمانہ میں ہی یہ اثر ثابت ہوا کہ عیسائی لوگ ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ **اخطل** کا زمانہ حضرت مسیح کے زمانہ سے کچھ بہت دور نہیں تھا صرف چھ ۶۰۰ سو برس گذرے تھے مگر **اخطل** کی گواہی اور اس کے اپنے اقرار سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت کے عیسائی اپنی بدچلنیوں کی رو سے بت پرستوں سے بھی زیادہ گرے ہوئے تھے پس جبکہ تازہ تازہ زمانہ میں کفارہ نے یہ اثر کیا تو وہ لوگ سخت بے وقوف ہیں کہ اب انیسویں صدی میں اس آزمودہ کفارہ سے کوئی بہتری کی امید رکھتے ہیں۔ اس زمانہ کی عیسائیت کی چال و چلن کے متعلق ایک وہ بھی قصیدہ ہے جو **سبعہ معلقہ**

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام کو

بقیہ حاشیہ: کے چوتھے معلقہ میں عمرو بن کلثوم تغلبی کی طرف سے درج ہے۔ یہ بات کسی تاریخ دان پر پوشیدہ نہیں کہ **بنی تغلب** عیسائی تھے اور وہی تمام عرب میں سب سے بڑھ کر فسق و فجور اور ظلم اور زیادتی میں شمار کئے گئے تھے چنانچہ یہ قصیدہ بنی تغلب کے چال چلن پر پورا گواہ ہے کہ کیونکر وہ اول درجہ کے خونی اور جنگجو اور کینہ دار اور فاسق اور شراب خوار اور شہوات نفسانیہ کے پورا کرنے کے لئے بے جا خرچ کرنے والے اور اپنے فسق و فجور پر کھلا کھلا ناز کرنے والے تھے اور ہم اس جگہ صرف دو شعر تغلبی مذکور کے بطور نمونہ کے لکھتے ہیں اور یہ سبعہ معلقہ کے قصیدہ خامسہ میں موجود ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے اور وہ یہ ہیں

﴿۱۷﴾

الا حُبّی بصحنک فاصحبینا و لا تُبقی خُمور الاندرینا

و کاسٍ قد شربت ببعلبک و اُخرٰی فی دمشقٍ و قاصرینا

یعنی اے میری معشوقہ (یہ اس کی معشوقہ درحقیقت اس کی والدہ ہی تھی) شراب کا پیالہ لے کر اٹھ اور قصبہ ''اندرین'' میں جس قدر شرابیں بنائی جاتی ہیں وہ سب مجھے پلا دے اور ایسا کر کہ شراب کے ذخیروں میں کچھ بھی باقی نہ رہ جائے پھر کہتا ہے کہ میں نے مقام بعلبک میں بہت شراب پی ہے اور پھر اسی قدر میں نے دمشق میں بھی پی اور ایسا ہی مقام قاصرین میں بھی پیتا رہا۔ سچ ہے کہ عیسائیوں کو بجز شراب پینے کے اور کیا کام تھے یہی تو وہ دین کی جزو اعظم ہے جو عشاء ربّانی میں بھی داخل ہے۔ لیکن عجیب تر یہ ہے کہ یہ عیسائی اپنی حقیقی والدہ پر عاشق ہو گیا۔ اور ناظرین کو معلوم رہے کہ اندرین بلاد شام میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ جس میں حضرات عیسائی ہر قسم کی شراب بناتے تھے اور پھر ان شرابوں کو دور دور کے ملکوں میں لے جاتے تھے اور ان کے مذہب میں شراب پینا صرف جائز ہی نہیں تھا بلکہ ہندوؤں کے بام مارگی فرقہ کی طرح مذہب کی بھاری جُزو تھی جس کے بغیر کوئی عیسائی نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے قدیم سے عیسائیوں کو شراب کے ساتھ بہت کچھ تعلقات رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی انواع اقسام کی شرابوں کے موجد عیسائی لوگ ہی ہیں۔ یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ عرب کے ملک میں بھی عیسائی لوگ ہی شراب لے گئے اور ملک کو تباہ کر دیا۔ معلوم ہوتا

﴿۱۹﴾ تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا☆ اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ

بقیہ حاشیہ: ہے کہ بت پرستی کے خیال کو بھی عیسیٰ پرستی کے خیال نے ہی قوت دی اور عیسائیوں کی ریس سے وہ لوگ بھی مخلوق پرستی پر زیادہ جم گئے۔ یاد رہے کہ عرب کے جنگلی لوگ شراب کو جانتے بھی نہیں تھے کہ کس بلا کا نام ہے مگر جب حضرات عیسائی وہاں پہنچے اور انہوں نے بعض نومریدوں کو بھی تحفہ دیا۔ تب تو یہ خراب عادت دیکھا دیکھی عام طور پر پھیل گئی اور نماز کے پانچ وقتوں کی طرح شراب کے پانچ وقت مقرر ہوگئے۔ یعنی جاشریہ[۱] صبح قبل طلوع آفتاب کی شراب ہے۔ صبوح[۲] جو بعد طلوع کے شراب پی جاتی ہے۔ غبوق[۳] جو ظہر اور عصر کی شراب کا نام ہے۔ قیل[۴] جو دوپہر کی شراب کا نام ہے۔ فحم[۵] جو رات کی شراب کا نام ہے۔ اسلام نے ظہور فرما کر یہ تبدیلی کی۔ جو ان پانچ وقتوں کے شرابوں کی جگہ پانچ نمازیں مقرر کر دیں اور ہر یک بدی کی جگہ نیکی رکھ دی اور مخلوق پرستی کی جگہ خدا تعالیٰ کا نام سکھا دیا۔ اس پاک تبدیلی سے انکار کرنا کسی سخت بدذات کا کام ہے نہ کسی سعید انسان کا کیا کوئی مذہب ایسی بزرگ تبدیلی کا نمونہ پیش کر سکتا ہے ہرگز نہیں اور اس وقت ہم عیسائیوں کے اقراری اشعار میں سے اسی پر کفایت کرتے ہیں۔ لیکن اگر کسی نے چوں چرا کیا تو کئی سو اسی طور کے شعر ان کی نذر کیا جائے گا مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ اس موقعہ پر کوئی بھی نہیں بولے گا۔ کیونکہ ایسے ہزارہا شعر جو جرائم ورزی کے اقرار پر مشتمل ہیں کیونکر چھپ سکتے ہیں۔ ﴿۱۸﴾

اب کوئی پادری ٹھاکر داس صاحب سے جنہوں نے عدم ضرورت قرآن پر ناحق بے جا تعصب سے یاوہ گوئی کی ہے پوچھے کہ کیا اب بھی ضرورت قرآن کے بارے میں آپ کو اطلاع ہوئی یا نہیں یا کیا ہم نے ثابت نہیں کر دیا کہ قرآن اس وقت نازل ہوا کہ جب تمام عیسائی جذامیوں کی طرح گل سڑ گئے

﴿۱۹﴾ ☆ **حاشیہ:** خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کو مخاطب کیا کہ میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور آیت کو اس طور سے نہ فرمایا کہ اے نبی آج میں نے قرآن کو کامل کر دیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ تا ظاہر ہو کہ صرف قرآن کی تکمیل نہیں ہوئی بلکہ ان کی بھی تکمیل ہوگئی کہ جن کو قرآن پہنچایا گیا اور رسالت کی علّت غائی کمال تک پہنچ گئی۔ منہ

ہونے کی ہے جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

بقیہ حاشیہ: تھے اور ان کی محبت سے دوسرے لوگ بھی تباہ ہو گئے تھے۔ حقیقی ضرورت اس کا نام ہے۔ یا وہ جو انجیل کے لئے پیش کی جاتی ہے مسیح کی جان گئی اور عیسائی پہلے سے بھی بدتر ہو گئے اگر ٹھاکرداس صاحب چاہیں تو ہم دس ہزار تک ایسے شعر پیش کر سکتے ہیں جن میں مخالفین نے اپنے جرائم ورزی کا اقرار کیا ہے۔ اب بھی بعض بعض جرائم میں عیسائی سب سے اول نمبر پر ہیں۔ اس اُمّ الخبائث شراب کی نسبت ہی دیکھئے کہ صرف ایک شہر لنڈن میں شراب کی اس قدر دکانیں ہیں کہ حساب کیا گیا کہ اگر ان کو ایک لائن میں لگائیں تو ۷۵ میل میں آئیں۔ زانیہ عورتوں کی انگلستان میں اس قدر کثرت ہے کہ خاص لنڈن میں ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہوں گی اور جو خفیہ طور پر پاک دامن لیڈیوں کی بہادری سے ولد الحرام پیدا ہوتے ہیں بعض نے حساب کیا ہے کہ وہ فیصدی ۷۵ ہیں۔ قمار بازی کا وہ زور شور ہے کہ خدا کی پناہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے دلوں سے عظمت الٰہی بالکل اٹھ گئی ہے۔ انسان کو خدا بنا چھوڑا ہے۔ بدیوں کو نیکی سمجھ لیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مسیح کی خودکشی کے خیال نے ان کو ہلاک کر دیا اور جس قدر توریت کے احکام بدکاریوں سے بچنے کے متعلق اور نیک راہوں پر چلنے کے تھے کفارہ نے سب سے فراغت کر دی۔ اسلام سے اس قدر دشمنی ان لوگوں کو ہے جس قدر شیطان کو دشمنی سچائی سے ہے کوئی ان میں سے غور نہیں کرتا کہ اسلام نے کون سی نئی بات پیش کی جو قابل اعتراض ہے۔ موسیٰ نے کئی لاکھ بے گناہ بچے مار ڈالے کوئی عیسائی نہیں کہتا کہ برا کام کیا۔ لیکن ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر تلوار اٹھائی جنہوں نے پہلے تلوار اٹھائی۔ اور ان کو مارا جو پہلے بہت سے مسلمانوں کو مار چکے تھے مگر پھر بھی آپ نہیں بلکہ اس وقت جب کہ انہوں نے خود تعاقب کیا اور خود چڑھائی کی نہ بچوں کو مارا نہ بوڑھوں کو بلکہ جو مجرم ہو چکے تھے انہیں کو سزا دی گئی۔ یہ سزا عیسائیوں کو بہت بری معلوم ہوتی ہے۔ جا بجا یہی سیاپا کرتے ہیں کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ مارے بغض کے ان کے دل سیاہ ہو گئے۔ غضب کی بات ہے کہ عاجز انسان کو خدا کہہ کر ان کا بدن نہیں کانپتا کچھ بھی باز پُرس کے دن کا ان کو خوف نہیں آتا۔ اگر حضرت مسیح ایک دن

پہلے کسی صادق نبی نے بھی اس اعلیٰ شان کے کمال کا **نمونہ نہیں دکھلایا** کہ ایک طرف کتاب اللہ بھی آرام اور امن کے ساتھ پوری ہو جائے۔ اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو اور بایں ہمہ کفر کو ہر یک پہلو سے **شکست** اور اسلام کو ہر یک پہلو سے **فتح** ہو۔

اور پھر دوسری جگہ فرمایا کہ ☆ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ

بقیہ حاشیہ: کے لئے زندہ ہو کر آ جائیں اور کہا جائے کہ دیکھو یہ تمہارا خدا۔ ان سے ذرہ مصافحہ تو کیجئے تو شرم میں غرق ہو جائیں۔ کمبخت مخلوق پرستوں نے عاجز بندوں کے مرنے کے بعد کیا کیا ان کو بنا ڈالا حیا نہیں۔ خدا تعالیٰ کا خوف نہیں یہ بھی نہیں سوچتے کہ مسیح نے پہلے نبیوں سے بڑھ کر کیا دکھلایا۔ خدائی کی مد میں کون سے کام کئے۔ کیا یہ کام خدائی کے تھے کہ ساری رات آنکھوں میں سے رو رو کر نکالی پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی۔ ایلی ایلی کہتے جان دی۔ باپ کو کچھ بھی رحم نہ آیا۔ اکثر پیشین گویاں پوری نہ ہوئیں معجزات پر تالاب نے دھبہ لگایا۔ فقیہوں نے پکڑا اور خوب پکڑا اور کچھ پیش نہ گئی۔ ایلیا کی تاویل میں کچھ عمدہ جواب بن نہ پڑا۔ اور پیشگوئی کو اپنے ظاہر الفاظ پر پورا کرنے کے لئے ایلیا کو زندہ کر کے دکھلا نہ سکا اور **لما سبقتنی** کہہ کر بصد حسرت اس عالم کو چھوڑا ایسے خدا سے تو ہندوؤں کا خدا رام چندر ہی اچھا رہا جس نے جیتے جی راون سے اپنا بدلہ لے لیا اور نہ چھوڑا جب تک اس کو ہلاک نہ کیا اور اس کے شہر کو جلا نہ دیا۔ ہاں کفارہ کا ڈھکوسلہ پیچھے سے بنایا گیا۔ مگر دیکھنا چاہئے کہ اس سے فائدہ کیا ہوا عیسائیوں پر تو اور بھی گناہ کا بھوت سوار ہو گیا۔ کون سے بدی ہے جس سے وہ رک گئے۔ کون سی ناپاکی ہے جس میں وہ گرفتار نہ ہوئے افسوس کہ خودکشی یوں ہی بر باد گئی۔ منہ

☆ **حاشیہ:** اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہایت درجہ کا یہ جوش تھا کہ میں اپنی زندگی میں اسلام کا زمین پر پھیلنا دیکھ لوں اور یہ بات بہت ہی ناگوار تھی کہ حق کو زمین پر قائم کرنے سے پہلے سفر آخرت پیش آوے سو خدا تعالیٰ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دیتا

فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا [۱] یعنی جبکہ آنے والی مدد اور فتح آ گئی جس کا وعدہ دیا گیا تھا اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ پس خدا کی حمد اور تسبیح کر یعنی یہ کہہ کہ یہ جو ہوا وہ مجھ سے نہیں بلکہ اس کے فضل اور کرم اور تائید سے ہے اور الوداعی استغفار کر کیونکہ وہ رحمت کے ساتھ بہت ہی رجوع کرنے والا ہے۔ استغفار کی تعلیم جو نبیوں کو دی جاتی ہے اس کو عام لوگوں کے گناہ میں داخل کرنا عین حماقت ہے۔ بلکہ دوسرے لفظوں میں یہ لفظ اپنی نیستی اور تذلّل اور کمزوری کا اقرار اور مدد طلب کرنے کا متواضعانہ طریق ہے چونکہ اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے کہ جس کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے وہ پورا ہو گیا یعنی یہ کہ ہزار ہا لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف بھی اشارہ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک برس کے اندر فوت ہو گئے پس ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نزول سے جیسا کہ خوش ہوئے تھے غمگین بھی ہوں کیونکہ باغ تو لگایا گیا مگر ہمیشہ کی آب پاشی کا کیا انتظام ہوا سو خدا تعالیٰ نے اسی غم کے دور کرنے کے لئے استغفار کا حکم دیا۔ کیونکہ لغت میں ایسے ڈھانکنے کو کہتے ہیں جس سے انسان آفات سے محفوظ رہے۔ اسی وجہ سے **مِغۡفَر** جو خَود کے معنی رکھتا ہے اسی میں سے نکالا گیا ہے اور مغفرت مانگنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ: ہے کہ دیکھ میں نے تیری مراد پوری کر دی اور کم و بیش اس مراد کا ہر یک نبی کو خیال تھا مگر چونکہ اس درجہ کا جوش نہیں تھا اس لئے نہ مسیح کو اور نہ موسیٰؑ کو یہ خوشخبری ملی بلکہ اسی کو ملی جس کے حق میں قرآن میں فرمایا لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ [۲] یعنی کیا تو اس غم سے ہلاک ہو جاوے گا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ منہ

[۱] النصر:۲تا۴ [۲] الشعراء:۴

﴿۲۰﴾

جس بلا کا خوف ہے یا جس گناہ کا اندیشہ ہے خدا تعالیٰ اس بلا یا اس گناہ کو ظاہر ہونے سے روک دے اور ڈھانکے رکھے سو اس استغفار کے ضمن میں یہ وعدہ دیا گیا کہ اس دین کے لئے غم مت کھا۔ خدا تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرے گا اور ہمیشہ رحمت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتا رہے گا اور ان بلاؤں کو روک دے گا جو کسی ضعف کے وقت عائد حال ہو سکتی ہیں۔

اکثر **نادان عیسائی** مغفرت کی سچی حقیقت نہ دریافت کرنے کی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جو شخص مغفرت مانگے وہ فاسق اور گنہ گار ہوتا ہے مگر مغفرت کے لفظ پر خوب غور کرنے کے بعد صاف طور پر سمجھ آ جاتا ہے کہ فاسق اور بدکار وہی ہے جو خدا تعالیٰ سے مغفرت نہیں مانگتا۔ کیونکہ جبکہ ہر یک سچی پاکیزگی اسی کی طرف سے ملتی ہے اور وہی نفسانی جذبات کے طوفان سے محفوظ اور معصوم رکھتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے راستباز بندوں کا ہر یک طرفۃ العین میں یہی کام ہونا چاہیے کہ وہ اس حافظ اور عاصم حقیقی سے مغفرت مانگا کریں۔ اگر ہم جسمانی عالم میں مغفرت کا کوئی نمونہ تلاش کریں۔ تو ہمیں اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں مل سکتی کہ مغفرت اس مضبوط اور ناقابل بند کی طرح ہے جو ایک طوفان اور سیلاب کے روکنے کے لئے بنایا جاتا ہے پس چونکہ تمام زور تمام طاقتیں خدا تعالیٰ کے لئے مسلّم ہیں اور انسان جیسا کہ جسم کے رو سے کمزور ہے روح کے رو سے بھی ناتوان ہے اور اپنے شجرہ پیدائش کے لئے ہر یک وقت اس لازوال ہستی سے آب پاشی چاہتا ہے جس کے فیض کے بغیر یہ جی ہی نہیں سکتا اس لئے استغفار مذکورہ معانی کے رو سے اس کے لازم حال پڑا ہے اور جیسا کہ چاروں طرف درخت اپنی ٹہنیاں چھوڑتا ہے گویا اردگرد کے چشمہ کی طرف اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے کہ اے چشمہ میری

مدد کر اور میری سرسبزی میں کمی نہ ہونے دے اور میرے پھلوں کا وقت ضائع ہونے سے بچا یہی حال راستبازوں کا ہے۔ روحانی سرسبزی کے محفوظ اور سلامت رہنے کے لئے یا اس سرسبزی کی ترقیات کی غرض سے حقیقی زندگی کے چشمہ سے سلامتی کا پانی مانگنا بھی وہ امر ہے جس کو قرآن کریم دوسرے لفظوں میں استغفار کے نام سے موسوم کرتا ہے قرآن شریف کو سوچو اور غور سے پڑھو استغفار کی اعلیٰ حقیقت پاؤ گے اور ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ **مغفرت** لُغت کی رو سے ایسے ڈھانکنے کو کہتے ہیں جس سے کسی آفت سے بچنا مقصود ہے۔ مثلاً پانی درختوں کے حق میں ایک مغفرت کرنے والا عنصر ہے یعنی ان کے عیبوں کو ڈھانکتا ہے۔ یہ بات سوچ لو کہ اگر کسی باغ کو برس دو برس بالکل پانی نہ ملے تو اس کی کیا شکل نکل آئے گی کیا یہ سچ نہیں کہ اس کی خوبصورتی بالکل دور ہو جائے گی اور سرسبزی اور خوشنمائی کا نام ونشان نہیں رہے گا اور وہ وقت پر کبھی پھل نہیں لائے گا اور اندر ہی اندر جل جائے گا۔ اور ﴿۲۱﴾ پھول بھی نہیں آئیں گے بلکہ اس کے سبز سبز اور نرم نرم لہلہاتے ہوئے پتے چند روز ہی میں خشک ہو کر گر جائیں گے اور خشکی غالب ہو کر مجذوم کی طرح آہستہ آہستہ اس کے تمام اعضاء گرنے شروع ہو جائیں گے یہ تمام بلائیں کیوں اس پر نازل ہوں گی؟ اس وجہ سے کہ وہ پانی جو اس کی زندگی کا مدار تھا اس نے اس کو سیراب نہیں کیا اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے

كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ [1]۔ یعنی پاک کلمہ پاک درخت کی مانند ہے پس جیسا کہ کوئی عمدہ اور شریف درخت

[1] ابراھیم:۲۵

بغیر پانی کے نشوونما نہیں کرسکتا۔ اسی طرح راستباز انسان کے **کلمات طیّبہ** جو اس کے منہ سے نکلتے ہیں اپنی پوری سرسبزی دکھلا نہیں سکتے اور نہ نشوونما کر سکتے ہیں جب تک وہ پاک چشمہ ان کی جڑوں کو استغفار کے نالے میں بہہ کر تر نہ کرے سو انسان کی **روحانی** زندگی **استغفار** سے ہے جس کے نالے میں ہو کر حقیقی چشمہ انسانیت کی جڑوں تک پہنچتا ہے اور خشک ہونے اور مرنے سے بچا لیتا ہے۔ جس **مذہب** میں اس **فلسفہ** کا ذکر نہیں وہ **مذہب** خدا تعالیٰ کی طرف سے ہرگز نہیں۔ اور جس شخص نے نبی یا رسول یا راستباز یا پاک فطرت کہلا کر اس چشمہ سے منہ پھیرا ہے۔ وہ ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور ایسا آدمی خدا تعالیٰ سے نہیں **بلکہ شیطان** سے نکلا ہے کیونکہ **شیط** مرنے کو کہتے ہیں پس جس نے اپنے روحانی باغ کو سرسبز کرنے کے لئے اس **حقیقی چشمہ** کو اپنی طرف کھینچنا نہیں چاہا اور استغفار کے نالے کو اس چشمہ سے لبالب نہیں کیا وہ شیطان ہے یعنی مرنے والا ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ کوئی سرسبز درخت بغیر پانی کے زندہ رہ سکے۔ ہریک **متکبر** جو اس زندگی کے چشمہ سے اپنے روحانی درخت کو سرسبز کرنا نہیں چاہتا وہ شیطان ہے اور شیطان کی طرح ہلاک ہوگا۔ کوئی راستباز نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے استغفار کی حقیقت سے منہ پھیرا اور اس حقیقی چشمہ سے سرسبز ہونا نہ چاہا۔ ہاں سب سے زیادہ اس سرسبزی کو ہمارے سید و مولیٰ ختم المرسلین فخر الاولین والآخرین **محمد مصطفٰی** صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا اس لئے خدا نے اس کو اس کے تمام ہم منصبوں سے زیادہ سرسبز اور معطر کیا۔

پھر ہم اپنے پہلے مقصد کی طرف عود کر کے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **نبوت** اور قرآن کریم کی حقّانیت پر اس دلیل سے نہایت اعلیٰ ﴿۲۲﴾

واجلیٰ ثبوت پیدا ہوتا ہے کہ آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے وقت میں دنیا میں بھیجے گئے کہ جب دنیا زبان حال سے ایک عظیم الشان **مصلح** کو مانگ رہی تھی اور پھر نہ مرے اور نہ مارے گئے جب تک کہ راستی کو زمین پر قائم نہ کر دیا☆

☆ **حاشیہ:** اس جگہ بظاہر ایک اعتراض ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک **بُت پرست** کہے کہ گو ہم قبول کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے بت پرستی کا استیصال ہوا لیکن ہم یہ قبول نہیں کرتے کہ بت پرستی بری تھی بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہی راہ راست تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ پس اس سے لازم آیا کہ آپ نے دنیا کی اصلاح نہ کی بلکہ صلاحیت کی راہ کو معدوم کر دیا۔ ایسا ہی اگر ایک **مجوسی** کہے کہ یہ تو میں مانتا ہوں کہ درحقیقت آنحضرتؐ نے آتش پرستی کی رسم کو نابود کر دیا اور آفتاب پرستی کا بھی نام ونشان کھود دیا مگر میں یہ بات نہیں مانوں گا کہ یہ کام اچھا کیا بلکہ وہی سچی راہ تھی جس کو مٹا دیا۔ ایسا ہی اگر ایک **عیسائی** کہے کہ گو میں مانتا ہوں کہ آنحضرتؐ نے عرب سے عیسائی عقیدہ کی بنیاد اکھیڑ دی مگر میں اس بات کو اصلاح کی مد میں داخل نہیں کر سکتا کہ جو عیسیٰ اور اس کی والدہ کی پرستش سے منع کیا گیا اور صلیبوں اور تصویروں کو توڑ دیا گیا یہ کار خیر تھا بلکہ وہی راہ اچھی تھی جس کی مخالفت کی گئی۔ اسی طرح اگر **قمار باز** اور شراب خوار اور زانی اور لڑکیوں کے قتل کرنے والے اور بخیل یا بے جا خرچ کرنے والے اور طرح طرح کے ظلموں اور خیانتوں کو پسند کرنے والے اور چور اور اچکے اور دھاڑوی اپنے اپنے دلائل پیش کریں اور کہیں کہ اگرچہ ہم قبول کرتے اور مانتے ہیں کہ اسلام میں ہمارے فرقوں کا بہت ہی عمدہ تدارک کیا گیا ہے اور ہزارہا چوروں کو سخت سخت سزائیں دے کر اکثر زمین کے حصہ سے ان کا شور وشر مٹا دیا۔ لیکن ہماری دانست میں ان پر ناحق ظلم کیا گیا وہ جان مار کر چوری کرتے اور خود خطرہ میں پڑ کر ڈاکہ مارتے تھے پس ان کا مال اس قدر محنت کے بعد حلال کے ہی حکم میں تھا ناحق ان کو ستایا گیا اور ایک پرانی رسم جو عبادت میں داخل تھی مٹا دی سو ان سب فرقوں کا جواب یہ ہے کہ یوں تو کوئی شخص بھی ان فرقوں میں سے اپنے منہ سے اپنے تئیں قصوروار نہیں ٹھہرائے گا

جب نبوت کے ساتھ ظہور فرما ہوئے تو آتے ہی **اپنی ضرورت دنیا پر ثابت کر دی۔** اور ہر یک قوم کو ان کے شرک اور ناراستی اور مفسدانہ حرکات پر ملزم کیا جیسا کہ قرآن کریم اس سے بھرا ہوا ہے۔ مثلاً اسی آیت کو سوچ کر دیکھو جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿۲۳﴾

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۔[1]

بقیہ حاشیہ: لیکن بعض ان کے بعض پر گواہ ہیں۔ مثلاً ایک شخص رام چندر اور کرشن جی کا پوجا کرنے والا اور اُن کو خدا ٹھہرانے والا اس بات سے تو کبھی باز نہیں آئے گا۔ کہ وہ رام چندر اور کرشن ﴿۲۳﴾ کو انسان محض قرار دے بلکہ بار بار اسی بات پر زور دے گا کہ ان دونوں بزرگوں میں پرم آتما کی جوت تھی اور وہ باوجود انسان ہونے کے خدا بھی تھے اور اپنے اندر ایک جہت مخلوقیت کی رکھتے تھے۔ اور ایک جہت خالقیت کی اور مخلوقیت ان کی حادث تھی اور ایسا ہی مخلوقیت کے عوارض بھی یعنی مرنا اور دکھ اٹھانا یا کھانا پینا سب حادث تھے۔ مگر خالقیت ان کی قدیم ہے اور خالقیت کی صفات بھی قدیم **لیکن** اگر ان کو کہا جائے کہ اے بھلے مانسو اگر یہی بات ہے تو **ابن مریم** کی خدائی کو بھی مان لو اور بے چارے عیسائی جو دن رات یہی سیاپا کر رہے ہیں ان کی بھی تو کچھ خاطر رکھو کہ چون آب از سر گذشت چہ نیزہ چہ بالشت۔ تب وہ حضرت مسیح کی اس قدر بدتہذیبی سے تکذیب کرتے ہیں کہ خدائی تو بھلا کون مانے اس غریب کو نبوت سے بھی جواب دیتے ہیں بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو شری مہاراج برہم مورت رام چندر جی اور کرشن گوپال رودر سے کیا نسبت وہ تو ایک آدمی تھا جس نے پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کیا کہاں شری مہاراج کرشن جی اور کہاں عیسیٰ مریم کا پوتر۔ اور تعجب ہے کہ اگر عیسائیوں کے پاس ان دونوں مہاتما اوتاروں کا ذکر کیا جائے تو وہ بھی ان کی خدائی نہیں مانتے بلکہ بے ادبی سے باتیں کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں خدائی کی پہلے پہل بنا ڈالنے والے یہی دونوں بزرگ ہیں اور چھوٹے چھوٹے خداؤں کے **مورث اعلیٰ** اور ابن مریم وغیرہ تو پیچھے سے نکلے اور ان کی شاخیں ہیں اور عیسائی مسیح کے خدا بنانے میں انہیں لوگوں کے نقش قدم پر چلے ہیں جنہوں نے ان مہاتماؤں کو خدا

[1] **الفرقان:۲**

یعنی وہ بہت ہی برکت والا ہے۔ جس نے قرآن شریف کو اپنے بندہ پر اس غرض سے اتارا کہ تمام جہان کو ڈرانے والا ہو یعنی تا ان کی بدراہی اور بدعقیدگی پر ان کو متنبہ کرے۔ پس یہ آیت بصراحت اس بات پر دلیل ہے کہ قرآن کا یہی دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں تشریف لائے تھے جبکہ تمام دنیا اور تمام قومیں بگڑ چکی تھیں اور مخالف قوموں نے اس دعویٰ کو نہ صرف اپنی خاموشی

بقیہ حاشیہ: بنایا جیسا کہ قرآن کریم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے دیکھو آیت قَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ [۱] الجزو نمبر ۱۰ یعنی یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ سب ان کے منہ کی باتیں ہیں یہ لوگ ان لوگوں کی ریس کرتے ہیں جو ان سے پہلے انسانوں کو خدا بنا کر کافر ہوگئے۔ خدا کے ماروں نے کہاں سے کہاں پلٹا کھایا۔ سو یہ آیت صریح ہندیوں اور یونانیوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور بتلا رہی ہے جو پہلے انسانوں کو انہیں لوگوں نے خدا قرار دیا۔ پھر عیسائیوں کی بدقسمتی سے یہ اصول ان تک پہنچ گئے۔ تب انہوں نے کہا کہ ہم ان قوموں سے کیوں پیچھے رہیں اور ان کی بدبختی سے توریت میں پہلے سے یہ محاورہ تھا کہ انسانوں کو بعض مقامات میں خدا کے بیٹے قرار دیا تھا بلکہ خدا کی بیٹیاں بھی بلکہ بعض گذشتہ لوگوں کو خدا بھی کہا گیا تھا۔ اس عام محاورہ کے لحاظ سے مسیح پر بھی انجیل میں ایسا ہی لفظ بولا گیا پس وہی لفظ نادانوں کے لئے زہر قاتل ہوگیا تمام **بائبل** دوہائی دے رہی ہے کہ یہ لفظ ابن مریم سے کچھ خاص نہیں ہر یک نبی اور راستباز پر بولا گیا ہے بلکہ **یعقوب نخست زادہ** کہلایا ہے مگر بدقسمت انسان جب کسی پیچ میں پھنس جاتا ہے تو پھر اس سے نکل نہیں سکتا پھر عجیب تر یہ کہ جو کچھ مسیح کی خدائی کے لئے قواعد بیان کئے گئے ہیں کہ وہ خدا بھی ہے انسان بھی یہ تمام قواعد کرشن اور رام چندر کے لئے ہندوؤں کی کتابوں میں پہلے سے موجود ہیں اور اس نئی

﴿۲۴﴾

[۱] التوبۃ:۳۰

﴿۲۴﴾

سے بلکہ اپنے اقراروں سے مان لیا ہے پس اس سے ببداہت نتیجہ نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت ایسے وقت میں آئے تھے جس وقت میں ایک سچے اور کامل نبی کو آنا چاہیئے ۔ پھر جب ہم دوسرا پہلو دیکھتے ہیں کہ آنجناب صلعم کس وقت واپس بلائے گئے تو قرآن صاف اور صریح طور پر ہمیں خبر دیتا ہے کہ ایسے وقت میں

بقیہ حاشیہ: تعلیم سے ایسے مطابق پڑے ہیں کہ ہم بجز اس کے اور کوئی بھی رائے ظاہر نہیں کر سکتے کہ یہ تمام ہندوؤں کے عقیدوں کی نقل کی گئی ہے۔ ہندوؤں میں **ترے مورتی** کا بھی عقیدہ تھا جس سے برہما۔ بشن۔ مہادیو کا مجموعہ مراد ہے۔ سو **تثلیث** ایسے عقیدے کا عکس کھینچا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ جو کچھ مسیح کے خدا بنانے کے لئے اور عقلی اعتراضوں سے بچنے کے لئے **عیسائی** لوگ جوڑ توڑ کر رہے ہیں اور مسیح کی انسانیت کو خدائی کے ساتھ ایسے طور سے پیوند دے رہے ہیں جس سے اُن کی غرض یہ ہے کہ کسی طرح عقلی اعتراضوں سے بچ جائیں اور پھر بھی وہ کسی طرح بچ بھی نہیں سکتے اور آخر اسرار الٰہی میں داخل کر کے پیچھا چھوڑاتے ہیں بعینہٖ **یہی نقشہ** ان ہندوؤں کا ہے جو رام چندر اور کرشن کو **ایشر** قرار دیتے ہیں یعنی وہ بھی بعینہٖ وہی باتیں سناتے ہیں جو عیسائی سنایا کرتے ہیں اور جب ہر یک پہلو سے عاجز آجاتے ہیں۔ تب کہتے ہیں کہ یہ ایک **ایشر کا بھید** ہے اور انہیں پر کھلتا ہے جو **جوگ** کماتے اور دنیا کو تیاگتے اور تپسیا کرتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ بھید تو اسی وقت کھل گیا جبکہ ان **جھوٹے خداؤں** نے اپنی خدائی کا کوئی ایسا **نمونہ** نہ دکھلایا جو انسان نے نہ دکھلایا ہو۔ سچ ہے کہ گرنتھوں میں یہ قصے بھرے پڑے ہیں کہ ان **اوتاروں** نے بڑی بڑی شکتی کے کام کئے ہیں مردے جلائے اور پہاڑوں کو سر پر اٹھالیا۔ لیکن اگر ہم ان کہانیوں کو **سچ** مان لیں تو یہ لوگ خود قائل ہیں کہ بعض ایسے لوگوں نے بھی کرشمے دکھلائے جنہوں نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ مثلاً ذرہ سوچ کر دیکھو کہ کیا مسیح کے کام **موسیٰ** کے کاموں سے بڑھ کر تھے بلکہ مسیح کے نشانوں کو تو **تالاب** کے قصہ نے خاک میں ملا دیا کیا آپ لوگ

﴿۲۵﴾

بلانے کا حکم ہوا کہ جب اپنا کام پورا کر چکے تھے یعنی اس وقت کے بعد بلائے گئے جبکہ یہ آیت نازل ہو چکی کہ مسلمانوں کے لئے تعلیم کا مجموعہ کامل ہو گیا اور جو کچھ ضروریات دین میں نازل ہونا تھا وہ سب نازل ہو چکا اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی خبر دی گئی کہ خدا تعالیٰ کی تائیدیں بھی کمال کو پہنچ گئیں اور جوق در جوق

﴿۲۵﴾

بقیہ حاشیہ: معجزہ نما تالاب سے واقف نہیں جو اسی زمانہ میں تھا اور کیا **اسرائیل** میں ایسے نبی نہیں گذرے جن کے بدن کے چھونے سے **مُردے** زندہ ہوئے پھر خدائی کی شیخی مارنے کے لئے کون سے وجوہات ہیں **جائے شرم**!!!

اور اگر چہ ہندوؤں نے اپنے اوتاروں کی نسبت شکتی کے کام بہت لکھے ہیں اور خواہ نخواہ ان کو پرمیشر ثابت کرنا چاہا ہے مگر وہ قصے بھی عیسائیوں کے بیہودہ قصوں سے کچھ کم نہیں ہیں اور اگر فرض بھی کریں کہ کچھ ان میں سے صحیح بھی ہے۔ تب بھی عاجز انسان جو ضعف اور ناتوانی کا خمیر رکھتا ہے۔ پرمیشر نہیں ہو سکتا اور احیاء حقیقی تو خود باطل اور الٰہی کتابوں کے مخالف۔ ہاں اعجازی احیاء جس میں دنیا کی طرف رجوع کرنا اور دنیا میں پھر آباد ہونا نہیں ہوتا۔ ممکن تو ہے مگر خدائی کی دلیل نہیں کیونکہ اس کے مدعی عام ہیں مردوں سے باتیں کرا دینے والے بہت گذرے ہیں مگر یہ طریق **کشف** قبور کے قسم میں سے ہے۔ ہاں ہندوؤں کو عیسائیوں پر ایک فضیلت بے شک ہے۔ اس کے بلا شبہ ہم قائل ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ بندوں کو خدا بنانے میں عیسائیوں کے **پیشرو** ہیں۔ انہیں کے ایجاد کی عیسائیوں نے بھی پیروی کی۔ ہم کسی طرح اس بات کو چھپا نہیں سکتے کہ جو کچھ عیسائیوں نے عقلی اعتراضوں سے بچنے کے لئے باتیں بنائی ہیں یہ باتیں انہوں نے اپنے دماغ سے نہیں نکالیں بلکہ شاستروں اور گرنتھوں میں سے چرائی ہیں یہ تمام **تودہ طوفان** پہلے ہی سے برہمنوں نے **کرشن** اور **رام چندر** کے لئے بنا رکھا تھا جو عیسائیوں کے کام آیا پس یہ خیال بدیہی البطلان ہے کہ شائد ہندوؤں نے عیسائیوں کی کتابوں میں سے

﴿۲۶﴾

لوگ دین اسلام میں داخل ہوگئے۔ اور یہ آیتیں بھی نازل ہوگئیں کہ خدا تعالیٰ نے
ایمان اور تقویٰ کو ان کے دلوں میں لکھ دیا اور فسق اور فجور سے انہیں بیزار کر دیا اور
پاک اور نیک اخلاق سے وہ متّصف ہوگئے اور ایک بھاری تبدیلی ان کے اخلاق

بقیہ حاشیہ: چرایا ہے کیونکہ ان کی یہ تحریریں اس وقت کی ہیں کہ جب حضرت عیسٰی کا وجود بھی دنیا میں نہیں تھا۔ پس ناچار ماننا پڑا کہ چور عیسائی ہی ہیں چنانچہ **پوٹ** صاحب بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ''تثلیث افلاطون کے لئے ایک غلط خیال کی پیروی کا نتیجہ ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ یونان اور ہند اپنے خیالات میں مرایا متقابلہ کے طرح تھے۔ قریب قیاس یہ ہے کہ یہ شرک کے انبار پہلے ہند سے **ویدودیا** کی صورت میں یونان میں گئے۔ پھر وہاں سے نادان عیسائیوں نے چرا چرا کر انجیل پر حاشئے چڑھائے اور اپنا نامہ اعمال درست کیا۔''

اب ہم اصل معنوں کی طرف توجہ کر کے لکھتے ہیں کہ جبکہ ان تمام فرقوں میں سے ایک فرقہ دوسرے فرقہ کا مکذب ہے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک ان میں سے اپنی رائے میں دنیا کی اصلاح اس بات میں دیکھتا ہے کہ اس کے مخالف فرقہ کا اعتقاد نابود ہو۔ اور اس بات کا قائل ہے کہ اس کے مخالف کا عقیدہ نہایت خراب اور غیر صحیح ہے۔ پھر جبکہ ہریک فرقہ اپنے مخالف پر نظر ڈال کر اس خرابی کو مان رہا ہے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہریک فرقہ کو بالضرورت اقرار کرنا پڑا ہے کہ درحقیقت آپ کے ہاتھ سے دنیا کی عام اصلاح ظہور میں آئی۔ اور آپ درحقیقت **مصلح اعظم** تھے۔ ماسوا اس کے ہریک فرقہ کے محقق اس بات کا اقرار رکھتے ہیں کہ درحقیقت ان کے مذہب کے لوگ اس زمانہ میں سخت بدچلن اور بدراہیوں میں مبتلا ہوگئے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ کی بدچلنی اور خراب حالت کے بارے میں پادری فنڈل **میزان الحق** میں اور محقق **پوٹ** اپنی کتاب میں اور پادری **جیمس کیمرن لیس** اپنے لیکچر مطبوعہ مئی ۱۸۸۲ء میں اس بات کے قائل ہیں۔ ماسوا اس کے حقیقی نیکی اور راہ راست کو پہچاننے والے جانتے ہیں کہ یہ تمام فرقے ایک تاریکی کے گڑھے میں پڑے

﴿۲۷﴾

﴿۲۶﴾ اور چلن اور روح میں واقع ہو گئی تب ان تمام باتوں کے بعد سورۃ النصر نازل ہوئی جس کا ماحصل یہی ہے کہ نبوت کے تمام اغراض پورے ہو گئے اور اسلام دلوں پر فتح یاب ہو گیا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر اعلان دے دیا کہ یہ سورت میری وفات کی طرف اشارہ کرتی ہے بلکہ اس کے بعد

بقیہ حاشیہ: ہوئے ہیں☆ اور ان خداؤں میں سے کوئی بھی واقعی اور سچا خدا نہیں جن لوگوں کو ان نادانوں نے خدا سمجھ رکھا ہے کیونکہ واقعی طور پر خدا ہونے کی یہ نشانی تھی کہ اس کی عظمت اور جلال اس کے واقعات زندگی سے ایسے طور سے ظاہر ہوتی ہو جیسا کہ آسمان اور زمین ایک سچے اور جلیل خدا کی عظمت ظاہر کر رہا ہے مگر ان عاجز اور مصیبت زدہ خداؤں میں یہ نشانی قطعاً مفقود ہے کیا عقل سلیم اس بات کو قبول کرے گی کہ ایک مرنے والا اور خود کمزور کسی پہلو سے خدا بھی ہے حاشا وکلا ہرگز نہیں بلکہ سچا خدا وہی خدا ہے جس کی غیر متبدل صفات قدیم سے آئینہ عالم میں نظر آ رہی ہیں اور جس کو ان باتوں کی حاجت نہیں کہ کوئی اس کا بیٹا ہو اور خودکشی کرے۔ تب لوگوں کو اس سے نجات ملے بلکہ نجات کا سچا طریق قدیم سے ایک ہی ہے جو حدوث اور بناوٹ سے پاک ہے جس پر چلنے والے حقیقی نجات کو اور اس کے ثمرات کو اسی دنیا میں پا لیتے ہیں۔ اور اس کے سچے نمونے اپنے اندر دیکھتے ہیں یعنی وہ سچا طریق ﴿۲۸﴾ یہی ہے کہ الٰہی منادی کو قبول کر کے اس کے نقش قدم پر ایسا چلیں کہ اپنی نفسانی ہستی سے مر جائیں اور اسی طرح اپنے لئے آپ فدیہ دیں اور یہی طریق ہے جو خدا تعالیٰ نے ابتدا سے حق کے طالبوں کی فطرت میں رکھا ہے اور قدیم سے اور جب سے کہ انسان بنایا گیا ہے اور اس روحانی قربانی کا سامان اس کو عطا کر دیا گیا ہے اور اس کی فطرت

☆نوٹ: یہ اقرار پنڈت دیانند نے بھی اپنی ستیارتھ پرکاش میں کیا ہے اور پنڈت جی قائل ہیں کہ آریہ ورت اُس زمانہ میں مورتی پوجن میں غرق تھا۔ منہ

حج کیا اور اس کا نام حجۃ الوداع رکھا اور ہزار ہا لوگوں کی حاضری میں ایک اونٹنی
﴿۲۷﴾ پر سوار ہو کر ایک لمبی تقریر کی اور کہا کہ سنو! اے خدا کے بندو! مجھے میرے رب کی
طرف سے یہ حکم ملے تھے کہ تا میں یہ سب احکام تمہیں پہنچا دوں پس کیا تم گواہی
دے سکتے ہو کہ یہ سب باتیں میں نے تمہیں پہنچا دیں۔ تب ساری قوم نے

بقیہ حاشیہ: اس سامان کو اپنے ساتھ لائی ہے اور اسی پر متنبہ کرنے کے لئے ظاہری قربانیاں بھی رکھی
گئیں۔ یہ وہ واقعی حقیقت ہے۔ جس کو کوتہ اندیش اور بدقسمت ہندوؤں اور عیسائیوں نے نہیں
سمجھا اور روحانی حقیقتوں پر غور نہیں کی اور نہایت بد اور مکروہ اور تاریک خیالات میں پڑ گئے۔
میں نے کبھی کسی چیز پر ایسا تعجب نہیں کیا جیسا کہ ان لوگوں کی حالت پر تعجب کرتا ہوں کہ جو کامل اور
زندہ اور حیّ و قیّوم خدا کو چھوڑ کر ایسے بے ہودہ خیالات کے پیرو ہیں اور ان پر ناز کرتے ہیں۔

پھر ہم اصل مطلب کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ہمارے
سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نہایت وسیع اور عام اور مسلم الطّوائف
ہے۔ اور یہ مرتبہ اصلاح کا کسی گذشتہ نبی کو نصیب نہیں ہوا۔ اور اگر کوئی عرب کی تاریخ کو
آگے رکھ کر سوچے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس وقت کے بت پرست اور عیسائی اور یہودی
کیسے متعصب تھے اور کیونکر ان کی اصلاح کی صدہا سال سے نومیدی ہو چکی تھی۔ پھر نظر اٹھا
کر دیکھئے کہ قرآنی تعلیم نے جو ان کے بالکل مخالف تھی کیسی نمایاں تاثیریں دکھلائیں اور
کیسی ہر یک بداعتقاد اور ہر یک بدکاری کا استیصال کیا۔ شراب کو جو اُمّ الخبائث ہے دور
کیا۔ قمار بازی کی رسم کو موقوف کیا دختر کشی کا استیصال کیا اور جو انسانی رحم اور عدل اور
پاکیزگی کے برخلاف عادات تھیں سب کی اصلاح کی۔ ہاں مجرموں نے اپنے جرموں کی
سزائیں بھی پائیں جن کے پانے کے وہ سزاوار تھے۔ پس اصلاح کا امر ایسا امر نہیں
﴿۲۹﴾ ہے جس سے کوئی انکار کر سکے۔ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ اس زمانہ کے بعض حق پوش
پادریوں نے جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اس قدر عام
اصلاح ہوئی کہ اس کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے اور اس کے مقابل پر جو مسیح نے اپنے

بآواز بلند تصدیق کی کہ ہم تک یہ سب پیغام پہنچائے گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے خدا ان باتوں کا گواہ رہ اور پھر فرمایا کہ یہ تمام تبلیغ اس لئے مقرر کی گئی کہ شاید آئندہ سال میں تمہارے ساتھ نہیں ہونگا۔ اور پھر دوسری مرتبہ تم مجھے اس جگہ نہیں پاؤ گے۔ تب مدینہ میں جا کر دوسرے سال میں فوت ہو گئے اللّٰھم صلّ علیہ وبارک وسلم درحقیقت یہ ﴿۲۸﴾

بقیہ حاشیہ: وقت میں اصلاح کی وہ ہیچ ہے تو ان پادریوں کو فکر پڑی کہ گمراہوں کو رو باصلاح کرنا اور بدکاروں کو نیکی کے رنگ میں لانا جو اصل نشانی سچے نبی کی ہے۔ وہ جیسا کہ اکمل اور اتم طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئی مسیح کی اصلاح میں کوئی بھی اس کی نسبت نہیں پائی جاتی تو انہوں نے اپنے دجّالی فریبوں کے ساتھ آفتاب پر خاک ڈالنا چاہا تو ناچار جیسا کہ پادری جیمس کیمرن لیس نے اپنے لیکچر میں شائع کیا ہے۔ جاہلوں کو اس طرح پر دھوکا دیا کہ وہ لوگ پہلے سے صلاحیت پذیر ہونے کے مستعد تھے اور بت پرستی اور شرک ان کی نگاہوں میں حقیر ٹھہر چکا تھا۔ لیکن اگر ایسی رائے ظاہر کرنے والے اپنے اس خیال میں سچے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اپنے اس خیال کی تائید میں ویسا ہی ثبوت دیں جیسا کہ قرآن کریم ان کے مخالف ثبوت دیتا ہے یعنی فرماتا ہے کہ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا[۱] اور ان سب کو مردے قرار دے کر ان کا زندہ کیا جانا محض اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور جابجا کہتا ہے کہ وہ ضلالت کے زنجیروں میں پھنسے ہوئے تھے ہم نے ہی ان کو رہائی دی وہ اندھے تھے ہم نے ہی ان کو سوجاکھا کیا۔ وہ تاریکی میں تھے ہم نے ہی نور بخشا اور یہ باتیں پوشیدہ نہیں کہیں بلکہ قرآن ان سب کے کانوں تک پہنچا اور انہوں نے ان بیانات کا انکار نہ کیا اور کبھی یہ ظاہر نہ کیا کہ ہم تو پہلے ہی مستعد تھے قرآن کا ہم پر کچھ احسان نہیں۔ پس اگر ہمارے مخالفوں کے پاس کوئی مخالفانہ تحریر اپنے بیان کی تائید میں ایسی ہو جو قرآن کریم کے ہم پہلو تیرہ[۱۳۰۰] سو برس سے چلی آتی ہے تو وہ پیش کردیں ورنہ ایسی باتیں صرف عیسائی سرشت کا افترا ہے اس سے زیادہ نہیں یہ تو جیمس کا قول ہے کہ جو کتاب مذاہب عالم میں شائع ہوا ہے مگر ﴿۳۰﴾

۱؎ الحدید:۱۸

تمام اشارات قرآن شریف ہی سے مستنبط ہوتے ہیں جس کی تصدیق اسلام کی متفق علیہ تاریخ سے بہ تفصیل تمام ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ: بعض عیسائی پادریوں نے اس سے بھی بڑھ کر حقیقت فہمی کا جوہر دکھلایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ درحقیقت اصلاح کچھ چیز ہی نہیں اور نہ کبھی کسی کی اصلاح ہوئی۔ توریت کی تعلیم اصلاح کے لئے نہیں تھی بلکہ اس ایما کے لئے کہ گناہ گار انسان خدا کے احکام پر چل نہیں سکتا اور انجیل کی تعلیم بھی اسی مدعا سے تھی۔ ورنہ طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی پھیر دینا نہ کبھی ہوا نہ ہوگا اور کہتے ہیں کہ کیا مسیح کوئی جدید تعلیم لے کر آیا تھا اور پھر آپ ہی جواب دیتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم تو پہلے ہی سے توریت میں موجود تھی۔ اور بائبل کے متفرق مقامات جمع کرنے سے انجیل بن جاتی ہے پھر مسیح کیوں آیا تھا؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ صرف خودکشی کے لئے مگر تعجب کہ خودکشی سے بھی مسیح نے جی چرایا اور ایلی ایلی لما سبقتنی منہ پر لایا۔ پھر یہ بھی تعجب کا مقام ہے کہ زید کی خودکشی سے بکر کو کیا حاصل ہوگا اگر کسی کا کوئی عزیز اس کے گھر میں بیمار ہو اور وہ اس کے غم سے چھری مار لے تو کیا وہ عزیز اس نابکار حرکت سے اچھا ہو جائے گا۔ یا اگر مثلاً کسی کے بیٹے کو درد قولنج ہے تو اس کا باپ اس کے غم میں اپنا سر پتھر سے پھوڑ لے تو کیا اس احمقانہ حرکت سے بیٹا اچھا ہو جائے گا۔

اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ زید کوئی گناہ کرے اور بکر کو اس کے عوض سولی پر کھینچا جائے یہ عدل ہے یا رحم کوئی عیسائی ہم کو بتلا وے ہم اس کے اقراری ہیں کہ خدا کے بندوں کی بھلائی کے لئے جان دینا یا جان دینے کے لئے مستعد ہونا ایک اعلیٰ اخلاقی حالت ہے لیکن سخت حماقت ہی ہوگی کہ خودکشی کی بے جا حرکت کو اس مد میں داخل کیا جائے۔ ایسی خودکشی تو سخت حرام ہے اور نادانوں اور بے صبروں کا کام ہے۔ ہاں جاں فشانی کا پسندیدہ طریق اس کامل مصلح کی لائف میں چمک رہا ہے جس کا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ منہ

اب کیا دنیا میں کوئی عیسائی یا یہودی یا آریہ اپنے کسی ایسے مصلح کو بطور نظیر پیش کرسکتا ہے۔ جس کا آنا ایک عام اور اشد ضرورت پر مبنی ہو اور جانا اس غرض کی تکمیل کے بعد ہو اور ان مخالفوں کو اپنی ناپاک حالت اور بدعملیوں کا خود اقرار ہو جن کی طرف وہ رسول بھیجا گیا ہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ثبوت بجز اسلام کے کسی کے پاس موجود نہیں۔ ظاہر ہے کہ **حضرت موسٰیؑ** صرف فرعون کی سرکوبی کے لئے اور اپنی قوم کو چھڑانے کے لئے اور نیز راہ راست دکھانے کے لئے آئے تھے سارے جہان کے فساد یا عدم فساد کی ان کو کچھ غرض نہیں تھی اور یہ تو سچ ہے کہ فرعون کے ہاتھ سے انہوں نے اپنی قوم کو چھوڑا دیا مگر شیطان کے ہاتھ سے چھوڑا نہ سکے اور نیز وعدہ کے ملک تک ان کو پہنچا نہ سکے اور ان کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو تزکیہ نفس نصیب نہیں ہوا اور بار بار نافرمانیاں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت موسٰی فوت ہوگئے اور ان کا وہی حال تھا اور حضرت مسیح کے حواریوں کی حالت خود انجیل سے ظاہر ہے حاجت تصریح نہیں اور یہ بات کہ یہودی جن کے لئے حضرت مسیح نبی ہوکر آئے تھے کس قدر ان کی زندگی میں ہدایت پذیر ہوگئے تھے۔ یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں بلکہ اگر حضرت مسیح کی نبوت کو اس معیار سے جانچا جائے تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی نبوت اس معیار کی رو سے کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتی۔☆ کیونکہ اول نبی کے لئے ضروری ہے کہ اس وقت آوے کہ جب فی الواقعہ اس اُمّت

﴿۲۹﴾ ﴿۳۰﴾ ﴿۳۱﴾

☆ نوٹ: عیسائی کفارہ پر بہت ناز رکھتے ہیں مگر عیسائی تاریخ کے واقف اس سے بےخبر نہیں کہ مسیح کی خودکشی سے پہلے جو عیسائیوں کے زعم میں ہی تھوڑے بہت عیسائی نیک چلن تھے مگر خودکشی کے بعد تو عیسائیوں کی بدکاریوں کا بند ٹوٹ گیا۔ کیا یہ کفارہ کی نسل جو اب یورپ میں موجود ہے اپنے چال وچلن میں ان لوگوں سے مشابہ ہے جو کفّارہ سے پہلے مسیح کے ساتھ پھرتی تھی۔ منہ

کی حالت دینداری تباہ ہوگئی ہو جس کی طرف وہ بھیجا گیا ہے۔ لیکن حضرت مسیح یہود کو ایسا الزام کوئی بھی نہیں دے سکے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ انہوں نے اپنے اعتقاد بدل ڈالے ہیں یا وہ چور اور زناکار اور قمار باز وغیرہ ہوگئے ہیں یا انہوں نے توریت کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کی پیروی اختیار کر لی ہے بلکہ خود گواہی دی کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں اور نہ یہود نے اپنے بدچلن اور بدکار ہونے کا اقرار کیا۔ پھر دوسرے سچے نبی کی سچائی پر یہ بھاری دلیل ہوتی ہے کہ وہ کامل اصلاح کا ایک بھاری نمونہ دکھلا وے پس جب ہم اس نمونہ کو حضرت مسیح کی زندگی میں غور کرتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کون سی اصلاح کی اور کتنے لاکھ یا ہزار آدمی نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی تو یہ خانہ بھی خالی پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ ہاں بارا ۱۲ حواری ہیں۔ مگر جب ان کا اعمال نامہ دیکھتے ہیں تو دل کانپ اٹھتا ہے اور افسوس آتا ہے کہ یہ لوگ کیسے تھے کہ اس قدر اخلاص کا دعویٰ کر کے پھر ایسی ناپاکی دکھلاویں جس کی نظیر دنیا میں نہیں۔ کیا تیس ۳۰ روپیہ لے کر ایک سچے نبی اور پیارے رہنما کو خونیوں کے حوالہ کرنا حواری کہلانے کی یہی حقیقت تھی کیا لازم تھا کہ پطرس جیسا حواریوں کا سردار حضرت مسیح کے سامنے کھڑے ہو کر ان پر لعنت بھیجے اور چند روزہ زندگی کے لئے اپنے مقتدا کو اس کے منہ پر گالیاں دے۔ کیا مناسب تھا کہ حضرت مسیح کے پکڑے جانے کے وقت میں تمام حواری اپنا اپنا راہ لیں اور ایک دم کے لئے بھی صبر نہ کریں۔ کیا جن کا پیارا نبی قتل کرنے کے لئے پکڑا جائے ایسے لوگوں کے صدق وصفا کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں جو حواریوں نے اس وقت دکھلائے ان کے گذر جانے کے بعد مخلوق پرستوں نے باتیں بنائیں اور آسمان پر چڑھا دیا مگر جو کچھ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنا ایمان دکھلایا وہ باتیں تو اب تک انجیلوں میں موجود ہیں غرض وہ دلیل جو نبوت اور

رسالت کے مفہوم سے ایک سچے نبی کے لئے قائم ہوتی ہے وہ حضرت مسیح کے لئے قائم نہیں ہوسکی۔ اگر قرآن شریف ان کی نبوت کا بیان نہ کرتا تو ہمارے لئے کوئی بھی راہ کھلی نہیں تھی کہ ہم ان کو سچے نبیوں کے سلسلہ میں داخل کرسکیں کیا جس کی یہ تعلیم ہو کہ میں ہی خدا ہوں اور خدا کا بیٹا اور بندگی اور فرمانبرداری سے آزاد اور جس کی عقل اور معرفت صرف اس قدر ہو کہ میری خودکشی سے لوگ گناہ سے نجات پا جائیں گے۔ ایسے آدمی کو ایک دم کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ دانا اور راہ راست پر ہے مگر الحمدللہ کہ قرآنی تعلیم نے ہم پر یہ کھول دیا کہ **ابن مریم** پر یہ سب الزام جھوٹے ہیں۔ **انجیل** میں **تثلیث** کا نام ونشان نہیں۔ ایک عام محاورہ لفظ ابن اللہ کا جو پہلی کتابوں میں آدمؑ سے لے کر اخیر تک ہزارہا لوگوں پر بولا گیا تھا۔ وہی عام لفظ حضرت مسیح کے حق میں انجیل میں آ گیا پھر بات کا بتنگڑ بنایا گیا یہاں تک کہ حضرت مسیح اسی بات کی بنیاد پر خدا بھی بن گئے۔ حالانکہ نہ کبھی مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا اور نہ کبھی خودکشی کی خواہش ظاہر کی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایسا کرتا تو راستبازوں کے دفتر سے اس کا نام کاٹا جاتا۔ یہ بھی مشکل سے یقین ہوتا ہے کہ ایسے شرمناک جھوٹ کی بنیاد حواریوں کے خیالات کی برگشتگی نے پیدا کی ہو کیونکہ گو ان کی نسبت جیسا کہ انجیل میں بیان کیا گیا ہے یہ صحیح بھی ہو کہ وہ موٹی عقل کے آدمی اور جلدتر غلطی کھانے والے تھے۔ لیکن ہم اس بات کو قبول نہیں کرسکتے کہ وہ ایک نبی کے صحبت یافتہ ہو کر ایسے بےہودہ خیالات کی جنس کو اپنی ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے۔ مگر انجیل کے حواشی پر نظر غور کرنے سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ ساری چال بازی حضرت پولس کی ہے۔ جس نے پولیٹیکل چال بازوں کی طرح عمیق مکروں سے کام لیا ہے۔ ﴿۳۲﴾

غرض جس ابن مریم کی قرآن شریف نے ہم کو خبر دی ہے وہ اسی ازلی ابدی ہدایت

کا پابند تھا جو ابتداء سے بنی آدم کے لئے مقرر کی گئی ہے۔لہٰذا اُس کی نبوت کے لئے قرآنی ثبوت کافی ہے گو انجیل کی رو سے کتنے ہی شکوک وشبہات اس کی نبوت کے بارے میں پیدا ہوں ۔وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی
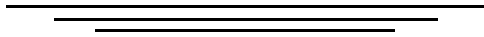
راقم خاکسار

غلام احمد

ٹائیٹل بار اوّل

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ

جو شخص مظلوم ہونیکے بعد انتقام لے اسپر کوئی الزام نہین

نور القرآن

نمبر ۲

بابت ماہ ستمبر اکتوبر نومبر دسمبر ۱۸۹۵ء و جنوری و فروری
و مارچ و اپریل ۱۸۹۶ء

خاکسار محمد سراج الحق جمالی نعمانی

مطبع ضیاء الاسلام قادیان مین باہتمام حکیم فضل دین صاحب
مالک مطبع کے چھپا

۷۰۰ جلد چھپی

قیمت فی جلد ۸ ؍

ناظرین کے لئے ضروری اطلاع

ہم اس بات کو افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک ایسے شخص کے مقابل پر یہ نمبر نور القرآن کا جاری ہوا ہے۔ جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے سید و مولا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے اور اپنی ذاتی خباثت سے اس **امام الطیّبین وسید المطہّرین** پر سراسر افترا سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں کہ ایک پاک دل انسان کا ان کے سننے سے بدن کانپ جاتا ہے۔ لہٰذا محض ایسے یاوہ لوگوں کے علاج کے لئے جواب ترکی بہ ترکی دینا پڑا۔ ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولیٰ **محمد** مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم ان کی حیثیت کے موافق ہر طرح ان کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا **یسوع** پیش کیا ہے جو **خدائی** کا دعویٰ کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اوّلین آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی اس شخص کی چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور ایسے

پاکوں کو جو ہزار ہا درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنی کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا **فرضی یسوع مراد لیا ہے** اور خدائے تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ **عیسیٰ ابن مریم** جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس[۴۰] برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سن کر اختیار کیا ہے۔ بعض نادان مولوی جن کو اندھے اور نابینا کہنا چاہیے۔ عیسائیوں کو معذور رکھتے ہیں کہ وہ **بے چارے** کچھ بھی منہ سے نہیں بولتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بے ادبی نہیں کرتے۔ لیکن یاد رہے کہ **درحقیقت** پادری صاحبان تحقیر اور توہین اور گالیاں دینے میں اول نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے جنہوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے جس مولوی کی خواہش ہو وہ آکر دیکھ لیوے اور یاد رہے کہ آئندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ کر ادب سے کلام کریں گے ہم بھی ان کے ساتھ ادب سے پیش آویں گے اب تو وہ اپنے یسوع پر آپ حملہ کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح سبّ وشتم سے باز ہی نہیں آتے ہم سنتے سنتے تھک گئے اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے تو کیا اس مظلوم کا حق نہیں ہے کہ اس کے باپ کو بھی گالی دے اور ہم نے تو جو کچھ کہا **واقعی** کہا۔ **وانما الاعمال بالنیات**۔

خاکسار **غلام احمد**

۲۰؍دسمبر ۱۸۹۵ء

﴿۱﴾

رسالہ

فتح مسیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد واضح ہو کہ چونکہ پادری فتح مسیح متعین فتح گڑھ ضلع گورداسپور نے ہماری طرف ایک خط نہایت گندہ بھیجا اور اس میں ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا کی تہمت لگائی اور سوا اس کے اور بہت سے الفاظ بطریق سب وشتم استعمال کئے۔ اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اس کے خط کا جواب شائع کر دیا جاوے۔ لہٰذا یہ رسالہ لکھا گیا امید کہ پادری صاحبان اس کو غور سے پڑھیں اور اس کے الفاظ سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ یہ تمام پیرایہ میاں فتح مسیح کے سخت الفاظ اور نہایت ناپاک گالیوں کا نتیجہ ہے۔ تاہم ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی شان مقدس کا بہرحال لحاظ ہے۔ اور صرف فتح مسیح کے سخت الفاظ کے عوض ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے اور وہ بھی سخت مجبوری سے۔ کیونکہ اس نادان نے بہت ہی شدت سے گالیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالی ہیں اور ہمارا دل دکھایا ہے اور اب ہم اس کے خط کا جواب ذیل میں لکھتے ہیں۔ وَ هُوَ هٰذَا

مشفقی پادری صاحب! بعد ما و جب اس وقت مجھے بہت کم فرصت ہے۔ مگر میں نے جب آپ کا وہ خط دیکھا۔ جو آپ نے اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کے نام بھیجا تھا۔ مناسب سمجھا کہ اپنے اس رسالہ کی جو زیر تالیف ہے خود ہی آپ کو بشارت دوں تا آپ کو زیادہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہ رہے۔ یاد رکھیں کہ رسالہ ایسا ہوگا کہ آپ بہت ہی خوش ہو جائیں گے۔ آپ کی ان مہربانیوں کی وجہ سے جو اب کی دفعہ آپ کے خط میں بہت ہی پائی جاتی ہیں۔ میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ اس رسالہ کی وجہ اشاعت صرف آپ ہی کی درخواست قرار دی جاوے کیونکہ جس مضمون کے لکھنے کیلئے اب ہم طیار ہیں اگر آپ کا یہ خط نہ آیا ہوتا جس میں جناب **مقدس نبوی** اور **حضرت عائشہ صدیقہ** اور سودہ کی نسبت آپؐ نے بدزبانی کی ہے۔ تو شائد وہ مضمون دیر کے بعد نکلتا یہ آپ کی بڑی مہربانی ہوئی کہ آپ ہی محرک ہو گئے۔ امید ہے کہ دوسرے پادری صاحبان آپ پر بہت ہی خوش ہوں گے اور کچھ تعجب نہیں کہ ہمارا رسالہ نکلنے کے بعد آپ کی کچھ ترقی بھی ہو جاوے۔ پادری صاحب ہمیں آپ کی حالت پر رونا آتا ہے کہ آپ زبان عربی سے تو بے نصیب تھے ہی۔ مگر وہ علوم جو دینیات سے کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے طبعی اور طبابت ان سے بھی آپ بے بہرہ ہی ثابت ہوئے۔ آپ نے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کر کے نو ۹ برس کی رسم شادی کا ذکر لکھا ہے۔ اول تو نو ۹ برس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ثابت نہیں اور نہ اس میں کوئی وحی ہوئی اور نہ اخبار متواترہ سے ثابت ہوا کہ ضرور نو ۹ برس ہی تھے۔ صرف ایک راوی سے منقول ہے۔ عرب کے لوگ تقویم پترے نہیں رکھا کرتے تھے کیونکہ اُمّی تھے اور دو تین برس کی

﴿۲﴾

کمی بیشی ان کی حالت پر نظر کر کے ایک عام بات ہے۔ جیسے کہ ہمارے ملک میں بھی اکثر ناخواندہ لوگ دو چار برس کے فرق کو اچھی طرح محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ پھر اگر فرض کے طور پر تسلیم بھی کر لیں۔ کہ فی الواقع دن دن کا حساب کر کے نو۹ برس ہی تھے۔ لیکن پھر بھی کوئی عقلمند اعتراض نہیں کرے گا مگر احمق کا کوئی علاج نہیں ہم آپ کو اپنے رسالہ میں ثابت کر کے دکھا دیں گے کہ حال کے محقق ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ نو۹ برس تک بھی لڑکیاں بالغ ہو سکتی ہیں۔ بلکہ سات برس تک بھی اولاد ہو سکتی ہے اور بڑے بڑے مشاہدات سے ڈاکٹروں نے اس کو ثابت کیا ہے اور خود صدہا لوگوں کی یہ بات چشم دید ہے کہ اسی ملک میں آٹھ آٹھ نو نو برس کی لڑکیوں کے یہاں اولاد موجود ہے مگر آپ پر تو کچھ بھی افسوس نہیں اور نہ کرنا چاہئے کیونکہ آپ صرف متعصب ہی نہیں بلکہ **اول درجہ کے احمق بھی ہیں**۔ آپ کو اب تک اتنی بھی خبر نہیں کہ گورنمنٹ کے قانون عوام کی درخواست کے موافق ان کی رسم اور سوسائٹی کی عام وضع کی بنا پر تیار ہوتے ہیں۔ ان میں فلاسفروں کی طرز پر تحقیقات نہیں ہوتی اور جو بار بار آپ گورنمنٹ انگریزی کا ذکر کرتے ہیں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے شکر گذار ہیں اور اس کے خیرہ خواہ ہیں اور جب تک زندہ ہیں رہیں گے مگر تاہم ہم اس کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے اور نہ اس کے قوانین کو حکیمانہ تحقیقاتوں پر مبنی سمجھتے ہیں بلکہ قوانین بنانے کا اصول رعایا کی کثرت رائے ہے۔ گورنمنٹ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی تا وہ اپنے قوانین میں غلطی نہ کرے اگر ایسے ہی قوانین محفوظ ہوتے تو ہمیشہ نئے نئے قانون کیوں بنتے رہتے انگلستان میں لڑکیوں کے بلوغ کا زمانہ (۱۸) برس قرار دیا ہے اور گرم ملکوں میں تو لڑکیاں بہت جلد بالغ ہو جاتی ہیں۔ آپ اگر گورنمنٹ کے قوانین کو کالوحی من السماء سمجھتے ہیں کہ

ان میں امکان غلطی نہیں۔ تو ہمیں بواپسی ڈاک اطلاع دیں تا انجیل اور قانون کا تھوڑا سا مقابلہ کر کے آپ کی کچھ خدمت کی جائے۔ غرض گورنمنٹ نے اب تک کوئی اشتہار نہیں دیا ﴿۳﴾ کہ ہمارے قوانین بھی توریت اور انجیل کی طرح خطا اور غلطی سے خالی ہیں اگر آپ کو کوئی اشتہار پہنچا ہو تو اس کی ایک نقل ہمیں بھی بھیج دیں پھر اگر گورنمنٹ کے قوانین خدا کی کتابوں کی طرح خطا سے خالی نہیں تو ان کا ذکر کرنا یا تو حمق کی وجہ سے ہے یا تعصب کے سبب سے مگر آپ معذور ہیں اگر گورنمنٹ کو اپنے قانون پر اعتماد تھا تو کیوں ان ڈاکٹروں کو سزا نہیں دی جنہوں نے حال میں یورپ میں بڑی تحقیقات سے نو[9] برس بلکہ سات برس کو بھی بعض عورتوں کے بلوغ کا زمانہ قرار دے دیا ہے اور نو[9] برس کی عمر کے متعلق آپ اعتراض کر کے پھر توریت یا انجیل کا کوئی حوالہ نہ دے سکے صرف گورنمنٹ کے قانون کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا توریت اور انجیل پر ایمان نہیں رہا۔ ورنہ نو برس کی حرمت یا تو توریت سے ثابت کرتے یا انجیل سے ثابت کرنی چاہیئے تھی **پادری صاحب یہی تو دجل** ہے۔ کہ الہامی کتب کے مسائل میں آپ نے گورنمنٹ کے قانون کو پیش کر دیا۔ اگر آپ کے نزدیک گورنمنٹ کے قانون کی تمام باتیں خطا سے خالی ہیں اور الہامی کتابوں کی طرح بلکہ ان سے افضل ہیں تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جن نبیوںؑ نے خلاف قانون انگریزی **کئی لاکھ شیر خوار بچے قتل** کئے اگر وہ اس وقت ہوتے تو گورنمنٹ ان سے کیا معاملہ کرتی اگر وہ لوگ گورنمنٹ کے سامنے چالان ہو کر آتے جنہوں نے بیگانے کھیتوں کے خوشے توڑ کر کھا لئے تھے تو گورنمنٹ اُن کو اور ان کے اجازت دینے والے کو کیا کیا سزا دیتی پھر میں پوچھتا ہوں کہ وہ شخص جو انجیر کا پھل کھانے دوڑا تھا اور انجیل سے ثابت ہے کہ وہ انجیر کا درخت اس کی

ملکیت نہ تھا بلکہ غیر کی ملک تھا۔ اگر وہ شخص گورنمنٹ کے سامنے یہ حرکت کرتا تو گورنمنٹ اس کو کیا سزا دیتی۔ انجیل سے یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سے سؤر جو بیگانہ مال تھے اور جن کی تعداد بقول پادری کلارک دو ہزار تھے مسیح نے تلف کئے اب آپ ہی بتلائیں کہ تعزیرات کی رو سے اس کی سزا کیا ہے۔ بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے جواب ضرور لکھیں تا اور بہت سے سوال کئے جائیں۔

پادری صاحب! آپ کا یہ خیال کہ نو برس کی لڑکی سے جماع کرنا زنا کے حکم میں ہے سراسر غلط ہے آپ کی ایمانداری یہ تھی کہ آپ انجیل سے اس کو ثابت کرتے۔ انجیل نے آپ کو دھکے دئے اور وہاں ہاتھ نہ پڑا تو گورنمنٹ کے پیروں پر آ پڑے۔ یاد رکھیں کہ یہ گالیاں محض شیطانی تعصب سے ہیں۔ **جناب مقدس نبویؐ** کی نسبت فسق و فجور کی تہمت لگانا یہ افترا شیطانوں کا کام ہے ان دو مقدس نبیوں پر یعنی **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم** اور حضرت **مسیح علیہ السلام** پر بعض بدذات اور خبیث لوگوں نے سخت افترا کئے ہیں۔ چنانچہ ان پلیدوں نے **لعنۃ اللہ علیھم** پہلے نبیؐ کو تو زانی قرار دیا جیسا کہ آپ نے اور دوسرے کو ولد الزنا کہا جیسا کہ **پلید طبع یہودیوں** نے۔ آپ کو چاہیئے کہ ایسے اعتراضوں سے پرہیز کریں۔ ﴿۴﴾

اور یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی سودہ کو پیرانہ سالی کے سبب سے طلاق دینے کے لئے مستعد ہو گئے تھے۔ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے اور جن لوگوں نے ایسی روائتیں کی ہیں وہ اس بات کا ثبوت نہیں دے سکے کہ کس شخص کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارادہ ظاہر کیا پس اصل حقیقت جیسا کہ کتب معتبرہ احادیث میں مذکور ہے یہ ہے کہ خود سودہ نے ہی اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے دل میں یہ خوف کیا کہ اب

میری حالت قابل رغبت نہیں رہی ایسا نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بباعث طبعی کراہت کے جو نشاء بشریت کو لازم ہے مجھ کو طلاق دے دیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی امر کراہت کا بھی اس نے اپنے دل میں سمجھ لیا ہو اور اس سے طلاق کا اندیشہ دل میں جم گیا ہو۔ کیونکہ عورتوں کے مزاج میں ایسے معاملات میں وہم اور وسوسہ بہت ہوا کرتا ہے اس لئے اس نے خود بخود ہی عرض کر دیا کہ میں اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتی کہ آپ کی ازواج میں میرا حشر ہو۔ چنانچہ **نیل الاوطار** کے ص ۱۴۰ میں یہ **حدیث ہے**: قَالَ[1] السَّوْدَة بِنْت زَمعة حين اسنّت و خافت اَن يفارقها رسول اللّٰه قالت يا رسول اللّٰه وهبت يومى لعائشة فقبل ذلک منها... و رواه ايضًا سعد و سعيد ابن منصور والترمذى و عبد الرزاق قال الحافظ فى الفتح فتواردت هذه الروايات علٰى انها خشيت الطلاق ۔یعنی سودہ بنت زمعہ کو جب اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے اس بات کا خوف ہوا کہ اب شائد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو جاؤں گی تو اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اپنی نوبت عائشہ کو بخش دی۔ آپ نے یہ اس کی درخواست قبول فرما لی۔ ابن سعد اور سعید ابن منصور اور ترمذی اور عبد الرزاق نے بھی یہی روایت کی ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اسی پر روایتوں کا توارد ہے کہ سودہ کو آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہوا تھا۔ اب اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ارادہ ظاہر نہیں ہوا بلکہ سودہ نے اپنی پیرانہ سالی کی حالت پر نظر کر کے خود ہی اپنے دل میں یہ خیال قائم کر لیا تھا اور اگر ان روایات کے توارد اور تظاهر کو نظر انداز کر کے فرض بھی کر لیں کہ آنحضرتؐ نے طبعی کراہت کے باعث سودہ کو پیرانہ سالی کی حالت میں پا کر طلاق کا ارادہ کیا تھا تو اس میں

[1] نیل الاوطار کتاب الولیمة کے متعلقہ حوالہ میں قَالَتْ لکھا ہے جو درست ہے۔ ایڈیشن اول میں سہو کتابت سے قَالَ لکھا گیا ہے۔ (ناشر)

بھی کوئی برائی نہیں۔ اور نہ یہ امر کسی اخلاقی حالت کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس امر پر عورت مرد کے تعلقات مخالطت موقوف ہیں۔ اگر اس میں کسی نوع سے کوئی ایسی روک پیدا ہو جائے کہ اس کے سبب سے مرد اس تعلق کے حقوق کی بجا آوری پر قادر نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں اگر وہ اصول تقویٰ کے لحاظ سے کوئی کاروائی کرے تو عند العقل کچھ جائے اعتراض نہیں۔

﴿۵﴾ پادری صاحب آپ کا یہ سوال کہ اگر آج ایسا شخص جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے گورنمنٹ انگریزی کے زمانہ میں ہوتا تو گورنمنٹ اس سے کیا کرتی۔ آپ کو واضح ہو۔ کہ اگر وہ **سیّد الکونین** اس گورنمنٹ کے زمانہ میں ہوتے۔ تو یہ سعادت مند گورنمنٹ **ان کی کفش برداری اپنا فخر سمجھتی** جیسا کہ **قیصر روم صرف تصویر دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا** آپ کی یہ نالیاقتی اور ناسعادتی ہے کہ اس گورنمنٹ پر ایسی بدظنی رکھتے ہیں کہ گویا وہ خدا کے مقدسوں کی دشمن ہے یہ گورنمنٹ اس زمانہ میں ادنیٰ ادنیٰ امیر مسلمانوں کی عزت کرتی ہے۔ دیکھو نصر اللہ خاں جو اس جناب کے غلاموں جیسا بھی درجہ نہیں رکھتا ہماری قیصرۂ ہند دام اقبالہا نے کیسی اس کی عزت کی ہے پھر وہ عالی جناب مقدس ذاتؐ جو اس دنیا میں بھی وہ مرتبہ رکھتا تھا کہ **بادشاہ اس کے قدموں پر گرتے تھے** اگر وہ اس وقت میں ہوتا تو بے شک یہ گورنمنٹ اس کی جناب سے خادمانہ اور متواضعانہ طور پر پیش آتی۔ الٰہی گورنمنٹ کے آگے انسانی گورنمنٹوں کو بجز عجز و نیاز کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ کیا آپ کو خبر نہیں کہ **قیصر روم** جو آنجنابؐ کے وقت میں عیسائی بادشاہ

اور اس گورنمنٹ سے اقبال میں کچھ کم نہ تھا **وہ کہتا ہے** کہ اگر مجھے یہ سعادت حاصل ہوسکتی کہ میں اس عظیم الشان نبی کی صحبت میں رہ سکتا تو **میں آپ کے پاؤں دھویا کرتا** سو جو قیصر روم نے کہا۔ یقیناً یہ سعادت مند گورنمنٹ بھی وہی بات کہتی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کہتی اگر حضرت مسیح کی نسبت اس وقت کے کسی چھوٹے سے جاگیردار نے بھی یہ کلمہ کہا ہو جو قیصر روم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا۔ جو آج تک نہایت صحیح تاریخ اور احادیث صحیحہ میں لکھا ہوا موجود ہے تو ہم آپ کو ابھی **ہزار روپیہ نقد بطور انعام کے دیں گے** اگر آپ ثابت کرسکیں۔ اور اگر آپ یہ ثبوت نہ دے سکیں تو اس ذلیل زندگی سے آپ کے لئے مرنا بہتر ہے کیونکہ ہم نے ثابت کر دیا کہ قیصر روم اس گورنمنٹ عالیہ کا ہم مرتبہ تھا بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس کی طاقت کے برابر اور کوئی طاقت دنیا میں موجود نہ تھی ہماری گورنمنٹ تو اس درجہ تک نہیں پہنچی پھر جبکہ **قیصر** باوجود اس شہنشاہی کے **آہ** کھینچ کر یہ بات کہتا ہے کہ اگر میں اس عالی جناب کی خدمت میں پہنچ سکتا تو **آنجنابؐ مقدس کے پاؤں دھویا کرتا**۔ تو کیا یہ **گورنمنٹ اس سے کم حصہ لیتی**۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ضرور یہ گورنمنٹ بھی ایسے شہنشاہ کے پاؤں میں گرنا اپنا فخر سمجھتی کیونکہ یہ گورنمنٹ اس آسمانی بادشاہ سے منکر نہیں جس کی طاقتوں کے آگے انسان اک مرے ہوئے کیڑے کے برابر نہیں اور **ہم نے اک معتبر** ذریعہ سے سنا ہے کہ ہماری **قیصرۂ ہند ادام اللّٰہ اقبالھا** درحقیقت اسلام سے محبت رکھتی ہے اور اس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **بہت تعظیم ہے** چنانچہ ایک ذی علم مسلمان سے وہ اردو

﴿۶﴾

بھی پڑھتی ہے۔ ان کی ایسی تعریفوں کو سن کر میں نے **اسلام کی طرف ایک خاص دعوت سے حضرت ملکہ معظّمہ کو مخاطب کیا** تھا۔ پس یہ نہایت غلطی ہے کہ آپ لوگ اس مراتب شناس گورنمنٹ کو بھی ایک سفلہ اور کمینہ پادری کی طرح خیال کرتے ہیں۔ جن کو خدا ملک اور دولت دیتا ہے۔ ان کو زیرکی اور عقل بھی دیتا ہے۔ ہاں اگر یہ سوال پیش ہو کہ اگر کوئی ایسا شخص اس گورنمنٹ کے ملک میں یہ غوغا مچاتا کہ **میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں** تو گورنمنٹ اس کا **تدارک کیا کرتی** ؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ مہربان گورنمنٹ اس کو کسی **ڈاکٹر کے سپرد** کرتی۔ تا اس کے دماغ کی اصلاح ہو۔ یا **اس بڑے گھر میں محفوظ** رکھتی۔ جس میں بمقام **لاہور** اس قسم کے بہت **لوگ جمع ہیں**۔

جب ہم حضرت مسیح اور **جناب خاتم الانبیاء صلی اللّٰہ علیہ وسلم** کا اس بات میں بھی **مقابلہ** کرتے ہیں کہ موجودہ گورنمنٹوں نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور کس قدر ان کے ربّانی رعب یا الٰہی تائید نے اثر دکھایا تو ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت **مسیح** میں بمقابلہ **جناب مقدس نبوی خاتم الانبیاء صلی اللّٰہ علیہ وسلم** کی **خدائی تو کیا نبوت کی شان بھی پائی نہیں جاتی**۔ جناب مقدس نبوی کے جب پادشاہوں کے نام فرمان جاری ہوئے تو قیصر روم نے آہ کھینچ کر کہا میں تو عیسائیوں کے پنجہ میں مبتلا ہوں۔ کاش اگر مجھے اس جگہ سے نکلنے کی گنجائش ہوتی تو میں اپنا فخر

سمجھتا کہ خدمت میں حاضر ہو جاؤں **اور غلاموں کی طرح جناب مقدس کے پاؤں دھویا کروں** مگر ایک خبیث اور پلید دل پادشاہ کسریٰ ایران کے فرمان روانے غصہ میں آ کر آپ کے پکڑنے کے لئے سپاہی بھیج دیئے وہ شام کے قریب پہنچے اور کہا کہ ہمیں گرفتاری کا حکم ہے آپ نے اس بے ہودہ بات سے اعراض کر کے فرمایا تم **اسلام** قبول کرو۔ اس وقت آپ صرف دو چار اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے مگر **ربّانی رعب سے** وہ دونوں بید کی طرح کانپ رہے تھے آخر انہوں نے کہا کہ ہمارے خداوند کے حکم یعنی گرفتاری کی **نسبت** جناب عالی کا کیا جواب ہے کہ ہم جواب ہی لے جائیں حضرت **نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا کہ اس کا کل تمہیں جواب ملے گا۔ صبح کو جو وہ حاضر ہوئے تو **آنجنابؐ نے فرمایا** کہ وہ جسے تم **خداوند خداوند** کہتے ہو۔ وہ خداوند نہیں ہے **خداوند وہ ہے جس پر موت اور فنا طاری نہیں ہوتی** مگر تمہارا **خداوند آج رات کو مارا گیا** میرے سچے خداوند نے اسی کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا **سو وہ آج رات اس کے ہاتھ سے قتل ہو گیا اور یہی جواب ہے**۔ یہ بڑا معجزہ تھا۔ اس کو دیکھ کر اس ملک کے ہزارہا لوگ ایمان لائے کیونکہ اسی رات درحقیقت **خسرو پرویز** یعنی **کسریٰ** مارا گیا تھا اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بیان انجیلوں کی بے سروپا اور بے اصل باتوں کی طرح نہیں بلکہ احادیث صحیحہ اور تاریخی ثبوت اور مخالفوں کے اقرار سے ثابت ہے۔

﴿۷﴾

چنانچہ ڈیون پورٹ صاحب بھی اس قصہ کو اپنی کتاب میں لکھتا ہے لیکن اس وقت کے بادشاہوں کے سامنے حضرت **مسیح** کی جو عزت تھی وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ وہ اوراق شائد اب تک انجیل میں موجود ہوں گے جن میں لکھا ہے کہ **ہیرودیس** نے حضرت **مسیح** کو مجرموں کی طرح پلاطوس کی طرف **چالان کیا** اور وہ ایک مدت تک شاہی حوالات میں رہے۔ کچھ بھی **خدائی پیش نہیں گئی** اور کسی پادشاہ نے یہ نہ کہا کہ میرا فخر ہوگا۔ اگر میں اُس کی خدمت میں رہوں اور اس کے پاؤں دھویا کروں بلکہ پلاطوس نے یہودیوں کے حوالہ کر دیا۔ کیا یہی خدائی تھی عجیب مقابلہ ہے دو شخصوں کو ایک ہی قسم کے واقعات پیش آئے اور دونوں نتیجہ میں ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ثابت ہوتے ہیں۔ ایک شخص کے گرفتار کرنے کو ایک متکبر جبار کا شیطان کے وسوسہ سے برانگیختہ ہونا اور خود آخر لعنت الٰہی میں گرفتار ہو کر اپنے بیٹے کے ہاتھ سے بڑی ذلت کے ساتھ قتل کیا جانا اور ایک دوسرا انسان جسے قطع نظر اپنے اصلی دعووں کے غلو کرنے والوں نے آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔ سچ مچ گرفتار ہو جانا۔ چالان کیا جانا اور **عجیب ہیئت کے ساتھ** ظالم پولیس کی **حوالت** میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کیا جانا ...... افسوس یہ عقل کی ترقی کا زمانہ اور ایسے بے ہودہ **عقائد۔ شرم! شرم! شرم**

اگر یہ کہو کہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ قیصر روم نے یہ تمنا کی کہ اگر میں **جناب مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم** کی خدمت میں پہنچ سکتا تو میں ایک ادنیٰ خادم بن کر پاؤں دھویا کرتا۔ اس کے جواب میں آپ کے لئے **اصح الکتب بعد کتٰب اللّٰہ صحیح بخاری** کی عبارت

لکھتا ہوں ذرا آنکھیں کھول کر پڑھو اور وہ یہ ہے **و قد کنت اعلم انه خارج و لم اکن اظن انه منکم فلو انی اعلم انی اخلص الیه لتجشمت لقاء ہ و لو کنت عنده لغسلت عن قدمیه** دیکھو ص۴ یعنی یہ تو مجھے معلوم تھا کہ نبی آخرالزمان آنے والا ہے مگر مجھ کو یہ خبر نہیں تھی کہ وہ تم میں سے ہی (اے اہل عرب) پیدا ہوگا پس اگر مَیں اس کی خدمت میں پہنچ سکتا تو میں بہت ہی کوشش کرتا کہ اس کا دیدار مجھے نصیب ہو اور اگر میں اس کی خدمت میں ہوتا تو میں اس کے پاؤں دھویا کرتا اب اگر کچھ غیرت اور شرم ہے تو **مسیح** کے لئے یہ تعظیم کسی بادشاہ کی طرف سے جو اس کے زمانہ میں تھا پیش کرو اور نقد **ہزار روپیہ ہم سے لو** اور کچھ ضرورت نہیں کہ انجیل سے ہی بلکہ پیش کرو اگرچہ کوئی نجاست میں پڑا ہوا ورق ہی پیش کردو اور اگر کوئی بادشاہ یا امیر نہیں تو کوئی چھوٹا سا نواب ہی پیش کردو **اور یادرکھو کہ ہرگز پیش نہ کرسکو گے** پس یہ عذاب بھی جہنم کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہ آپ ہی بات کو اٹھا کر پھر آپ ہی ملزم ہوگئے۔ **شاباش! شاباش! شاباش! خوب پادری ہو۔**

﴿۸﴾

مسیح کا چال چلن آپ کے نزدیک کیا تھا۔ **ایک کھاؤ پیو۔ شرابی۔ نہ زاہد نہ عابد۔ نہ حق کا پرستار۔ متکبر۔ خود بین۔ خدائی کا دعویٰ** کرنے والا۔ مگر اس سے پہلے اور بھی کئی خدائی کا دعوے کرنے والے گذر چکے ہیں ایک مصر میں ہی موجود تھا۔ دعووں کو الگ کر کے کوئی **اخلاقی حالت** جو فی الحقیقت ثابت ہو ذرا پیش تو کرو تا حقیقت معلوم ہو۔ کسی کی محض باتیں ان کے اخلاق میں داخل نہیں ہوسکتیں۔ آپ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ مرتد جو خود خونی اور اپنے کام سے سزا کے لائق ٹھہر چکے تھے

بے رحمی سے قتل کئے گئے مگر آپ کو یاد نہ رہا کہ اسرائیلی نبیوں نے تو شیر خوار بچے بھی قتل کئے ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں تک نوبت پہنچی کیا ان کی نبوت سے منکر ہو یا وہ خدا تعالیٰ کا حکم نہیں تھا یا **موسیٰؑ کے وقت خدا اور تھا اور جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کوئی اور خدا تھا۔**

اے ظالم پادری کچھ شرم کر آخر مرنا ہے۔ **مسیح** بے چارہ تمہاری جگہ جواب دہ نہیں ہوسکتا اپنے کاموں سے تم ہی پکڑے جاؤ گے اس سے کوئی پُرسش نہ ہوگی۔ **اے نادان** تو اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں تجھے نظر نہیں آتا تیری آنکھیں کیا ہوئیں جو تو اپنی آنکھوں کو دیکھ نہیں سکتا۔

زینبؓ کے نکاح کا قصہ جو آپ نے زنا کے الزام سے ناحق پیش کر دیا بجز اس کے کیا کہیں کہ ع

بد گہر از خطا خطا نہ کند

اے نالائق متبنّٰی کی مطلّقہ سے نکاح کرنا زنا نہیں۔ صرف منہ کی بات سے نہ کوئی بیٹا بن سکتا ہے اور نہ کوئی باپ بن سکتا ہے اور نہ ماں بن سکتی ہے مثلاً اگر کوئی عیسائی غصّہ میں آ کر اپنی بیوی کو ماں کہہ دے تو کیا وہ اس پر حرام ہو جائے گی اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ بلکہ وہ بدستور اُسی ماں سے مجامعت کرتا رہے گا پس جس شخص نے یہ کہا کہ طلاق بغیر زنا کے نہیں ہوسکتی اس نے خود قبول کر لیا کہ صرف اپنے منہ سے کسی کو ماں یا باپ یا بیٹا کہہ دینا کچھ چیز نہیں ورنہ وہ ضرور کہہ دیتا کہ ماں کہنے سے طلاق پڑ جاتی ہے مگر شاید کہ **مسیح** کو وہ عقل نہ تھی جو فتح مسیح کو ہے۔ اب تم پر فرض ہے

﴿۹﴾

کہ اس بات کا ثبوت انجیل میں سے دو کہ اپنی عورت کو ماں کہنے سے **طلاق** پڑ جاتی ہے یا یہ کہ اپنے مسیح کی تعلیم کو ناقص مان لو یا یہ ثبوت دو کہ بائبل کی رو سے متبنّٰی فی الحقیقت بیٹا ہو جاتا اور بیٹے کی طرح وارث ہو جاتا ہے اور اگر کچھ ثبوت نہ دے سکو۔ تو بجز اس کے اور کیا کہیں کہ **لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ** **مسیح بھی تم پر لعنت کرتا ہے**۔ کیونکہ مسیح نے انجیل میں کسی جگہ نہیں کہا کہ اپنی عورت کو ماں کہنے سے اس پر طلاق پڑ جاتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ تینوں امر ہم شکل ہیں۔ اگر صرف منہ کے کہنے سے ماں نہیں بن سکتی تو پھر بیٹا بھی نہیں بن سکتا اور نہ باپ بن سکتا ہے اب اگر کچھ حیا ہو تو **مسیح کی گواہی قبول کر لو** یا اس کا **کچھ جواب دو** اور یاد رکھو کہ **ہرگز نہیں دے سکو گے** اگرچہ فکر کرتے کرتے مر ہی جاؤ کیونکہ **تم کاذب ہو اور مسیح تم سے بیزار ہے**۔

اور آپ کا یہ شیطانی وسوسہ کہ خندق کھودنے کے وقت چاروں نمازیں قضا کی گئیں اول آپ لوگوں کی علمیت تو یہ ہے کہ قضا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اے نادان قضا نماز ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ ترک نماز کا نام قضا ہرگز نہیں ہوتا۔ اگر کسی کی نماز ترک ہو جاوے تو اس کا نام فوت ہے اسی لئے ہم نے **پانچ ہزار روپے کا اشتہار دیا تھا** کہ ایسے بے وقوف بھی **اسلام** پر اعتراض کرتے ہیں جن کو ابھی تک قضا کے معنی بھی معلوم نہیں جو شخص لفظوں کو بھی اپنے محل پر استعمال نہیں کر سکتا وہ نادان کب یہ لیاقت رکھتا ہے کہ امور

دقیقہ پر نکتہ چینی کر سکے۔ باقی رہا یہ کہ خندق کھودنے کے وقت چار نمازیں جمع کی گئیں اس احمقانہ وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین میں حرج نہیں ہے یعنی ایسی سختی نہیں جو انسان کی تباہی کا موجب ہو اس لئے اس نے ضرورتوں کے وقت اور بلاؤں کی حالت میں نمازوں کے جمع کرنے اور قصر کرنے کا حکم دیا ہے مگر اس مقام میں ہماری کسی معتبر حدیث میں چار جمع کرنے کا ذکر نہیں بلکہ **فتح الباری شرح صحیح بخاری** میں لکھا ہے کہ واقعہ صرف یہ ہوا تھا کہ ایک نماز یعنی **صلٰوۃ العصر** معمول سے تنگ وقت میں ادا کی گئی۔ اگر آپ اس وقت ہمارے سامنے ہوتے تو ہم آپ کو ذرہ بٹھا کر پوچھتے کہ کیا یہ **متفق علیہ** روایت ہے کہ چار نمازیں فوت ہوگئی تھیں۔ **چار نمازیں تو خود شرع کی رو سے جمع ہوسکتی ہیں** یعنی ظہر اور عصر۔ اور مغرب اور عشاء۔ ہاں ایک روایت ضعیف میں ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اکٹھی کر کے پڑھی گئی تھیں لیکن دوسری **صحیح حدیثیں** اس کو رد کرتی ہیں اور صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ **عصر تنگ وقت** میں پڑھی گئی تھی۔ آپ **عربی علم** سے محض بے نصیب اور سخت جاہل ہیں **ذرا قادیان کی طرف آؤ اور ہمیں ملو** تو پھر آپ کے آگے کتابیں رکھی جائیں گی تا جھوٹے مفتری کو کچھ سزا تو ہو **ندامت کی سزا ہی سہی اگرچہ ایسے لوگ شرمندہ بھی نہیں ہوا کرتے۔**

﴿۱۰﴾

مال مسروقہ کو آپ کے **مسیح** کے روبرو بزرگ حواریوں کا کھانا

یعنی بیگانے کھیتوں کی بالیاں توڑنا کیا یہ درست تھا۔ اگر کسی جنگ میں کفار کے بلوے اور خطرناک حالت کے وقت نماز عصر تنگ وقت پر پڑھی گئی تو اس میں صرف یہ بات تھی کہ دو عبادتوں کے جمع ہونے کے وقت اس عبادت کو مقدم سمجھا گیا جس میں کفار کے خطرناک حملہ کی روک اور اپنے حقوق نفس اور قوم اور ملک کی جائز اور بجا محافظت تھی اور یہ تمام کاروائی اس شخص کی تھی جو شریعت لایا اور یہ بالکل **قرآن کریم** کے منشاء کے مطابق تھی خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [1]۔ یعنی نبی کی ہر یک بات خداتعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے نبی کا زمانہ نزول شریعت کا زمانہ ہوتا ہے اور شریعت وہی ٹھہر جاتی ہے جو نبی عمل کرتا ہے ورنہ جو جو کارروائیاں **مسیح** نے توریت کے برخلاف کی ہیں یہاں تک کہ سبت کی بھی پرواہ نہ رکھی اور کھانے پر ہاتھ نہ دھوئے وہ سب **مسیح** کو مجرم ٹھہراتے ہیں ذرا توریت سے ان سب کا ثبوت تو دو **مسیح** پطرس کو **شیطان** کہہ چکا تھا پھر اپنی بات کیوں بھول گیا۔ اور شیطان کو حواریوں میں کیوں داخل رکھا۔

اور پھر آپ کا اعتراض ہے کہ بہت سی عورتوں اور لونڈیوں کو رکھنا یہ فسق و فجور ہے **اے نادان** حضرت داؤد نبیؑ کی بیبیاں تجھ کو یاد نہیں جس کی تعریف کتاب مقدس میں ہے کیا وہ اخیر عمر تک حرام کاری کرتا رہا کیا اسی حرام کار کی یہ پاک ذریت ہے جس پر تمہیں بھروسہ ہے جس خدا نے **اوریا** کی بیوی کے بارے میں داؤد پر عتاب کیا۔ کیا وہ **داؤدؑ کے اس جرم سے غافل رہا** جو مرتے دم تک اس سے سرزد

﴿۱۱﴾

[1] النجم:۴،۵

ہوتا رہا بلکہ خدا نے اس کی چھاتی گرم کرنے کو ایک اور لڑکی بھی اسے دی اور آپ کے خدا کی شہادت موجود ہے کہ داؤد اوریا کے قصہ کے سوا اپنے تمام کاموں میں راستباز ہے کیا کوئی عقلمند قبول کرسکتا ہے کہ اگر کثرت ازدواج خدا کی نظر میں بُری تھی تو خدا اسرائیلی نبیوں کو جو کثرت ازدواج میں سب سے بڑھ کر نمونہ ہیں ایک مرتبہ بھی اس فعل پر سرزنش نہ کرتا پس یہ سخت بے ایمانی ہے کہ جو بات خدا کے پہلے نبیوں میں موجود ہے اور خدا نے اسے قابل اعتراض نہیں ٹھہرایا اب شرارت اور خباثت سے **جناب مقدس نبوی** کی نسبت قابل اعتراض ٹھہرائی جاوے۔ افسوس یہ لوگ ایسے بے شرم ہیں کہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر ایک سے اوپر بیوی کرنا زنا کاری ہے تو حضرت **مسیح** جو **داؤد** کی اولاد کہلاتے ہیں ان کی پاک ولادت کی نسبت سخت شبہ پیدا ہوگا اور کون ثابت کر سکے گا کہ ان کی بڑی نانی حضرت **داؤد** کی پہلی ہی بیوی تھی۔

پھر آپ حضرت **عائشہ صدیقہؓ** کا نام لے کر اعتراض کرتے ہیں کہ جناب **مقدس نبویؐ** کا بدن سے بدن لگانا اور زبان چوسنا خلاف شرع تھا اب اس ناپاک تعصب پر کہاں تک رو ویں۔ **اے نادان** جو **حلال** اور جائز نکاح ہیں۔ ان میں یہ سب باتیں جائز ہوتی ہیں یہ اعتراض کیسا ہے کیا تمہیں خبر نہیں کہ **مردی** اور **رجولیت** انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے **ہیجڑا** ہونا کوئی **اچھی صفت نہیں** جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں۔ ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ **حضرت مسیح علیہ السلام** مردانہ صفات کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل

حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے۔ اس لئے یورپ کی عورتیں نہایت قابل شرم آزادی سے فائدہ اٹھا کر اعتدال کے دائرہ سے **اِدھر اُدھر نکل گئیں اور آخر ناگفتنی فسق و فجور تک نوبت پہنچی۔**

اے نادان! فطرت انسانی اور اس کے سچے پاک جذبات سے اپنی بیویوں سے پیار کرنا اور حسن معاشرت کے ہر قسم جائز اسباب کو برتنا انسان کا طبعی اور اضطراری خاصہ ہے **اسلام** کے **بانی علیہ الصلوٰۃ والسّلام** نے بھی اسے برتا اور اپنی جماعت کو ایک نمونہ دیا **مسیح** نے اپنے ناقص تعلیم کی وجہ سے اپنے ملفوظات اور اعمال میں یہ کمی رکھ دی مگر چونکہ طبعی تقاضا تھا اس لئے یورپ اور عیسویت نے خود اس کے لئے ضوابط نکالے۔ اب تم خود انصاف سے دیکھ لو کہ گندی سیاہ بدکاری اور ملک کا ملک رنڈیوں کا ناپاک چکلہ بن جانا **ہائیڈ پارکوں** میں **ہزاروں ہزار کا** روز روشن میں **کتوں اور کتیوں** کی طرح اوپر تلے ہونا اور آخر اس ناجائز آزادی سے تنگ آ کر آہ و فغان کرنا اور برسوں دیوثیوں اور سیاہ روئیوں کے مصائب جھیل کر اخیر میں **مسودۂ طلاق** پاس کرانا یہ کس بات کا نتیجہ ہے۔ کیا اس قدوس **مطہر. مزکّی نبی اُمّی** ؐ کی معاشرت کے اس نمونہ کا جس پر خباثت باطنی کی تحریک سے آپ معترض ہیں یہ نتیجہ ہے۔ اور ممالک **اسلامیہ** میں یہ تعفّن اور زہریلی ہوا پھیلی ہوئی ہے یا ایک سخت ناقص نالائق کتاب **پولوسی انجیل** کی مخالف فطرت اور ادھوری تعلیم کا یہ اثر ہے اب دو زانو ہو کر بیٹھو اور **یوم الجزا** کی تصویر کھینچ کر غور کرو۔

﴿۱۲﴾

ہاں **مسیح** کی **دادیوں** اور **نانیوں** کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی کبھی آپ نے سوچا ہوگا ہم تو سوچ کر تھک گئے اب تک کوئی عمدہ جواب خیال میں نہیں آیا کیا ہی خوب خدا ہے جس کی دادیاں اور نانیاں اس کمال کی ہیں آپ یاد رکھیں کہ ہم بقول آپ کے مرد میدان بن کر ہی رسالہ لکھیں گے اور آپ کو دکھائیں گے کہ وساوس کی بیخ کنی اسے کہتے ہیں اس جاہل گمراہ کا شکست دینا کون سے بڑی بات ہے جو انسان کو خدا بنا تا ہے مگر آپ از راہ مہربانی ان چند باتوں کا جو میں نے دریافت کی ہیں۔ضرور جواب لکھیں۔ اور ان الفاظ سے ناراض نہ ہوں جو لکھے گئے ہیں کیونکہ الفاظ محل پر چسپاں ہیں۔ اور آپ کی شان کے شایان ہیں۔ جس حالت میں آپ نے باوجود بے علمی اور جہالت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو **سیّد المطھرین** ہیں زنا کی تہمت لگائی۔ تو اس پلید جھوٹ اور افترا کا یہی جواب تھا۔ جو آپ کو دیا گیا۔ ہم نے بہتیرا چاہا کہ آپ لوگ بھلے مانس بن جاویں۔ اور گالیاں نہ دیا کریں۔ مگر آپ لوگ نہیں مانتے۔ آپ ناحق اہل اسلام کا دل دکھاتے ہیں آپ نہیں جانتے کہ ہمارے نزدیک وہ نادان ہر ایک زنا کار سے بدتر ہے جو انسان کے پیٹ سے نکل کر خدا ہونے کا دعویٰ کرے۔ اگر آپ لوگ **مسیح** کے خیر خواہ ہوتے تو ہم سے **جناب مقدس نبوی** کے ذکر میں بہ ادب پیش آتے **ایک صحیح حدیث میں** ہے کہ تم اپنے باپ کو گالی مت دو لوگوں نے عرض کی کوئی باپ کو بھی گالی دیتا ہے آپ نے فرمایا ہاں جب تو کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ ضرور تیرے باپ کو بھی گالی دے گا تب وہ گالی اسؔ نے نہیں دی بلکہ تو نے ﴿۱۳﴾

دی ہے اسی طرح آپ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کے بودے جھوٹے خدا کی بھی اچھی طرح بھگت سنواری جائے۔ اب ہم یہ خط بطور نوٹس کے آپ کو بھیجتے ہیں کہ اگر پھر ایسے ناپاک لفظ آپ نے استعمال کئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ناپاک تہمت لگائی تو ہم بھی آپ کے فرضی اور جعلی خدا کی وہ خبر لیں گے جس سے اس کی تمام خدائی ذلت کی نجاست میں گرے گی۔

اے نالائق کیا تو اپنے خط میں سرورانبیاء **صلی اللہ علیہ وسلم** کو زنا کی تہمت لگاتا ہے اور فاسق فاجر قرار دیتا ہے اور ہمارا دل دکھاتا ہے۔ ہم کسی عدالت کی طرف رجوع نہیں کرتے اور نہ کریں گے مگر آئندہ کے لئے سمجھاتے ہیں کہ ایسی ناپاک باتوں سے باز آجاؤ اور خدا سے ڈرو جس کی طرف پھرنا ہے اور حضرت مسیح کو بھی گالیاں مت دو۔ یقیناً جو کچھ تم **جناب مقدس نبوی** کی نسبت بُرا کہو گے۔ وہی تمہارے فرضی **مسیح** کو کہا جائے گا مگر ہم اس سچے **مسیح** کو **مقدس** اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں جس نے نہ **خدائی کا دعویٰ کیا نہ بیٹا ہونے کا اور جناب محمد مصطفٰی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** کے آنے کی خبر دی اور ان پر ایمان لایا۔ فقط

مولوی صاحبان امرتسر کی اسلامی ہمدردی

حضرات مولوی صاحبان امرتسر جو چھ سات آدمی سے

زیادہ نہیں یعنی مولوی **عبدالجبار** صاحب غزنوی اور مولوی **ثناء اللہ** صاحب امرت سری اور مولوی **غلام رسول** صاحب امرتسری اور مولوی **احمد اللہ** صاحب وغیرہ وغیرہ صاحبان نے اس درخواست پر دستخط کرنے سے اعتراض کیا جو گورنمنٹ میں بمراد توسیع **دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند** اور نیز دو شرطوں کے پاس کرانے کی غرض سے بھیجی جائے گی اور مخالفت بیجا کر کے ثابت کر دیا کہ وہ کیسے **اسلام** کے پکے دشمن اور اسلامی مصالح کے سخت مخالف ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ عام مسلمانوں کو ان کی اس حرکت بے جا سے بہت ہی رنج ہوا اور اکثر لوگوں نے بہت لعن طعن بھی کی کہ یہ کیسے مولوی اور کیسے مسلمان ہیں جنہوں نے محض اپنی ایک اندرونی نزاع کی وجہ سے اس سیدھی اور صاف اور نہایت مناسب تحریر سے گریز کی جس میں سراسر **اسلام** کی بھلائی اور جس سے آئندہ کو اس سبّ وشتم اور بے جا بہتان اور گندی گالیوں کا جو یا وہ گو آریہ اور پادری ہمارے پیغمبر **خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم** کو دیتے ہیں دروازہ بند ہو جاتا تھا لیکن مولوی صاحبوں کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ﴿۱۴﴾ پادری صاحبوں اور آریہ صاحبوں کو گالیاں دینے اور توہین مذہب کرنے میں بالکل بے قصور ٹھہراتے ہیں اور یہ تمام الزام اس عاجز پر رکھتے ہیں کہ اول اس عاجز نے ان کے بزرگوں کو گالیاں دیں اور پھر ناچار ان نیک بختوں کو بھی کچھ کہنا پڑا۔ سو یہ **افترا** اگر کچھ پوشیدہ اور قابل غور ہوتا تو ہم اس کا نہایت بسط اور تفصیل سے جواب دیتے مگر ایسے سفید جھوٹ کا کیا جواب دیں جس میں ایک ذرہ بھی سچائی کی آمیزش نہیں۔ ہم نہایت حیرت میں ہیں کہ اس قدر دروغگوئی کا نام کیا رکھیں آیا بے ایمانی رکھیں یا بدذاتی کے نام سے موسوم کریں یا متعصّبانہ جنون قرار دیں کیا کہیں!!!

اس بات کو کون نہیں جانتا۔ کہ ہندوستان اور پنجاب میں کم سے کم ۴۵ برس سے یہ بے اعتدالیاں شروع ہیں۔ ہمارے **سید و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء سیّد المطہرین افضل الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** کو اس قدر گالیاں دی گئی ہیں اور اس قدر قرآن کریم کو بے جا ٹھٹھے اور ہنسی کا نشانہ بنایا گیا ہے کہ دنیا میں کسی ذلیل سے ذلیل انسان کے لئے بھی کسی شخص نے یہ لفظ استعمال نہیں کئے یہ کتابیں کچھ ایک دو نہیں بلکہ ہزارہا تک نوبت پہنچ گئی ہے اور جو شخص ان کتابوں کے مضمون پر علم رکھ کر اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے رسول پاک کے لئے کچھ بھی غیرت نہیں رکھتا وہ ایک لعنتی آدمی ہے نہ مولوی۔ اور ایک پلید حیوان ہے نہ انسان۔

اور یاد رہے کہ ان میں بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو میرے بلوغ کے ایام سے بھی پہلے کی ہیں اور کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ ان کتابوں کی تالیف کا یہ موجب تھا کہ میں یا کسی اور مسلمان نے حضرت **مسیح علیہ السلام** کو گالیاں دی تھیں جس سے مشتعل ہوکر پادری فنڈل اور صفدر علی اور پادری ٹھاکرداس اور عمادالدین اور پادری ولیمس ریواری نے وہ کتابیں تالیف کیں کہ اگر ان کی گالیاں اور بے ادبیاں جمع کی جائیں تو اس سے سو جز کی کتاب بن سکتی ہیں اور ایسا ہی کوئی اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ جس قدر گالیاں اور بے ادبیاں پنڈت دیانند نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں ہمارے سید و مولیٰ **نبی صلے اللہ علیہ وسلم** کو دیں اور **دینِ اسلام** کی توہین کی یہ کسی ایسے اشتعال کی وجہ سے تھیں جو ہماری طرف سے ہوا تھا ایسا ہی آریوں میں سے لیکھرام وغیرہ جو اب تک گندی کتابیں چھاپ

رہے ہیں۔ اصل موجب اس کا ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم نے وید کے رشیوں کو گالیاں دی تھیں بلکہ اگر ہم نے کچھ وید کی نسبت براہین میں لکھا تو نہایت تہذیب سے لکھا اور اس وقت لکھا گیا کہ جب دیانند اپنے ستیارتھ پرکاش میں اور کنہیا لعل الکھ دھاری لدھیانوی اپنی کتابوں میں اور اندرمن مرادآبادی اپنی پلید تالیفوں میں ہزارہا گالیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے چکے تھے اور ان کی کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور بعض بد بخت اور آنکھوں کے اندھے مسلمان آریہ بن چکے ﴿۱۵﴾ تھے اور **اسلام** سے نہایت درجہ ٹھٹھا کیا گیا تھا اور پھر بھی ہم نے **براہین** میں تہذیب کو ہاتھ سے نہ دیا گو ہمارا دل دکھایا گیا اور بہت ہی دکھایا گیا مگر ہم نے اپنی کتاب میں ہرگز ناراستی اور سختی کو اختیار نہ کیا اور جو واقعات دراصل صحیح اور محل پر چسپاں تھے وہی بیان کئے ہم بمقابل آریوں کی گالیوں کے ویدوں کے رشیوں کو کیونکر گالیاں دیتے۔ ہمیں تو اب تک بھی یہ پتہ نہیں لگا کہ ویدوں کے رشی کچھ وجود بھی رکھتے تھے یا نہیں اور کہاں تھے اور کس شہر میں رہتے تھے اور ان کی زندگی کی سوانح کیا تھی اور ان کی لائف کا سلسلہ کس طور کا تھا۔ پھر ہم کیونکر ان کی نکتہ چینی کر سکتے ہمیں اب تک ان کے وجود میں ہی شک ہے اور ہمارا یہی مذہب کہ **اگنو** اور **وایو** اور **ادت** وغیرہ جو وید کے رشی سمجھے جاتے ہیں یہ صرف **فرضی اور خیالی نام ہیں** اور ہم بالکل اس بات سے ناواقف ہیں کہ یہ **لوگ کون تھے** اگر ان کا کچھ بھی وجود خارج میں ہوتا تو البتہ ان کی سوانح لکھی جاتی اور **وید کے مؤلف** وہی معلوم ہوتے ہیں **جن کے نام سکتوں** کے سر پر موجود ہیں پھر ہم ایسے مستور الحال اور

مفقود الخبر رشیوں کو گالیاں کیونکر دے سکتے تھے اور **اسلام** کا طریق گالی دینا نہیں ہے مگر ہمارے مخالفوں نے ناحق بے وجہ اس قدر گالیوں سے بھری ہوئی کتابیں لکھی ہیں کہ اگر ان کا **ایک جگہ ڈھیر لگایا جائے تو ان کی بلندی ہزار فٹ سے کچھ کم نہ ہو** اور ابھی تک بس کب ہے ہر یک مہینہ میں ہزاروں رسالے اور کتابیں اور اخبار توہین اور سب وشتم سے بھرے ہوئے نکلتے ہیں۔ پس ہمیں ان مولویوں کی حالت پر افسوس تو یہی ہے کہ ایسے مولوی جو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے کچھ مضایقہ نہیں اگر ان کی ماں کو کوئی ایسی گالی دی جاتی جو ہمارے پیارے **نبی صلی اللہ علیہ وسلم** کو دی جاتی ہے یا اگر ان کے باپ پر وہ بہتان لگایا جاتا۔ جو **سیّدالرسل محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم** پر لگایا جاتا ہے تو کیا یہ ایسے ہی چپ بیٹھے رہتے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ فی الفور عدالت تک پہنچتے اور جہاں تک طاقت ہوتی کہ کوشش کرتے کہ تا ایسا دشنام دہ اپنی سزا کو پہنچے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ان کے نزدیک کچھ چیز نہیں۔ غضب کی بات ہے کہ مخالفین کی طرف سے **تو چھ کروڑ کتاب** اب تک **اسلام کے رد اور توہین** میں تالیف ہو چکیں اور سب وشتم کا کچھ انتہا نہ رہا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ ہونے دو جو کچھ ہوتا ہے۔ **عنقریب ہے جو ان گالیوں سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں** مگر ان مولویوں کو کچھ پرواہ نہیں۔ حیف ہے ایسے **اسلام اور مسلمانی** پر کہ کہتے ہیں کہ کچھ بھی حرج نہیں

ہزارہا آدمی ان جھوٹے بہتانوں کو سن کر مرتد ہو گئے مگر ان کے خیال میں ہنوز کسی احسن انتظام کی ضرورت نہیں۔ یا الٰہی یہ لوگ کیوں **اندھے ہو گئے**۔ مجھے کچھ سبب معلوم نہیں ہوتا کیوں **بہرے** ہو گئے۔ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں لگتا۔ **اے قادر خدا اے حامی دین مصطفٰی** تو ان کے **دلوں** کے **جذام** کو دور کر۔ ان کی **آنکھوں** کو **بینائی** بخش کہ تو جو چاہتا ہے کرتا ہے تیرے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں۔ ہم تیری رحمتوں پر بھروسہ رکھتے ہیں تو کریم اور قادر ہے۔ ﴿۱۶﴾

پیارے ناظرین ایک اور **اعجوبہ** بھی سنو کہ یہ لوگ اپنے **اشتہار** میں لکھتے ہیں کہ اس قسم کا قانون پاس کرنا کہ کوئی شخص کسی مذہب پر ایسا اعتراض نہ کرے جو خود اس پر وارد ہوتا ہو یہ صرف ہمارے ماخوذ کرانے کے لئے ہے۔ **او ظالم مولویو**! تم مطمئن رہو کہ ہم تمہارے جھوٹ اور بہتان کی وجہ سے تم پر ہرگز نالش نہیں کریں گے یہاں تک کہ اس دنیا سے گذر جائیں گے لیکن **برائے خدا اپنی خیانتوں سے اسلام پر ظلم مت کرو**۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ **اسلام** پر جس قدر عیسائی مذہب اور دوسروں کی طرف سے اعتراض ہو رہے ہیں وہ اعتراض ان کی کتابوں پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اگر قانون کا رعب درمیان ہوگا تو ایسے اعتراض آئندہ نابود ہو جائیں گے اور جو پہلے کر چکے ان کی قلعی کھل جائے گی اور اس طریق سے **اسلام** کا چہرہ روشن سب کو نظر آ جائے گا اور تمام دھوکا دینے والوں کی کارستانیاں مٹ جائیں گی سو تم سچ کو مت چھپاؤ بے ایمانی مت اختیار کرو، اس سے ڈرو جس کا غضب ایک کھا جانے والی آگ ہے۔

اور میں نے آپ لوگوں کا یہ قول بھی سنا ہے کہ ہم کیا دستخط کریں عبداللہ آتھم کے معاملہ میں ہم بہت ہی نادم ہیں اس کا ہم بجز اس کے کیا جواب دیں کہ درحقیقت آپ لوگ آتھم کی پیشگوئی کے بارہ میں بہت ہی شرمندہ ہیں آپ کا کچھ باقی نہیں رہا۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ بالکل سچ ہے کہ آپ کی اس پیشگوئی سے ناک کٹ گئی اور بہت ہی شرمندگی آپ کو پہنچی مگر ہمیں اب تک معلوم نہیں کہ اس شرمندگی اور ناک کٹنے کی آپ کے نزدیک وجہ کیا ہے۔ ہاں پیشگوئی کے واقعات اور آپ لوگوں کی ہٹ دھرمی پر نظر ڈال کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرمندگی ضرور دو وجہ سے ہے اور کوئی تیسری وجہ نہیں۔

(۱) اول تو یہ کہ آپ صاحبوں کے دل پر یہ سخت تازیانہ لگا کہ **آتھم** نے اپنے افعال اور اقوال اور خود اپنے اقرار سے پیشگوئی کا سچا ہونا ثابت کر دیا اور **قسم** کھانے سے پہلوتہی کر کے پیشگوئی کی اس شرط کی طرف لوگوں کے دلوں کو توجہ دلائی جس میں صریح صریح لکھا گیا تھا کہ اگر **حق کی طرف رجوع کرے گا** تو یہ عذاب اس پر نازل نہیں ہوگا پس اگر اس بات کو سوچنے سے شرمندگی ہوئی ہے کہ آپ لوگوں کے خلاف مراد عیسائیوں پر ایسی حجت پوری ہوئی کہ وہ منہ نہیں دکھا سکتے۔ تو بے شک آپ کی حالت قابل رحم ہے بلکہ ہمیں تو تعجب ہے کہ آپ لوگ اس صدمہ سے فوت کیوں نہ ہو گئے کیونکہ یہ صدمہ بھی کچھ تھوڑا صدمہ نہیں کہ آتھم باوجود آپ لوگوں کی تحریک کے قسم کھا کر اپنی صفائی نہ کر سکا اور اب تک میت کی طرح بیٹھا ہے بے شک یہ شرمندگی کی جگہ تھی آپ لوگ معذور ہیں اور پھر رسالہ **ضیاء الحق** نے شائع ہو کر اور بھی آپ کے سر پر خاک ڈالی۔ ﴿۱۷﴾

(۲) دوسری وجہ آپ کے شرمندہ ہونے کی یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ جن **تین**

حملوں کا آتھم نے دعویٰ کیا تھا کہ گویا وہ ان کی وجہ سے ڈرتا رہا نہ **پیشگوئی** کی **اسلامی** ہیبت سے ان تین حملوں کو نہ آتھم اب تک ثابت کر سکا اور نہ آپ لوگ ثابت کر سکے اس لئے نہایت صفائی سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ آتھم نے اسلامی پیشگوئی سے بہت خوف کھا کر اور حق کا ایک قوی اثر اپنے دل پر ڈال کر رجوع الی الحق کی شرط کو پورا کر دیا پھر کیوں آپ لوگ شرمندہ نہ ہوں۔ بلکہ جس قدر شرمندہ ہوں وہ تھوڑا ہے آپ لوگ تو مر گئے ناک کٹ گئی۔ کیا باقی رہا۔

بقیہ اعتراضات پادری فتح مسیح صاحب جس کو انہوں نے دوسرے خط میں ظاہر کیا

ایک یہ اعتراض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے اور اپنے دین کو چھپا لینے کے واسطے قرآن میں صاف حکم دے دیا ہے مگر انجیل نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی اجازت نہیں دی **اما الجواب**۔ پس واضح ہو کہ جس قدر راستی کے التزام کے لئے **قرآن شریف** میں تاکید ہے میں ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ انجیل میں اس کا عشر عشیر بھی تاکید ہو بیس برس کے قریب عرصہ ہو گیا کہ میں نے اسی بارہ میں ایک اشتہار دیا تھا اور قرآنی آیات لکھ کر اور عیسائیوں وغیرہ کو ایک رقم کثیر بطور انعام دینا کر کے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ جیسے ان آیات میں راست گوئی کی تاکید ہے اگر کوئی عیسائی اس زور وشور کی تاکید انجیل میں

سے نکال کر دکھلا دے تو اس قدر انعام اس کو دیا جائے گا مگر پادری صاحبان اب تک ایسے چپ رہے کہ گویا ان میں جان نہیں اب مدت کے بعد فتح مسیح صاحب کفن میں سے بولے شاید بوجہ امتداد زمانہ ہمارا وہ **اشتہار** ان کو یاد نہیں رہا۔ پادری صاحب آپ خس وخاشاک کو سونا بنانا چاہتے ہیں اور سونے کی کان سے منہ مروڑ کر اِدھر اُدھر بھاگتے ہیں اگر یہ بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ **قرآن شریف نے** دروغ گوئی کو بُت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ [1] یعنی بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ [2] الجزو نمبر ۴۔ یعنی اے ایمان والو انصاف اور راستی پر قائم ہو جاؤ اور سچی گواہیوں کو للہ ادا کرو اگرچہ تمہاری جانوں پر ان کا ضرر پہنچے یا تمہارے ماں باپ اور تمہارے اقارب ان گواہیوں سے نقصان اٹھاویں۔ ﴿۱۸﴾

اب اے **ناخدا ترس** ذرا **انجیل** کو کھول اور ہمیں بتلا کہ راست گوئی کے لئے ایسی تاکید انجیل میں کہاں ہے اور اگر ایسی تاکید ہوتی **تو پطرس** اول درجہ کا حواری کیوں جھوٹ بولتا اور کیوں **جھوٹی قسم** کھا کر اور **حضرت مسیح** پر **لعنت** بھیج کر صاف منکر ہو جاتا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **صحابہ رضی اللہ عنہم** محض راست گوئی کی وجہ سے شہید ہوتے رہے اور الٰہی گواہی کو انہوں نے ہرگز مخفی نہ رکھا گو ان کے خون سے زمین سرخ ہو گئی مگر انجیل سے ثابت ہے کہ خود آپ کے یسوع صاحب اس شہادت ☆ کو مخفی رکھتے رہے ہیں جس کا ظاہر

[1] الحج: ۳۱ [2] النسآء: ۱۳۶ ☆ نوٹ:۔ دیکھو متی ۱۶ باب آیت ۲۰

کرنا ان پر واجب تھا اور وہ ایمان بھی دکھلا نہ سکے جو مکہ میں مصائب کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دکھلایا تھا۔ امید کہ آپ اس سے منکر نہیں ہوں گے اور اگر خیانت کے طور پر منکر بھی ہو گئے تو وہ مام مقام ہم دکھلا دیں گے بالفعل صرف نمونہ کے طور پر ثبوت میں لکھا گیا۔

اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے مگر یہ آپ کو اپنی جہالت کی وجہ سے غلطی لگی ہے اور اصل بات یہی ہے کہ کسی حدیث میں جھوٹ بولنے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ حدیث میں تو یہ لفظ ہیں کہ **ان قتلت و احرقت** یعنی سچ کو مت چھوڑ اگرچہ تو قتل کیا جائے اور جلایا جائے۔ پھر جس حالت میں قرآن کہتا ہے کہ تم انصاف اور سچ مت چھوڑو اگرچہ تمہاری جانیں بھی اس سے ضائع ہوں اور حدیث کہتی ہے کہ اگرچہ تم جلائے جاؤ اور قتل کئے جاؤ مگر سچ ہی بولو۔ تو پھر اگر فرض کے طور پر کوئی حدیث **قرآن اور احادیث صحیحہ کی مخالف ہو تو وہ قابل سماعت نہیں ہوگی** کیونکہ ہم لوگ اُسی حدیث کو قبول کرتے ہیں جو احادیث صحیحہ اور قرآن کریم کے مخالف نہ ہو۔ ہاں بعض احادیث میں توریہ کے جواز کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور اُسی کو نفرت دلانے کی غرض سے کذب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور ایک جاہل اور احمق جب ایسا لفظ کسی حدیث میں بطور تسامح کے لکھا ہوا پاوے تو شاید اس کو حقیقی کذب ہی سمجھ لے کیونکہ وہ اس قطعی فیصلہ سے بے خبر ہے کہ حقیقی کذب اسلام میں پلید اور حرام اور شرک کے برابر ہے مگر توریہ جو درحقیقت کذب نہیں گو کذب کے رنگ میں ہے اضطرار کے وقت عوام کے واسطے اس کا جواز حدیث سے پایا جاتا ہے مگر پھر بھی لکھا ہے کہ افضل وہی لوگ ہیں جو توریہ سے بھی پرہیز کریں

اور توریہ اسلامی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ فتنہ کے خوف سے ایک بات کو چھپانے کے لئے یا کسی اور مصلحت پر ایک راز کی بات مخفی رکھنے کی غرض سے ایسی مثالوں اور پیرایوں میں اس کو بیان کیا جائے کہ عقلمند تو اس بات کو سمجھ جائے اور نادان کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کا خیال دوسری طرف چلا جائے جو متکلم کا مقصود نہیں اور غور کرنے کے بعد معلوم ہو کہ جو کچھ متکلم نے کہا ہے وہ جھوٹ نہیں بلکہ حق محض ہے اور کچھ بھی کذب کی اس میں آمیزش نہ ہو اور نہ دل نے ایک ذرہ بھی کذب کی طرف میل کیا ہو جیسا کہ بعض احادیث میں دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لئے یا اپنی بیوی کو کسی فتنہ اور خانگی ناراضگی اور جھگڑے سے بچانے کے لئے یا جنگ میں اپنے مصالح دشمن سے مخفی رکھنے کی غرض سے اور دشمن کو اور طرف جھکا دینے کی نیت سے توریہ کا جواز پایا جاتا ہے مگر باوصف اس کے بہت سی حدیثیں دوسری بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ توریہ اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کے برخلاف ہے اور بہرحال کھلی کھلی سچائی بہتر ہے اگرچہ اس کی وجہ سے قتل کیا جائے اور جلایا جائے مگر افسوس کہ یہ توریہ آپ کے یسوع صاحب کے کلام میں بہت ہی پایا جاتا ہے تمام انجیلیں اس سے بھری پڑی ہیں اس لئے ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ اگر توریہ کذب ہے تو **یسوع** سے زیادہ دنیا میں کوئی بھی کذاب نہیں گذرا۔ یسوع صاحب کا یہ قول کہ میں خدا کی ہیکل کو ڈھا سکتا ہوں اور پھر میں تین دن میں اسے بنا سکتا ہوں یہی وہ قول ہے جس کو توریہ کہتے ہیں۔ اور ایسا ہی وہ قول کہ ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگورستان لگایا یہ سب توریہ کی قسمیں ہیں اور یسوع صاحب کے کلام میں اس کے بہت سے نمونے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ چبا چبا کر باتیں کرتا تھا اور اس کی

﴿۱۹﴾

باتوں میں دورنگی پائی جاتی تھی۔

اور ہمارے سید و مولیٰ جناب مقدس نبوی کی تعلیم کا ایک اعلیٰ نمونہ اس جگہ ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس توریہ کو آپ کا یسوع شیر مادر کی طرح تمام عمر استعمال کرتا رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتی الوسع اس سے مجتنب رہنے کا حکم کیا ہے تا مفہوم کلام کا اپنی ظاہری صورت میں بھی کذب سے مشابہ نہ ہو مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں کہ آپ کے یسوع صاحب اس قدر التزام سچائی کا نہ کر سکے جو شخص خدائی کا دعویٰ کرے وہ تو شیر ببر کی طرح دنیا میں آنا چاہئے تھا نہ کہ ساری عمر توریہ اختیار کر کے اور تمام باتیں کذب کے ہمرنگ کہہ کر یہ ثابت کر دیوے کہ وہ ان افراد کاملہ میں سے نہیں ہے جو مرنے سے لاپرواہ ہو کر دشمنوں کے مقابل پر اپنے تئیں ظاہر کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور کسی مقام میں بزدلی نہیں دکھلاتے مجھے تو ان باتوں کو یاد کر کے رونا آتا ہے کہ اگر کوئی ایسے ضعیف القلب یسوع کی اس ضعف حالت اور توریہ پر جو ایک قسم کا کذب ہے اعتراض کرے تو ہم کیا جواب دیں۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ جناب سید المرسلینؐ جنگ احد[1] میں اکیلے ہونے کی حالت میں برہنہ تلواروں کے سامنے کہہ رہے تھے **میں محمدؐ ہوں۔ میں نبی اللہ ہوں۔** میں ابن **عَبْدُ المطّلِب** ہوں اور پھر دوسری طرف دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کا یسوع کانپ کانپ کر اپنے شاگردوں کو یہ خلاف واقعہ **تعلیم** دیتا ہے کہ **کسی سے نہ کہنا کہ**

﴿۲۰﴾

[1] سہو ہے یہ واقعہ غزوۂ حنین کا ہے۔ شمس

میں یسوع مسیح ہوں حالانکہ اس کلمہ سے کوئی اس کو قتل نہیں کرتا تو میں دریائے حیرت میں غرق ہو جاتا ہوں کہ یا الٰہی یہ شخص بھی نبی ہی کہلاتا ہے جس کی شجاعت کا خدا کی راہ میں یہ حال ہے۔

الغرض فتح مسیح نے اپنی جہالت کا خوب پردہ کھولا بلکہ اپنے یسوع صاحب پر بھی وار کیا کہ بعض ان احادیث کو پیش کر دیا جن میں توریہ کے جواز کا ذکر ہے اگر کسی حدیث میں توریہ کو بطور تسامح کذب کے لفظ سے بیان بھی کیا گیا ہو تو یہ سخت جہالت ہے کہ کوئی شخص اس کو حقیقی کذب پر محمول کرے جبکہ قرآن اور احادیث صحیحہ بالاتفاق کذب حقیقی کو سخت حرام اور پلید ٹھہراتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی حدیثیں توریہ کے مسئلہ کو کھول کر بیان کر رہی ہیں تو پھر اگر فرض بھی کر لیں کہ کسی حدیث میں بجائے توریہ کے کذب کا لفظ آ گیا ہو تو **نعوذ باللّٰہ** اس سے مراد حقیقی کذب کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ اس کے قائل کے نہایت باریک تقویٰ کا یہ نشان ہوگا کہ جس نے توریہ کو کذب کی صورت میں سمجھ کر بطور تسامح کذب کا لفظ استعمال کیا ہو ہمیں **قرآن اور احادیث صحیحہ** کی پیروی کرنا ضروری ہے اگر کوئی امر اس کے مخالف ہوگا تو ہم اس کے وہ معنے ہرگز قبول نہیں کریں گے جو مخالف ہوں احادیث پر نظر ڈالنے کے وقت یہ بات ضروری ہوتی ہے کہ ایسی حدیثوں پر بھروسہ نہ کریں جو ان احادیث سے مناقض اور مخالف ہوں۔ جن کی صحت اعلیٰ درجہ پر پہنچ چکی ہو اور نہ ایسی حدیثوں پر جو قرآن کی نصوص صریحہ بینہ محکمہ سے صریح مخالف اور مغائر اور مباین واقع ہوں پھر ایک ایسا مسئلہ جو قرآن اور احادیث صحیحہ نے اس پر اتفاق کر لیا ہے اور کتب دین میں صراحت

سے اس کا ذکر ہے اس کے مخالف کسی بے ہودہ قول یا کسی مغشوش اور غیر ثابت حدیث یا مشتبہ اثر سے تمسک کر کے اعتراض کرنا یہ خیانت اور شرارت کا کام ہے۔ درحقیقت عیسائیوں کو ایسی شرارتوں نے ہی ہلاک کیا ہے ان لوگوں کو خود بخود حدیث دیکھنے کا مادہ نہیں۔ غایت کار مشکٰوۃ کا کوئی ترجمہ دیکھ کر جس بات پر اپنے فہم ناقص سے عیب لگا سکتے ہیں وہی بات لے لیتے ہیں حالانکہ کتب احادیث میں رطب و یابس سب کچھ ہوتا ہے اور عامل بالحدیث کو تنقید کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ ایک نہایت نازک کام ہے کہ ہر یک قسم کی احادیث میں سے احادیث صحیحہ تلاش کریں اور پھر اس کے صحیح معنی معلوم کریں اور پھر اس کے لئے صحیح محمل تلاش کریں۔

﴿۲۱﴾ **قرآن** نے جھوٹوں پر **لعنت کی** ہے۔ اور نیز فرمایا ہے کہ جھوٹے شیطان کے مصاحب ہوتے ہیں اور جھوٹے بے ایمان ہوتے ہیں اور جھوٹوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ مت بولو بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ تم جھوٹوں کی صحبت بھی چھوڑ دو اور ان کو اپنا یار دوست مت بناؤ اور خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ جب تو کوئی کلام کرے تو تیری کلام محض صدق ہو ٹھٹھے کے طور پر بھی اس میں جھوٹ نہ ہو۔ اب بتلاؤ یہ تعلیمیں انجیل میں کہاں ہیں۔ اگر ایسی تعلیمیں ہوتیں تو **عیسائیوں میں اپریل فول کی گندی رسمیں** اب تک کیوں جاری رہتیں۔ دیکھو اپریل فول کیسی بُری رسم ہے کہ ناحق جھوٹ بولنا اس میں تہذیب کی بات سمجھی جاتی ہے یہ **عیسائی تہذیب** اور

انجیلی تعلیم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی لوگ جھوٹ سے بہت ہی پیار کرتے ہیں۔ چنانچہ عملی حالت اس پر شاہد ہے۔ مثلاً قرآن تو تمام **مسلمانوں** کے ہاتھ میں ایک ہی ہے۔ مگر سنا گیا ہے کہ **انجیلیں** ساٹھ سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ شاباش اے **پادریان** جھوٹ کی **مشق** بھی اسے کہتے ہیں۔ شاید آپ نے اپنے ایک مقدس بزرگ کا قول سنا ہے۔ کہ جھوٹ بولنا نہ صرف جائز بلکہ ثواب کی بات ہے خدا تعالیٰ نے عدل کے بارے میں جو بغیر سچائی پر پورا قدم مارنے کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا ہے لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى [1] یعنی دشمن قوموں کی دشمنی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔ انصاف پر قائم رہو کہ تقویٰ اسی میں ہے۔ اب آپ کو معلوم ہے کہ جو قومیں ناحق ستاویں اور دکھ دیویں اور خونریزیاں کریں اور تعاقب کریں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کریں جیسا کہ مکہ والے کافروں نے کیا تھا اور پھر لڑائیوں سے باز نہ آویں ایسے لوگوں کے ساتھ معاملات میں انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے مگر **قرآنی تعلیم** نے ایسے جانی دشمنوں کے حقوق کو بھی **ضائع نہیں کیا** اور انصاف اور راستی کے لئے وصیت کی مگر آپ تو تعصب کے گڑھے میں گرے ہیں ان پاک باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ **انجیل** میں اگرچہ لکھا ہے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو مگر یہ نہیں لکھا کہ دشمن قوموں کی دشمنی اور ظلم تمہیں انصاف اور سچائی سے مانع نہ ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دشمن سے مدارات سے پیش آنا آسان ہے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا یہ بہت مشکل اور فقط جوانمردوں کا کام ہے اکثر

[1] المآئدة:۹

﴿۲۲﴾ لوگ اپنے شریک دشمنوں سے محبت تو کرتے ہیں اور میٹھی میٹھی باتوں سے پیش آتے ہیں مگر ان کے حقوق دبا لیتے ہیں ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبت کرتا ہے۔اور محبت کے پردہ میں دھوکا دے کر اس کے حقوق دبا لیتا ہے مثلاً اگر زمیندار ہے تو چالاکی سے اس کا نام کاغذات بندوبست میں نہیں لکھواتا اور یوں اتنی محبت کہ اس پر قربان ہوا جاتا ہے پس خدا تعالیٰ نے اس آیت میں محبت کا ذکر نہ کیا بلکہ معیار محبت کا ذکر کیا۔ کیونکہ جو شخص اپنے جانی دشمن سے عدل کرے گا۔اور سچائی اور انصاف سے درگذر نہیں کرے گا وہی ہے جو سچی محبت بھی کرتا ہے مگر آپ کے خدا کو یہ تعلیم یاد نہ رہی کہ ظالم دشمنوں کے ساتھ عدل کرنے پر ایسا زور دیتا جو قرآن نے دیا اور دشمن کے ساتھ سچا معاملہ کرنے کے لئے اور سچائی کو لازم پکڑنے کے لئے وہ تاکید کرتا جو قرآن نے تاکید کی اور تقویٰ کی باریک راہیں سکھاتا مگر افسوس کہ جو بات سکھلائی دھوکے کی سکھلائی اور پرہیز گاری کی سیدھی راہ پر قائم نہ کر سکا یہ آپ کے فرضی **یسُوع** کی نسبت ہم کہتے ہیں جس کے چند پریشان ورق آپ کے ہاتھ میں ہیں اور جو خدائی کا دعویٰ کرتا کرتا آخر **مصلوب** ہوگیا اور ساری رات **رورو کر دعا کی** کہ کسی طرح **بچ جاؤں** مگر بچ نہ سکا۔

ہمارے سید و مولیٰ **نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم** نے تو آپ دنیا سے جانے کے لئے دعا کی کہ **الحقنی بالرفیق الاعلٰی** مگر آپ کے خدا صاحب نے دنیا کی چندروزہ زندگی سے ایسا پیار کیا کہ ساری رات زندہ رہنے کے لئے دعائیں کرتا رہا بلکہ **سولی** پر بھی رضا اور تسلیم کا کلمہ منہ سے نہ نکلا اور اگر نکلا تو یہ نکلا کہ **ایلی ایلی لما سبقتنی** اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں ترک کر دیا اور خدا نے کچھ جواب

نہ دیا کہ اس نے ترک کر دیا مگر بات تو ظاہر ہے کہ خدائی کا دعویٰ کیا۔تکبّر کیا ترک کیا گیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے آخر وقت میں مخیّر کیا کہ اگر چاہو تو دنیا میں رہو اور اگر چاہو تو میری طرف آ جاؤ۔آپ نے عرض کیا کہ اے میرے رب اب میں یہی چاہتا ہوں کہ تیری طرف آؤں اور آخری کلمہ آپ کا جس پر آپ کی جان مطہر رخصت ہوگئی۔یہی تھا کہ **بالرفیق الاعلیٰ** یعنی اب میں اس جگہ رہنا نہیں چاہتا۔میں اپنے خدا کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ اب دونوں کلموں کو وزن کرو۔آپ کے خدا صاحب نے نہ فقط ساری رات زندہ رہنے کے لئے دعا کی بلکہ **صلیب** پر بھی **چلاّ چلاّ** کر روئے کہ مجھے موت سے بچالے مگر کون سنتا تھا۔لیکن ہمارے **مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم** نے زندگی کے لئے ہرگز دعا نہیں کی۔اللہ تعالیٰ نے آپ مختار کیا کہ اگر زندگی کی خواہش ہے تو یہی ہوگا۔مگر آپ نے فرمایا کہ اب میں اس دنیا میں رہنا نہیں چاہتا **کیا یہ خدا ہے جس پر بھروسہ ہے ڈوب جاؤ!!!**

﴿۲۳﴾

اور آپ کا یہ زعم کہ **قرآن** اپنے دین کو چھپا لینے کے لئے حکم دیتا ہے محض بہتان اور افترا ہے جس کی کچھ بھی اصلیت نہیں۔**قرآن** تو ان پر لعنت بھیجتا ہے☆۔ جو دین کی گواہی کو عمداً چھپاتے ہیں اور ان پر لعنت بھیجتا ہے جو جھوٹ بولتے ہیں شاید آپ نے قرآن کی اس آیت سے بوجہ نافہمی کے دھوکا کھایا ہوگا جو **سورۃ النحل** میں مذکور ہے۔اور وہ یہ ہے اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ [1]۔ یعنی کافر عذاب میں

☆نوٹ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ۔قرآن شریف میں ہے یا انجیل میں جواب تو دو۔منه

[1] النحل:۱۰۷

ڈالے جائیں گے مگر ایسا شخص جس پر زبردستی کی جائے یعنی ایمانی شعار کے ادا کرنے سے کسی فوق الطاقت عذاب کی وجہ سے روکا جائے اور دل اس کا ایمان سے تسکین یافتہ ہے وہ عنداللہ معذور ہے۔ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اگر کوئی ظالم کسی مسلمان کو سخت دردناک اور فوق الطاقت زخموں سے مجروح کرے اور وہ اس عذاب شدید میں کوئی ایسے کلمات کہہ دے کہ اس کافر کی نظر میں کفر کے کلمات ہوں مگر وہ خود کفر کے کلمات کی نیت نہ کرے بلکہ دل اس کا ایمان سے لبالب ہو اور صرف یہ نیت ہو کہ وہ اس ناقابل برداشت سختی کی وجہ سے اپنے دین کو چھپاتا ہے مگر نہ عمداً بلکہ اس وقت جبکہ فوق الطاقت عذاب پہنچنے سے بے حواس اور دیوانہ سا ہو جائے تو خدا اس کی توبہ کے وقت اس کے گناہ کو اس کی شرائط کی پابندی سے جو نیچے کی آیت میں مذکور ہیں معاف کر دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔ اور وہ شرائط یہ ہیں۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [1] یعنی ایسے لوگ جو فوق الطاقت دکھ کی حالت میں اپنے اسلام کا اخفاء کریں ان کا اس شرط سے گناہ بخشا جائے گا کہ دکھ اٹھانے کے بعد پھر ہجرت کریں یعنی ایسی عادت سے یا ایسے ملک سے نکل جائیں جہاں دین پر زبردستی ہوتی ہے پھر خدا کی راہ میں بہت ہی کوشش کریں اور تکلیفوں پر صبر کریں ان سب باتوں کے بعد خدا ان کا گناہ بخش دے گا کیونکہ وہ **غفور رحیم** ہے۔

اب ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی فوق الطاقت دکھ کے وقت بھی جو دشمنوں سے اس کو پہنچے دین اسلام کی گواہی کو پوشیدہ کرے وہ بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک گناہ گار ہے مگر خدمات شائستہ دکھلانے کے ﴿۲۴﴾

[1] النحل:۱۱۱

بعد اور ایسی عادت یا ایسا ملک چھوڑ دینے کے بعد جس میں زبردستی کی جاتی ہے اور صبر اور استقامت کے بعد اس کا گناہ معاف کیا جائے گا اور خدا اس کو ضائع نہیں کرے گا کیونکہ وہ **رحمٰن و رحیم** ہے۔

غرض خدا تعالیٰ نے اس اخفا کو محل مدح میں نہیں رکھا بلکہ ایک گناہ قرار دیا ہے اور اس گناہ کا کفارہ پچھلی آیت میں بتلا دیا ہے اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں جابجا ان مومنوں کی تعریف کی ہے جو دین کی گواہی کو نہیں چھپاتے اگرچہ جان جائے۔ ہاں ایسے شخص کو بھی رد کرنا نہیں چاہا جو اپنی ضعف استعداد اور فوق الطاقت عذاب کی وجہ سے معذب ہونے کی حالت میں دین کی گواہی کو پوشیدہ رکھے بلکہ اس کو اس شرط سے قبول کر لیا ہے کہ آئندہ ایسی عادت سے یا ایسے ملک سے جس میں زبردستی ہوتی ہے علیحدہ ہو جائے اور اپنے صدق اور ثبات اور مجاہدات سے اپنے ربّ کو راضی کرے تب یہ گناہ دین کے اخفاء کا معاف کیا جائے گا کیونکہ وہ **خدا** جس نے عاجز بندوں کو پیدا کیا ہے نہایت **کریم و رحیم** خدا ہے۔ وہ کسی کو تھوڑے کئے پر اپنی جناب سے رد نہیں کرتا یہ تو **تعلیم قرآنی** ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی صفات رحمت اور مغفرت کے بالکل مطابق ہے۔ لیکن آپ کے اقرار سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تعلیم انجیل کی نہیں ہے اور انجیل کی رو سے یہ فتویٰ ہے کہ اگر کوئی عیسائی کسی فوق الطاقت دکھ کے وقت عیسائی دین کی گواہی سے زبان سے انکار کرے تو وہ ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور اب انجیل اس کو اپنی جماعت میں جگہ نہیں دے گی اور اس کے لئے کوئی توبہ نہیں شاباش شاباش آج تم نے اپنے ہاتھ سے مہر لگا دی کہ یہ **انجیل** جو

تمہارے ہاتھ میں ہے ایک جھوٹی انجیل ہے خیر اب **ہمارے وار سے بھی خالی نہ جاؤ اور جو نیچے لکھتا ہوں اس کا جواب دو**۔ ورنہ اگر کچھ حیا ہے تو **عیسائی مذہب سے توبہ کرو**۔

اعتراض یہ ہے کہ جس حالت میں بقول آپ کے وہ تعلیم خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتی کہ جو ایمان کے چھپانے والے کو اس کی توبہ اور اعمال صالحہ اور صبر اور ثبات کے بعد معافی کا وعدہ دے اور رحمت الٰہی سے ردّ نہ کرے تو پھر **انجیل** کی تعلیم کس قدر سچائی سے دور ہوگی جس نے **پطرس** کو باوجود اس کی نہایت مکروہ بداعمالی اور دروغ گوئی اور سخت انکار اور جھوٹی قسم اور مسیح پر لعنت بھیجنے اور ایمان کو پوشیدہ کرنے کے پھر قبول کر لیا آپ کا☆ اعتراض تو صرف اتنا تھا کہ **قرآن** نے ایسے لوگوں کو بھی **اسلام** سے رد نہیں کیا جو کسی خوف سے اسلام کا زبان سے انکار کر دیں مگر **انجیل** نے تو اس بارے میں حد کر دی کہ ایسے شخص کو بھی پھر قبول کر لیا جس نے نہ صرف ایمان کو پوشیدہ کیا بلکہ صاف انکار کیا اور اپنے جھوٹ کو سچ ظاہر کرنے کے لئے قسم کھائی۔ بلکہ یسوع صاحب پر لعنت بھی بھیجی اور اگر کہو کہ انجیل کی تعلیم نے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ وہ اب تک مردود اور ایمان سے خارج ہے تو اس عقیدہ کا اشتہار دے دو۔ اب کہو قرآن پر اعتراض کرنے سے کچھ سزا پائی یا نہیں۔

﴿۲۵﴾

☆ نوٹ: گواہی کا چھپانا اور دل میں رکھنا تو درکنار عیسائی تو انجیل کے مرتدوں کو بھی ایمان لانے پر پھر واپس لے لیتے ہیں۔ منہ

آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ کسی امر کا جواب دینا اور بات ہے مگر معقول طور پر جواب دینا اور بات ہے۔اب بتاؤ معقولی طور پر یہ جواب ہیں یا نہیں۔اور ابھی وقت آیا یا نہیں کہ ہم **لعنة اللّٰہ علی الکاذبین** کہہ دیں۔

آپ نے یہ بھی خط میں لکھا ہے کہ محمدی لوگ جواب تو دیتے ہیں مگر وہ عقل کے سامنے جواب نہیں سمجھے جاتے اب ہمارے یہ تمام جواب آپ کے سامنے ہیں اس کو چند منصفوں کو دکھلاؤ کہ کیا یہ عقل کے سامنے جواب ہیں یا نہیں۔کیا آپ امید رکھتے ہیں کہ جو انجیل پر اعتراض ہم نے کئے ہیں آپ ان کا کچھ جواب دے سکیں گے ہرگز ممکن نہیں وہ دن آپ پر کبھی نہیں آئے گا کہ ان اعتراضات کے جواب سے سبکدوش ہوسکیں۔

پھر آپ کا ایک یہ وسوسہ ہے کہ کامل گناہ کا بیان انجیل میں ہی ہے لیکن اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انجیل تقویٰ کی راہوں کو کامل طور پر بیان نہیں کرسکی اور نہ انجیل نے ایسا دعویٰ کیا مگر قرآن شریف نے تو اپنے نزول کی علّت غائی ہی یہ قرار دی ہے کہ تقویٰ کی راہوں کو سکھائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ[1]۔ یعنی یہ کتاب اس غرض سے اتری ہے کہ تا جو لوگ گناہ سے پرہیز کرتے ہیں ان کو باریک سے باریک گناہوں پر بھی اطلاع دی جائے تا وہ ان بُرے کاموں سے بھی پرہیز کریں جو ہر یک آنکھ کو نظر نہیں آتے بلکہ فقط معرفت کی خوردبین سے نظر آسکتے ہیں اور موٹی نگاہیں ان کے دیکھنے سے خطا کر جاتی ہیں مثلاً آپ

[1] البقرة:۳

کے یسوع صاحب کا قول متی نے یہ لکھا ہے کہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے۔ وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا لیکن قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ نہ تو شہوت سے اور نہ بغیر شہوت کے بیگانہ عورت کے منہ پر ہرگز نظر نہ ڈال اور ان کی باتیں مت سن اور ان کی آواز مت سن اور ان کے حسن کے قصے مت سن کہ ان امور سے پرہیز کرنا تجھے ٹھوکر کھانے سے بچائے گا جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ [۱]۔ یعنی مومنوں کو کہہ دے کہ نامحرم کو دیکھنے سے اپنی آنکھوں کو بند رکھیں اور اپنے کانوں اور ستر گاہوں کی حفاظت کریں یعنی کان کو بھی ان کی نرم باتوں اور ان کی خوبصورتی کے قصوں سے بچاویں کہ یہ سب طریق ٹھوکر کھانے کے ہیں۔ اب اگر بے ایمانی کے زہر دل میں نہیں تو ایسی تعلیم سے **یسوع** کی تعلیم کا مقابلہ کرو اور پھر نتائج پر بھی نظر ڈالو **یسوع** کی تعلیم نے عام آزادی کی اجازت دے کر اور تمام ضروری شرائط کو نظر انداز کر کے تمام یورپ کو ہلاک کر دیا یہاں تک کہ ان سب میں خنزیروں اور کتوں کی طرح فسق و فجور پھیلا۔ اور بے حیائی اس حد تک پہنچ گئی کہ شیرینیوں پر اور ولایت کی مٹھائیوں پر بھی یہ لفظ لکھے جاتے ہیں۔ کہ اے میری پیاری ذرا مجھے بوسہ دے۔ یہ تمام گناہ کس کی گردن پر ہے۔ بے شک اس **یسوع** کی گردن پر جس نے ایسی تعلیم دی کہ ایک جوان مرد یا عورت دوسرے پر نظر ڈالے مگر زنا کا قصد نہ کرے۔ اے نادان کیا زنا کا قصد اختیار میں ہے۔ جو شخص آزادی سے نامحرم عورتوں کو دیکھتا رہے گا آخر ایک دن بدنیتی سے بھی دیکھے گا۔ کیونکہ نفس کے جذبات ہر یک طبیعت

﴿۲۶﴾

[۱] النور:۳۱

کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور تجربہ بلند آواز سے بلکہ چیخیں مار کر ہمیں بتلا رہا ہے کہ بیگانہ عورتوں کو دیکھنے میں ہرگز انجام بخیر نہیں ہوتا یورپ جو زناکاری سے بھر گیا اس کا کیا سبب ہے۔ یہی تو ہے کہ نامحرم عورتوں کو بے تکلف دیکھنا عادت ہوگیا اول تو نظر کی بدکاریاں ہوئیں اور پھر معانقہ بھی ایک معمولی امر ہوگیا پھر اس سے ترقی ہوکر بوسہ لینے کی بھی عادت پڑی یہاں تک کہ استاد جوان لڑکیوں کو اپنے گھروں میں لے جاکر یورپ میں بوسہ بازی کرتے ہیں اور کوئی منع نہیں کرتا شیرینیوں پر فسق و فجور کی باتیں لکھی جاتی ہیں تصویروں میں نہایت درجہ کی بدکاری کا نقشہ دکھایا جاتا ہے عورتیں خود چھپواتی ہیں کہ میں ایسی خوبصورت ہوں اور میری ناک ایسے اور آنکھ ایسی ہے اور ان کے عاشقوں کے ناول لکھے جاتے ہیں اور بدکاری کا ایسا دریا بہ رہا ہے کہ نہ تو کانوں کو بچا سکتے ہیں نہ آنکھوں کو نہ ہاتھوں کو نہ منہ کو۔ یہ **یسوع صاحب کی تعلیم ہے۔ کاش! ایسا شخص دنیا میں نہ آیا ہوتا۔** تا یہ بدکاریاں ظہور میں نہ آتیں اس شخص نے پارسائی اور تقویٰ کا خون کر دیا اور الحاد اور اباحت کو تمام ملک میں پھیلا دیا کوئی عبادت نہیں کوئی مجاہدہ نہیں **بجز کھانے پینے اور بدنظریوں کے** اور کوئی بھی فکر نہیں پھر زہر پر زہر یہ کہ ایک جھوٹے کفارہ کی امید دے کر گناہوں پر دلیر کر دیا کون عقلمند اس بات کو باور کرے گا کہ زید کو مُسہل دیا جائے اور بکر کے زہریلے مواد اس سے نکل جائیں بدی حقیقی طور پر تبھی دور ہوتی ہے کہ جب نیکی اس کی جگہ لے لے۔ یہی **قرآنی تعلیم ہے کسی کی خودکشی سے دوسرے کو کیا فائدہ۔** کس قدر یہ نادانی کا خیال اور قانون قدیم کے

﴿۲۷﴾

مخالف ہے۔ جو آپ کے **یسوع صاحب** سے ظہور میں آیا۔ کیا اس کے روٹی کھانے سے حواریوں کا پیٹ بھر جاتا تھا پھر کیونکر اس کی خودکشی دوسرے کو مفید ہوسکتی ہے انجیل کی ساری تعلیم ایسی گندی اور ناقص ہے کہ حرف حرف پر سخت اعتراض ہے اور اس کے مؤلف کو خبر ہی نہیں کہ تقویٰ کس کو کہتے ہیں اور گناہ کے باریک مراتب کیا ہیں بے چارہ بچوں کی طرح باتیں کرتا ہے افسوس کہ اس وقت ہمیں فرصت نہیں کہ ان تمام **یسوع** کی باتوں کی قلعی کھولیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے وقت میں دکھائیں گے اور ثابت کریں گے کہ یہ شخص بالکل تقویٰ کے طریق سے ناواقف ہے اور اس کی تعلیم انسانی درخت کے کسی شعبہ کی بھی آب پاشی نہیں کرسکتی۔ جانتا ہی نہیں کہ انسان کن کن قوتوں کے ساتھ اس مسافر خانہ میں بھیجا گیا ہے اور اسے خبر ہی نہیں کہ خدا تعالیٰ کا یہ مقصود نہیں کہ ان تمام قوتوں کو زائل کر دیوے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ان کو خط اعتدال پر چلاوے پس ایسی ناقص تعلیم کو **قرآن شریف** کے سامنے پیش کرنا سخت ہٹ دھرمی اور نابینائی اور بے شرمی ہے۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ حضرت مقدس نبوی کی تعلیم یہ ہے کہ **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰهِ** کہنے سے گناہ دور ہو جاتے ہیں یہ بالکل سچ ہے اور یہی واقعی حقیقت ہے کہ جو محض خدا کو واحد لاشریک جانتا ہے اور ایمان لاتا ہے کہ **محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم** کو اسی قادر یکتا نے بھیجا ہے تو بے شک اگر اس کلمہ پر اس کا خاتمہ ہو تو نجات پا جائے گا آسمانوں کے نیچے کسی کی خودکشی سے نجات نہیں ہرگز نہیں۔ اور اس سے زیادہ کون پاگل ہوگا کہ ایسا خیال بھی کرے مگر خدا کو واحد لا شریک

سمجھنا اور ایسا مہربان خیال کرنا کہ اس نے نہایت رحم کر کے دنیا کو ضلالت سے چھڑانے کے لئے اپنا **رسول** بھیجا جس کا نام **محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم** ہے یہ ایک ایسا اعتقاد ہے کہ اس پر یقین کرنے سے روح کی تاریکی دور ہوتی ہے اور نفسانیت دور ہو کر اس کی جگہ توحید لے لیتی ہے آخر توحید کا زبردست جوش تمام دل پر محیط ہو کر اسی جہان میں بہشتی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ جیسا تم دیکھتے ہو کہ نور کے آنے سے ظلمت قائم نہیں رہ سکتی ایسا ہی جب لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ کا نورانی پرتوہ دل پر پڑتا ہے تو نفسانی ظلمت کے جذبات کالمعدوم ہو جاتے ہیں گناہ کی حقیقت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ سرکشی کی ملونی سے نفسانی جذبات کا شور و غوغا ہو جس کی متابعت کی حالت میں ایک شخص کا نام گناہ گار رکھا جاتا ہے اور لَآ اِلٰـہ اِلَّا اللّٰـہُ کے معنی جو لغت عرب کے موارد استعمال سے معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ لَا مَطْلُوْبَ لِیْ وَ لَا مَحْبُوبَ لِیْ وَ لَا مَعْبُوْدَ لِیْ وَ لَا مُطَاعَ لِیْ اِلَّا اللّٰہُ یعنی بجز اللہ کے اور کوئی میرا مطلوب نہیں اور محبوب نہیں اور معبود نہیں اور مطاع نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ معنی گناہ کی حقیقت اور گناہ کے اصل منبع سے بالکل مخالف پڑے ہیں پس جو شخص ان معنی کو خلوص دل کے ساتھ اپنی جان میں جگہ دے گا تو بالضرورت مفہوم مخالف اس کے دل سے نکل جائے گا کیونکہ ضدّین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں پس جب نفسانی جذبات نکل گئے تو یہی وہ حالت ہے۔ جس کو سچی پاکیزگی اور حقیقی راستبازی کہتے ہیں اور خدا کے بھیجے ہوئے پر ایمان لانا جو دوسرے جز کلمہ کا مفہوم ہے اس کی ضرورت یہ ہے کہ تا خدا کے کلام پر بھی ایمان حاصل ہو جائے کیونکہ جو شخص یہ اقرار کرتا

﴿۲۸﴾

ہے کہ میں خدا کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے فرمانوں پر ایمان بھی لاوے اور فرمان پر ایمان لانا بجز اس کے ممکن نہیں کہ اس پر ایمان لاوے جس کے ذریعہ سے دنیا میں فرمان آیا پس یہ حقیقت کلمہ کی ہے۔ اور آپ کے یسوع صاحب نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہی مدار نجات ٹھہرایا ہے کہ خدا پر اور اس کے بھیجے ہوئے **یسوع** پر ایمان لایا جائے مگر چونکہ آپ لوگ اندھے ہیں اس لئے جوش تعصب سے انجیل کی باتیں بھی آپ کو نظر نہیں آتیں۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ وضو کرنے سے گناہ کیونکر دور ہو سکتے ہیں۔ اے نادان! الٰہی نوشتوں پر کیوں غور نہیں کرتا کیا انسان ہونے کے بعد پھر حیوان بن گیا وضو کرنا تو صرف ہاتھ پیر اور منہ دھونا ہے اگر شریعت کا یہی مطلب ہوتا کہ ہاتھ پیر دھونے سے گناہ دور ہو جاتے ہیں تو یہ پاک شریعت ان تمام پلید قوموں کو جو اسلام سے سرکش ہیں ہاتھ منہ دھونے کے وقت گناہ سے پاک جانتے کیونکہ وضو سے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ مگر **شارع علیہ السلام** کا یہ مطلب نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کے چھوٹے چھوٹے حکم بھی ضائع نہیں جاتے اور ان کے بجا لانے سے بھی گناہ دور ہوتے ہیں اگر میں اس وقت الزامی جواب دوں تو کئی جز لکھ کر منکر کا منہ کالا کروں مگر وقت تنگ ہے اور ابھی چند سوال باقی ہیں ذرا میری اس تحریر پر کچھ لکھو پھر تمہاری ہی کتابوں سے تمہیں عمدہ انعام دیا جائے گا۔ تسلی رکھو۔ آپ جھوٹ سے کیونکر متنفر ہو گئے کیا انجیل کا جھوٹ یاد نہ رہا۔ کیا یہ سچ ہے کہ **یسوع** صاحب کو سر دھرنے کے لئے جگہ نہیں ملتی تھی۔ کیا یہ واقعی امر ہے کہ اگر یسوع کے تمام کام لکھے جاتے تو ﴿۲۹﴾

وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں اب کہو کہ دروغ گوئی میں انجیل کو کمال ہے یا کچھ کسر رہ گئی۔ یہ بھی یاد رہے کہ **قرآن شریف** میں گناہ کو ہلکا نہیں سمجھا گیا بلکہ بار بار بتلایا گیا ہے کہ کسی کو بجز اس کے نجات نہیں کہ گناہ سے سچی نفرت پیدا کرے مگر انجیل نے سچی نفرت کی تعلیم نہیں دی انجیل نے ہرگز اس بات پر زور نہیں دیا کہ گناہ ہلاک کرنے والا زہر ہے اس کے عوض اپنے اندر کوئی تریاق پیدا کرو بلکہ اس محرف انجیل نے نیکیوں کا عوض **یسوع** کی خودکشی کو کافی سمجھ لیا ہے مگر یہ کیسی بے ہودہ اور بھول کی بات ہے کہ حقیقی نیکی کے حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں بلکہ انجیل کی یہی تعلیم ہے کہ عیسائی بنو اور جو چاہو کرو۔ کفارہ ناقص ذریعہ نہیں ہے تا کسی عمل کی حاجت ہو۔ اب دیکھو اس سے زیادہ بدی پھیلنے کا ذریعہ کوئی اور بھی ہوسکتا ہے **قرآن شریف** تو فرماتا ہے کہ جب تک تم اپنے تئیں پاک نہ کرو اس پاک گھر میں داخل نہ ہوگے اور **انجیل** کہتی ہے کہ ہریک بدکاری کر تیرے لئے یسوع کی خودکشی کافی ہے۔ اب کس نے گناہ کو ہلکا سمجھا **قرآن** نے یا **انجیل** نے۔ **قرآن** کا خدا ہرگز کسی کو نیک نہیں ٹھہراتا۔ جب تک بدی کی جگہ نیکی نہ آجائے مگر **انجیل نے اندھیر مچا دیا ہے**۔ کفّارہ سے تمام نیکی اور راستبازی کے حکموں کو ہلکا اور ہیچ کر دیا اور اب عیسائی کے لئے ان کی ضرورت نہیں۔ حیف صد حیف۔ افسوس صد افسوس۔

دوسرا سوال آپ کا یہ ہے کہ بہشت کی تعلیم محض نفسانی ہے جس سے ایک خدا رسیدہ شخص کو کچھ تسلّی نہیں ہوسکتی۔ **اما الجواب** پس واضح ہو کہ یہ بات نہایت بدیہی اور عند العقل مسلم اور قرین انصاف ہے

کہ جیسا کہ انسان دنیا میں ارتکاب جرائم یا کسب خیرات اور اعمال صالحہ کے وقت
صرف روح سے ہی کوئی کام نہیں کرتا بلکہ روح اور جسم دونوں سے کرتا ہے ایسا ہی
جزا اور سزا کا اثر بھی دونوں پر ہی ہونا چاہئے یعنی جان اور جسم دونوں کو اپنی اپنی
حالت کے مناسب پاداش اخروی سے حصہ ملنا چاہئے لیکن عیسائی صاحبوں پر سخت
تعجب ہے کہ سزا کی حالت میں تو اس اصول کو انہوں نے قبول کر لیا ہے اور وہ تسلیم
کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے بدکاریاں اور بے ایمانیاں کر کے خدا کو ناراض کیا ﴿۳۰﴾
ان کو جو سزا دی جائے گی وہ صرف روح تک محدود نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کو
جہنم میں ڈالا جائے گا اور گندھک کی آگ سے جسم جلائے جائیں گے اور وہاں
رونا اور دانت پیسنا ہوگا اور وہ پیاس سے جلیں گے اور ان کو پانی نہیں ملے گا۔ اور
جب حضرات عیسائیوں سے پوچھا جائے کہ جسم کیوں آگ میں جلایا جائے گا تو
اس کا جواب دیتے ہیں کہ بھائی روح اور جسم دونوں مزدور کی طرح دنیا
میں کام کرتے تھے پس جبکہ دونوں نے اپنے آقا کے کام میں مل کر خیانت کی
تو وہ دونوں سزا کے لائق ٹھہرے۔ پس اے اندھو اور خدا کے نوشتوں پر
غور کرنے میں غافلو تمہیں تمہاری ہی بات سے ملزم کرتا ہوں کہ وہ خدا جس کا
رحم اس کے غضب پر غالب ہے جب اس نے سزا دینے کے وقت جسم کو خالی
نہ چھوڑا تو کیا ضرور نہ تھا کہ وہ جزا دینے کے وقت بھی اس اصول کو یاد رکھتا
کیا لائق ہے کہ ہم اس **رحیم خدا** پر یہ بدگمانی کریں کہ وہ سزا دینے کے وقت
تو ایسا غضب ناک ہوگا کہ ہمارے جسموں کو بھی جلتے ہوئے تنور میں ڈالے گا
لیکن جزا دینے کے وقت اس کا رحم اس درجہ پر نہیں ہوگا جس درجہ پر

سزا کی حالت میں اس کا غضب ہوگا اگر جسم کو سزا سے الگ رکھتا تو بے شک جزا سے بھی اس کو الگ رکھتا مگر جبکہ اس نے سزا کے وقت جسم کو گناہ کا شریک سمجھ کر جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا تو اے اندھو اور کوتاہ اندیشو! کیا وہ ایمان اور عمل صالح کی شراکت کے وقت جسم کو جزا سے حصہ نہیں دے گا۔ کیا جب مردے جی اٹھیں گے تو بہشتیوں کو عبث طور پر ہی جسم ملے گا۔

اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ جب جسم اپنے تمام قویٰ کے ساتھ روح سے پیوند کیا جائے گا تو وہ جسمانی قویٰ یا راحت میں ہوں گے یا رنج میں کیونکہ دونوں حالتوں کا مرتفع ہونا محال ہے پس اس صورت میں ماننا پڑا کہ جیسا جسم سزا کی حالت میں دکھ اٹھائے گا ویسا ہی وہ جزا کی حالت میں ایک قسم کی راحت سے بھی ضرور متمتع ہوگا اور اسی راحت کی **قرآن کریم** میں تفصیل ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ بہشت کی نعمتیں فوق الفہم ہیں تمہیں ان کا حقیقی علم نہیں دیا گیا اور تم وہ نعمتیں پاؤ گے جو اب تم سے پوشیدہ ہیں۔ جو نہ دنیا میں کسی نے دیکھیں اور نہ سنیں اور نہ دلوں میں گذریں وہ تمام مخفی امور میں اسی وقت سمجھ میں آئیں گی جب وارد ہوں گی جو کچھ **قرآن** اور **حدیث** میں وعدے ہیں وہ سب مثال کے طور پر بیان کیا ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ وہ امور مخفی ہیں جن کی کسی کو اطلاع نہیں پس اگر وہ لذات اسی قدر ہوتیں جیسے اس دنیا میں شربت یا شراب پینے کی لذت یا عورت کے جماع کی لذت ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ یہ نہ کہتا کہ وہ ایسے امور ہیں کہ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے۔ اور نہ وہ کبھی کسی کے دل میں گذرے پس ہم مسلمان لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ بہشت

﴿۳۱﴾

جو جسم اور روح کے لئے دار الجزا ہے وہ ایک ادھورا اور ناقص دار الجزا نہیں بلکہ اس میں جسم اور جان دونوں کو اپنی اپنی حالت کے موافق جزا ملے گی جیسا کہ جہنم میں اپنی اپنی حالت کے موافق دونوں کو سزا دی جائے گی اور اس کی اصل تفصیلات ہم خدا کے حوالے کرتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ جزا سزا جسمانی روحانی دونوں طور پر ہوں گی اور یہی وہ عقیدہ ہے جو عقل اور انصاف کے موافق ہے اور یہ نہایت شرارت اور خباثت اور حرام زدگی ہے کہ قرآن پر یہ طعن وارد کیا جائے کہ وہ صرف جسمانی بہشت کا وعدہ کرتا ہے۔ **قرآن** تو صاف کہتا ہے کہ ہر یک جو بہشت میں داخل ہوگا وہ جسمانی روحانی دونوں قسم کی جزا پائے گا اور جیسا کہ نعمت جسمانی اس کو ملے گی۔ ایسا ہی وہ دیدار الٰہی سے لذت اٹھائے گا اور یہی اعلیٰ لذت بہشت میں ہے معارف کی لذت بھی ہوگی اور طرح طرح کے انوار کی لذت بھی ہوگی اور عبادت کی لذت بھی ہوگی مگر اس کے ساتھ جسم بھی اپنی سعادت تامہ کو پہنچے گا۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ جس قدر **قرآن** نے بہشتیوں کی روحانی جزا کی کیفیت لکھی ہے **انجیل** میں ہرگز نہیں۔ جس شخص کو شک ہو۔ ہمارے مقابل پر آئے اور ہم سے سنے اور انجیل کی تعلیم سناوے اگر وہ غالب ہوا اور اس نے ثابت کیا کہ انجیل میں بہشتیوں کی روحانی جزا **قرآن** سے بڑھ کر لکھی ہے تو ہم حلفاً کہتے ہیں کہ اسی وقت **ہزار روپیہ** نقد اس کو دیا جائے گا۔ جس جگہ چاہے باضابطہ تحریر دے کر جمع کرا لے۔

اے اندھو! **قرآن** کے مقابل پر **انجیل** کچھ بھی چیز نہیں۔ کیوں تمہاری شامت آئی ہے۔ **گھروں میں آرام کر کے بیٹھو اب تمہاری رسوائی کا وقت آ گیا ہے** کیا تم میں کسی کو

حوصلہ ہے کہ آرام سے آدمی بن کر مجھ سے آکر بحث کر لے کہ بہشت کے بارے میں روحانی جزا کا بیان انجیل میں زیادہ ہے یا **قرآن** میں۔ اور اگر انجیل میں زیادہ نکلے تو مجھ سے نقد ہزار روپیہ لے لے جہاں چاہے جمع کرا لے۔ مجھے امید نہیں کہ **کوئی میرے سامنے آوے**۔ اللہ اللہ کیسی یہ قوم ظالم اور دغا باز ہے جنہوں نے دنیا کی زندگی کے لئے آخرت کو بھلا دیا ہے مگر ذرہ موت کا پیالہ پی لیں پھر دیکھیں گے کہ کہاں ہے **یسوع** اور اس کا کفارہ۔ ہائے افسوس ان لوگوں نے **ایک عاجز انسان اور عاجزہ کے بیٹے کو خدا بنا دیا اور خدائے قدوس** پر تمام نالائق باتیں روا رکھیں۔ دنیا میں ایک ہی آیا جو سچی اور کامل توحید کو لایا اس سے انہوں نے دشمنی کی۔ ﴿۳۲﴾

اور یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ **انجیل** میں جسمانی جزا کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ دیکھو متی کیسی تفصیل سے **یسوع** کا قول جسمانی جزا کے بارے میں بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے: ۲۹۔ اور جس نے گھر یا بھائی یا بہن یا باپ یا جورو یا بال بچوں یا زمین کو میرے نام پر چھوڑا سو گنا پاوے گا۔ ۱۹ باب آیت ۲۹۔ دیکھو یہ کیسا صریح حکم ہے اس میں تو یہ بھی بشارت ہے کہ اگر **عیسائی عورت یسوع** کے لئے خاوند چھوڑے تو قیامت کو اسے سو خاوند ملیں گے۔ اور اگر جسمانی نعمتوں کا وعدہ کرنا خدا تعالیٰ کی شان کے مخالف ہوتا تو توریت خروج ۳ باب ۸ آیت۔ استثناء ۶ باب ۳ آیت۔ ۷ باب ۱۳ آیت۔ ۸ باب ۱۷ آیت اور۔ قاضی ۹ باب ۱۲ آیت اور استثناء ۳۲ باب ۱۴ آیت۔ استثناء ۱۶ باب ۲۰ آیت اور احبار ۲۶ باب ۳ آیت۔ احبار ۲۵ باب۔ ایوب ۲۰ باب ۱۵ آیت میں ہرگز

جسمانی نعمتوں کے وعدے نہ دیئے جاتے۔ کیا **یسوع** نے یہ نہیں کہا کہ میں بہشت میں شیرہ انگور پیوں گا۔ عجیب **یسوع** ہے۔ جو مسلمانوں کی بہشت میں داخل ہونے کی تمنا رکھتا ہے۔ جس میں جسمانی نعمتیں بھی ہیں۔ اور پھر عجیب تر یہ کہ جسمانی نعمتوں پر ہی گرا۔ دیدار الٰہی کا ذکر نہیں کیا۔ **لعاذر** سے پانی مانگنا بھی ذرہ یاد کرو۔ جس بہشت میں پانی نہیں۔ اس میں پانی کا ذکر مصداق اس مثل کا ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ یہ سچ ہے کہ بہشت میں رہنے والے فرشتوں کی طرح ہو جائیں گے مگر یہ کہاں ثابت ہے کہ تبدیل خواص کر کے فی الحقیقت فرشتے ہی ہو جائیں گے☆ اور انسانی خواص چھوڑ دیں گے۔

ہاں یہ درست ہے کہ بہشت میں دنیا کی طرح نکاح نہیں ہوتے مگر بہشتی طور پر جسمانی لذات تو ہوں گے جیسے **یسوع** کو بھی انکار نہیں تھا۔ شیرۂ انگور پینے کی امید کرتا گذر گیا۔ توریت سے ثابت ہے کہ جسمانی جزا بھی خدا کی عادت ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ غیر متبدل خدا قیامت کو اپنی عادتیں بدل ڈالے۔

﴿۳۳﴾

تیسرا اعتراض آپ کا یہ ہے کہ **اسلامی تعلیم** میں ہے کہ جب تک کوئی کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے تب تک ایسے شخص سے مواخذہ نہ ہوگا اور محض دلی خیالوں پر خدا پُرسش نہیں کرے گا مگر **انجیل** میں اس کے خلاف ہے یعنی دلی خیالات پر بھی عذاب ہوگا۔ **اما الجواب**۔ پس واضح ہو کہ اگر انجیل میں ایسا ہی لکھا ہے تو ایسی انجیل ہرگز خدا تعالیٰ

☆نوٹ: درحقیقت فرشتے بن جانا اور بات ہے۔ مگر پاکیزگی میں اُن سے مشابہت پیدا کرنا یہ اور بات ہے۔ منہ

کی طرف سے نہیں ہے اور حق بات یہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے **قرآن کریم** میں فرمائی ہے کہ انسان کے دل کے تخیلات جو بے اختیار اٹھتے رہتے ہیں اس کو گناہ گار نہیں کرتے بلکہ عنداللہ مجرم ٹھہر جانے کی **تین**۳ **ہی قسم ہیں** (۱) **اوّل** یہ کہ زبان پر ناپاک کلمے جو دین اور راستی اور انصاف کے برخلاف ہوں جاری ہوں (۲) **دوسرے** یہ کہ جوارح یعنی ظاہری اعضاء سے نافرمانی کے حرکات صادر ہوں (۳) **تیسرے** یہ کہ دل نافرمانی پر عزیمت کرے یعنی پختہ ارادہ کرے کہ فلاں فعل بد ضرور کروں گا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ[۱] یعنی جن گناہوں کو دل اپنی عزیمت سے حاصل کرے ان گناہوں کا مواخذہ ہوگا مگر مجرد خطرات پر مواخذہ نہیں ہوگا کہ وہ انسانی فطرت کے قبضہ میں نہیں ہیں خدائے رحیم ہمیں ان خیالات پر نہیں پکڑتا جو ہمارے اختیار سے باہر ہیں۔ ہاں اس وقت پکڑتا ہے کہ جب ہم ان خیالات کی زبان سے یا ہاتھ سے یا دل کی عزیمت سے پیروی کریں بلکہ بعض وقت ہم ان خیالات سے ثواب حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے صرف **قرآن کریم** میں ہاتھ پیر کے گناہوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ کان اور آنکھ اور دل کے گناہوں کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ وہ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا[۲] یعنی کان اور آنکھ اور دل جو ہیں ان سب سے باز پرس کی جائے گی۔ اب دیکھو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کان اور آنکھ کے گناہ کا ذکر کیا ایسا ہی دل کے گناہ کا بھی ذکر کیا مگر دل کا گناہ خطرات اور خیالات نہیں ہیں کیونکہ وہ تو دل کے بس میں نہیں ہیں

[۱] البقرۃ: ۲۲۶ [۲] بنی اسرائیل: ۳۷

بلکہ دل کا گناہ پختہ ارادہ کر لینا☆ ہے۔ صرف ایسے خیالات جو انسان کے اپنے اختیار میں نہیں گناہ میں داخل نہیں۔ ہاں اس وقت داخل ہو جائیں گے جب ان پر عزیمت کرے اور ان کے ارتکاب کا ارادہ کر لیوے ایسا ہی اللہ جلّ شانہٗ **اندرونی گناہوں** کے بارے میں ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ [1] یعنی خدا نے ظاہری اور اندرونی گناہ دونوں حرام کر دیئے۔ اب میں **دعویٰ سے کہتا ہوں** کہ یہ عمدہ تعلیم بھی **انجیل** میں **موجود نہیں** کہ تمام عضووں کے گناہ کا ذکر کیا ہو اور **عزیمت** اور **خطرات** میں **فرق** کیا ہو اور ممکن نہ تھا کہ انجیل میں یہ تعلیم ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تعلیم نہایت لطیف اور حکیمانہ اصولوں پر مبنی ہے اور **انجیل** تو ایک موٹے خیالات کا مجموعہ ہے **جس سے اب ہر یک محقق نفرت کرتا جاتا ہے** ہاں آپ کے **یسوع** صاحب نے پردہ پوشی کے لئے یہ خوب تدبیر کی کہ لوگوں کو باتوں باتوں میں سمجھا دیا کہ **میری تعلیم** کچھ **اچھی نہیں**۔ آئندہ اس پر **مضحکہ ہوگا** بہتر ہے کہ **تم** ایک اور **آنے والے کا انتظار** کرو جس کی تعلیم معارف کے تمام مراتب کو پورا کرے گی مگر شاباش اے پادری صاحبان آپ نے اس وصیّت پر خوب ہی عمل کیا جس تعلیم کو خود آپ کے **یسوع صاحب** بھی قابل اعتراض ٹھہراتے ہیں اور ایک آئندہ آنے والے **نبی مقدس** کی **خوشخبری** دیتے ہیں اسی ادھوری تعلیم پر آپ

﴿۳۴﴾

☆نوٹ: ثواب اس وقت حاصل کرتے ہیں جب ہم دلی خیالات کا جو معصیت کی رغبت دیتے ہیں۔ اعمال صالحہ کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور ان خیالات کے برعکس عمل میں لاتے ہیں۔ منہ

[1] الاعراف: ۳۴

گرے جاتے ہیں۔ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ آپ کے **یسوع** کی تعلیم خود اس کے اقرار سے ناقص ٹھہری یا ابھی کچھ کسر رہ گئی پھر جبکہ **یسوع** خود معترف ہے کہ میری تعلیم ادھوری اور نکمی ہے تو اپنے **گرو** کی **پیشگوئی** کو ذہن میں رکھ کر **اسلامی تعلیم** کی **خوبیاں ہم سے سنو** اور اپنے **یسوع کو جھوٹا مت ٹھیراؤ** کیونکہ جب تک ایسا نبی دنیا میں ظہور نہ کرے جس کی تعلیم انجیل کی تعلیم سے اکمل اور اعلیٰ ہو تب تک **یسوع** کی پیشگوئی باطل کے رنگ میں ہے مگر وہ **مقدس نبی** تو آچکا اور تم نے اس کو شناخت نہیں کیا ہماری تحریروں پر غور کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ وہ کامل تعلیم جس کی **مسیح** کو انتظار تھی **قرآن ہے** اور اگر یہ پیشگوئی نہ ہوتی تب بھی **قرآن** کا کامل اور انجیل کا ناقص ہونا خدا کی حجت کو پوری کرتا تھا سو جہنم کی آگ سے ڈرو اور اس آنے والے نبی کو مان لو جس کی نسبت مسیح نے بشارت دی اور اس کی کامل تعلیم کی تعریف کی مگر پھر بھی آپ کے یسوع کا اس میں بھی کچھ احسان نہیں کیونکہ **خود زور آور نے کمزور کو گرا دیا** اب صرف سمجھ کا گھاٹا ہے ورنہ **اب انجیل کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔**

(۴) **چوتھا اعتراض** یہ ہے کہ اسلامی تعلیم میں غیر مذہب والوں سے محبت کرنا کسی جگہ حکم نہیں آیا۔ بلکہ حکم ہے کہ بجز مسلمان کے کسی سے محبت نہ کرو۔

اما الجواب: پس واضح ہو کہ یہ تمام ناقص اور ادھوری انجیل کی نحوستیں ہیں کہ عیسائی لوگ حق اور حقیقت سے دور جا پڑے ورنہ اگر ایک گہری نظر سے دیکھا جائے کہ **محبت** کیا چیز ہے اور کس کس محل پر اس کو استعمال کرنا چاہئے اور **بُغض** کیا چیز ہے اور

کن کن مقامات میں برتنا چاہئے تو **فرقان کریم** کا **سچا فلسفہ** نہ صرف سمجھ میں ہی آتا ہے بلکہ روح کو اس سے معارف حقہ کی ایک کامل روشنی ملتی ہے۔

﴿۳۵﴾ اب جاننا چاہئے کہ **محبت** کوئی تصنع اور تکلف کا کام نہیں بلکہ انسانی قُویٰ میں سے یہ بھی ایک قوت ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ دل کا ایک چیز کو پسند کر کے اس کی طرف کھنچے جانا اور جیسا کہ ہر یک چیز کے اصل خواص اس کے کمال کے وقت بدیہی طور پر محسوس ہوتے ہیں یہی محبت کا حال ہے کہ اس کے جوہر بھی اس وقت کھلے کھلے ظاہر ہوتے ہیں کہ جب اتم اور اکمل درجہ پر پہنچ جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ[1]۔ یعنی انہوں نے گوسالہ سے ایسی محبت کی کہ گویا ان کو گوسالہ شربت کی طرح پلا دیا گیا۔ درحقیقت جو شخص کسی سے کامل محبت کرتا ہے تو گویا اسے پی لیتا ہے یا کھا لیتا ہے اور اس کے اخلاق اور اس کے چال چلن کے ساتھ رنگین ہو جاتا ہے اور جس قدر زیادہ محبت ہوتی ہے اسی قدر انسان بالطبع اپنے محبوب کی صفات کی طرف کھینچا جاتا ہے یہاں تک کہ اسی کا روپ ہو جاتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ ظلی طور پر بقدر اپنی استعداد کے اس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔ اور شیطان سے محبت کرنے والے وہ تاریکی حاصل کر لیتے ہیں جو شیطان میں ہے پس جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے تو پھر کیونکر ایک **سچی کتاب** جو **منجانب اللہ** ہے اجازت دے سکتی ہے کہ تم شیطان سے وہ محبت کرو جو خدا سے

[1] البقرة: ۹۴

کرنی چاہیئے اور شیطان کے جانشینوں سے وہ پیار کرو جو **رحمٰن** کے جانشینوں سے کرنا چاہیئے افسوس کہ پہلے تو انجیل کے باطل ہونے پر ہمارے پاس یہی ایک دلیل تھی کہ وہ ایک عاجز **مشت خاک کو خدا** بناتی ہے اب یہ دوسری دلائل بھی پیدا ہوگئیں کہ اس کی **دوسری تعلیمیں** بھی گندی ہیں کیا یہ پاک تعلیم ہوسکتی ہے کہ شیطان سے ایسی ہی محبت کرو جیسا کہ خدا سے اور اگر یہ عذر کیا جائے کہ **یسوع** کے منہ سے سہوًا یہ باتیں نکل گئیں کیونکہ وہ **الٰہیات کے فلسفہ سے ناواقف تھا** تو یہ **عذر نکما** اور فضول ہوگا کیونکہ اگر وہ ایسا ہی ناواقف تھا تو کیوں اس نے قوم کے مصلح ہونے کا دعویٰ کیا۔ کیا وہ بچہ تھا اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ محبت کی حقیقت بالالتزام اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان سچے دل سے اپنے محبوب کے تمام شمائل اور اخلاق اور عبادات پسند کرے اور ان میں فنا ہونے کے لئے بدل و جان ساعی ہوتا اپنے محبوب میں ہوکر وہ زندگی پاوے جو محبوب کو حاصل ہے **سچی محبت کرنے والا اپنے محبوب میں فنا ہوجاتا ہے**۔ اپنے محبوب کے گریبان سے ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تصویر اس کی اپنے اندر کھینچتا ہے کہ گویا اسے پی جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس میں ہوکر اور اس کے رنگ میں رنگین ہوکر اور اس کے ساتھ ہوکر لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ **درحقیقت اس کی محبت میں کھویا گیا ہے**۔ **محبّت** ایک **عربی** لفظ ہے اور اصل معنی اس کے **پُر ہوجانا ہے** چنانچہ **عرب** میں یہ مثل مشہور ہے کہ **تَحَبَّبَ الْحِمَارُ** یعنی جب عربوں کو یہ کہنا منظور ہو جاتا ہے کہ گدھے کا پیٹ پانی سے بھر گیا تو کہتے ہیں کہ

﴿۳۶﴾

تَحَبَّبَ الْحِمَارُ اور جب یہ کہنا منظور ہوتا ہے کہ اونٹ نے اتنا پانی پیا کہ وہ پانی سے پُر ہو گیا۔ تو کہتے ہیں **شربت الابل حتّٰی تحببت** اور **حَبّ** جو دانہ کو کہتے ہیں۔ وہ بھی اسی سے نکلا ہے۔ جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے دانہ کی تمام کیفیت سے بھر گیا اور اسی بناء پر **اِحْبَاب** سونے کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ جو دوسرے سے بھر جائے گا وہ اپنے وجود کو کھودے گا گویا سو جائے گا اور اپنے وجود کی کچھ حِسّ اس کو باقی نہیں رہے گی پھر جبکہ **محبّت** کی یہ حقیقت ہے تو ایسی انجیل جس کی یہ تعلیم ہے کہ شیطان سے بھی محبت کرو اور شیطانی گروہ سے بھی پیار کرو دوسرے لفظوں میں اس کا ماحصل یہی نکلا کہ ان کی بدکاری میں تم بھی شریک ہو جاؤ۔ **خوب تعلیم ہے**۔ ایسی تعلیم کیونکر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے بلکہ وہ تو **انسان کو شیطان بنانا چاہتی ہے** خدا انجیل کی اس تعلیم سے ہر ایک کو بچاوے۔

اگر یہ **سوال** ہو کہ جس حالت میں شیطان اور شیطانی رنگ و روپ والوں سے محبت کرنا حرام ہے تو کس قسم کا خلق ان سے برتنا چاہئے تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا پاک کلام **قرآن شریف** یہ ہدایت کرتا ہے کہ ان پر کمال درجہ کی شفقت چاہئے جیسا کہ ایک رحیم دل آدمی جذامیوں اور اندھوں اور لولوں اور لنگڑوں وغیرہ دکھ والوں پر شفقت کرتا ہے اور شفقت اور محبت میں یہ فرق ہے کہ محبّ اپنے محبوب کے تمام قول اور فعل کو بنظر استحسان دیکھتا ہے اور رغبت رکھتا ہے کہ ایسے حالات اس میں بھی پیدا ہو جائیں مگر **مشفق** شخص **مشفق علیہ** کے حالات بنظر خوف وعبرت دیکھتا ہے اور اندیشہ کرتا ہے کہ شائد وہ شخص اس تباہ حال میں ہلاک نہ ہو جائے اور **حقیقی مشفق** کی یہ علامت ہے کہ وہ شخص مشفق علیہ سے ہمیشہ نرمی سے

پیش نہیں آتا بلکہ اس کی نسبت محل اور موقعہ کے مناسب حال کارروائی کرتا ہے اور کبھی نرمی اور کبھی درشتی سے پیش آتا ہے بعض وقت اس کو شربت پلاتا ہے اور بعض اوقات ایک حاذق ڈاکٹر کی طرح اس کا ہاتھ یا پیر کاٹنے میں اس کی زندگی دیکھتا ہے اور بعض اوقات اس کے کسی عضو کو چیرتا ہے اور بعض اوقات مرہم لگاتا ہے اگر تم ایک دن ایک بڑے شفا خانہ میں جہاں صدہا بیمار اور ہر یک قسم کے مریض آتے ہوں۔ بیٹھ کر ایک حاذق تجربہ کار ڈاکٹر کی کارروائیوں کو مشاہدہ کرو تو امید ہے کہ **مشفق** کے معنے تمہاری سمجھ میں آجائیں گے۔ سو **تعلیم قرآنی** ہمیں یہی **سبق** دیتی ہے کہ نیکوں اور ابرار اخیار سے محبت کرو اور فاسقوں اور کافروں پر شفقت کرو۔ ﴿۳۷﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ[1] یعنی اے کافرو یہ نبی ایسا مشفق ہے جو تمہارے رنج کو دیکھ نہیں سکتا اور نہایت درجہ خواہشمند ہے کہ تم ان بلاؤں سے نجات پا جاؤ پھر فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ[2] یعنے کیا تو اس غم سے ہلاک ہو جائے گا۔ کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ مطلب یہ ہے کہ تیری شفقت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تو ان کے غم میں ہلاک ہونے کے قریب ہے اور پھر ایک مقام میں فرماتا ہے تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ[3] یعنی مومن وہی ہیں جو ایک دوسرے کو صبر اور مرحمت کی نصیحت کرتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ شدائد پر صبر کرو اور خدا کے بندوں پر شفقت کرو اس جگہ بھی مرحمت سے مراد شفقت ہے کیونکہ مرحمت کا لفظ زبان عرب میں شفقت کے معنوں پر مستعمل ہے پس **قرآنی تعلیم** کا اصل مطلب یہ ہے کہ محبت جس کی حقیقت محبوب کے رنگ سے رنگین ہو جانا ہے بجز خدا تعالیٰ اور صلحاء کے

[1] التوبة:۱۲۸ [2] الشعرآء:۴ [3] البلد:۱۸

اور کسی سے جائز نہیں بلکہ سخت حرام ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ[1] اور فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ[2] اور پھر دوسرے مقام میں فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ[3] یعنی یہود اور نصاریٰ سے محبت مت کرو اور ہر ایک شخص جو صالح نہیں اس سے محبت مت کرو۔ ان آیتوں کو پڑھ کر **نادان عیسائی دھوکا کھاتے ہیں** کہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ عیسائی وغیرہ بے دین فرقوں سے محبت نہ کریں لیکن نہیں سوچتے کہ ہر یک لفظ اپنے محل پر استعمال ہوتا ہے جس چیز کا نام محبت ہے وہ فاسقوں اور کافروں سے اسی صورت میں بجا لانا متصور ہے کہ جب ان کے کفر اور فسق سے کچھ حصہ لے لیوے **نہایت سخت جاہل وہ شخص ہوگا جس نے یہ تعلیم دی کہ اپنے دین کے دشمنوں سے پیار کرو** ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ پیار اور محبت اسی کا نام ہے کہ اس شخص کے قول اور فعل اور عادت اور خلق اور مذہب کو رضا کے رنگ میں دیکھیں۔ اور اس پر خوش ہوں اور اس کا اثر اپنے دل پر ڈال لیں اور ایسا ہونا مومن سے کافر کی نسبت ہرگز ممکن نہیں۔ ہاں مومن کافر پر شفقت کرے گا اور تمام دقائق ہمدردی بجا لائے گا اور اس کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کا غمگسار ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ بغیر لحاظ مذہب ملت کے تم لوگوں سے ہمدردی کرو بھوکوں کو کھلاؤ غلاموں کو آزاد کرو قرض داروں کے قرض دو اور زیر باروں کے بار اٹھاؤ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کا حق ادا کرو۔ اور فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی[4] یعنی خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ **عدل** کرو اور عدل سے بڑھ کر یہ کہ **احسان** کرو۔ جیسے

﴿۳۸﴾

[1] البقرۃ:۱۶۶ [2] المائدۃ:۵۲ [3] اٰل عمران:۱۱۹ [4] النحل:۹۱

بچہ سے اس کی والدہ یا کوئی اور شخص محض قرابت کے جوش سے کسی کی ہمدردی کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ[۱] یعنی نصاریٰ وغیرہ سے جو خدا نے محبت کرنے سے ممانعت فرمائی تو اس سے یہ نہ سمجھو کہ وہ نیکی اور احسان اور ہمدردی کرنے سے تمہیں منع کرتا ہے نہیں بلکہ جن لوگوں نے تمہارے قتل کرنے کے لئے لڑائیاں نہیں کیں۔ اور تمہیں تمہارے وطنوں سے نہیں نکالا وہ اگرچہ عیسائی ہوں یا یہودی ہوں بے شک ان پر احسان کرو ان سے ہمدردی کرو انصاف کرو کہ خدا ایسے لوگوں سے پیار کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے:- اِنَّمَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَاَخۡرَجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ وَظٰهَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ وَمَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۔[۲] یعنی خدا نے جو تمہیں ہمدردی اور دوستی سے منع کیا ہے تو صرف ان لوگوں کی نسبت جنہوں نے دینی لڑائیاں تم سے کیں اور تمہیں تمہارے وطنوں سے نکالا اور بس نہ کیا۔ جب تک باہم مل کر تمہیں نکال نہ دیا۔ سو ان کی دوستی حرام ہے۔ کیونکہ یہ دین کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اس جگہ یاد رکھنے کے لائق **ایک نکتہ ہے** اور وہ یہ ہے کہ **تَوَلّیٰ** ☆ عربی زبان میں **دوستی** کو کہتے ہیں جس کا دوسرا نام **مودت** ہے اور اصل حقیقت **دوستی** اور **مودت** کی **خیرخواہی** اور **ہمدردی** ہے۔ سو مومن نصاریٰ اور یہود اور ہنود سے دوستی اور ہمدردی اور خیرخواہی

☆نوٹ: تولی کی تا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تولی میں ایک تکلف ہے جو مغائرت پر دلالت کرتا ہے مگر محبت میں ایک ذرّہ مغائرت باقی نہیں رہتی۔ منہ

[۱] الممتحنة:۹ [۲] الممتحنة:۱۰

کرسکتا ہے۔ **احسان** کرسکتا ہے مگر ان سے **محبت** نہیں کرسکتا یہ ایک **باریک فرق** ہے اس کو **خوب یادرکھو۔**

پھر آپ نے **یہ اعتراض** کیا ہے کہ مسلمان لوگ خدا کے ساتھ بھی بلاغرض محبت نہیں کرتے ان کو یہ تعلیم نہیں دی گئی کہ خدا اپنی خوبیوں کی وجہ سے محبت کے لائق ہے۔

اما الجواب۔ پس واضح ہو کہ یہ اعتراض درحقیقت انجیل پر وارد ہوتا ہے نہ **قرآن** پر کیونکہ انجیل میں یہ تعلیم ہرگز موجود نہیں کہ خدا سے محبت ذاتی رکھنی چاہئے اور محبت ذاتی سے اس کی عبادت کرنی چاہئے مگر **قرآن** تو اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے قرآن نے صاف فرما دیا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔[۱] ☆ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔[۲] یعنی خدا کو ایسا یاد کرو۔ جیسا کہ اپنے باپوں کو بلکہ اس سے بہت زیادہ۔ اور مومنوں کی یہی شان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر خدا سے محبت رکھتے ہیں یعنی ایسی محبت نہ وہ اپنے باپ سے کریں اور نہ اپنی ماں سے اور نہ اپنے دوسرے پیاروں سے اور نہ اپنی جان سے اور پھر فرمایا: حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ [۳] یعنی خدا نے تمہارا محبوب ایمان کو بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور پھر فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى [۴] یہ آیت حق اللہ اور حق العباد پر مشتمل ہے اور اس میں **کمال بلاغت** یہ ہے کہ دونوں پہلو پر اللہ تعالیٰ نے اس کو قائم کیا ہے۔ حق العباد کا پہلو تو ہم ذکر

﴿۳۹﴾

☆ نوٹ: انجیل کی رو سے ہر یک فاسق فاجر خدا کا بیٹا ہے بلکہ آپ ہی خدا ہے سو انجیل اس وجہ سے کسی کو خدا کا بیٹا قرار نہیں دیتی کہ وہ خدا سے کامل محبت رکھتا ہے بلکہ بائبل کی رو سے زانی لوگ بھی خدا کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ منہ

[۱] البقرۃ:۲۰۱ [۲] البقرۃ:۱۶۶ [۳] الحجرات:۸ [۴] النحل:۹۱

کر چکے ہیں اور حق اللہ کے پہلو کی رو سے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ **انصاف کی پابندی سے خدا تعالیٰ کی اطاعت کر** کیونکہ جس نے تجھے پیدا کیا اور تیری پرورش کی اور ہر وقت کر رہا ہے اس کا حق ہے کہ تو بھی اس کی اطاعت کرے اور اگر اس سے زیادہ تجھے بصیرت ہو تو نہ صرف رعایت حق سے بلکہ احسان کی پابندی سے اس کی اطاعت کر کیونکہ وہ محسن ہے اور اس کے احسان اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آ سکتے اور ظاہر ہے کہ عدل کے درجہ سے بڑھ کر وہ درجہ ہے جس میں اطاعت کے وقت احسان بھی ملحوظ رہے اور چونکہ ہر وقت مطالعہ اور ملاحظہ احسان کا محسن کی شکل اور شمائل کو ہمیشہ نظر کے سامنے لے آتا ہے اس لئے احسان کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ ایسے طور سے عبادت کرے کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے درحقیقت **تین قسم** پر منقسم ہیں۔ **اوّل** وہ لوگ جو باعث محجوبیت اور رویت اسباب کے احسان الٰہی کا اچھی طرح ملاحظہ نہیں کرتے اور نہ وہ جوش ان میں پیدا ہوتا ہے جو احسان کی عظمتوں پر نظر ڈال کر پیدا ہوا کرتا ہے اور نہ وہ محبت ان میں حرکت کرتی ہے جو محسن کی عنایات عظیمہ کا تصور کر کے جنبش میں آیا کرتی ہے بلکہ صرف ایک اجمالی نظر سے خدا تعالیٰ کے حقوق خالقیت وغیرہ کو تسلیم کر لیتے ہیں اور احسان الٰہی کی ان تفصیلات کو جن پر ایک باریک نظر ڈالنا اس حقیقی محسن کو نظر کے سامنے لے آتا ہے ہرگز مشاہدہ نہیں کرتے کیونکہ اسباب پرستی کا گرد و غبار مُسبّبِ حقیقی کا پورا چہرہ دیکھنے سے روک دیتا ہے اس لئے ان کو وہ صاف نظر میسر نہیں آتی جس سے کامل طور پر معطی حقیقی کا جمال مشاہدہ کر سکتے سو ان کی ناقص معرفت رعایت اسباب کی کدورت سے ملی ہوئی ہوتی ہے اور بوجہ اس کے جو وہ خدا کے احسانات کو اچھی طرح دیکھ نہیں سکتے خود بھی اس کی

طرف وہ التفات نہیں کرتے جو احسانات کے مشاہدہ کے وقت کرنی پڑتی ہے جس سے محسن کی شکل نظر کے سامنے آ جاتی ہے بلکہ ان کی معرفت ایک دھندلی سی ہوتی ہے۔ وجہ یہ کہ وہ کچھ تو اپنی محنتوں اور اپنے اسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور کچھ تکلف کے طور پر یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا حق **خالقیّت** اور **رزّاقیت** ہمارے سر پر واجب ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ انسان کو اس کے وسعت فہم سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اس لئے ان سے جب تک کہ وہ اس حالت میں ہیں یہی چاہتا ہے کہ اس کے حقوق کا شکر ادا کریں اور آیت **اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ** میں عدل سے مراد یہی اطاعت برعایت عدل ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر ایک اور مرتبہ انسان کی معرفت کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں انسان کی نظر رویت اسباب سے بالکل پاک اور منزہ ہوکر خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ہاتھ کو دیکھ لیتی ہے اور اس مرتبہ پر انسان اسباب کے حجابوں سے بالکل باہر آ جاتا ہے اور یہ مقولہ کہ مثلاً میری اپنی ہی آبپاشی سے میری کھیتی ہوئی اور یا میرے اپنے ہی بازو سے یہ کامیابی مجھے ہوئی یا زید کی مہربانی سے فلاں مطلب میرا پورا ہوا اور بکر کی خبر گیری سے میں تباہی سے بچ گیا یہ تمام باتیں ہیچ اور باطل معلوم ہونے لگتی ہیں اور ایک ہی ہستی اور ایک ہی قدرت اور ایک ہی محسن اور ایک ہی ہاتھ نظر آتا ہے تب انسان ایک صاف نظر سے جس کے ساتھ ایک ذرہ شرک فی الاسباب کی گرد و غبار نہیں خدا تعالیٰ کے احسانوں کو دیکھتا ہے اور یہ رویت اس قسم کی صاف اور یقینی ہوتی ہے کہ وہ ایسے محسن کی عبادت کرنے کے وقت اس کو غائب نہیں سمجھتا بلکہ یقیناً اس کو حاضر خیال کر کے اس کی عبادت کرتا ہے اور اس عبادت کا نام **قرآن شریف** میں **اِحْسَان**

﴿۴۰﴾

ہے۔اور صحیح بخاری اور مسلم میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔

اور اس درجہ کے بعد ایک اور درجہ ہے جس کا نام **ایتاء ذی القربٰی**☆ ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب انسان ایک مدت تک احسانات الٰہی کو بلا شرکت اسباب دیکھتا رہے اور اس کو حاضر اور بلا واسطہ محسن سمجھ کر اس کی عبادت کرتا رہے تو اس تصور اور تخیل کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذاتی محبت اس کو جناب الٰہی کی نسبت پیدا ہو جائے گی کیونکہ متواتر احسانات کا دائمی ملاحظہ بالضرورت شخص ممنون کے دل میں یہ اثر پیدا کرتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اس شخص کی ذاتی محبت سے بھر جاتا ہے جس کے غیر محدود احسانات اس پر محیط ہو گئے پس اس صورت میں وہ صرف احسانات کے تصور سے اس کی عبادت نہیں کرتا بلکہ اس کی ذاتی محبت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے جیسا کہ بچہ کو ایک ذاتی محبت اپنی ماں سے ہوتی ہے۔ پس اس مرتبہ پر وہ عبادت کے وقت صرف خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہی نہیں بلکہ دیکھ کر **سچے عشاق کی طرح لذت بھی اٹھاتا ہے** اور تمام اغراض نفسانی

﴿۴۱﴾

☆نوٹ: مرتبہ **ایتاء ذی القربٰی** متواتر احسانات کے ملاحظہ سے پیدا ہوتا ہے۔اور اس مرتبہ میں کامل طور پر عابد کے دل میں محبت ذات باری تعالیٰ کی پیدا ہو جاتی ہے اور اغراض نفسانیہ کا رائحہ اور بقیہ بالکل دور ہو جاتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ محبت ذاتی کا اصل اور منبع **دو** ہی چیزیں ہیں (۱)**اوّل** کثرت سے مطالعہ کسی کے حسن کا اور اس کے نقوش اور خال وخط اور شمائل کو ہر وقت ذہن میں رکھنا اور بار بار اس کا تصور کرنا (۲) **دوسرے** کثرت سے تصور کسی کے متواتر احسانات کا کرنا اور اس کے انواع واقسام کے مروتوں اور احسانوں کو ذہن میں لاتے رہنا اور ان احسانوں کی عظمت اپنے دل میں بٹھانا۔

معدوم ہو کر ذاتی محبت اس کی اندر پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وہ مرتبہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے لفظ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی سے تعبیر کیا ہے اور اسی کی طرف خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا[1] غرض آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى[2] کی یہ **تفسیر** ہے اور اس میں خدا تعالیٰ نے **تینوں مرتبے** انسانی معرفت کے بیان کر دیئے اور **تیسرے مرتبہ** کو محبت ذاتی کا مرتبہ قرار دیا اور یہ وہ مرتبہ ہے جس میں تمام اغراض نفسانی جل جاتے ہیں اور دل ایسا محبت سے بھر جاتا ہے جیسا کہ **ایک شیشہ عطر** سے بھرا ہوا ہوتا ہے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ[3] یعنی بعض مومن لوگوں میں سے وہ بھی ہیں کہ اپنی جانیں رضاء الٰہی کے عوض میں بیچ دیتے ہیں اور خدا ایسوں ہی پر مہربان ہے ☆۔ اور پھر فرمایا بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ[4] یعنی وہ لوگ نجات یافتہ ہیں جو خدا کو اپنا وجود حوالہ کر دیں اور اس کی نعمتوں کے تصور سے اس طور سے اس کی عبادت کریں کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہیں سو ایسے لوگ خدا کے پاس سے اجر پاتے ہیں اور نہ ان کو کچھ خوف ہے اور نہ وے کچھ غم کرتے ہیں یعنی ان کا مدّعا خدا اور خدا کی محبت ہو جاتی ہے اور خدا کے پاس کی نعمتیں ان کا اجر ہوتا ہے اور پھر ایک جگہ فرمایا يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ

☆ **نوٹ:** نفس کے بیچنے میں یہ بات داخل ہے کہ انسان اپنی زندگی اور اپنے آرام کو جلال الٰہی کے ظاہر کرنے اور دین کی خدمت میں وقف کر دیوے۔منه

[1] البقرة:۲۰۱ [2] النحل:۹۱ [3] البقرة:۲۰۸ [4] البقرة:۱۱۳

جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا[1] یعنی مومن وہ ہیں جو خدا کی محبت سے **مسکینوں** اور **یتیموں** اور **قیدیوں** کو روٹی کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس روٹی کھلانے سے تم سے کوئی بدلہ اورشکر گذاری نہیں چاہتے اور نہ ہماری کچھ غرض ہے ان تمام خدمات سے صرف خدا کا چہرہ ہمارا مطلب ہے۔ اب سوچنا چاہیئے کہ ان تمام آیات سے کس قدر صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ **قرآن شریف** نے **اعلیٰ طبقہ** عبادت الٰہی اور اعمال صالحہ کا یہی رکھا ہے کہ محبت الٰہی اور رضاء الٰہی کی طلب سچے دل سے ظہور میں آوے مگر اس جگہ **سوال** یہ ہے کہ کیا یہ عمدہ تعلیم جو نہایت صفائی سے بیان کی گئی ہے **انجیل** میں بھی موجود ہے ہم ہر یک کو یقین دلاتے ہیں کہ اس صفائی اور تفصیل سے **انجیل** نے ہرگز بیان نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ نے تو اس **دین** کا نام **اسلام** اس غرض سے رکھا ہے کہ تا انسان خدا تعالیٰ کی عبادت نفسانی اغراض سے نہیں بلکہ طبعی جوش سے کرے کیونکہ **اسلام** تمام اغراض کے چھوڑ دینے کے بعد **رضا بقضا** کا نام ہے دنیا میں بجز اسلام ایسا کوئی مذہب نہیں جس کے یہ مقاصد ہوں بے شک خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت جتلانے کے لئے مومنوں کو انواع اقسام کی نعمتوں کے وعدے دیئے ہیں مگر مومنوں کو جو اعلیٰ مقام کے خواہش مند ہیں یہی تعلیم دی ہے کہ وہ محبت ذاتی سے خدا تعالیٰ کی عبادت کریں لیکن **انجیل** میں تو صاف شہادتیں موجود ہیں کہ آپ کے **یسوع** صاحب کے **حواری** لالچی اور کم عقل تھے پس جیسی ان کی عقلیں اور ہمتیں تھیں ایسی ہی ان کو ہدایت بھی ملی اور ایسا ہی **یسوع** بھی ان کو مل گیا۔ جس نے اپنی خودکشی کا دھوکا دے کر سادہ لوحوں کو **عبادت** کرنے سے **روک دیا**۔ ﴿۴۲﴾

اگر کہو کہ **انجیل** نے یہ سکھلا کر کہ خدا کو باپ کہو محبت ذاتی کی

[1] الدھر:۹،۱۰

طرف اشارہ کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال سراسر غلط ہے کیونکہ انجیلوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے خدا کے بیٹے کا لفظ **دو طور** سے استعمال کیا ہے (۱) **اوّل** تو یہ کہ مسیح کے وقت میں یہ قدیم رسم تھی کہ جو شخص رحم اور نیکی کے کام کرتا اور لوگوں سے مروت اور احسان سے پیش آتا تو وہ واشگاف کہتا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور اس لفظ سے اس کی یہ نیت ہوتی تھی کہ جیسے خدا نیکوں اور بدوں دونوں پر رحم کرتا ہے اور اس کے آفتاب اور ماہتاب اور بارش سے تمام بُرے بھلے فائدہ اٹھاتے ہیں ایسا ہی عام طور پر نیکی کرنا میری عادت ہے لیکن فرق اس قدر ہے کہ خدا تو ان کاموں میں بڑا ہے اور میں چھوٹا ہوں۔ سو انجیل نے بھی اس لحاظ سے خدا کو باپ ٹھہرایا کہ وہ بڑا ہے اور دوسروں کو بیٹا ٹھہرایا یہ نیت کر کے کہ وہ چھوٹے ہیں مگر اصل امر میں خدا سے مساوی کیا یعنی کمیّت میں کمی بیشی کو مان لیا مگر کیفیت میں باپ بیٹا ایک رہے اور یہ ایک مخفی شرک تھا اس لئے کامل کتاب یعنی **قرآن شریف** نے اس طرح کی بول چال کو جائز نہیں رکھا یہودیوں میں جو ناقص حالت میں تھے جائز تھا اور انہیں کی تقلید سے **یسوع** نے اپنی باتوں میں بیان کر دیا چنانچہ **انجیل** کے اکثر مقامات میں اسی قسم کے اشارے پائے جاتے ہیں کہ خدا کی طرح رحم کرو خدا کی طرح صلح کار بنو خدا کی طرح دشمنوں سے بھی ایسی ہی بھلائی کرو جیسا کہ دوستوں سے تب تم خدا کے فرزند کہلاؤ گے کیونکہ اس کے کام سے تمہارا کام مشابہ ہوگا صرف اتنا فرق رہا کہ وہ بڑا بمنزلہ باپ خدا اور تم چھوٹے بمنزلہ بیٹے کے ٹھہرے سو یہ تعلیم درحقیقت یہودیوں کی کتابوں سے لی گئی تھی اسی لئے یہودیوں کا اَب تک یہ اعتراض ہے کہ یہ چوری اور سرقہ ہے **بائبل** سے چرا کر یہ باتیں **انجیل** میں لکھ دیں۔ بہرحال یہ تعلیم ایک تو ناقص ہے اور دوسرے اس طرح کا بیٹا محبت ذاتی سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

﴿۴۳﴾

(۲) دوسری قسم کے بیٹے کا **انجیل** میں ایک بے ہودہ بیان ہے جیسا کہ **یوحنا باب ۱۰ آیت ۳۴** میں ہے یعنی اس ورس میں بیٹا تو ایک طرف ہر یک کو خواہ کیسا ہی بدمعاش ہو خدا بنا دیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ **نوشتوں کا باطل ہونا ممکن نہیں**۔ غرض **انجیل** نے شخصی تقلید سے اپنی قوم کا ایک مشہور لفظ لے لیا علاوہ اس کے یہ بات خود غلط ہے کہ خدا کو باپ قرار دیا جاوے اور اس سے زیادہ تر نادان اور بے ادب کون ہوگا کہ باپ کا لفظ خدا تعالیٰ پر اطلاق کرے چنانچہ ہم اس بحث کو بفضلہٖ تعالیٰ **کتاب منن الرحمٰن** میں بتفصیل بیان کر چکے ہیں۔ اس سے آپ پر ثابت ہوگا کہ خدا تعالیٰ پر باپ کا لفظ اطلاق کرنا نہایت گندہ اور ناپاک طریق ہے۔ اسی وجہ سے **قرآن کریم** نے سمجھانے کے لئے یہ تو کہا کہ خدا تعالیٰ کو ایسی محبت سے یاد کرو جیسا کہ باپوں کو یاد کرتے ہو مگر یہ کہیں نہیں کہا کہ حقیقت میں خدا تعالیٰ کو باپ سمجھ لو۔

اور **انجیل** میں ایک اور **نقص** یہ ہے کہ اس نے یہ تعلیم کسی جگہ نہیں دی کہ عبادت کرنے کے وقت اعلیٰ طریق عبادت یہی ہے کہ اغراض نفسانیہ کو درمیان سے اٹھا دیا جاوے بلکہ اگر کچھ سکھلایا تو صرف **روٹی** مانگنے کے لئے **دعا** سکھلائی۔ **قرآن شریف** نے تو ہمیں یہ دعا سکھلائی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ . صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [۱] یعنی ہمیں اس راہ پر قائم کر جو **نبیوں** اور **صدّیقوں** کی اور **عاشقان الٰہی** کی راہ ہے۔ مگر **انجیل** یہ سکھلاتی ہے کہ **ہماری روزینہ کی روٹی آج ہمیں بخش**۔ ہم نے تمام انجیل پڑھ کر دیکھی اس میں اس اعلیٰ تعلیم کا نام و نشان نہیں ہے۔

[۱] الفاتحه:۶،۷

اعتراض پنجم

محمد صاحب کی ایک غیر عورت پر نظر پڑی۔ تو آپ نے گھر میں آ کر اپنی بیوی **سودہ** سے خلوت کی پس جو شخص غیر عورت کو دیکھ کر اپنے نفس پر غالب نہیں آ سکتا۔ جب تک اپنی عورت سے خلوت نہ کرے اور اپنے نفس کی حرص کو پورا نہ کرے تو وہ فرد اکمل کیونکر ہو سکتا ہے۔

اقول میں کہتا ہوں کہ جس حدیث کے معترض نے الٹے معنے سمجھ لئے ہیں وہ **صحیح مسلم** میں ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔ عن جابر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رأى امرأة فاتى امرأته زینب وهی تمعسُ منیّة لها فقضی حاجته۔ اس حدیث میں سودہؓ کا کہیں ذکر نہیں اور معنے حدیث کے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا۔ پھر اپنی بیوی زینبؓ کے پاس آئے اور وہ چمڑہ کو مالش کر رہی تھی۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حاجت پوری کی۔ اب دیکھو کہ حدیث میں اس بات کا نام و نشان نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عورت کا حسن و جمال پسند آیا بلکہ یہ بھی ذکر نہیں کہ وہ عورت جوان تھی یا بڈھی تھی اور یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت نے اپنی بیوی سے آ کر صحبت کی۔ الفاظ حدیث صرف اس قدر ہیں کہ اس سے اپنی حاجت کو پورا کیا اور لفظ قَضٰی حَاجَتَه‘ لغت عرب میں مباشرت سے خاص نہیں ہے۔ قضاء حاجت پاخانہ پھرنے کو بھی کہتے ہیں اور کئی معنوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی سے صحبت کی تھی۔ ایک عام لفظ کو کسی خاص معنی میں محدود کرنا صریح شرارت ہے۔ علاوہ اس کے

﴿۴۴﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ بات مروی نہیں کہ میں نے ایک عورت کو دیکھ کر اپنی بیوی سے صحبت کی۔ اصل حقیقت صرف اس قدر ہے کہ **مسلم** میں جابر سے ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے۔ اور وہ اس کی نظر میں خوبصورت معلوم ہو۔ تو بہتر ہے کہ فی الفور گھر میں آکر اپنی عورت سے صحبت کر لے۔ تا کہ کوئی خطرہ بھی دل میں گذرنے نہ پائے اور بطور حفظ ماتقدم علاج ہو جائے۔ پس ممکن ہے کہ کسی صحابی نے اس حدیث کے سننے کے بعد دیکھا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی راہ میں کوئی جوان عورت سامنے آگئی اور پھر اس کو یہ بھی اطلاع ہوگئی کہ اس وقت کے قریب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاقاً اپنی بیوی سے صحبت کی تو اس نے اس اتفاقی امر پر اپنے اجتہاد سے اپنے گمان میں ایسا ہی سمجھ لیا ہو کہ اس حدیث کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عمل کیا۔

پھر اگر فرض بھی کر لیں کہ وہ قول صحابی کا صحیح تھا تو اس سے کوئی بدنتیجہ نکالنا کسی بد اور خبیث آدمی کا کام ہے بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس بات پر بہت حریص ہوتے ہیں کہ ہر یک نیکی اور تقویٰ کے کام کو عملی نمونہ کے پیرایہ میں لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیں۔ پس بسا اوقات وہ تنزل کے طور پر کوئی ایسا نیکی اور تقویٰ کا کام بھی کرتے ہیں جس میں محض عملی نمونہ دکھانا منظور ہوتا ہے اور ان کے نفس کو اس کی کچھ بھی حاجت نہیں ہوتی جیسا کہ ہم **قانون قدرت** کے آئینہ میں یہ بات حیوانات میں بھی پاتے ہیں۔ مثلاً ایک مرغی صرف مصنوعی طور پر اپنی منقار دانہ پر اس غرض سے مارتی ہے کہ اپنے بچوں کو سکھاوے کہ اس طرح دانہ زمین پر سے اٹھانا چاہئے سو عملی نمونہ دکھانا کامل معلّم کے لئے ضروری ہوتا ہے اور ہر یک فعل معلّم کا اس کے دل کی حالت

﴿۴۵﴾

کا معیار نہیں ہوتا ماسوا اس کے ایک خوبصورت کو اگر اتفاقاً اس پر نظر پڑ جائے خوبصورت سمجھنا نفس الامر میں کوئی بات عیب کی نہیں۔ ہاں بدخطرات کامل تقدس کے برخلاف ہیں لیکن جو شخص بدخطرات سے پہلے حفظ ماتقدم کے طور پر تقویٰ کی دقیق راہوں پر قدم مارے تا خطرات سے دور رہے تو کیا ایسا عمل کمال کے منافی ہوگا۔ یہ تعلیم **قرآن شریف** کی نہایت اعلیٰ ہے کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [1]۔ یعنی جس قدر کوئی تقویٰ کی دقیق راہیں اختیار کرے اسی قدر خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا زیادہ مرتبہ ہوتا ہے پس بلاشبہ یہ نہایت اعلیٰ مرتبہ تقویٰ کا ہے کہ قبل از خطرات خطرات سے محفوظ رہنے کی تدبیر بطور حفظ ماتقدم کی جائے۔

اور اگر یہ دعویٰ ہو کہ کاملین بہرحال خطرات سے محفوظ رہتے ہیں ان کو تدبیر کی حاجت نہیں تو یہ دعویٰ سراسر حماقت اور قصور معرفت کی وجہ سے ہوگا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کسی معصیت اور نافرمانی پر ایک سیکنڈ کے لئے بھی دلی عزیمت نہیں کر سکتے اور ایسا کرنا ان کے لئے کبائر ذنوب کی طرح ہے لیکن انسانی قویٰ اپنے خواص اُن میں بھی دکھلا سکتے ہیں گو وہ بدخطرات پر قائم ہونے سے بکلّی محفوظ رکھے گئے ہیں مثلاً اگر ایک نبی بشدت بھوکا ہو اور راہ میں وہ بعض درخت پھلوں سے لدے ہوئے پائے تو یہ تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بغیر اجازت مالک پھلوں کی طرف ہاتھ لمبا نہیں کرے گا اور نہ دل میں ان پھلوں کے توڑنے کے لئے عزیمت کرے گا لیکن یہ خیال اس کو آ سکتا ہے۔ کہ اگر یہ پھل میری ملک میں سے ہوتے تو میں ان کو کھا سکتا اور یہ خیال کمال کے منافی نہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ کے **خدا صاحب** تھوڑی سی بھوک کے عذاب پر **صبر نہ کر کے** کیونکر **انجیر** کے

[1] الحجرات:۱۴

درخت کی طرف دوڑے گئے کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ درخت ان کا یا ان کے والد صاحب کی ملک میں سے تھا۔ پس جو شخص بیگانہ درخت کو دیکھ کر اپنے **نفس پر غالب نہ آسکا** اور پیٹ کو بھینٹ چڑھانے کے لئے اس کی طرف دوڑا گیا وہ خدا تو کیا بلکہ بقول آپ کے فرد اکمل بھی نہیں۔

الغرض کسی کے دل میں یہ خیال گذرنا کہ یہ چیز خوبصورت ہے یہ ایک علیحدہ امر ہے جس کو خدا نے آنکھیں دی ہیں جیسے وہ کانٹے اور پھول میں فرق کر سکتا ہے۔ ایسا ہی وہ خوبصورت اور بدصورت میں فرق کر سکتا ہے آپ کے خدا صاحب کو شاید یہ قوت ممیّزہ فطرت سے نہیں ملی ہوگی مگر **پیٹ کی شہوت** کے لئے تو انجیر کے درخت کی طرف دوڑے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ کس کا انجیر ہے۔

﴿۴۶﴾ تعجبؔ کہ ایک **شرابی** اور **کھاؤ پیو** کو **شہوت پرست** نہ کہا جائے اور وہ پاک ذات جس کی زندگی اور جس کا ہر یک فعل خدا کے لئے تھا اس کا نام اس زمانہ کے پلید طبع شہوت پرست رکھیں عجب تاریکی کا زمانہ ہے۔ یہ **اسلام** کی اعلیٰ تعلیم کا ایک نمونہ ہے کہ ہرگز قصداً کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو کہ یہ بدنظری کا پیش خیمہ ہے اور اگر اتفاقاً کسی خوبصورت عورت پر نظر پڑے اور وہ خوبصورت معلوم ہو تو اپنی عورت سے صحبت کر کے اس خیال کو ٹال دو۔ خوب یاد رکھو کہ یہ تعلیم اور یہ حکم حفظ ما تقدم کے طور پر ہے جو شخص مثلاً ہیضہ کے دنوں میں ہیضہ سے بچنے کے لئے حفظ ما تقدم کے طور پر کوئی دوا استعمال کرتا ہے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کو ہیضہ ہو گیا ہے یا ہیضہ کے آثار اس میں ظاہر ہو گئے ہیں بلکہ یہ بات اس کی دانشمندی میں محسوب ہوگی اور سمجھا جائے گا کہ وہ اس بیماری سے طبعاً نفرت رکھتا ہے اور اس سے

دور رہنا چاہتا ہے۔ اس بات میں آپ کے ساتھ کوئی بھی اتفاق نہیں کرے گا کہ تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرنا کمال کے برخلاف ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام تقویٰ کا نمونہ نہ دکھلاویں تو اور کون دکھلاوے جو خداترسی میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے وہی سب سے بڑھ کر تقویٰ بھی اختیار کرتا ہے وہ بدی سے اپنے تئیں دور رکھتا ہے وہ ان راہوں کو چھوڑ دیتا ہے جس میں بدی کا احتمال ہوتا ہے مگر آپ کے **یسوع** صاحب کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کب تک ان کے حال پر رو ویں کیا یہ مناسب تھا کہ **وہ ایک زانیہ عورت کو** یہ موقعہ دیتا کہ وہ عین جوانی اور حسن کی حالت میں ننگے سر اس سے مل کر بیٹھتی اور نہایت ناز اور نخرہ سے اس کے پاؤں پر اپنے بال ملتی اور حرام کاری کے عطر سے اس کے سر پر مالش کرتی اگر **یسوع** کا دل بدخیالات سے پاک ہوتا تو وہ ایک کسبی عورت کو نزدیک آنے سے ضرور منع کرتا مگر ایسے لوگوں کو حرام کار عورتوں کے چھونے سے مزہ آتا ہے۔ وہ ایسے نفسانی موقعہ پر کسی ناصح کی نصیحت بھی نہیں سنا کرتے۔ دیکھو **یسوع** کو ایک غیرت مند بزرگ نے نصیحت کے ارادہ سے روکنا چاہا کہ ایسی حرکت کرنا مناسب نہیں مگر **یسوع** نے اس کے چہرہ کی ترش روئی سے سمجھ لیا کہ میری اس حرکت سے یہ شخص بیزار ہے تو **رندوں کی طرح** اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا اور دعویٰ کیا کہ یہ کنجری بڑی اخلاص مند ہے۔ ایسا اخلاص تو تجھ میں بھی نہیں پایا گیا۔ سبحان اللہ یہ کیا عمدہ جواب ہے۔ **یسوع صاحب** ایک زناکار عورت کی تعریف کر رہے ہیں کہ بڑی نیک بخت ہے۔ **دعویٰ خدائی کا اور کام ایسے**۔ بھلا جو شخص ہر وقت شراب سے سرمست رہتا ہے اور کنجریوں سے میل جول رکھتا ہے اور کھانے پینے میں بھی ایسا اول نمبر کا جو لوگوں میں یہ اس کا نام ہی

پڑ گیا ہے کہ یہ **کھاؤ پیو ہے**۔ اس سے کس تقویٰ اور نیک بختی کی امید ہوسکتی ہے ہمارے **سیّد و مولیٰ افضل الانبیاء خیر الاصفیاء محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم** کا تقویٰ دیکھئے کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاک دامن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے مگر کون عقلمند اور پرہیزگار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھے گا جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے گویا **بغل** میں ہے کبھی **ہاتھ** لمبا کر کے **سر پر** عطر مل رہی ہے کبھی **پیروں** کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور سیاہ **بالوں** کو **پیروں** پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشہ کر رہی ہے **یسوع** صاحب اس حالت میں **وجد** میں بیٹھے ہیں اور کوئی **اعتراض** کرنے لگے تو اس کو **جھڑک** دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ **عمر جوان** اور **شراب** پینے کی عادت اور پھر **مجرد** اور ایک خوبصورت **کسبی عورت** سامنے پڑی ہے۔ جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہے اور اس پر کیا دلیل ہے کہ اس کسبی کے چھونے سے **یسوع** کی **شہوت** نے جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس کہ یسوع کو یہ بھی میسر نہیں تھا کہ اس **فاسقہ** پر نظر ڈالنے کے بعد اپنی کسی بیوی سے صحبت کر لیتا۔ کم بخت **زانیہ** کے چھونے سے اور **ناز و ادا** کرنے سے کیا کچھ نفسانی جذبات پیدا ہوئے ہوں گے اور شہوت کے جوش نے پورے طور پر کام کیا ہوگا اسی وجہ سے **یسوع** کے منہ سے یہ بھی نہ نکلا کہ اے حرام کار عورت مجھ سے دور رہ اور یہ بات انجیل سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ عورت **طوائف** میں سے تھی اور زناکاری میں سارے شہر میں مشہور تھی۔

﴿۴۷﴾

اعتراض ہفتم

متعہ کا جائز کرنا اور پھر ناجائز کرنا

اما الجواب نادان عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ اسلام نے متعہ کو رواج نہیں دیا۔ بلکہ جہاں تک ممکن تھا اس کو دنیا میں سے گھٹایا اسلام سے پہلے نہ صرف عرب میں بلکہ دنیا کی اکثر قوموں میں متعہ کی رسم تھی یعنی یہ کہ ایک وقت خاص تک نکاح کرنا پھر طلاق دے دینا اور اس رسم کے پھیلانے والے اسباب میں سے ایک یہ بھی سبب تھا کہ جو لوگ لشکروں میں منسلک ہو کر دوسرے ملکوں میں جاتے تھے یا بطریق تجارت ایک مدت تک دوسرے ملک میں رہتے تھے ان کو **موقت نکاح** یعنی **متعہ** کی ضرورت پڑتی تھی اور کبھی یہ بھی باعث ہوتا کہ غیر ملک کی عورتیں پہلے سے بتلا دیتی تھیں کہ وہ ساتھ جانے پر راضی نہیں اس لئے اسی نیت سے نکاح ہوتا تھا کہ فلاں تاریخ طلاق دی جائے گی۔ پس یہ سچ ہے کہ ایک دفعہ یا دو دفعہ اس قدیم رسم پر بعض مسلمانوں نے بھی عمل کیا ☆۔ مگر وحی اور الہام سے نہیں بلکہ جو قوم میں پرانی رسم تھی معمولی طور پر اس پر عمل ہو گیا لیکن متعہ میں بجز اس کے اور کوئی بات نہیں کہ وہ ایک تاریخ مقررہ تک نکاح ہوتا ہے اور وحی الٰہی نے آخر اس کو حرام کر دیا چنانچہ ہم رسالہ **آریہ دھرم** میں اس کی تفصیل لکھ چکے ہیں مگر تعجب کہ عیسائی لوگ کیوں متعہ کا ذکر کرتے ہیں جو صرف ایک نکاح موقت ہے اپنے یسوع کے چال چلن کو کیوں نہیں دیکھتے

﴿۴۸﴾

☆ نوٹ: یہ عمل سخت اضطرار کے وقت تھا جیسے بھوک سے مرنے والا مُردہ کھالے۔

دیکھتے کہ وہ ایسی جوان عورتوں پر نظر ڈالتا ہے جن پر نظر ڈالنا اس کو درست نہ تھا۔ کیا جائز تھا کہ ایک کسبی کے ساتھ وہ ہم نشین ہوتا۔ کاش اگر وہ متعہ کا ہی پابند ہوتا تو ان حرکات سے بچ جاتا۔ کیا **یسوع** کی بزرگ **دادیوں نانیوں** نے متعہ کیا تھا یا صریح صریح زنا کاری تھی ہم عیسائی صاحبوں سے پوچھتے ہیں کہ جس مذہب میں نہ متعہ یعنی نکاح موقت درست ہے اور نہ ازدواج ثانی جائز اس مذہب کے لشکری لوگ جو بباعث رعایت حفظ قوت کے راہبانہ زندگی بھی بسر نہیں کر سکتے بلکہ شہوت کی جنبش دینے والی شرابیں پیتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ خوراکیں کھاتے ہیں تا سپاہیانہ کاموں کے بجالانے میں چست و چالاک رہیں جیسے **گوروں** کی **پلٹنیں** وہ کیونکر بدکاریوں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہیں اور ان کی حفظ عفت کے لئے انجیل میں کیا قانون ہے اور اگر کوئی قانون تھا اور انجیل میں ایسے مجردوں کا کچھ علاج لکھا تھا تو پھر کیوں سرکار انگریزی نے **ایکٹ** چھاؤنی ہائے **نمبر۱۳ ۱۸۸۹ء** جاری کر کے یہ انتظام کیا کہ گورہ سپاہی فاحشہ عورتوں کے ساتھ خراب ہوا کریں یہاں تک کہ سر جارج رائٹ صاحب کمانڈر انچیف افواج ہند نے ماتحت حکام کو ترغیب دی کہ ایسی خوبصورت اور جوان عورتیں گوروں کی زناکاری کے لئے بہم پہنچائی جائیں یہ ظاہر ہے کہ اگر ایسی ضرورتوں کے وقت جنہوں نے حکام کو ان قابل شرم تجویزوں کے لئے مجبور کیا انجیلوں میں کوئی تدبیر ہوتی تو وہ حلال طریق کو چھوڑ کر ناپاک طریقوں کو اپنے بہادر سپاہیوں میں رواج نہ دیتے۔ **اسلام** میں کثرت ازدواج کی برکتوں نے ہر یک زمانہ میں سلاطین کو ان ناپاک تدبیروں سے بچا لیا **اسلامی سپاہی** نکاح سے اپنے تئیں حرام کاری سے بچا لیتے ہیں اگر پادری صاحبان کوئی مخفی تدابیر انجیل کی حرام کاری سے بچانے کی یاد رکھتے ہیں تو اس طریق سے

گورنمنٹ کو روک دیں۔ کیونکہ اخبار ٹائمز نے اب پھر زور شور سے اس قانون کو دوبارہ جاری کرنے کے لئے سلسلہ جنبانی کی ہے یہ سب باتیں اس بات پر گواہ ہیں کہ **انجیل کی تعلیم ناقص ہے**۔ اور اس میں تمدن کے ہر یک پہلو کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ باقی آئندہ۔ انشاءاللہ۔

الراقم : **میرزا غلام احمد قادیانی**

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا مَضٰی وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ علٰی ما بقی والصّلٰوۃ وَالسَّلَامُ علٰی مُحَمَّدٍ خَیۡرِ الورٰی وَ اَھۡلَ بَیۡتِ الۡمُصۡطَفٰی و علی المؤمنین بنبیّہ المجتبٰی: محبان اہل اسلام کو واضح ہو کہ اس عرصہ میں ایک کتاب **نُور الحق** مرسلہ امام الہمام **میرزا غلام احمد صاحب** قادیانی میرے پاس پہنچی اس کو میں نے دیکھا اور نیز کچھ تحریرات متعلقہ محمد حسین بٹالوی نظر سے گذریں۔ جن کو دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ باوجود اس فہم و ذکا اور شہرہ آفاق ہونے کے اور چند عرصہ تک میرزا صاحب کی قدم بوسی حاصل کرنے کے اور ثنا گو ہونے کے بھی یکبارگی ایسے لوٹے کہ کفر تک نوبت پہنچادی (ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا) حالانکہ زمانہ کی بھی کیفیت مثل آئینہ کے کھل رہی ہے اور دیکھ رہے ہیں کہ **قوم دجّال** پوری دجالیت کر رہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کا فرمانا صادق ہوتا جاتا ہے اور اس پر بھی مقصد لِکُلّ فرعون موسٰی کا نہیں سمجھتے اور کیونکر سمجھ سکتے ہیں جبکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِہِمۡ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ [1] اسی جگہ پر قدرت کبریائی نظر آتی ہے کہ جس کسی کو گمراہ کرانا منظور ہوتا ہے تو ایسے ہی اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ جن باتوں کو علماء محققین نکات ٹھہراتے تھے یہ صاحب کفریات جانتے ہیں زمانہ کے حال کو بھولے جاتے ہیں آج جو ہمارے پیغمبر آخرالزمان کے جھنڈے کا پھریرہ اڑا رہا ہے اور اس کے دین

[1] البقرۃ:۸

کو زندہ کر رہا ہے۔ ہمارا حامی و مددگار ہو رہا ہے ہمارے دشمنان دین کو زیر قدم کر رہا ہے کرامت کا جو آج کل بے نام و نشان ہے دعویٰ کر رہا ہے۔ جیسا کہ لائق ہے اس پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ ویل ان لوگوں پر جو ایسا خیال رکھتے ہیں فی زمانہ فلسفہ طبعی والوں کے نزدیک کرامت کوئی چیز نہیں۔ دیکھئے فرقہ نیچریہ عجب ڈھب کا نکلا ہے کہ جس وقت ایسی بحث آ کر ہوتی ہے تو فوراً کہہ دیتے ہیں کوئی نہیں کر کے دکھلائے اگر کرامت کا قائل ہے اگر کرامت یا معجزات نعوذ باللہ بے وجود سمجھے جاتے ہیں تو اس کا اثر بد کہاں تک پہنچتا ہے یہ شکر کا مقام تھا کہ ہماری کشتی جو بھنور میں چکرا رہی تھی ایک ملاح نے اس کو آ کر نکال لیا اس کو تسلیم کرتے نہ اس پر الزام کذب و فریب لگاتے۔ اس وقت یہ بندہ کہتا ہے کہ جیسا مجھ کو معلوم ہوا ہے اور وہ حق ہے تو بے شک امام ہمام میرزا غلام احمد صاحب **مُجدّد** وقت ہیں اور میں بصد اشتیاق ان کے دیدار کا طالب ہوں اور شب و روز اللہ جلّ وعلیٰ سے مستدعی ہوں کہ اگر مرزا صاحب کو تو نے حق پر بھیجا ہے تو مجھ کو بھی ان کی زیارت سے مشرف کرا اور اُسی جماعت مومنین سے شمار کیا جاؤں میں پہلے متذبذب تھا اب یقیناً بعد دریافت ثبوت صحیحہ کہتا ہوں کہ جو میں نے لکھا ہے سب صحیح اور حق ہے اور میں انہیں مجدد صادق سمجھتا ہوں۔ والسلام۔

الراقم: عضدالدین از بچھرایوں ضلع مرادآباد

اُن صاحبوں کے نام جو آجکل حضرت امام کامل کی خدمت میں حاضر ہیں

(۱) حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی (۲) حکیم فضل الدین صاحب بھیروی (۳) مولوی قطب الدین صاحب بدوملی (۴) صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانہ (۵) صاحبزادہ منظور محمد صاحب لدھیانہ (۶) مولوی عنایت اللہ صاحب مدرس مانانوالہ ضلع گوجرانوالہ (۷) قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی ضلع گوجرانوالہ (۸) خلیفہ نورالدین صاحب جموں (۹) سید ناصر نواب صاحب دہلوی (۱۰) شیخ عبدالرحیم صاحب☆ (۱۱) شیخ عبدالعزیز صاحب (۱۲) حاجی وریام صاحب خوشابی (۱۳) ثناءاللہ صاحب خوشابی (۱۴) مولوی خدابخش صاحب جالندھری (۱۵) عبدالکریم صاحب خوشنویس (۱۶) شیخ غلام محی الدین صاحب کتب فروش جہلمی (۱۷) شیخ حامد علی صاحب (۱۸) میرزا اسمٰعیل صاحب قادیانی (۱۹) سید محمد کبیر دہلوی (۲۰) خدابخش صاحب ماڑوی ضلع جھنگ (۲۱) حاجی حافظ

☆ **حاشیہ:** شیخ عبدالرحیم صاحب جوان صالح اور متقی شخص ہیں ان کے ایمان اور اسلام پر ہمیں بھی رشک پیدا ہوتا ہے ان کو اسلام لانے کے وقت کئی اک سخت ابتلا پیش آئے لیکن انہوں نے ایسے سخت ابتلاء کے وقت بڑی ثابت قدمی اور استقامت دکھلائی محض ابتغاءً لمرضات اللہ دفعہ داری چھوڑ کر قادیان میں امام کامل کے ہاتھ پر اسلام و بیعت سے مشرف ہوئے قرآن شریف سے کامل اُلفت ہے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے معہ ترجمہ اور تفسیر قرآن چند ماہ میں پڑھا۔ شیخ عبداللہ صاحب جوان صالح ہیں۔ رشد کے آثار اور اتقا کے نشان ان کے بشرہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جب انہوں نے اسلام کی طرف میلان کیا تو کئی ابتلاء پیش آئے۔ از انجملہ ایک یہ ہے کہ لیکھرام آریہ سے کئی بار مباحثہ ہوا آخرکار لیکھرام کو انہوں نے شکست فاش دی چونکہ آریہ تھے اس تعلیم خراب سے دستبردار ہوکر **اسلام** زور شور سے قبول کیا اور امام وقت سے بیعت کی یہ مجھ سے کہتے تھے کہ ازالہ اوہام کے دیکھنے سے مجھے اسلام کا شوق پیدا ہوا اور جب پیشگوئی (جو آتھم کے

احمد اللہ خاں صاحب (۲۲) حافظ معین الدین صاحب (۲۳) مولوی غلام احمد صاحب کھبکیؔ (۲۴) حافظ قطب الدین صاحب کوٹلہ فقیر جہلم (۲۵) مولوی سید مردان علی صاحب حیدر آبادی (۲۶) مولوی شیخ احمد صاحب (۲۷) میرزا ایوب بیگ صاحب (۲۸) عاجز سراج الحق۔ شیخ فضل الٰہی کلانوری۔

قانون خریداری نور القرآن

نمبر اول نور القرآن جو تین ۳ ماہ کا اکٹھا چھپ کر شائع ہو چکا ہے اس میں جو ایک روپیہ سالانہ قیمت رکھی گئی ہے سو وہ قانون اب منسوخ کیا جاتا ہے اور اس کی جگہ قیمت کا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جو نمبر مطبع سے جس قدر شائع ہو۔ اس کی قیمت دست بدست خریدار روانہ کریں۔ یہ رسالہ ویلیو پے ایبل یا نقد قیمت بذریعہ منی آرڈر روانہ ہوسکتا ہے اور جو صاحب ٹکٹ روانہ کریں وہ آدھ آنہ والے ٹکٹ بھیجیں یا ایک آنہ والے دو دو چار چار آنہ والے ٹکٹ روانہ نہ کریں۔ دور دراز بلاد کے رہنے والے جیسے مدراس یا ملک آسام یا ممالک متوسط پر واجب ہے کہ دو آنہ رجسٹری کے بھی علاوہ قیمت روانہ کریں تا کہ رسالہ کے گم ہونے کا خطرہ نہ رہے۔ جس صاحب کے پاس یہ رسالہ پہنچے مناسب ہے کہ دوسروں کو بھی دکھلا دیں۔ اور اس کے خریدار پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو کوشش اور سعی کریں یہ ایک نئی طرز کا رسالہ مخالفین اسلام کے رد میں شائع ہوا ہے۔ اس رنگ ڈھنگ کا رسالہ کہیں نہ دیکھو گے۔

اس نور القراٰن نمبر۲ کی قیمت ۸/ ہے۔

بقیہ حاشیہ : رجوع الی الحق یا موت کی تھی اس کا رجوع الی الحق ہونا اور موت سے بچنا پوری ہوگئی۔ سچے دل سے اسلام لایا اور امام وقت کی شناخت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ۔ سراج الحق

نوٹ: شیخ عبد العزیز صاحب بھی ابھی تھوڑا عرصہ ہوا قادیان میں مشرف باسلام ہوئے۔ نیک صالح آدمی ہیں۔ اس جوانی میں صلاحیت حاصل ہونا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ان کے سوا اور بھی کئی مسلمان ہوئے چار شخص عیسائی مسلمان ہوئے جو وہ اب لاہور میں موجود ہیں۔ سراج الحق

حضرت عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی کا ایک کشف شیخ محمد حسین بطالوی کی نسبت

جس کو جناب قاضی **ضیاء الدین** صاحب ساکن قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ نے اپنے کانوں سے سنا اور شیخ صاحب کی طرف محض اصلاح روحانی کے لئے لکھ کر روانہ کیا۔ سو وہ ہم اس رسالہ میں درج کرتے ہیں۔ اگرچہ شیخ صاحب کی نسبت ہمارا یقین ہے کہ وہ اس سے متنبہ ہونے والے نہیں لیکن ہم ان کے بعض ہم خیال اور محبوں پر ایک قسم کا حسن ظن رکھتے ہیں کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کریں گے واللہ ولی التوفیق وہ کشف ذیل میں درج ہے۔ خاکسار سراج الحق نعمانی

هُوَ الْهَادِیْ بِسْمِ اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. نحمدہ و نصلّی مکرمی مولوی محمد حسین صاحب بعد شوق ملاقات آنکہ یہ جو آج کل آپ در بارہ تکفیرو **تضلیل** حضرت مسیح موعود میرزا غلام احمد صاحب قادیانی جن کو آپ پہلے مجدد وقت تسلیم کر چکے ہیں سرگرم ہیں اور یہاں تک سرگرمی ہے کہ آپ نے اپنے لکھے ہوئے مضمون کفر و کافر مندرجہ اشاعہ کی بھی پرواہ نہیں کی جس کی شامت سے اب صریح سوء خاتمہ کے آثار ظاہر ہیں آپ کی اس حالت کو دیکھ کر عاجز کا دل بلحاظ حبّ بنی نوع پگھل آیا لہٰذا بحکم **اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ** میں نے چاہا کہ آپ کو اس شیمہ نامرضیہ سے للہ متنبہ کروں شاید اللہ تعالیٰ جو رحیم وکریم ہے رحم فرماوے اور اس بارے میں یہ ایک الہام عبداللہ غزنوی مرحوم ہے جو آپ کی نسبت ان کو ہوا تھا اور اسی زمانہ میں آپ کو سنا بھی دیا تھا شائد وہ آپ کو یاد ہو یا نہ ہو اب میں آپ کو دوبارہ سناتا ہوں اور مجھے کئی بار تجربہ ہو چکا ہے کہ مولوی لوگ اپنے ہم عصر کی بات سے گو کیسی ہی مفید ہو کم متاثر ہوتے ہیں اب وہ مرحوم تو فوت ہو چکے شاید

آپ ان سے علاقہ بیعت بھی رکھتے تھے۔ تعجب نہیں کہ آپ کو ان کے الہام سے فائدہ پہنچے۔ عاجز کی غرض سوائے خیر خواہی اور اتفاق بین المسلمین اور کچھ نہیں مَیں حلفاً بیان کرتا ہوں وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا کہ یہ الہام میں نے خود حضرت مرحوم سے سنا ہے۔ خدا کے لئے جاگتے دل سے سنو۔ **وھو ھٰذا**

می بینم کہ محمد حسین پیراہنے کلان پوشیدہ است لاکن پارہ پارہ شدہ است۔ پھر آپ ہی یہ تعبیر فرمائی کہ آن پیراہن علم است کہ پارہ پارہ خواہد شد اور پارہ پارہ زبان سے کہتے تھے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینہ سے لے کر پنڈلیوں تک بار بار اشارہ کرتے تھے۔ پھر عاجز کو فرمایا کہ آنرا باید گفت کہ توبہ کردہ باشد۔ چنانچہ حسب الوصیت میں نے آپ کو یہ حال سنایا تھا۔ آپ نے عاجز کو چینیاں والی مسجد لاہور میں تمسخر آمیز الفاظ سے پیغام دیا تھا کہ ولی بننے جاتے ہیں عبداللہ کو کہنا کہ مجھے بھی بلاوے۔ اس پیغام کے بعد انہوں نے ملا سفر کے روبرو الہام مذکور فرمایا اور میں نے امرتسر میں بمکان حافظ محمد یوسف صاحب جہاں حافظ عبدالمنان رہتا تھا حرف بحرف آپ کو سنا دیا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت آپ متاثر ہو گئے تھے۔ جس سے مطالعہ کتاب بھی چھوٹ گیا تھا۔ میں نے انہی دنوں اپنے گاؤں کے لوگوں کو بھی سنا دیا تھا جو وہ اب گواہی دے سکتے ہیں۔ غرضکہ یہ منذر الہام ان دنوں میں پورا ہوا جس کا اثر اب ظاہر ہوا کہ مرزا صاحب کے مقابل پر آپ کی ساری علمیت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور علم کے لاف وگزاف بھی ہیچ محض ثابت ہوئے۔ لہٰذا یہ الہام بے شک سچا ہے۔ مولوی صاحب میں نے وقت پر دوبارہ آپ کو یاد دلایا ہے آپ عبرت پکڑیں اور توبہ کریں اور اس مصلح اور مجدد اور امام کامل اور

مسیح موعود ایدہ اللہ کی عداوت سے دست بردار ہو جائیں۔ ورنہ حسرت سے دانت پیسنا اور رونا ہوگا۔ آئندہ اختیار بدست مختار۔ شعر

گر امروز ایں پند من نشنوی
یقین دان کہ فردا پشیمان شوی

و ما علینا الا البلاغ

الراقم المسکین **ضیاءالدین** عفا عنہ

۲۰؍دسمبر ۱۸۹۵ء

نوٹ:

نور القرآن نمبر ۲ کے خاتمہ پر بعض ایڈیشنوں میں حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۴ مرہم حواریین جس کا دوسرا نام مرہم عیسیٰ بھی ہے۔ اور آٹھ صفحات کا حاشیہ اور حاشیہ در حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۴ دو صفحات کا حاشیہ لکھا گیا ہے۔ یہ حاشیہ درحقیقت ست بچن کتاب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے ہم نے نور القرآن نمبر ۲ کے آخر میں ان دونوں حاشیوں کو درج نہیں کیا۔ ست بچن کے ساتھ درج کئے جائیں گے۔

شمس

رسالہ

معیار المذاہب

فطرتی معیار سے مذاہب کا مقابلہ

از تصنیف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

﴿۱﴾

رسالہ معیار المذاہب

فطرتی معیار سے مذاہب کا مقابلہ

اور گورنمنٹ انگریزی کے احسان کا کچھ تذکرہ

میرے خیال میں مذاہب کے پرکھنے اور جانچنے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کے لئے اس سے بہتر کسی ملک کے باشندوں کو موقعہ ملنا ممکن نہیں جو ہمارے ملک پنجاب اور ہندوستان کو ملا ہے اس موقع کے حصول کے لئے پہلا فضل خدا تعالیٰ کا گورنمنٹ برطانیہ کا ہمارے اس ملک پر تسلّط ہے۔ ہم نہایت ہی ناسپاس اور منکر نعمت ٹھہریں گے اگر ہم سچے دل سے اس **محسن گورنمنٹ** کا شکر نہ کریں جس کے بابرکت وجود سے ہمیں **دعوت اور تبلیغ** اسلام کا وہ موقعہ ملا جو ہم سے پہلے کسی بادشاہ کو بھی نہ مل سکا کیونکہ اس علم دوست گورنمنٹ نے اظہار رائے میں وہ آزادی دی ہے جس کی نظیر اگر کسی اور موجودہ عملداری میں تلاش کرنا چاہیں تو لاحاصل ہے کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہم لنڈن کے بازاروں میں

دین اسلام کی تائید کے لئے وہ **وعظ** کر سکتے ہیں جس کا خاص مکہ معظّمہ میں میسر آنا ہمارے لئے غیر ممکن ہے اور اس گورنمنٹ نے نہ صرف اشاعت کتب اور **اشاعت** مذہب میں ہر یک قوم کو آزادی دی بلکہ خود بھی ہر یک فرقہ کو بذریعہ اشاعت علوم وفنون کے مدد دی اور تعلیم اور تربیت سے ایک دنیا کی **آنکھیں** کھول دیں۔ پس اگرچہ اس محسن **گورنمنٹ** کا یہ احسان بھی کچھ تھوڑا نہیں کہ وہ ہمارے مال اور آبرو اور خون کی جہاں تک طاقت ہے سچے دل سے **محافظت** کر رہی ہے اور ہمیں اس آزادی سے فائدہ پہنچا رہی ہے جس کے لئے ہم سے پہلے بہتیرے نوع انسان کے سچے ہمدرد ترستے گذر گئے۔ لیکن یہ دوسرا احسان گورنمنٹ کا اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ وہ جنگلی وحشیوں اور نام کے انسانوں کو انواع و اقسام کی تعلیم کے ذریعہ سے اہل علم و عقل بنانا چاہتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی متواتر کوششوں سے وہ لوگ جو قریب قریب مویشی اور چارپایوں کے تھے کچھ کچھ حصہ ﴿۲﴾ انسانیت اور فہم و فراست کا لے چکے ہیں اور اکثر دلوں اور دماغوں میں ایک ایسی روشنی پیدا ہوگئی ہے جو علوم کے حصول کے بعد پیدا ہوا کرتی ہے۔ معلومات کی وسعت نے گویا یک دفعہ دنیا کو بدل دیا ہے لیکن جس طرح شیشے میں سے روشنی تو اندر گھر کے آ سکتی ہے مگر پانی نہیں آ سکتا۔ اسی طرح علمی روشنی تو دلوں اور دماغوں میں آ گئی ہے۔ مگر ہنوز وہ مصفّا پانی اخلاص اور روبحق ہونے کا اندر نہیں آیا جس سے **روح کا پودہ** نشوونما پاتا اور اچھا پھل لاتا لیکن یہ گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے بلکہ ابھی ایسے اسباب مفقود یا قلیل الوجود ہیں جو **سچی روحانیت** کو جوش میں لاویں۔ یہ عجیب بات ہے کہ علمی ترقی سے مکر اور فریب کی بھی کچھ ترقی معلوم ہوتی ہے اور اہل حق کو

نا قابل برداشت وساوس کا سامنا ہے ایمانی سادگی بہت گھٹ گئی ہے اور فلسفیانہ خیالات نے جن کے ساتھ دینی معلومات ہمقدم نہیں ہیں۔ ایک زہریلا اثر نو تعلیم یافتہ لوگوں پر ڈال رکھا ہے جو **دہریت** کی طرف کھینچ رہا ہے اور واقعی نہایت مشکل ہے کہ اس اثر سے بغیر حمایت دینی تعلیم کے لوگ بچ سکیں۔ پس وائے برحال اس شخص کے جو ایسے مدرسوں اور کالجوں میں اس حالت میں چھوڑا گیا ہے جبکہ اس کو **دینی معارف** اور حقائق سے کچھ بھی خبر نہیں۔ ہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس عالی ہمت گورنمنٹ نے جو نوع انسان کی **ہمدرد** ہے۔ اس ملک کے دلوں کی زمین کو جو ایک بنجر پڑا ہوا تھا اپنے ہاتھ کی کوششوں سے جنگلی درختوں اور جھاڑیوں اور مختلف اقسام کے گھاس سے جو بہت اونچے اور فراہم ہوکر زمین کو ڈھک رہے تھے پاک کر دیا ہے اور اب قدرتی طور پر وہ وقت آ گیا ہے جو سچائی کا بیج اس زمین میں بویا جائے اور پھر آسمانی **پانی سے آبپاشی** ہو۔ پس وہ لوگ بڑے ہی خوش نصیب ہیں جو **اس مبارک** گورنمنٹ کے ذریعہ سے آسمانی بارش کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس گورنمنٹ کے وجود کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھیں اور اس کی سچی اطاعت کے لئے ایسی کوشش کریں کہ دوسروں کے لئے نمونہ ہو جائیں۔ کیا احسان کا عوض احسان نہیں۔ کیا نیکی کے بدلہ نیکی کرنا لازم نہیں سو چاہیے کہ ہریک شخص سوچ لے اور اپنا نیک جوہر دکھلاوے۔ اسلامی **شریعت** کسی کے حق اور احسان کو ضائع کرنا نہیں چاہتی۔ پس نہ منافقانہ طور پر بلکہ دل کی سچائی سے اس محسن گورنمنٹ سے اطاعت کے ساتھ پیش آنا چاہئے کیونکہ ہمارے دین کی روشنی پھیلانے کے لئے پہلی تقریب ﴿۳﴾

خدا تعالیٰ نے یہی قائم کی ہے۔

پھر دوسرا **ذریعہ جو مذاہب کے شناخت** کرنے کا ہمارے ملک میں پیدا ہوگیا چھاپے خانوں کی کثرت ہے کیونکہ ایسی کتابیں جو گویا زمین میں **دفن** تھیں ان چھاپہ خانوں کے ذریعہ سے گویا پھر **زندہ ہوگئیں** یہاں تک کہ ہندوؤں کا **وید** بھی **نئے اوراق** کا لباس پہن کر نکل آیا گویا نیا جنم لیا اور حمقاء اور عوام کی بنائی ہوئی کہانیوں کی پردہ دری ہوگئی۔

تیسرا ذریعہ راہوں کا کھلنا اور **ڈاک** کا احسن انتظام اور دور دور ملکوں سے کتابوں کا اس ملک میں آجانا اور اس ملک سے ان ملکوں میں جانا یہ سب وسائل **تحقیق حق** کے ہیں جو خدا کے فضل نے ہمارے ملک میں موجود کر دیئے جن سے ہم پوری آزادی کے ذریعہ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں **یہ سب فوائد** اس محسن اور نیک نیت گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہمیں ملے ہیں جس کے لئے بے اختیار ہمارے **دل سے دعا** نکلتی ہے لیکن اگر یہ سوال ہو کہ پھر ایسی مہذب اور دانا گورنمنٹ ایسے مذہب سے کیوں تعلق رکھتی ہے جس میں انسان کو خدا بنا کر **سچے خدا** کے بدیہی اور قدیم اور غیر متغیر اور جلال کی کسر شان کی جاتی ہے۔ تو افسوس کہ اس سوال کا جواب بجز اس کے کچھ نہیں کہ سلاطین اور ملوک کو جو ملک داری کا خیال واجبی حد سے بڑھ جاتا ہے لہٰذا تدبر اور تفکّر کی تمام قوتیں اسی میں خرچ ہو جاتی ہیں اور قومی حمایت کی مصلحت **آخرت** کے امور کی طرف سر اٹھانے نہیں دیتی اور اسی طرح ایک مسلسل اور غیر منقطع دنیوی مطالب کے نیچے دب کر خدا شناسی اور حق جوئی کی روح کم ہو جاتی ہے اور با ایں ہمہ خدا تعالیٰ کے فضل سے نومیدی نہیں کہ وہ اس باہمت گورنمنٹ کو **صراط مستقیم**

کی طرف توجہ دلاوے۔ ہماری دعا جیسا کہ اس گورنمنٹ کی دنیوی بھلائی کے لئے ہے ایسا ہی آخرت کے لئے بھی ہے پس کیا تعجب ہے کہ دعا کا اثر ہم دیکھ لیں۔

﴿۴﴾ اس زمانہ میں جبکہ حق اور باطل کے معلوم کرنے کے لئے بہت سے وسائل پیدا ہوگئے ہیں ہمارے ملک میں تین بڑے مذہب بالمقابل کھڑے ہوکر ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں ان مذاہب ثلاثہ میں سے ہر یک صاحب مذہب کو دعویٰ ہے کہ میرا ہی مذہب حق اور درست ہے اور تعجب کہ کسی کی زبان بھی اس بات کے انکار کی طرف مائل نہیں ہوتی کہ اس کا مذہب سچائی کے اصولوں پر مبنی نہیں لیکن میں اس امر کو باور نہیں کرسکتا کہ جیسا کہ ہمارے مخالفوں کی زبانوں کا دعویٰ ہے۔ ایسا ہی ایک سیکنڈ کے لئے ان کے دل بھی ان کی زبانوں سے اتفاق کر سکتے ہیں۔ سچے مذہب کی یہ ایک بڑی نشانی ہے کہ قبل اس کے جو ہم اس کی **سچائی** کے دلائل بیان کریں خود وہ اپنی **ذات** میں ہی ایسا روشن اور درخشان ہوتا ہے کہ اگر دوسرے مذاہب اس کے مقابل پر رکھے جائیں تو وہ سب **تاریکی** میں پڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور اس دلیل کو اس وقت ایک دانشمند انسان صفائی سے سمجھ سکتا ہے جبکہ ہر یک مذہب کو اس کے دلائل مخترعہ سے علیحدہ کر کے صرف اس کے اصل الاصول پر نظر کرے یعنی ان مذاہب کے طریق خداشناسی کو فقط ایک دوسرے کے مقابل پر رکھ کر جانچے اور کسی مذہب کے عقیدہ خداشناسی پر **بیرونی دلائل** کا حاشیہ نہ چڑھاوے بلکہ مجرد عن الدلائل کر کے اور ایک مذہب کو دوسرے مذہب کے مقابل پر رکھ کر **پرکھے** اور **سوچے** کہ کس مذہب میں ذاتی سچائی کی چمک پائی

جاتی ہے اور کس میں یہ **خاصیت** ہے کہ فقط اس کے طریق خداشناسی پر ہی نظر ڈالنا دلوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے مثلاً وہ **تین مذہب** جن کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ یہ ہیں۔ **آریہ**[۱]۔ **عیسائی**[۲]۔ **اسلام**[۳]۔ اگر ہم ان تینوں کی اصل تصویر دکھلانا چاہیں تو بتفصیل ذیل ہے۔

آریہ مذہب کا ایک ایسا خدا ہے جس کی خدائی اپنی ذاتی قوت اور قدرت پر چلنا غیر ممکن ہے اور اس کی تمام امیدیں ایسے وجودوں پر لگی ہوئی ہیں جو اس کے ہاتھ سے پیدا نہیں ہوئے۔ **حقیقی خدا** کی قدرتوں کا انتہا معلوم کرنا انسان کا کام نہیں مگر آریوں کے **پرمیشر** کی قدرت انگلیوں پر گن سکتے ہیں۔ وہ ایک ایسا **کم سرمایہ** پرمیشر ہے کہ اس کی تمام قدرتوں کی حد معلوم ہو چکی ہے اور اگر اس کی قدرتوں کی بہت ہی تعریف کی جائے تو اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے جیسی قدیم چیزوں کو معماروں کی طرح جوڑنا جانتا ہے اور اگر یہ سوال ہو کہ اپنے گھر سے کون سی چیز ڈالتا ہے تو نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ **کچھ نہیں**۔ غرض اس کی طاقت کا انتہائی مرتبہ صرف اس حد تک ہے کہ وہ موجودہ روحوں اور اجسام صغار کو جو قدیم اور اس کے وجود کی طرح انادی اور واجب الوجود ہیں جن کی پیدائش پر اس کے وجود کا کچھ بھی اثر نہیں باہم پیوند کر دیتا ہے لیکن اس بات پر دلیل قائم ہونا مشکل ہے کہ کیوں ان قدیم چیزوں کو ایسے پرمیشر کی حاجت ہے جبکہ کل چیزیں خود بخود ہیں ان کے تمام قویٰ بھی خود بخود ہیں اور ان میں باہم ملنے کی استعداد بھی خود بخود ہے اور ان میں قوت جذب اور کشش بھی قدیم سے ہے اور ان کے تمام خواص جو ترکیب کے بعد بھی ظاہر ہوتے ہیں خود بخود ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کس دلیل سے اس ناقص اور ناطاقت پرمیشر کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور اس میں

﴿۵﴾

اوراس کے غیر میں ما بہ الامتیاز بجز زیادہ ہوشیار اور ذہین ہونے کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ آریوں کا پرمیشر اُن بے انتہا قدرتوں سے ناکام ہے جو الوہیت کے کمال کے متعلق ہیں اور یہ اس فرضی پرمیشر کی بدقسمتی ہے کہ اس کو وہ کمال تام میسر نہ ہوسکا جو اُلوہیت کا پورا **جلال** چمکنے کے لئے ضروری ہے۔ اور دوسری بدنصیبی یہ ہے کہ بجز **چند ورق وید** کے قانون قدرت کی رو سے اس کے شناخت کرنے کی کوئی بھی راہ نہیں کیونکہ اگر یہی بات صحیح ہے کہ **ارواح اور ذرات اجسام** معہ اپنی تمام قوتوں اور کششوں اور خاصیتوں اور عقلوں اور ادراکوں اور شعوروں کے خود بخود ہیں تو پھر ایک عقل سلیم ان چیزوں کے جوڑنے کے لئے کسی دوسرے شخص کی ضرورت نہیں سمجھتی وجہ یہ کہ اس صورت میں اس سوال کا جواب دینا امکان سے خارج ہے کہ جو چیزیں اپنے وجود کی قدیم سے آپ ہی خدا ہیں اور اپنے اندر وہ تمام قوتیں بھی رکھتی ہیں جو ان کے باہم جوڑنے کے لئے ضروری ہیں تو پھر جس حالت میں ان کو اپنے وجود کے لئے پرمیشر کی حاجت نہیں ہوئی اور اپنی قوتوں اور خاصیتوں میں کسی بنانے والے کی محتاج نہیں ٹھہریں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان کو باہم تعلق کے لئے کسی دوسرے جوڑنے والے کی حاجت پڑ گئی حالانکہ روحوں کے ساتھ ان کے قویٰ کا جوڑنا اور ذرات اجسام کے ساتھ ان کی قوتوں کا جوڑنا یہ بھی ایک جوڑنے کی قسم ہے پس اس سے تو یہ ثابت ہی ہوگیا کہ ان قدیم چیزوں کو جیسا کہ اپنے وجود کے لئے کسی خالق کی ضرورت نہیں اور اپنی قوتوں کے لئے کسی موجد کی حاجت نہیں ایسا ہی باہم جوڑ پیدا ہونے کے لئے کسی صانع کی حاجت نہیں اور یہ نہایت بے وقوفی ہوگی کہ جب اول خود اپنی ہی زبان سے ان چیزوں کی نسبت مان لیں کہ وہ اپنے وجود اور اپنی

﴿۶﴾

قوتوں اور اپنے باہم جوڑ کے لئے دوسرے کے محتاج نہیں تو پھر اسی منہ سے یہ بھی کہیں کہ بعض چیزوں کے جوڑنے کے لئے ضرور کسی دوسرے کی حاجت ہے۔ پس یہ تو ایک دعویٰ ہوگا جس کے ساتھ کوئی دلیل نہیں۔ غرض اس عقیدہ کی رو سے پرمیشر کا وجود ہی **ثابت کرنا مشکل ہوگا** سو اس انسان سے زیادہ کوئی بدقسمت نہیں جو ایسے **پرمیشر** پر بھروسہ رکھتا ہے جس کو اپنا وجود ثابت کرنے کے لئے بھی بباعث کمی قدرت کے کوئی عمدہ اسباب میسر نہیں آسکے۔ یہ تو ہندوؤں کے پرمیشر میں خدائی کی **طاقتیں** ہیں اور **اخلاقی** طاقتوں کا یہ حال ہے کہ وہ انسانوں کی طاقتوں سے بھی کچھ گری ہوئی معلوم ہوتی ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک نیک دل انسان بارہا ایسے قصور واروں کے قصور بخش دیتا ہے جو عجز اور نیاز کے ساتھ اس سے معافی چاہتے ہیں اور بارہا اپنے کرم نفس کی خاصیت سے ایسے لوگوں پر احسان کرتا ہے جن کا کچھ بھی حق نہیں ہوتا لیکن آریہ لوگ اپنے پرمیشر کی نسبت یہ بیان کرتے ہیں کہ **وہ ان دونوں قسموں کے خلقوں سے بھی بے نصیب** ہے اور ان کے نزدیک ہر یک گناہ کروڑہا جونوں کا موجب ہے اور جب تک کوئی گنہگار بے انتہا جونوں میں پڑ کر پوری سزا نہ پالے تب تک کوئی صورت مَخلصی نہیں اور ان کے عقیدہ کی رو سے یہ امید بالکل بے سود ہے کہ انسان کی توبہ اور پشیمانی اور استغفار اس کے دوسرے جنم میں پڑنے سے روک دے گی یا حق کی طرف رجوع کرنا گذشتہ ناحق کے اقوال واعمال کی سزا سے اسے بچالے گا بلکہ بے شمار جونوں کا بھگتنا ضروری ہے۔ جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا اور کرم اور جود کے طور پر کچھ بخشش کرنا تو پرمیشر کی **عادت** ہی نہیں۔ جو کچھ انسان یا حیوان کوئی عمدہ حالت رکھتا ہے یا کوئی نعمت پاتا ہے

﴿۷﴾

وہ کسی پہلی جون کا **پھل** ہے مگر افسوس کہ باوجودیکہ آریوں کو وید کے اصولوں پر بہت ہی ناز ہے مگر پھر بھی یہ وید کی **باطل تعلیم** ان کی انسانی کانشنس کو مغلوب نہیں کر سکی اور مجھے ان ملاقاتوں کی وجہ سے جو اکثر اس فرقہ کے بعض لوگوں سے ہوتی ہیں یہ بات بارہا تجربہ میں آ چکی ہے کہ جس طرح نیوگ کے ذکر کے وقت ایک **ندامت** آریوں کو دامن گیر ہو جاتی ہے اسی طرح وہ نہایت ہی ندامت زدہ ہوتے ہیں جبکہ ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ پرمیشر کی قدرتی اور اخلاقی طاقتیں کیوں ایسی محدود ہو گئیں جن کی شامت سے اس کی خدائی بھی عند العقل ثابت نہیں ہو سکتی اور جس کی وجہ سے بدنصیب آریہ **دائمی نجات** پانے سے محروم رہے۔ غرض ہندوؤں کے پرمیشر کی **حقیقت** اور ماہیت یہی ہے کہ وہ اخلاقی اور **الوہیت** کی طاقتوں میں نہایت کمزور اور قابل رحم ہے اور شاید یہی سبب ہے کہ ویدوں میں پرمیشر کی پرستش چھوڑ کر اگنی اور وایو اور چاند اور سورج اور پانی کی پرستش پر زور ڈالا گیا ہے اور ہر یک عطا اور بخشش کا سوال ان سے کیا گیا ہے کیونکہ جب کہ پرمیشر آریوں کو کسی منزل تک نہیں پہنچا سکتا بلکہ خود پوری قدرتوں سے محروم رہ کر نامرادی کی حالت میں زندگی بسر کرتا ہے تو پھر دوسرے کا اس پر بھروسہ کرنا صریح غلطی ہے۔ ہندوؤں کے پرمیشر کی **کامل تصویر** آنکھوں کے سامنے لانے کے لئے اسی قدر کافی ہے جو ہم لکھ چکے۔

اب دوسرا مذہب یعنی **عیسائی** باقی ہے جس کے حامی نہایت زور و شور سے اپنے خدا کو جس کا نام انہوں نے **یسوع مسیح** رکھا ہوا ہے بڑے مبالغہ سے **سچا خدا** سمجھتے ہیں اور عیسائیوں کے خدا کا حلیہ یہ ہے کہ وہ ایک اسرائیلی آدمی مریم بنت یعقوب کا بیٹا ہے جو ۳۲ برس کی عمر پا کر اس دار الفنا سے گذر گیا

جب ہم سوچتے ہیں کہ کیونکر وہ گرفتار ہونے کے وقت **ساری رات دعا** کر کے **پھر بھی اپنے مطلب سے نامراد رہا** اور ذلت کے ساتھ پکڑا گیا۔ اور بقول عیسائیوں کے سولی پر کھینچا گیا اور **ایلی ایلی** کرتا مر گیا تو ہمیں یک دفعہ بدن پر لرزہ پڑتا ہے کہ کیا ایسے انسان کو جس کی **دعا** بھی جناب الٰہی میں قبول نہ ہوسکی اور نہایت ناکامی اور نامرادی سے **ماریں کھاتا کھاتا** مر گیا قادر خدا کہہ سکتے ہیں۔ ذرا اس وقت کے نظارہ کو آنکھوں کے سامنے لاؤ جب کہ یسوع مسیح **حوالات** میں ہو کر پلاطوس کی عدالت سے ہیرودوس کی طرف بھیجا گیا کیا یہ **خدائی کی شان** ہے کہ حوالات میں ہو کر **ہتکڑی** ہاتھ میں **زنجیر** پیروں میں چند سپاہیوں کی **حراست** میں چالان ہو کر **جھڑکیاں** کھاتا ہوا **گلیل** کی طرف روانہ ہوا اور اس حالت **پُر ملالت** میں ایک حوالات سے دوسری حوالات میں پہنچا۔ پلاطوس نے **کرامت** دیکھنے پر چھوڑنا چاہا اس وقت کوئی کرامت **دکھلا نہ سکا**۔ ناچار پھر حراست میں واپس کر کے یہودیوں کے **حوالہ** کیا گیا اور انہوں نے ایک دم میں اس کی جان کا قصہ تمام کر دیا۔ ﴿۸﴾

اب ناظرین خود سوچ لیں کہ کیا **اصلی** اور **حقیقی** خدا کی یہی علامتیں ہوا کرتی ہیں۔ کیا کوئی پاک کانشنس اس بات کو قبول کرسکتا ہے کہ وہ جو زمین و آسمان کا **خالق** اور بے انتہا قدرتوں اور طاقتوں کا **مالک** ہے وہ اخیر پر ایسا بدنصیب اور کمزور اور ذلیل حالت میں ہو جائے کہ شریر انسان اس کو اپنے ہاتھوں میں مل ڈالیں۔ اگر کوئی ایسے خدا کو **پوجے** اور اس پر بھروسہ کرے **تو اسے اختیار** ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ اگر آریوں کے پرمیشر کے مقابل پر بھی عیسائیوں کے خدا کو کھڑا کر کے اس کی

طاقت اور قدرت کو وزن کیا جائے تب بھی اس کے مقابل پر بھی یہ **ہیچ محض** ہے کیونکہ آریوں کا فرضی پرمیشر اگرچہ پیدا کرنے کی کچھ بھی طاقت نہیں رکھتا لیکن کہتے ہیں کہ پیدا شدہ چیزوں کو کسی قدر جوڑ سکتا ہے مگر عیسائیوں کے یسوع میں تو اتنی بھی طاقت ثابت نہ ہوئی جس وقت یہودیوں نے صلیب پر کھینچ کر کہا تھا کہ اگر **تو اب اپنے آپ کو بچائے تو ہم تیرے پر ایمان** لاویں گے تو وہ ان کے سامنے اپنے تئیں بچا نہ سکا ورنہ اپنے تئیں **بچانا** کیا کچھ بڑا کام تھا صرف **اپنی روح کو اپنے جسم کے ساتھ جوڑنا تھا**۔ سو اس **کمزور** کو جوڑنے کی بھی طاقت نہ ہوئی۔ پیچھے سے پردہ داروں نے باتیں بنا لیں کہ وہ قبر میں زندہ ہو گیا تھا مگر افسوس کہ انہوں نے نہ سوچا کہ یہودیوں کا تو یہ سوال تھا کہ **ہمارے روبرو ہمیں زندہ ہو کر دکھلاوے** پھر جبکہ ان کے روبرو زندہ نہ ہو سکا اور نہ قبر میں زندہ ہو کر ان سے آ کر ملاقات کی تو یہودیوں کے نزدیک بلکہ ہریک محقق کے نزدیک اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت میں زندہ ہو گیا تھا اور جب تک ثبوت نہ ہو تب تک اگر فرض بھی کر لیں کہ قبر میں لاش گم ہو گئی تو اس سے **زندہ ہونا** ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ عند العقل یقینی طور پر یہی ثابت ہوگا کہ **در پردہ** کوئی **کرامات** دکھلانے والا چُرا کر لے گیا ہوگا۔ دنیا میں بہتیرے ایسے گذرے ہیں کہ جن کی قوم یا معتقدوں کا یہی اعتقاد تھا کہ ان کی نعش گم ہو کر وہ معہ جسم بہشت میں پہنچ گئی ہے تو کیا عیسائی قبول کر لیں گے کہ **فی الحقیقت** ایسا ہی ہوا

﴿۹﴾

ہوگا مثلاً دور نہ جاؤ **بابا نانک صاحب** کے واقعات پر ہی نظر ڈالو کہ ۱۷ لاکھ سکھ صاحبوں کا اسی پر اتفاق ہے کہ درحقیقت وہ مرنے کے بعد معہ اپنے جسم کے بہشت میں پہنچ گئے اور نہ صرف اتفاق بلکہ ان کی معتبر کتابوں میں جو اسی زمانہ میں تالیف ہوئیں یہی لکھا ہوا ہے۔ اب کیا عیسائی صاحبان قبول کر سکتے ہیں کہ حقیقت میں بابا نانک صاحب معہ جسم بہشت میں ہی چلے گئے ہیں۔ افسوس کہ عیسائیوں کو دوسروں کے لئے تو فلسفہ یاد آجاتا ہے مگر اپنے گھر کی **نامعقول** باتوں سے فلسفہ کو چھونے بھی نہیں دیتے۔ اگر عیسائی صاحبان کچھ انصاف سے کام لینا چاہیں تو جلد سمجھ سکتے ہیں کہ سکھ صاحبوں کے دلائل بابا نانک صاحب کی نعش **گم ہونے** اور معہ جسم بہشت میں جانے کے بارے میں عیسائیوں کے **مزخرفات** کی نسبت بہت ہی قوی اور قابل توجہ ہیں اور بلاشبہ **انجیل** کے وجوہ سے زبردست ہیں کیونکہ اول تو وہ واقعات اسی وقت **بالا والی** جنم ساکھی میں لکھے گئے مگر انجیلیں **یسوع** کے زمانہ سے بہت برس بعد لکھی گئیں پھر ایک اور ترجیح بابا نانک صاحب کے واقعہ کو یہ ہے کہ یسوع کی طرف جو یہ کرامت منسوب کی گئی ہے تو یہ درحقیقت اس ندامت کی پردہ پوشی کی غرض سے **معلوم** ہوتی ہے جو یہودیوں کے سامنے حواریوں کو اٹھانی پڑی کیونکہ جب یہودیوں نے یسوع کو صلیب پر کھینچ کر پھر اس سے یہ **معجزہ چاہا** کہ اگر وہ اب زندہ ہو کر صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں گے۔ تو اس وقت یسوع صلیب پر سے اتر نہ سکا۔ پس اس وجہ سے یسوع کے شاگردوں کو بہت ہی **ندامت** ہوئی اور وہ یہودیوں کے سامنے **منہ** دکھانے کے قابل نہ رہے۔ لہٰذا ضرور تھا کہ وہ ندامت کے

﴿۱۰﴾

چھپانے کے لئے کوئی ایسا حیلہ کرتے۔ جس سے سادہ لوحوں کی نظر میں اس طعن اور ٹھٹھے اور ہنسی سے بچ جاتے۔ سو اس بات کو عقل قبول کرتی ہے کہ انہوں نے فقط ندامت کا **کلنک** اپنے منہ پر سے اتارنے کی غرض سے ضرور یہ حیلہ بازی کی ہوگی کہ رات کے وقت جیسا کہ ان پر الزام لگا تھا یسوع کی **نعش** کو اس کی **قبر** میں سے نکال کر کسی دوسری قبر میں رکھ دیا ہوگا اور پھر حسب مثل مشہور کہ **خواجہ کا گواہ ڈڈو** کہہ دیا ہوگا کہ لو جیسا کہ تم درخواست کرتے تھے یسوع زندہ ہوگیا مگر وہ آسمان پر چلا گیا ہے لیکن یہ مشکلیں بابا نانک صاحب کے فوت ہونے پر سکھ صاحبوں کو پیش نہیں آئیں اور نہ کسی دشمن نے ان پر یہ الزام لگایا اور نہ ایسے فریبوں کے لئے ان کو کوئی ضرورت پیش آئی اور نہ جیسا کہ یہودیوں نے شور مچایا تھا کہ **نعش چرائی** گئی ہے کسی نے شور مچایا سو اگر عیسائی صاحبان **بجائے یسوع** کے بابا نانک صاحب کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے تو کسی قدر معقول بھی تھا مگر یسوع کی نسبت تو ایسا خیال صریح **بناوٹ** اور جعلسازی کی **بدبو سے بھرا ہوا ہے**۔

اخیر عذر یسوع کے دکھ اٹھانے اور مصلوب ہونے کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ **خدا ہوکر** پھر اس لئے سولی پر کھینچا گیا کہ تا اس کی **موت** گناہگاروں کے لئے کفارہ ٹھہرے لیکن یہ بات بھی عیسائیوں کی ہی ایجاد ہے کہ **خدا بھی مرا کرتا** ہے گو مرنے کے بعد پھر اس کو زندہ کر کے عرش پر پہنچا دیا اور اس باطل وہم میں آج تک گرفتار ہیں کہ پھر وہ عدالت کرنے کے لئے دنیا میں آئے گا اور جو جسم مرنے کے بعد اس کو دوبارہ ملا وہی جسم خدائی کی حیثیت میں ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا مگر عیسائیوں کا یہ مجسم خدا جس

پر بقول ان کے ایک مرتبہ **موت بھی آ چکی ہے** اور خون گوشت ہڈی اور اوپر نیچے کے سب اعضا رکھتا ہے۔ یہ ہندوؤں کے ان **اوتاروں** سے مشابہ ہے جن کو آج کل آریہ لوگ بڑے جوش سے چھوڑتے جاتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ عیسائیوں کے خدا نے تو صرف ایک مرتبہ مریم بنت یعقوب کے پیٹ سے **جنم** لیا۔ مگر ہندوؤں کے خدا **بشن** نے **نو مرتبہ** دنیا کے گناہ دور کرنے کے لئے **تولد** کا داغ اپنے لئے قبول کر لیا۔ خصوصاً آٹھویں مرتبہ کا جنم لینے کا قصہ نہایت دلچسپ بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب زمین **دیئتوں** کی طاقت سے مغلوب ہوگئی تو **بشن** نے آدھی رات کو **کنواری لڑکی** کے پیٹ سے پیدا ہو کر اوتار لیا اور جو پاپ دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان سے لوگوں کو چھڑایا۔ یہ قصہ اگرچہ عیسائیوں کے مذاق کے موافق ہے مگر اس بات میں ہندوؤں نے بہت عقلمندی کی کہ عیسائیوں کی طرح اپنے اوتاروں کو **سولی نہیں دیا** اور نہ ان کے لعنتی ہونے کے قائل ہوئے۔ **قرآن شریف** کے بعض اشارات سے نہایت صفائی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو خدا بنانے کے موجد پہلے آریہ ورت کے برہمن ہی ہیں۔ اور پھر یہی خیالات **یونانیوں** نے ہندوؤں سے لئے۔ آخر اس مکروہ اعتقاد میں ان دونوں قوموں کے **فضلہ خوار عیسائی بنے**۔ اور ہندوؤں کو ایک اور بات دور کی سوجھی جو عیسائیوں کو نہیں سوجھی اور وہ یہ کہ ہندو لوگ خدائے ازلی ابدی کے قدیم قانون میں یہ بات داخل رکھتے ہیں کہ جب کبھی دنیا گناہ سے بھر گئی تو آخر ان کے پرمیشر کو یہی تدبیر خیال میں آئی کہ خود دنیا میں جنم لے کر لوگوں کو نجات دیوے۔ اور ایسا واقعہ صرف ایک دفعہ نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ ضرورت کے وقتوں میں ہوتا رہا۔ لیکن گو عیسائیوں کا یہ تو

﴿۱۱﴾

عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ **قدیم** ہے اور گذشتہ زمانہ کی طرف خواہ کیسے ہی اوپر سے اوپر چڑھتے جائیں اس خدا کے وجود کا کہیں **ابتدا** نہیں اور قدیم سے وہ خالق اور **ربّ العالمین** بھی ہے لیکن وہ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ وہ ہمیشہ سے اور غیر متناہی زمانوں سے اپنے **پیارے بیٹوں** کو لوگوں کے لئے سولی پر چڑھاتا رہا ہے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ تدبیر ابھی اس کو کچھ تھوڑے عرصہ سے ہی سوجھی ہے اور ابھی بڈھے باپ کو یہ خیال آیا ہے کہ بیٹے کو سولی دلا کر دوسروں کو عذاب سے بچاوے یہ تو ظاہر ہے کہ اس بات کے ماننے سے کہ خدا قدیم اور ابدالآباد سے چلا آتا ہے۔ یہ دوسری بات بھی ساتھ ہی ماننی پڑتی ہے کہ اس کی مخلوقات بھی بحیثیت قدامت نوعی ہمیشہ سے ہی چلی آئی ہے اور صفات **قدیمہ کے تجلیات قدیمہ** کی وجہ سے کبھی ایک عالم ممکن عدم میں مختفی ہوتا چلا آیا ہے اور کبھی دوسرا عالم بجائے اس کے ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور اس کا شمار کوئی بھی نہیں کرسکتا کہ کس قدر **عالموں** کو خدا نے اس دنیا سے اٹھا کر دوسرے عالم بجائے اس کے قائم کئے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ فرما کر کہ ہم نے **آدم** سے پہلے **جان** کو پیدا کیا تھا۔ اسی قدامت نوع عالم کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لیکن عیسائیوں نے باوجود بدیہی ثبوت اس بات کے کہ قدامت نوع عالم ضروری ہے پھر اب تک کوئی ایسی فہرست پیش نہیں کی جس سے معلوم ہو کہ ان غیر محدود عالموں میں جو ایک دوسرے سے بالکل بے تعلق تھے کتنی مرتبہ **خدا کا فرزند سولی پر کھینچا گیا** کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ بموجب اصول عیسائی مذہب کے کوئی شخص بجز خدا کے فرزند کے گناہ سے خالی نہیں۔ پس اس صورت میں تو یہ سوال ضروری ہے کہ وہ مخلوق جو ہمارے

﴿۱۲﴾

اس آدم سے بھی پہلے گذر چکی ہے جن کا ان بنی آدم کے سلسلہ سے کچھ تعلق نہیں ان کے گناہ کی **معافی** کا کیا بندوبست ہوا تھا اور کیا **یہی بیٹا** ان کو نجات دینے کے لئے پہلے بھی کئی مرتبہ **پھانسی** مل چکا ہے یا وہ **کوئی دوسرا بیٹا تھا** جو پہلے زمانوں میں پہلی مخلوق کے لئے **سولی** پر چڑھتا رہا جہاں تک ہم خیال کرتے ہیں ہمیں تو یہ سمجھ آتا ہے کہ اگر صلیب کے بغیر گناہوں کی معافی نہیں تو عیسائیوں کے خدا کے بے انتہا اور **اَن گنت بیٹے** ہوں گے۔ جو وقتاً فوقتاً ان معرکوں میں کام آئے ہوں گے۔ اور ہر یک اپنے وقت پر پھانسی ملا ہوگا۔ پس ایسے خدا سے کسی بہبودی کی **امید رکھنا لاحاصل** ہے۔ جس کے خود اپنے ہی **نوجوان بچے** مرتے رہے۔

امرتسر کے مباحثہ میں بھی ہم نے یہ سوال کیا تھا کہ عیسائی یہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کا خدا کسی کو گناہ میں ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ پھر اس صورت میں ان پر یہ اعتراض ہے کہ اس خدا نے ان شیاطین کی پلید روحوں کی **نجات** کے لئے کیا بندوبست کیا جن پلید روحوں کا ذکر انجیل میں موجود ہے☆۔ کیا کوئی ایسا بیٹا بھی دنیا میں آیا جس نے **شیاطین** کے گناہوں کے لئے اپنی ﴿۱۳﴾

☆**نوٹ**: اسلامی تعلیم سے ثابت ہے کہ شیاطین بھی ایمان لے آتے ہیں چنانچہ ہمارے سید ومولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہوگیا ہے۔ غرض ہر ایک انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور مطہر اور مقرب انسان کا شیطان ایمان لے آتا ہے مگر افسوس کہ یسوع کا شیطان ایمان نہیں لا سکا بلکہ الٹا اس کو گمراہ کرنے کی فکر میں ہوا اور ایک پہاڑی پر لے گیا اور دنیا کی دولتیں دکھلائیں اور وعدہ کیا کہ سجدہ کرنے پر یہ تمام دولتیں دے دوں گا اور شیطان کا یہ مقولہ حقیقت میں ایک بڑی پیشگوئی تھی اور اس بات کی طرف اشارہ بھی تھا کہ جب عیسائی قوم اس کو سجدہ کرے گی تو دنیا کی تمام دولتیں ان کو دی جاویں گی۔ سو ایسا ﴿۱۳﴾

جان دی ہو یا شیاطین کو گناہ سے باز رکھا ہوا گر ایسا کوئی انتظام نہیں ہوا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا خدا اس بات پر ہمیشہ راضی رہا ہے جو شیاطین کو جو عیسائیوں کے اقرار سے بنی آدم سے بھی زیادہ ہیں ہمیشہ کی جہنم میں جلاوے پھر جبکہ ایسے کسی بیٹے کا نشان نہیں دیا گیا تو اس صورت میں تو عیسائیوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ان کے خدا نے شیاطین کو جہنم کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ غرض بے چارے عیسائی جب سے **ابن مریم** کو خدا بنا بیٹھے ہیں بڑی بڑی مصیبتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایسا دن نہیں ہوگا کہ خود انہیں کی روح ان کے اس اعتقاد کو نفرت سے نہیں دیکھتی ہوگی۔ پھر ایک اور مصیبت ان کو یہ پیش آئی ہے کہ اس مصلوب کی علّت غائی عندالتحقیق کچھ ثابت نہیں ہوتی اور اس کے صلیب پر کھینچے جانے کا کوئی ثمرہ بپایہ ثبوت نہیں پہنچتا۔ کیونکہ صورتیں صرف دو ہیں۔

(۱) **اوّل** یہ کہ اس مرحوم بیٹے کے مصلوب ہونے کی علّتِ غائی یہ قرار دیں کہ تا اپنے ماننے والوں کو گناہ کرنے میں دلیر کرے اور اپنے کفارہ کے سہارے سے خوب زور شور سے فسق و فجور اور ہر یک قسم کی بدکاری پھیلاوے۔ سو یہ صورت تو بداہت نامعقول اور شیطانی طریق ہے اور میرے خیال میں دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا کہ اس **فاسقانہ طریق** کو پسند کرے اور ایسے کسی مذہب کے بانی کو نیک قرار دے جس نے اس طرح پر عام آدمیوں

بقیہ نوٹ: ہی ظہور میں آیا جن کے پیشوا نے خدا کہلا کر پھر شیطان کی پیروی کی یعنی اس کے پیچھے ہولیا ان کا شیطان کو سجدہ کرنا کیا بعید تھا۔ غرض عیسائیوں کی دولتیں درحقیقت اسی سجدہ کی وجہ سے ہیں جو انہوں نے شیطان کو کیا اور ظاہر ہے کہ شیطانی وعدہ کے موافق سجدہ کے بعد عیسائیوں کو دنیا کی دولتیں دی گئیں۔ منہ

کو گناہ کرنے کی ترغیب دی ہو۔ بلکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس طرح کا فتویٰ وہی لوگ دیتے ہیں جو درحقیقت ایمان اور نیک چلنی سے محروم رہ کر اپنے اغراض نفسانی کی وجہ سے دوسروں کو بھی بدکاریوں کے جہنم میں ڈالنا چاہتے تھے۔ اور یہ لوگ درحقیقت ان نجومیوں کے مشابہ ہیں جو ایک شارعِ عام میں بیٹھ کر راہ چلتے لوگوں کو پھسلاتے اور فریب دیتے ہیں اور ایک ایک پیسہ لے کر بے چارے حمقاء کو بڑے تسلی بخش الفاظ میں خوشخبری دیتے ہیں کہ عنقریب ان کی ایسی ایسی نیک قسمت کھلنے والی ہے اور ایک سچے محقق کی صورت بنا کر ان کے ہاتھ کے نقوش اور چہرہ کے خط و خال کو بہت توجہ سے دیکھتے بھالتے ہیں گویا وہ بعض نشانوں کا پتہ لگا رہے ہیں اور پھر ایک نمائشی کتاب کے ورقوں کو جو صرف اسی فریب دہی کے لئے آگے دھری ہوتی ہے الٹ پلٹ کر یقین دلاتے ہیں کہ درحقیقت پوچھنے والے کا ایک بڑا ہی ستارہ قسمت چمکنے والا ہے غالباً کسی ملک کا بادشاہ ہو جائے گا ورنہ وزارت تو کہیں نہیں گئی۔ اور یا یہ لوگ جو کسی کو باوجود اس کی دائمی ناپاکیوں کے خدا کا مورد فضل بنانا چاہتے ہیں ان کیمیا گروں کی مانند ہیں جو ایک سادہ لوح مگر دولت مند کو دیکھ کر طرح طرح کی لاف زنیوں سے شکار کرنا چاہتے ہیں اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے پہلے آنے والے کیمیا گروں کی مذمت کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ جھوٹے بدذات ناحق اچکّوں کے طور پر لوگوں کا مال فریب سے کھسکا کر لے جاتے ہیں اور پھر آخر بات کو کشاں کشاں اس حد تک پہنچاتے ہیں کہ صاحبو میں نے اپنے پچاس یا ساٹھ برس کی عمر میں جس کو کیمیا گری کا مدعی دیکھا جھوٹا ہی پایا۔ ہاں میرے گورو بیکنٹھ باشی سچے رسائنی تھے کروڑہا روپیہ کا دان کر گئے مجھے خوش نصیبی

﴿۱۴﴾

سے باراں برس تک ان کی خدمت کا شرف حاصل ہوا اور پھل پایا۔ پھل پانے کا نام سن کر ایک جاہل بول اٹھتا ہے کہ بابا جی تب تو آپ نے ضرور رسائن کا نسخہ گورو جی سے سیکھ لیا ہوگا یہ بات سن کر بابا جی کچھ ناراض ہوکر تیوری چڑھا کر بولتے ہیں کہ میاں اس بات کا نام نہ لو ہزاروں لوگ جمع ہو جائیں گے ہم تو لوگوں سے چھپ کر بھاگتے پھرتے ہیں۔ غرض ان چند فقروں سے ہی جاہل دام میں آجاتے ہیں پھر تو شکار دام افتادہ کو ذبح کرنے کیلئے کوئی بھی دقّت باقی نہیں رہتی خلوت میں راز کے طور پر سمجھاتے ہیں کہ درحقیقت تمہاری ہی خوش قسمتی ہمیں ہزاروں کوسوں سے کھینچ لائی ہے اور اس بات سے ہمیں خود بھی حیرانی ہے کہ کیونکر یہ سخت دل تمہارے لئے نرم ہوگیا اب جلدی کرو اور گھر سے یا مانگ کر دس ہزار کا طلائی زیور لے آؤ ایک ہی رات میں دہ چند ہو جائے گا مگر خبردار کسی کو میری اطلاع نہ دینا کسی اور بہانہ سے مانگ لینا قصہ کوتاہ یہ کہ آخر زیور لے کر اپنی راہ لیتے ہیں اور وہ دیوانے دہ[۱۰] چند کی خواہش کرنے والے اپنی جان کو روتے رہ جاتے ہیں یہ اس طمع کی شامت ہوتی ہے جو قانون قدرت سے غفلت کر کے انتہاء تک پہنچائی جاتی ہے مگر میں نے سنا ہے کہ ایسے ٹھگوں کو یہ ضرور ہی کہنا پڑتا ہے کہ جس قدر ہم سے پہلے آئے یا بعد میں آویں گے یقیناً سمجھو کہ وہ سب فریبی اور بٹمار اور ناپاک اور جھوٹے اور اس نسخہ سے بے خبر ہیں۔ ایسا ہی عیسائیوں کی پٹری بھی جم نہیں سکتی جب تک کہ حضرت آدم سے لے کر اخیر تک تمام **مقدس نبیوں** کو پاپی اور بدکار نہ بنالیں☆۔

﴿۱۵﴾

☆**نوٹ:** عیسائیوں کی عقل اور سمجھ پر افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے یسوع کو خدا بنا کر اس کی ذات کو کچھ فائدہ نہیں

(۲) دوسری صورت اس قابل رحم بیٹے کے مصلوب ہونے کی یہ ہے کہ اس کے سولی ملنے کی یہ علّت غائی قرار دی جائے کہ اس کی سولی پر ایمان لانے والے ہر یک قسم کے گناہ اور بدکاریوں سے **بچ** جائیں گے اور ان کے نفسانی جذبات ظہور میں نہ آنے پائیں گے مگر افسوس کہ جیسا کہ پہلی صورت خلاف تہذیب اور بدیہی البطلان ثابت ہوئی تھی ایسا ہی یہ صورت بھی کھلے کھلے طور پر باطل ہی ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر فرض کیا جائے کہ یسوع کا **کفارہ** ماننے میں ایک ایسی خاصیت ہے کہ اس پر سچا ایمان لانے والا فرشتہ سیرت بن جاتا ہے اور پھر بعد ازاں اس کے دل میں گناہ کا خیال ہی نہیں آتا تو تمام گذشتہ نبیوں کی نسبت کہنا پڑے گا کہ وہ یسوع کی سولی اور کفارہ پر سچا ایمان نہیں لائے تھے کیونکہ انہوں نے تو بقول عیسائیاں بدکاریوں میں حد ہی کر دی۔ کسی نے ان میں سے بت پرستی کی اور کسی نے ناحق کا خون کیا اور کسی نے اپنی بیٹیوں سے بدکاری کی اور بالخصوص یسوع کے دادا صاحب **داؤد** نے تو سارے **بُرے کام** کئے ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کے لئے فریب سے قتل کرایا اور دلالہ عورتوں کو بھیج کر اس کی جورو کو منگوایا اور اس کو **شراب پلائی** اور اس سے **زنا کیا** اور بہت سا مال حرام کاری میں ضائع کیا اور تمام عمر سو[۱۰۰] تک بیوی رکھی اور یہ حرکت بھی بقول عیسائیاں زنا میں داخل تھی اور عجیب تر یہ کہ **روح القدس** بھی ہر روز اس پر نازل ہوتا تھا اور **زبور** بڑی سرگرمی سے اتر رہی تھی مگر

بقیہ نوٹ: پہنچایا بلکہ راستبازوں کے سامنے اس کو شرمندہ کیا بہتر تھا کہ اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے صدقہ دیتے اس کے لئے دعائیں کرتے تا اس کی عاقبت کے لئے بھلائی ہوتی۔ مشت خاک کو خدا بنانے میں کیا حاصل تھا۔ منه

﴿۱۶﴾ افسوس کہ نہ تو روح القدس نے اور نہ یسوع کے **کفارہ** پر ایمان لانے نے بدکاریوں سے اس کو روکا آخر انہیں بدعملیوں میں جان دی اور اس سے عجیب تر یہ کہ یہ کفارہ یسوع کی **دادیوں** اور **نانیوں** کو بھی بدکاری سے نہ بچا سکا حالانکہ ان کی بدکاریوں سے یسوع کے گوہر فطرت پر **داغ** لگتا تھا اور یہ دادیاں نانیاں صرف ایک دو نہیں بلکہ تین ہیں۔ چنانچہ یسوع کی ایک **بزرگ نانی** جو ایک طور سے دادی بھی تھی یعنی **راحاب** کسبی یعنی کنجری تھی دیکھو یشوع ۲۔۱۔ اور دوسری نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی۔ اس کا نام تمر ہے۔ یہ خانگی بدکار عورتوں کی طرح حرام کار تھی۔ دیکھو پیدائش ۳۸۔ ۱۶ سے ۳۰۔ اور ایک نانی یسوع صاحب کی جو ایک رشتہ سے دادی بھی تھی **بنت سبع** کے نام سے موسوم ہے۔ یہ وہی پاک دامن تھی جس نے **داؤد** کے ساتھ زنا کیا تھا☆۔ دیکھو ۲ سموئیل ۱۱۔۲

اب ظاہر ہے کہ ان دادیوں اور نانیوں کو یسوع کے کفارہ کی ضرور اطلاع دی گئی ہوگی اور اس پر ایمان لائی ہوں گی کیونکہ یہ تو عیسائیوں کا اصول ہے کہ پہلے نبیوں اور ان کی امت کو بھی یہی تعلیم کفارہ کی دی گئی تھی اور اسی پر ایمان لا کر ان کی نجات ہوئی۔ پس اگر یسوع کے مصلوب ہونے کا یہ اثر سمجھا جائے کہ اس کی مصلوبیت پر ایمان لا کر گناہ سے انسان بچ جاتا ہے تو

☆**نوٹ**:۔ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری والدہ سے لے کر حوّا تک میری ماؤں کے سلسلہ میں کوئی عورت بدکار اور زانیہ نہیں اور نہ مرد زانی اور بدکار ہے لیکن بقول عیسائیوں کے ان کے خدا صاحب کی پیدائش میں تین زنا کار عورتوں کا خون ملا ہوا ہے۔ حالانکہ توریت میں جو کچھ زانیہ عورتوں کی اولاد کی نسبت لکھا ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ منہ

چاہئے تھا کہ **یسوع کی دادیاں اور نانیاں زنا کاریوں اور حرام کاریوں** سے بچائی جاتیں مگر جس حالت میں تمام پیغمبر باوجودیکہ بقول عیسائیاں یسوع کی خودکشی پر ایمان لاتے تھے بدکاریوں سے نہ بچ سکے اور نہ یسوع کی دادیاں نانیاں بچ سکیں تو اس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ **یہ جھوٹا کفارہ** کسی کو نفسانی جذبات سے بچا نہیں سکتا اور خود مسیح کو بھی بچا نہ سکا دیکھو وہ کیسے شیطان کے پیچھے[☆] پیچھے چلا گیا۔ حالانکہ اس کو جانا مناسب نہ تھا اور غالباً یہی

﴿۱۷﴾

☆**نوٹ**: آج کل کے یورپین فلاسفر باوجود عیسائی ہونے کے اس بات کو نہیں مانتے کہ درحقیقت یسوع کو شیطان پھسلا کر ایک پہاڑی پر لے گیا تھا کیونکہ وہ لوگ شیطان کے تجسم کے قائل نہیں بلکہ خود شیطان کے وجود سے ہی منکر ہیں لیکن درحقیقت علاوہ خیالات ان فلاسفروں کے ایک اعتراض تو ضرور ہوتا ہے کہ اگر یہ واقعہ شیطان کی رفاقت کا یہودیوں کے پہاڑوں اور گذرگاہوں میں ہوتا تو ضرور تھا کہ نہ صرف یسوع بلکہ کئی یہودی بھی اس شیطان کو دیکھتے اور کچھ شک نہیں کہ شیطان معمولی انسانوں کی طرح نہیں ہوگا بلکہ ایک عجیب وغریب صورت کا جاندار ہوگا جو دیکھنے والوں کو تعجب میں ڈالتا ہوگا۔ پس اگر درحقیقت شیطان یسوع کو بیداری میں دکھائی دیا تھا تو چاہئے تھا کہ اس کو دیکھ کر ہزارہا یہودی وغیرہ اس جگہ جمع ہو جاتے اور ایک مجمع اکٹھا ہو جاتا لیکن ایسا وقوع میں نہیں آیا۔ اس لئے یورپین محقق اس کو کوئی خارجی واقعہ قبول نہیں کر سکتے بلکہ وہ ایسے ہی بے ہودہ تخیلات کی وجہ سے جن میں سے خدائی کا دعویٰ بھی ہے انجیل کو دور سے سلام کرتے ہیں چنانچہ حال میں ایک یورپین عالم نے عیسائیوں کی انجیل مقدس کی نسبت یہ رائے ظاہر کی ہے کہ میری رائے میں کسی دانشمند آدمی کو اس بات کے یقین دلانے کو کہ انجیل انسان کی بناوٹ بلکہ وحشیانہ ایجاد ہے صرف اسی قدر ضرورت ہے کہ وہ انجیل کو پڑھے پھر صاحب بہادر یہ فرماتے ہیں کہ تم انجیل کو اس طرح پڑھو جیسے کہ تم کسی اور کتاب کو پڑھتے ہو۔ اور اس کی نسبت ایسے خیالات کرو جیسے کہ اور کتابوں کی نسبت کرتے ہو اپنی آنکھوں سے تعظیم کی پٹی نکال دو اور اپنے دل سے خوف کے

حرکت تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ایسا نادم ہوا کہ جب ایک شخص نے **نیک** کہا تو

بقیہ نوٹ: بھوت کو بھگا دو اور دماغ اوہام سے خالی کر و تب انجیل مقدس کو پڑھو تو تم کو تعجب ہوگا کہ تم نے ایک لحظہ کے لئے بھی کیونکر اس جہالت اور ظلم کے مصنف کو عقلمند اور نیک اور پاک خیال کیا تھا ایسا ہی اور بہت سے فلاسفر سائنس کے جاننے والے جو انجیل کو نہایت ہی کراہت سے دیکھتے ہیں وہ انہیں ناپاک تعلیموں کی وجہ سے متنفر ہو گئے☆ جن کو ماننا ایک عقلمند کے لئے درحقیقت نہایت درجہ جائے عار ہے۔ مثلاً یہ ایک جھوٹا قصہ کہ ایک باپ ہے جو سخت مغلوب الغضب اور سب کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور ایک بیٹا ہے جو نہایت رحیم ہے جس نے باپ کے مجنونانہ غضب کو اس طرح لوگوں سے ٹال دیا ہے کہ آپ سولی پر چڑھ گیا اب بے چارے محقق یورپین ایسی بے ہودہ باتوں کو کیونکر مان لیں ایسا ہی عیسائیوں کی یہ سادہ لوحی کے خیال کہ خدا کو تین جسم پر منقسم کر دیا۔ ایک وہ جسم جو آدمی کی شکل میں ہمیشہ رہے گا جس کا نام ابن اللہ ہے۔ دوسرے وہ جسم جو کبوتر کی طرح ہمیشہ رہے گا جس کا نام روح القدس ہے۔ تیسرے وہ جسم جس کے داہنے ہاتھ بیٹا جا بیٹھا ہے۔ اب کوئی عقلمند ان اجسام ثلاثہ کو کیونکر قبول کرے لیکن شیطان کی ہمراہی کا الزام یورپین فلاسفروں کے نزدیک کچھ کم ہنسی کا باعث نہیں۔ بہت کوششوں کے بعد یہ تاویلیں پیش ہوتی ہیں کہ یہ حالات یسوع کے دماغی قویٰ کے اپنے ہی تخیلات تھے اور اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ تندرستی اور صحت کی حالت میں ایسے مکروہ تخیلات پیدا نہیں ہو سکتے۔ بہتوں کو اس

﴿۱۸﴾

☆ **نوٹ:** عیسائیوں میں جس قدر کوئی فلسفہ کے مینار پر پہنچتا ہے اسی قدر انجیل اور عیسائی مذہب سے بیزار ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان دنوں میں ایک میم صاحبہ نے بھی عیسائی عقیدہ کے رد میں ایک رسالہ شائع کیا ہے مگر اسلامی فلاسفروں کا اس کے برعکس حال ہے۔ بوعلی سینا جو رئیس فلاسفہ اور بدمذہب اور ملحد کر کے مشہور ہے وہ اپنی کتاب اشارات کے اخیر میں لکھتا ہے کہ اگرچہ حشر جسمانی پر دلائل فلسفیہ قائم نہیں بلکہ اس کے برعکس پر قائم ہوتے ہیں مگر چونکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ منہ

اس نے روکا کہ مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ حقیقت میں ایسا شخص جو شیطان کے

بقیہ نوٹ: بات کی ذاتی تحقیقات ہے کہ **مرگی** کی بیماری کے مبتلا اکثر شیاطین کو اسی طرح دیکھا کرتے ہیں وہ بعینہٖ ایسا ہی بیان کیا کرتے ہیں کہ ہمیں شیطان فلاں فلاں جگہ لے گیا اور اور یہ یہ عجائبات دکھلائے اور مجھے یاد ہے کہ شاید چونتیس برس کا عرصہ گذرا ہوگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ شیطان سیاہ رنگ اور بدصورت کھڑا ہے۔ اول اس نے میری طرف توجہ کی اور میں نے اس کو منہ پر طمانچہ مار کر کہا کہ دور ہو اے شیطان تیرا مجھ میں حصہ نہیں اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف گیا اور اس کو اپنے ساتھ کرلیا اور جس کو ساتھ کرلیا اس کو میں جانتا تھا اتنے میں آنکھ کھل گئی اسی دن یا اس کے بعد اس شخص کو مرگی پڑی جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیطان نے اس کو ساتھ کرلیا تھا اور صرع کی بیماری میں گرفتار ہوگیا اس سے مجھے یقین ہوا کہ شیطان کی ہمراہی کی تعبیر مرگی ہے پس یہ نہایت لطیف نکتہ اور بہت صاف اور عاقلانہ رائے ہے کہ یسوع دراصل مرگی کی بیماری میں مبتلا تھا اور اسی وجہ سے ایسی خوابیں بھی دیکھا کرتا تھا اور یہودیوں کا یہ الزام کہ تو بعل زبول کی مدد سے ایسے کام کرتا ہے اس رائے کا مؤید اور بہت تسکین بخش ہے کیونکہ بعل زبول بھی شیطان کا نام ہے اور یہودیوں کی بات اس وجہ سے بھی درست اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ جن لوگوں کو شیطان کا سخت آسیب ہو جاتا ہے اور شیطان ان سے محبت کرنے لگتا ہے تو گو ان کی اپنی مرگی وغیرہ اچھی نہیں ہوتی مگر دوسروں کو اچھا کر سکتے ہیں کیونکہ شیطان ان سے محبت کرتا ہے اور ان سے جدا ہونا نہیں چاہتا مگر نہایت محبت کی وجہ سے ان کی باتیں مان لیتا ہے اور دوسروں کو ان کی خاطر سے شیطانی مرضوں سے نجات دیتا ہے اور ایسے عامل ہمیشہ شراب اور پلید چیزیں استعمال کرتے رہتے ہیں اور اول درجہ کے شرابی اور کھاؤ پیو ہوتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ایک شخص اسی طرح مرض بے ہوشی میں گرفتار تھا اور کہتے ہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کے جنات کو نکال دیا کرتا تھا۔ غرض یسوع کا یہ واقعہ شیطان کے ہمراہ کا مرض صرع پر صاف دلیل ہے اور ہمارے پاس کئی وجوہ ہیں جن کے مفصل لکھنے کی ابھی ضرورت نہیں اور یقین ہے کہ محقق عیسائی

﴿۱۹﴾

پیچھے پیچھے چلا گیا کیونکر جرأت کرسکتا ہے کہ اپنے تئیں نیک کہے یہ بات یقینی ہے کہ
یسوع نے اپنے خیال سے اور بعض اور باتوں کی وجہ سے بھی اپنے تئیں نیک کہلا نے ﴿۱۸﴾
سے کنارہ کشی ظاہر کی مگر افسوس کہ اب عیسائیوں نے نہ صرف نیک قرار دے دیا بلکہ
خدا بنا رکھا ہے۔ غرض کفارہ مسیح کی ذات کو بھی کچھ فائدہ نہ پہنچا سکا اور تکبر اور خود بینی
جو تمام بدیوں کی جڑ ہے وہ تو یسوع صاحب کے ہی حصہ میں آئی ہوئی معلوم ہوتی ہے
کیونکہ اس نے آپ خدا بن کر سب نبیوں کو رہزن اور بٹمار اور ناپاک حالت کے
آدمی قرار دیا ہے حالانکہ یہ اقرار بھی اس کے کلام سے نکلتا ہے کہ وہ خود بھی نیک نہیں ﴿۱۹﴾
ہے مگر افسوس کہ تکبر کا سیلاب اس کی تمام حالت کو برباد کر گیا ہے کوئی بھلا آدمی

بقیہ نوٹ: جو پہلے ہی ہماری اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں انکار نہیں کریں گے اور جو نادان پادری انکار کریں تو ان کو اس بات کا ثبوت دینا چاہیئے کہ یسوع کا شیطان کے ہمراہ جانا درحقیقت بیداری کا ایک واقعہ ہے☆ اور صرع وغیرہ کے لحوق کا نتیجہ نہیں مگر ثبوت میں معتبر گواہ پیش کرنے چاہئیں جو رویت کی گواہی دیتے ہوں اور معلوم ہوتا ہے کہ کبوتر کا اترنا اور یہ کہنا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے درحقیقت یہ بھی ایک مرگی کا دورہ تھا جس کے ساتھ ایسے تخیلات پیدا ہوئے بات یہ ہے کہ کبوتر کا رنگ سفید ہوتا ہے اور بلغم کا رنگ بھی سفید ہوتا ہے اور مرگی کا مادہ بلغم ہی ہوتا ہے سو بلغم کبوتر کی شکل پر نظر آ گئی اور یہ جو کہا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ اس میں بھید یہ ہے کہ درحقیقت مصروع مرگی کا بیٹا ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے مرگی کو فن طبابت میں ام الصبیان کہتے ہیں یعنی بچوں کی ماں۔ اور ایک مرتبہ یسوع کے چاروں حقیقی بھائیوں نے اس وقت کی گورنمنٹ میں درخواست بھی دی تھی کہ یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے اس کا کوئی بندوبست کیا جاوے یعنی عدالت کے جیل خانہ میں داخل کیا جاوے تا کہ وہاں کے دستور کے موافق اس کا علاج ہو تو یہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے کہ یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا۔ منہ

☆ سوال یہ ہے کہ شیطان کو کس کس نے یسوع کے ساتھ دیکھا۔

گذشتہ بزرگوں کی **مذمت** نہیں کرتا لیکن اس نے پاک نبیوں کو رہزنوں اور بٹماروں کے نام سے موسوم کیا ہے اس کی زبان پر دوسروں کے لئے ہر وقت بے ایمان حرام کار کا لفظ چڑھا ہوا ہے کسی کی نسبت ادب کا لفظ استعمال نہیں کیا کیوں نہ ہو **خدا کا فرزند جو ہوا**۔ اور پھر جب دیکھتے ہیں کہ یسوع کے کفارہ نے حواریوں کے دلوں پر کیا اثر کیا۔ کیا وہ اس پر ایمان لاکر گناہ سے باز آ گئے تو اس جگہ بھی سچی پاکیزگی کا خانہ خالی ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ لوگ سولی ملنے کی خبر کو سن کر ایمان لاچکے تھے لیکن پھر بھی نتیجہ یہ ہوا کہ یسوع کی گرفتاری پر پطرس نے سامنے کھڑے ہو کر **اس پر لعنت** بھیجی باقی سب بھاگ گئے اور کسی کے دل میں اعتقاد کا نور باقی نہ رہا۔ پھر بعد اس کے گناہ سے رکنے کا اب تک یہ حال ہے کہ خاص یورپ کے محققین کے اقراروں سے یہ بات ثابت ہے کہ یورپ میں حرام کاری کا اس قدر زور ہے کہ خاص لنڈن میں ہر سال ہزاروں حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں اور اس قدر گندے واقعات یورپ کے شائع ہوئے ہیں کہ کہنے اور سننے کے لائق نہیں۔ **شراب خواری** کا اس قدر زور ہے کہ اگر ان دوکانوں کو ایک خط مستقیم میں باہم رکھ دیا جاوے تو شاید ایک مسافر کی دو منزل طے کرنے تک بھی وہ دوکانیں ختم نہ ہوں۔ عبادات سے فراغت ہے۔ اور دن رات سوا عیاشی اور دنیا پرستی کے کام نہیں پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یسوع کے مصلوب ہونے سے اس پر ایمان لانے والے گناہ سے رک نہیں سکے ☆ بلکہ جیسا کہ بند ٹوٹنے

﴿۲۰﴾

☆**نوٹ**: یسوع کا مصلوب ہونا اگر اپنی مرضی سے ہوتا تو خودکشی اور حرام کی موت تھی اور خلاف مرضی کی حالت میں کفارہ نہیں ہوسکتا اور یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں لکھ سکا کہ لوگ جانتے تھے

سے ایک تیز دھار دریا کا پانی اردگرد کے دیہات کو تباہ کر جاتا ہے۔ ایسا ہی کفارہ پر ایمان لانے والوں کا حال ہو رہا ہے اور میں جانتا ہوں کہ عیسائی لوگ اس پر زیادہ بحث نہیں کریں گے کیونکہ جس حالت میں ان نبیوں کو جن کے پاس خدا کا فرشتہ آتا تھا یسوع کا کفارہ بدکاریوں سے روک نہ سکا تو پھر کیونکر تاجروں اور پیشہ وروں اور خشک پادریوں کو ناپاک کاموں سے روک سکتا ہے غرض عیسائیوں کے خدا کی کیفیت یہ ہے جو ہم بیان کر چکے۔

تیسرا مذہب ان دو مذہبوں کے مقابل پر جن کا ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں **اسلام** ہے اس مذہب کی خدا شناسی نہایت صاف صاف اور انسانی فطرت کے مطابق ہے اگر تمام مذہبوں کی کتابیں نابود ہو کر ان کے سارے تعلیمی خیالات اور تصورات بھی محو ہو جائیں تب بھی وہ خدا جس کی طرف قرآن رہنمائی کرتا ہے **آئینہ قانون قدرت** میں صاف صاف نظر آئے گا اور اس کی قدرت اور حکمت سے بھری ہوئی صورت ہر یک ذرّہ میں چمکتی ہوئی دکھائی دے گی۔ غرض وہ خدا جس کا پتہ **قرآن شریف** بتلاتا ہے اپنی موجودات پر فقط قہری حکومت نہیں رکھتا بلکہ موافق آیت کریمہ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ قَالُوۡا بَلٰی[1] کے ہر یک ذرہ ذرہ اپنی طبیعت اور روحانیت سے اس کا حکم بردار ہے اس کی طرف جھکنے کے لئے ہر یک طبیعت میں ایک کشش پائی جاتی ہے

بقیہ نوٹ: کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور یہ خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتدا ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خواری کا ایک بدنتیجہ ہے۔ منہ

[1] الاعراف:۱۷۳

اس کشش سے ایک ذرہ بھی خالی نہیں اور یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ ہر یک چیز کا خالق ہے کیونکہ نور قلب اس بات کو مانتا ہے کہ وہ کشش جو اس کی طرف جھکنے کے لئے تمام چیزوں میں پائی جاتی ہے وہ بلاشبہ اسی کی طرف سے ہے جیسا کہ قرآن شریف نے اس آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ[1] یعنی ہر یک چیز اس کی پاکی اور اس کے محامد بیان کر رہی ہے۔ اگر خدا ان چیزوں کا خالق نہیں تھا تو ان چیزوں میں خدا کی طرف کشش کیوں پائی جاتی ہے۔ ایک غور کرنے والا انسان ضرور اس بات کو قبول کر لے گا کہ کسی مخفی تعلق کی وجہ سے یہ کشش ہے پس اگر وہ تعلق خدا کا خالق ہونا نہیں تو کوئی آریہ وغیرہ اس بات کا جواب دیں کہ اس تعلق کی وید وغیرہ میں کیا ماہیت لکھی ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ کیا یہی سچ ہے کہ خدا صرف زبردستی ہر یک چیز پر حکومت کر رہا ہے اور ان چیزوں میں کوئی طبعی قوّت اور شوق خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے کا نہیں ہے۔ معاذ اللہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ایسا خیال کرنا نہ صرف حماقت بلکہ پرلے درجہ کی خباثت بھی ہے مگر افسوس کہ آریوں کے وید نے خدا تعالیٰ کی خالقیت سے انکار کر کے اس روحانی تعلق کو قبول نہیں کیا جس پر طبعی اطاعت ہر یک چیز کی موقوف ہے اور چونکہ دقیق معرفت اور دقیق گیان سے وہ ہزاروں کوس دور تھے۔ لہٰذا یہ سچا فلسفہ ان سے پوشیدہ رہا ہے کہ ضرور تمام اجسام اور ارواح کو ایک فطرتی تعلق اس ذات قدیم سے پڑا ہوا ہے اور خدا کی حکومت صرف بناوٹ اور زبردستی کی حکومت نہیں بلکہ ہر یک چیز اپنی روح سے اس کو سجدہ کر رہی ہے کیونکہ ذرہ ذرہ اس کے بے انتہا احسانوں میں مستغرق اور اس کے ہاتھ سے نکلا ہوا ہے مگر

﴿۲۱﴾

[1] بنی اسرائیل: ۴۵

افسوس کہ تمام مخالف **مذہب** والوں نے خدا تعالیٰ کے وسیع دریائے **قدرت** اور **رحمت** اور **تقدس** کو اپنی تنگ دلی کی وجہ سے زبردستی روکنا چاہا ہے اور انہیں وجوہ سے ان کے **فرضی خداؤں** پر کمزوری اور ناپاکی اور بناوٹ اور بے جا غضب اور بے جا حکومت کے طرح طرح کے داغ لگ گئے ہیں لیکن اسلام نے خدا تعالیٰ کی صفات **کاملہ کی تیز رودھاروں** کو کہیں نہیں روکا وہ **آریوں** کی طرح اس عقیدہ کی تعلیم نہیں دیتا کہ زمین و آسمان کی روحیں اور **ذرات** اجسام اپنے اپنے وجود کے آپ ہی **خدا ہیں** اور جس کا پرمیشر نام ہے وہ کسی نامعلوم سبب سے محض ایک **راجہ** کے طور پر ان پر حکمران ہے اور نہ عیسائی **مذہب** کی طرح یہ سکھلاتا ہے کہ خدا نے انسان کی طرح ایک **عورت کے پیٹ** سے جنم لیا اور نہ صرف نو مہینہ تک **خون حیض** کھا کر ایک گنہگار جسم سے جو بنت **سبع** اور **تمر** اور **راحاب** جیسی حرام کار عورتوں کے خمیر سے اپنی فطرت میں **ابنیت** کا حصہ رکھتا تھا خون اور ہڈی اور گوشت کو حاصل کیا بلکہ بچپن کے زمانہ میں جو جو بیماریوں کی صعوبتیں ہیں جیسے خسرہ چیچک دانتوں کی تکالیف وغیرہ تکلیفیں وہ سب اٹھائیں اور بہت سا حصہ عمر کا معمولی انسانوں کی طرح کھو کر آخر موت کے قریب پہنچ کر خدائی یاد آ گئی مگر چونکہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ تھا اور خدائی طاقتیں ساتھ نہیں تھیں اس لئے دعویٰ کے ساتھ ہی پکڑا گیا بلکہ اسلام ان سب نقصانوں اور ناپاک حالتوں سے خدائے حقیقی ذوالجلال کو منزہ اور پاک سمجھتا ہے اور اس وحشیانہ غضب سے بھی اس کی ذات کو برتر قرار دیتا ہے کہ جب تک کسی کے گلے میں پھانسی کا رسہ نہ ڈالے تب تک اپنے بندوں کے بخشنے کے لئے کوئی سبیل اس کو یاد نہ آوے اور خدا تعالیٰ کے وجود اور

﴿۲۲﴾

صفات کے بارے میں قرآن کریم یہ سچی اور پاک اور کامل معرفت سکھاتا ہے کہ اس کی قدرت اور رحمت اور عظمت اور تقدس بے انتہا ہے اور یہ کہنا قرآنی تعلیم کے رو سے سخت مکروہ گناہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرتیں اور عظمتیں اور رحمتیں ایک حد پر جا کر ٹھہر جاتی ہیں یا کسی موقعہ پر پہنچ کر اس کا ضعف اسے مانع آجاتا ہے بلکہ اس کی تمام قدرتیں اس مستحکم قاعدہ پر چل رہی ہیں کہ باستثنا ان امور کے جو اس کے تقدس اور کمال اور صفات کاملہ کے مخالف ہیں یا اس کے مواعید غیر متبدلہ کے منافی ہیں باقی جو چاہتا ہے کر سکتا ہے مثلاً یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے اپنے تئیں ہلاک کر سکتا ہے کیونکہ یہ بات اس کی صفت قدیم حیّ و قیّوم ہونے کے مخالف ہے۔ وجہ یہ کہ وہ پہلے ہی اپنے فعل اور قول میں ظاہر کر چکا ہے کہ وہ ازلی ابدی اور غیر فانی ہے اور موت اس پر جائز نہیں۔ ایسا ہی یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی عورت کے رحم میں داخل ہوتا اور خون حیض کھاتا اور قریباً نو ماہ پورے کر کے سیر ڈیڑھ سیر کے وزن پر عورتوں کی پیشاب گاہ سے روتا چلّاتا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر روٹی کھاتا اور پاخانہ جاتا اور پیشاب کرتا اور تمام دکھ اس فانی زندگی کے اٹھاتا ہے اور آخر چند ساعت جان کُندنی کا عذاب اٹھا کر اس جہان فانی سے رخصت ہو جاتا ہے کیونکہ یہ تمام امور نقصان اور منقصت میں داخل ہیں اور اس کے جلال قدیم اور کمال تام کے برخلاف ہیں۔

پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ چونکہ اسلامی عقیدہ میں درحقیقت خدا تعالیٰ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہی ہے۔ اور کیا ارواح اور کیا اجسام سب اسی کے پیدا کردہ ہیں اور اسی کی قدرت سے ظہور پذیر ہوئے ہیں لہٰذا قرآنی ﴿۲۳﴾

عقیدہ یہ بھی ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کا خالق اور پیدا کنندہ ہے اسی طرح وہ ہر ایک چیز کا واقعی اور حقیقی طور پر **قیّوم** بھی ہے یعنی ہر ایک چیز کا اسی کے وجود کے ساتھ بقا ہے اور اس کا وجود ہر یک چیز کے لئے بمنزلہ جان ہے اور اگر اس کا عدم فرض کر لیں تو ساتھ ہی ہر یک چیز کا عدم ہوگا۔ غرض ہر یک وجود کے بقا اور قیام کے لئے اس کی معیت لازم ہے لیکن آریوں اور عیسائیوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے آریوں کا اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کو ارواح اور اجسام کا خالق نہیں جانتے اور ہر یک چیز سے ایسا تعلق اس کا نہیں مانتے جس سے ثابت ہو کہ ہر یک چیز اسی کی قدرت اور ارادہ کا نتیجہ ہے اور اس کی مشیت کے لئے بطور سایہ کے ہے بلکہ ہر یک چیز کا وجود ایسے طور سے مستقل خیال کرتے ہیں جس سے سمجھا جاتا ہے کہ ان کے زعم میں تمام چیزیں اپنے وجود میں مستقل طور پر قدیم اور انادی ہیں پس جبکہ یہ تمام موجود چیزیں ان کے خیال میں خدا تعالیٰ کی قدرت سے نکل کر قدرت کے ساتھ قائم نہیں تو بلا شبہ یہ سب چیزیں ہندوؤں کے پرمیشر سے ایسی بے تعلق ہیں کہ اگر ان کے پرمیشر کا مرنا بھی فرض کر لیں تب بھی روحوں اور جسموں کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ ان کا پرمیشر صرف معمار کی طرح ہے اور جس طرح اینٹ اور گارہ معمار کی ذاتی قدرت کے ساتھ قائم نہیں تا ہر یک حال میں اس کے وجود کا تابع ہو۔ یہی حال ہندوؤں کے پرمیشر کی چیزوں کا ہے سو جیسا کہ معمار کے مرجانے سے ضروری نہیں ہوتا کہ جس قدر اس نے اپنی عمر میں عمارتیں بنائی ہوں وہ ساتھ ہی گر جائیں ایسا ہی یہ بھی ضرور نہیں کہ ہندوؤں کے پرمیشر کے مرجانے سے کچھ بھی صدمہ دوسری چیزوں کو پہنچے کیونکہ وہ ان کا **قیّوم** ☆

☆ جو چیز قدرت کے سہارے سے پیدا نہیں ہوئی وہ اپنی بقا میں بھی قدرت کے سہارے کی محتاج نہیں۔

نہیں اگر قیوم ہوتا تو ضرور ان کا خالق بھی ہوتا کیونکہ جو چیزیں پیدا ہونے میں خدا کی قوت کی محتاج نہیں وہ قائم رہنے میں بھی اس کی قوت کے سہارے کی حاجت نہیں رکھتیں اور عیسائیوں کے اعتقاد کی رو سے بھی ان کا مجسم خدا قیّوم الاشیاء نہیں ہوسکتا کیونکہ قیّوم ہونے کے لئے معیت ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ عیسائیوں کا خدا یسوع اب زمین پر نہیں کیونکہ اگر زمین پر ہوتا تو ضرور لوگوں کو نظر آتا جیسا کہ اس زمانہ میں نظر آتا تھا جبکہ پلاطوس کے عہد میں اس کے ملک میں موجود تھا پس جبکہ وہ زمین پر موجود نہیں تو زمین کے لوگوں کا قیّوم کیونکر ہو۔ رہا آسمان سو وہ آسمانوں کا بھی ﴿۲۴﴾ قیّوم نہیں کیونکہ اس کا جسم تو صرف چھ سات بالشت کے قریب ہوگا پھر وہ سارے آسمانوں پر کیونکر موجود ہوسکتا ہے تا ان کا قیّوم ہو لیکن ہم لوگ جو خدا تعالیٰ کو ربّ العرش کہتے ہیں تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ جسمانی اور جسم ہے اور عرش کا محتاج ہے بلکہ عرش سے مراد وہ مقدس بلندی کی جگہ ہے جو اس جہان اور آنے والے جہان سے برابر نسبت رکھتی ہے اور خدا تعالیٰ کو عرش پر کہنا درحقیقت ان معنوں سے مترادف ہے کہ وہ مالک الکونین ہے اور جیسا کہ ایک شخص اونچی جگہ بیٹھ کر یا کسی نہایت اونچے محل پر چڑھ کر یمین و یسار نظر رکھتا ہے۔ ایسا ہی استعارہ کے طور پر خدا تعالیٰ بلند سے بلند تخت پر تسلیم کیا گیا ہے جس کی نظر سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں نہ اس عالم کی اور نہ اس دوسرے عالم کی۔ ہاں اس مقام کو عام سمجھوں کے لئے اوپر کی طرف بیان کیا جاتا ہے کیونکہ جبکہ خدا تعالیٰ حقیقت میں سب سے اوپر ہے اور ہریک چیز اس کے پیروں پر گری ہوئی ہے تو اوپر کی طرف سے اس کی ذات کو مناسبت ہے مگر اوپر کی طرف وہی ہے جس کے نیچے دونوں عالم واقع ہیں اور وہ ایک

انتہائی نقطہ کی طرح ہے جس کے نیچے سے دو عظیم الشان عالم کی دو شاخیں نکلتی ہیں اور ہر یک شاخ ہزار ہا عالم پر مشتمل ہے جن کا علم بجز اس ذات کے کسی کو نہیں جو اس نقطہ انتہائی پر مستوی ہے جس کا نام عرش ہے اس لئے ظاہری طور پر بھی وہ اعلیٰ سے اعلیٰ بلندی جو اوپر کی سمت میں اس انتہائی نقطہ میں متصور ہو جو دونوں عالم کے اوپر ہے۔ وہی عرش کے نام سے عند الشرع موسوم ہے اور یہ بلندی باعتبار جامعیت ذات باری کی ہے تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ وہ مبدء ہے ہر یک فیض کا اور مرجع ہے ہر یک چیز کا اور مسجود ہے ہر یک مخلوق کا اور سب سے اونچا ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور کمالات میں ورنہ قرآن فرماتا ہے کہ وہ ہر یک جگہ ہے جیسا کہ فرمایا اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[1] جدھر منہ پھیرو ادھر ہی خدا کا منہ ہے اور فرماتا ہے هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ[2] یعنی جہاں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور فرماتا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ[3] یعنی ہم انسان سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ یہ تینوں تعلیموں کا نمونہ ہے۔
والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

تمّت

بقلم خاکسار

ہیچمدان

از مریدان حضرت مسیح موعود

غلام محمد امرتسر عفی اللہ عنہ

یکم دسمبر ۱۸۹۵ء بروز یک شنبہ

[1] البقرۃ:۱۱۶ [2] الحدید:۵ [3] ق:۱۷

انڈیکس

روحانی خزائن جلد نمبر ۹

مرتبہ: مکرم محمد محمود طاہر صاحب

زیر نگرانی

سید عبد الحی

آیات قرآنیه

☆ ☆ ☆

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث بالمعنی

☆ ☆ ☆

مضامین

آ۔ا

آزادی اظہار

آریہ دھرم نیز دیکھئے ہندومت

اپریل فول

احسان

استغفار

اسلام

اللّٰہ جلّ جلالہٗ

اسلامی نظریہ خدا

صفات الٰہیہ

دیگر مذاہب میں نظریہ خدا

ام الالسنہ تفصیل کیلئے دیکھئے عربی زبان

انسان

ج۔چ۔ح۔خ

عقائد و نظریات

انجیل اور اس کی تعلیمات

جنگ مقدس اور آتھم کی بابت پیشگوئی

قرآن کریم فرقانِ حمید

شان وفضائل قرآن

قرآنی تعلیمات

کسوف وخسوف

کشف

کفارہ نیز دیکھئے عیسائیت

گناہ

ل۔م۔ن

لسانیات رعلم اللسان

لعنت

☆ ☆ ☆

اسماء

ج۔ح۔خ

د۔ڈ۔ر۔ز

س۔ش۔ص۔ض

قسم کھانے کا انعامی چیلنج

آتھم کا قسم کھانے سے گریز

پیشگوئی پر اعتراضات

الہامات

تائیدات و نصرت الٰہی

دعائیں

مخالفین کو چیلنج

اشتہارات

منظومات و مکتوبات

متفرق

و۔ہ۔ی

☆ ☆ ☆

مقامات

ا۔ب۔پ۔ت

ج۔ح۔د

س۔ش۔ع

ف۔ق۔ک۔گ

☆ ☆ ☆

کتابیات

آ۔ا

ب۔ت

ج۔ح۔د۔ز

☆ ☆ ☆